پہلی مرتبہ تقریباً 350 نادر و نایاب رسائل وکتب کی یکجا اشاعت

مقالاتِ حکیم الامت

حکیم الامتؒ مجدد الملتؒ

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نور اللہ مرقدہٗ

۱۲۸۰ - ۱۳۶۲ھ ۱۸۶۳ - ۱۹۴۳ء

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

(شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی)

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون.... مظاہر علوم سہارن پور..... دار العلوم کراچی
و دیگر مراکز علم سے حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے
دستیاب شدہ نادر و نایاب رسائل کی پہلی مرتبہ یکجا اشاعت

مقالاتِ حکیم الامت 79

مجموعہ تالیفات

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

الحمدللہ! عرصہ دراز کی جستجو کے بعد تقریباً 325 رسائل
اس مجموعہ میں شائع کیے جا رہے ہیں۔

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
(شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی)

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان 0322-6180738

اِجمالی فہرست

تعلیم الدین

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

اس رسالہ میں دین کے ہر چہار اجزاء عقائد... اعمال... اَخلاق... معاملات اور سلوک کے طریقے... حالات و مقالات ... اذکار و اشغال اور اصطلاحات تصوف کا بیان قرآن وحدیث سے مدلل ومفصل تحریر فرمایا ہے۔

اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد دین کے ہر جز سے کامل واقفیت حاصل ہوتی ہے اوراس کے سمجھ لینے کے بعد کسی قسم کی بے دینی کا خطرہ نہیں رہتا۔

تعلیم الدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ○ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ. وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ. وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ" امابعد!

اس زمانہ میں اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام نے صرف نماز وروزہ اور چند غیبی خبریں کہ قیامت میں کیا کیا ہوگا، بہشت میں حوریں اور دوزخ میں سانپ بچھو ہیں، بتلائی ہیں اور انسان کے باقی ظاہری و باطنی حالات متعلقہ سے اس کو کچھ تعرض نہیں۔ اللہ و رسول کو جیسا چاہو سمجھو جو چاہو معاملہ کرو، تجارت جس طرح چاہو کرو، لوگوں سے جس طور پر چاہو برتاؤ رکھو، جو چاہو کھاؤ، جو چاہو پہنو، نشست و برخاست، ملاقات معاشرت کے طریقے جو چاہو اختیار کرو، اپنے نفس کو جن صفات سے چاہو متصف رکھو۔ غرض تم کو اور اُمور میں ہر طرح آزادی ہے اور اگر پابندی کا خیال آیا تو اُصولِ تجارت میں غیر قوموں کی تقلید کرو، طرزِ معاشرت قدیم یا جدید فلاسفروں سے حاصل کرو، مقاماتِ نفس میں اَن پڑھ لوگوں سے جو خدائی کے دعوے میں بھی نہ رکتے ہوں، مدد لو، غرض اس میں نہ اُلوہیت و رسالت کی تنظیم ہے نہ معاملات کے اُصول کی تعلیم، نہ اخلاق و آداب کی تفہیم، نہ مقاماتِ نفس کی تکمیل و تتمیم اور اس خیالِ باطل کے ایسے برے برے آثار مرتب ہوئے کہ خدا کی پناہ، ایک اثر مخالفین

پر یہ ہوا کہ اسلام پر تعلیم کے ناکافی ہونے کا دھبہ لگایا۔ ایک اثر نو تعلیم یافتہ نوجوانوں پر یہ ہوا کہ بوجہ ناحقیقت شناسی کے یہ شبہ ان کے دل میں جم گیا اور اپنے کو بعض اُمور میں تہذیب جدید کا محتاج سمجھا اور زبان سے یا دل سے یا طرزِ عمل سے غیر طریقوں کو اپنے طریقے پر ترجیح دینے لگے اور بہت سے عقائد اسلام پر خود ہنسنے لگے۔ ایک اثر عوام پر یہ ہوا کہ نماز، روزہ میں تو علماء سے رُجوع کرنے کو ضروری سمجھے اور معاملات و معاشرت میں اپنے کو خود مختار جان لیا۔ اسی وجہ سے علماء سے کبھی اپنے مقدمہ یا تجارت کے متعلق رائے نہیں لی جاتی نہ توحید و رسالت کے مباحث و احکام کی تحقیق کی جاتی ہے۔

یہاں تک کہ بعض اعمال سے شرک فی الالوہیت یا شرک فی النبوت لازم آ جاتا ہے۔ بالخصوص مستورات کو ایک اثر اہل علم پر یہ ہوا کہ شب و روز اعمال و عبادات کے مسائل کے استذکار و استحضار میں شغل و اہتمام رہتا ہے، نہ معاملات کی تحقیق نہ اخلاق و آداب کا لحاظ نہ اصلاح نفس و قلب کی کوشش۔ حتیٰ کہ ترقی علم کے ساتھ ہی عجب و کبر و حرص و حب دُنیا و غفلت کی بھی ترقی ہوتی جاتی ہے۔ ایک اثر درویشوں پر یہ ہوا کہ شریعت اور طریقت کو جدا جدا سمجھے اور حقیقت کو اصل مقصود اور شریعت کو انتظامی قانون اعتقاد کر لیا۔ علماء سے نفور ہو گئے۔ واردات و احوال کو منتہی معراج خیال کیا۔ خیالات کو مکاشفات اور مکاشفات کو فوق الیقینیات یقین کیا، نہ اس کو میزانِ شرع میں وزن کرنے کی ضرورت نہ علماء سے پیش کرنے کی حاجت۔ غرض ہر طبقے کے لوگوں کو کم و بیش اس خیال باطل کا اثر ضرور پہنچا۔ "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ" حالانکہ جس نے کتاب و سنت کو ذرا بھی طلب و التفات کی نگاہ سے دیکھا ہوگا وہ ان سب اُمور کی تعلیم کو کھلے کھلے الفاظ میں پاوے گا اور شریعت مطہرہ کو کافی وافی اور دوسری کتب و حکم و قوانین و تعالیم سے مستغنی کرنے والا دیکھے گا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے کلام پاک میں کیوں فرماتا:

" اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ یَتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَكِّیْكُمْ وَیُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ

دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط ونحو ذٰلک" آخر جس قرآن میں "يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ" مذکور ہے۔ اُسی قرآن میں "فانكحوا مَا طَابَ لَكُمْ۔الآية اَلطلاقُ مَرَّتٰنِ۔ الآية اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ الآية لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۔الآية وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا الآية مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً۔ الآية وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ۔ الآية وصاحبهما فی الدنيا معروفا۔ الآية وات ذا القربیٰ حقه ۔الآية اذا انفقوا لم يسرفوا ولم يقتروا۔ الآية انما المؤمنون اخوةٌ۔ الآية لا يسخر قومٌ من قومٍ۔ الآية اجتنبوا كثيراً من الظنّ۔ الآية ولا يغتب بعضُكم بعضاً۔ الآية انّ اللّٰه لا يحب المستكبرين۔ الآية يحبهم ويحبونهٗ۔ الآية اِنَّ اللّٰه مع الصّٰبرين ۔الآية وعلى اللّٰه فليتوكَّلِ المتوكلون۔ الآية الذين هم فی صلاتهم خشعون۔ الآية تقشعرّ منه جلود الذين يخشون ربهم ۔ الآية يبكون ويزيدهم خشوعاً۔ الآية.
وغيرها من اٰيات المعاملات و المعاشرات"والمقامات بھی تو مذکور ہیں۔

اسی طرح کتب حدیث کی فہرست اُٹھا کر ملاحظہ کرنے سے جہاں کتاب الایمان، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ نظر آوے گا اس کے نیچے ہی کتاب البیوع، کتاب النکاح والطلاق، کتاب الآداب، کتاب الرقاق بھی ملاحظہ سے گزرے گا۔ پھر اس خیال کی گنجائش کہاں ہے کہ اسلام نے صرف عقائد و اعمال سکھلائے ہیں اور معاملات و معاشرت و تصوف نہیں بتلایا بلکہ منصف کو اسی مقام پر یقین آ گیا ہوگا کہ اسلام نے پانچوں چیزیں تعلیم کی ہیں اور ہم کو کسی کا محتاج نہیں چھوڑا بلکہ غیر قوموں میں بھی منصف مزاج لوگ ہیں وہ اسلام سے مقتبس ہونے کے خود معترف ہیں۔

غرض جب دیکھا گیا کہ یہ خیال عالمگیر ہو رہا ہے اور ہر طبقے کے لوگوں کو اس سے

مضرتیں پہنچتی ہیں، اسلامی ہمدردی نے تقاضا کیا کہ اس غلطی کی اصلاح کی جاوے اور ایک رسالہ لکھا جاوے جس میں بقدر ضرورت اختصار کے ساتھ پانچوں مضامین کو کتاب وسنت سے مستنبط و ملتقط کر کے جمع کیا جاوے۔ یوں تو اس رسالہ سے سب اہل اسلام کو نفع پہنچانا مقصود ہے مگر بالخصوص درویشی کی راہ چلنے والوں کی دلسوزی زیادہ مدنظر ہے۔

اب ہر مسلمان کو عموماً اور درویش کو خصوصاً اس کا مطالعہ کرنا بلکہ تھوڑا تھوڑا وظیفہ مقرر کر لینا ضرور ہے کیونکہ مقصود درویشی کا یہی ہے کہ محبوب حقیقی راضی ہو جاوے اور طریقہ حصول رضا کا اطاعت و امتثال امر ہے۔ پس جب محبوب حقیقی کا امر تمام حالات کے ساتھ متعلق ہے تو رضامندی اسی وقت ممکن ہے جب ہر حالت میں اس کا امر مانا جاوے۔

اسی لیے طالب حق کو ضرور ہے کہ اوّل اپنے عقائد موافق اہل سنت و جماعت کے دُرست کرے، پھر اعمال مفروضہ نماز، روزہ وغیرہما کے احکام سیکھ کر ان کا پابند ہو اور حرام و حلال کے مسائل سے واقف ہوتا کہ اکل حلال سے نورانیتِ قلب پیدا ہو اور طرزِ معاشرت سے مطلع ہوتا کہ اہل حقوق کے حقوق تلف نہ ہو جاویں کیونکہ اتلاف حقوق ظلم ہے اور ظالم پر لعنت ہوتی ہے۔ پھر لعنت و رحمت جمع کیسے ہوگی اور رضا بدون رحمت کے ہوتی نہیں۔ ان سب مراحل کو طے کر کے اب اس راہ باریک میں قدم رکھے۔ ایسا شخص ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی گمراہ نہ ہوگا اور ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے مقصود حقیقی تک پہنچے گا۔

اب خدا کے نام پر مقصود کو شروع کرتے ہیں اور بہ نظر تعداد مضامین اس کو پانچ حصوں پر منقسم کرتے ہیں: (۱) عقائد و تصدیقات (۲) اعمال و عبادات (۳) معاملات و سیاسیات (۴) آداب و معاشرت (۵) سلوک و مقامات۔

یاالٰہی اس نادان کی مدد فرما اور خطا و لغزش و ریا سے بچا۔ آمین وبہ نستعین

محمد اشرف علی تھانوی

عقائد و تصدیقات

❶۔تمام عالم پہلے ناپید تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے موجود ہوا۔

❷۔اللہ ایک ہے وہ کسی کا محتاج نہیں، نہ اس نے کسی کو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا۔کوئی اس کے مقابل کا نہیں۔ ❸۔وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

❹۔کوئی چیز اس کے مانند نہیں اور سب سے نرالا ہے۔

❺۔وہ زندہ ہے۔ ہر چیز پر اس کو قدرت ہے، کوئی چیز اس کے علم سے پوشیدہ نہیں، وہ سب کچھ دیکھتا ہے، سنتا ہے۔ وہ جو چاہے کرتا ہے، کلام فرماتا ہے، وہی پوجنے کے قابل ہے۔اس کا کوئی ساجھی نہیں، اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ بادشاہ ہے، وہ سب عیبوں سے پاک ہے، وہی اپنے بندوں کو سب آفتوں سے بچاتا ہے، وہی عزت والا ہے، بڑائی والا ہے، پیدا کرنے والا ہے، گناہوں کا بخشنے والا ہے، بہت دینے والا ہے، زبردست ہے، روزی پہنچانے والا ہے جس کی روزی چاہے تنگ کردے جس کی روزی چاہے فراخ کردے جس کو چاہے پست کردے جس کو چاہے بلند کردے جس کو چاہے عزت دے جس کو چاہے ذلت دے، انصاف والا ہے، بردباری اور برداشت والا ہے، خدمت کی قدردانی کرنے والا ہے، دُعا کا قبول کرنے والا ہے، سمائی والا ہے، اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں، وہ سب کا کام بنانے والا ہے۔ اُسی نے پہلے سب کو پیدا کیا، وہی قیامت میں دوبارہ پیدا کرے گا، وہی جلاتا ہے، وہی مارتا ہے، اس کو نشانیوں اور صفتوں سے سب جانتے ہیں اور اس کی ذات کی باریکی کوئی نہیں جانتا، گنہگاروں کی توبہ قبول کرتا ہے، جو سزا کے قابل ہیں ان کو سزا دیتا ہے، وہی ہدایت کرتا ہے، نہ وہ سوتا ہے، نہ اونگھتا ہے، وہ تمام عالم کی حفاظت سے تھکتا نہیں، وہی سب چیزوں کو تھامے ہوئے ہے۔ اسی طرح تمام صفتیں کمال کی اس کو حاصل ہیں۔

⑥۔ مخلوق کی صفتوں سے وہ پاک ہے اور قرآن و حدیث میں بعض جگہ جو ایسی باتوں کی خبر کر دی گئی ہے یا تو اس کے معنی اللہ کے سپرد کریں کہ وہی اس کی حقیقت جانتا ہے اور ہم بے کھود کرید کیے ہوئے ایمان اور یقین کرتے ہیں اور یہی بات بہتر ہے اور یا کچھ مناسب معنی اس کے لگائے جاویں جس سے وہ سمجھ میں آ جاوے۔

⑦۔ عالم میں جو کچھ بھلا برا ہوتا ہے سب کو اللہ تعالیٰ اس کے ہونے سے آگے ہمیشہ سے جانتا ہے اور اپنے جاننے کے موافق اس کو پیدا کرتا ہے۔ تقدیر اسی کا نام ہے اور بری باتوں کے پیدا کرنے میں بہت بھید ہیں، ان کو ہر کوئی نہیں جانتا۔

⑧۔ بندوں کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ اور ارادہ دیا ہے جس سے وہ گناہ اور ثواب کے کام اپنے اختیار سے کرتے ہیں، گناہ کے کام سے اللہ تعالیٰ ناراض اور ثواب کے کام سے خوش ہوتے ہیں مگر بندوں کو کسی کام کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں۔

⑨۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ایسے کسی کام کا حکم نہیں دیا جو بندوں سے نہ ہو سکے۔

⑩۔ کوئی چیز خدا کے ذمہ ضرور نہیں وہ جو کچھ مہربانی کرے اس کا فضل ہے۔

⑪۔ بہت سے پیغمبر اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بندوں کو سیدھی راہ بتلانے آئے اور وہ سب گناہوں سے پاک ہیں۔ گنتی ان کی پوری طرح اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ ان کی سچائی بتلانے کو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں ایسی نئی نئی مشکل مشکل باتیں ظاہر کیں جو اور لوگ نہیں کر سکتے۔ ایسی باتوں کو معجزہ کہتے ہیں۔ ان میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام تھے اور سب سے بعد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی درمیان میں ہوئے۔ بعضے بہت مشہور ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، الیاس علیہ السلام، الیسع علیہ السلام، یونس علیہ السلام، لوط علیہ السلام، ادریس علیہ السلام، ذوالکفل علیہ السلام، صالح علیہ السلام، ہود علیہ السلام، شعیب علیہ السلام۔

⑫۔ پیغمبروں میں بعضوں کا رُتبہ بعضوں سے بڑا ہے۔ سب میں زیادہ مرتبہ

ہمارے پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ کے بعد کوئی نیا پیغمبر نہیں آسکتا۔ قیامت تک جتنے آدمی اور جن ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے پیغمبر ہیں۔

⑬۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جاگتے میں جسم کے ساتھ مکہ سے بیت المقدس میں اور وہاں سے ساتوں آسمان پر اور وہاں سے جہاں تک اللہ کو منظور ہوا پہنچایا اور پھر مکہ میں پہنچا دیا۔ اس کو معراج کہتے ہیں۔

⑭۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ مخلوقات نور سے پیدا کر کے ان کو ہماری نگاہوں سے پوشیدہ کیا ہے، ان کو فرشتے کہتے ہیں، ان کا مرد یا عورت ہونا کچھ نہیں بتلایا گیا۔ بہت سے کام ان کے سپرد ہیں۔ وہ کبھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے۔ ان میں چار فرشتے بہت مشہور ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام، حضرت عزرائیل علیہ السلام۔

⑮۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ مخلوقات آگ سے پیدا کر کے ان کو ہماری نظروں سے پوشیدہ کیا ہے، ان کو جن کہتے ہیں۔ ان میں نیک و بد سب طرح کے ہوتے ہیں، ان کی اولاد بھی ہوتی ہے، ان سب میں زیادہ مشہور شریر ابلیس ہے۔

⑯۔ مسلمان جب خوب عبادت کرتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے اور دُنیا سے محبت نہیں رکھتا اور پیغمبر علیہ السلام کی ہر طرح کی خوب تابعداری کرتا ہے تو وہ اللہ کا دوست اور پیارا ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کو ولی کہتے ہیں۔ اس شخص سے کبھی ایسی باتیں ظہور میں آتی ہیں جو اور لوگوں سے نہیں ہوسکتیں۔ ایسی باتوں کو کرامت کہتے ہیں۔

⑰۔ ولی کتنے ہی بڑے درجے کو پہنچ جاوے مگر نبی کے برابر نہیں ہوسکتا۔

⑱۔ خدا کا کیسا ہی پیارا ہو جاوے مگر جب تک ہوش و حواس دُرست ہیں شرع کا پابند رہنا فرض ہے، نماز، روزہ اور کوئی عبادت معاف نہیں ہوتی جو گناہ کی باتیں ہیں وہ اس کے لیے درست نہیں ہو جاتیں۔

⑲۔ جو شخص شرع کے خلاف ہو وہ خدا کا دوست نہیں ہوسکتا۔ اگر اس کے ہاتھ سے کوئی اچنبھے کی بات دکھلائی دے یا وہ جادو ہے یا وہ نفسانی اور شیطانی دھندہ ہے۔ اس سے اعتقاد درست نہیں۔

(20)۔ولی لوگوں کو بعضی باتیں بھید کی سوتے یا جاگتے میں معلوم ہو جاتی ہیں۔اس کو کشف والہام کہتے ہیں،اگر شرع کے موافق ہے قبول ہے اور اگر خلاف ہے تو رَدّ ہے۔

(21)۔اللہ اور رسول نے دین کی سب باتیں قرآن وحدیث میں بندوں کو بتلا دیں۔ اب کوئی نئی بات دین میں نکالنا دُرست نہیں، ایسی ہی بات کو بدعت کہتے ہیں۔ بدعت بہت بڑا گناہ ہے۔البتہ بعض باریک باتیں دین کی جو ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آتیں پکے پکے عالموں نے اپنے علم کے زور سے قرآن وحدیث سے سمجھ کر دوسروں کو بھی بتلا دیں، ایسے لوگ مجتہد کہلاتے ہیں، مجتہد بہت ہوئے، چار ان میں بہت مشہور ہیں۔امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ، جس کو جس مجتہد سے زیادہ اعتقاد ہو اس کی پیروی کرلے۔ ہندوستان میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی پیروی کرنے والے زیادہ ہیں، وہ حنفی کہلاتے ہیں۔اسی طرح نفس کے سنوارنے کے طریقے قرآن وحدیث کے موافق ولی لوگوں نے اپنے دل کی روشنی سے سمجھ کر بتلائے، ایسے لوگ شیخ کہلاتے ہیں مگر ان میں چار زیادہ مشہور ہیں۔خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ، حضرت غوث الاعظم عبدالقادر رحمہ اللہ، شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ، خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمہ اللہ، جس مجتہد اور شیخ سے اعتقاد ہو اس کی پیروی کرکے دُوسروں کو برا سمجھنا درست نہیں اور پیروی مجتہد اور شیخ کی اسی وقت تک ہے جب تک ان کی بات خدا اور رسول کے خلاف نہ ہو، اگر ان سے کوئی غلطی ہوگئی ہو اس میں پیروی نہیں۔

(22)۔اللہ تعالیٰ نے بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں آسمان سے جبرئیل علیہ السلام کی معرفت بہت سے پیغمبروں پر اُتاریں تاکہ وہ اپنی اپنی اُمتوں کو دین کی باتیں بتلائیں۔ان میں چار کتابیں بہت مشہور ہیں۔توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملی۔زبور حضرت داوٗد علیہ السلام کو، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو، قرآن مجید ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ قرآن مجید آخری کتاب ہے، اب کوئی کتاب آسمان سے نہ آوے گی، قیامت تک قرآن کا حکم چلتا رہے گا۔ دوسری کتابوں کو گمراہ لوگوں نے بہت کچھ بدل ڈالا مگر قرآن مجید کی نگہبانی کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اس کو کوئی نہیں بدل سکتا۔

㉓۔ ہمارے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کو جس جس مسلمان نے دیکھا اس کو صحابی کہتے ہیں۔ ان کی بڑی بڑی بزرگیاں آئی ہیں، ان سب سے محبت اور اچھا گمان رکھنا چاہیے، اگر کوئی لڑائی جھگڑا ان کا سننے میں آوے اس کو بھول چوک سمجھے ان کی برائی نہ کرے، ان سب میں سب سے بڑھ کر چار صحابی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ پیغمبر صاحب کے بعد ان کی جگہ بیٹھے اور دین کا بندوبست کیا۔ اس لیے خلیفہ اوّل کہلاتے ہیں۔ تمام اُمت میں یہ سب سے بہتر ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ دوسرے خلیفہ ہیں۔ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ تیسرے خلیفہ ہیں۔ ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ چوتھے خلیفہ ہیں۔

㉔۔ پیغمبر صاحب کی اولاد اور بیبیاں سب تعظیم کے لائق ہیں، اولاد میں سب سے بڑا رُتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اور بیبیوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔

㉕۔ ایمان جب درست ہوتا ہے کہ اللہ ورسول کو سب باتوں میں سچا سمجھے اور ان کو مان لے۔ اللہ ورسول کی کسی بات میں بھی شک کرنا یا اس کو جھٹلانا یا اس میں عیب نکالنا یا اس کے ساتھ مذاق اُڑانا ان سب باتوں سے ایمان جاتا رہتا ہے۔

㉖۔ قرآن وحدیث کے کھلے کھلے مطلب کا نہ ماننا اور اینچ پینچ کر کے اپنے مطلب بنانے کو معنی گھڑنا بددینی کی بات ہے۔ ㉗۔ گناہ کو حلال سمجھنے سے ایمان جاتا رہتا ہے۔

㉘۔ گناہ خواہ کتنا ہی بڑا ہو جب تک اس کو برا سمجھے اس سے ایمان نہیں جاتا۔ البتہ کمزور ہو جاتا ہے۔ ㉙۔ اللہ تعالیٰ سے نڈر ہو جانا یا نا اُمید ہو جانا کفر ہے۔

㉚۔ کسی سے غیب کی باتیں پوچھنا اور اس کا یقین کرنا کفر ہے۔ البتہ نبیوں کو وحی سے اور ولیوں کو کشف اور الہام سے اور عام لوگوں کو نشانیوں سے کوئی بات معلوم ہو سکتی ہے۔

㉛۔ کسی کا نام لے کر کافر کہنا یا لعنت کرنا بڑا گناہ ہے۔ ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ظالموں پر لعنت، جھوٹوں پر لعنت مگر جن کا نام لے کر اللہ ورسول نے لعنت کی ہے یا اُن کے کفر کی خبر دی ہے ان کو کافر ملعون کہنا گناہ نہیں۔

㉜۔ جب آدمی مرجاتا ہے اگر گاڑا جاوے تو گاڑنے کے بعد اور اگر نہ گاڑا جاوے تو جس حال میں ہو اس کے پاس دو فرشتے جن میں ایک کو منکر دوسرے کو نکیر کہتے ہیں، آکر پوچھتے ہیں، تیرا پروردگار کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں؟ اگر مُردہ ایمان دار ہو تو ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے، پھر اس کے لیے سب طرح کی چین ہے اور نہیں تو وہ سب باتوں میں یہی کہتا ہے کہ مجھے کچھ خبر نہیں، پھر اس پر بڑی سختی ہوتی ہے اور بعضوں کو اللہ تعالیٰ اِس امتحان سے معاف کر دیتا ہے مگر یہ باتیں مُردے کو ہی معلوم ہوتی ہیں اور لوگ نہیں دیکھتے۔ جیسا سوتا آدمی خواب میں سب کچھ دیکھتا ہے اور جاگتا آدمی اس کے پاس بیٹھا ہوا بے خبر ہے۔

㉝۔ مُردے کے لیے دُعا کرنے سے کچھ خیر خیرات دے کر بخشنے سے اس کو ثواب پہنچتا ہے اور اس سے اس کو بڑا فائدہ ہوتا ہے۔

㉞۔ اللہ و رسول نے جتنی نشانیاں قیامت کی بتائی ہیں سب ضرور ہونے والی ہیں۔ امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے اور خوب انصاف سے بادشاہی کریں گے۔ کانا دجال نکلے گا اور دُنیا میں بہت فساد مچاوے گا۔ اس کو مار ڈالنے کے واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اُتریں گے اور اس کو مار ڈالیں گے۔ یاجوج ماجوج بڑے زبردست آدمی ہیں وہ تمام زمین میں پھیل پڑیں گے، پھر وہ خدا کے قہر سے ہلاک ہوں گے۔

ایک عجیب طور کا جانور زمین سے نکلے گا اور آدمیوں سے باتیں کرے گا۔ مغرب کی طرف سے آفتاب نکلے گا۔ قرآن مجید اُٹھ جاوے گا اور چند روز میں تمام مسلمان مر جاویں گے اور تمام دُنیا کافروں سے بھر جاوے گی اور بہت باتیں ہوں گی۔

㉟۔ جب ساری نشانیاں پوری ہو جاویں گی اب قیامت کا سامان شروع ہوگا۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام خدا کے حکم سے صور پھونکیں گے۔ یہ صور ایک بہت بڑی چیز سینگ کی شکل ہے اس صور کے پھونکنے سے تمام زمین آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاویں گے، تمام مخلوقات مر جاویں گے اور جو مر چکے ہیں ان کی روحیں بے ہوش ہو جاویں گی مگر اللہ تعالیٰ کو جن کا بچانا منظور ہے وہ اپنے حال پر رہیں گے، ایک مدت اسی کیفیت پر گزر جائے گی۔

36۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا کہ تمام عالم دوبارہ پیدا ہو جائے۔ دوسری بار صور پھونکا جاوے گا اس سے پھر سارا عالم موجود ہو جائے گا، مُردے زندہ ہو جاویں گے اور قیامت کے میدان میں سب اکٹھے ہوں گے اور وہاں کی تکلیفوں سے گھبرا کر سب پیغمبروں کے پاس سفارش کرانے جاویں گے۔ آخر ہمارے پیغمبر صاحب سفارش کریں گے سب بھلے برے عمل تولے جائیں گے، ان کا حساب ہوگا مگر بعضے بدون حساب جنت میں جائیں گے، نیکوں کا نامۂ اعمال اپنے داہنے ہاتھ میں اور بدوں کا بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کو حوضِ کوثر کا پانی پلاویں گے جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا، پل صراط پر چلنا ہوگا، جو نیک لوگ ہیں وہ اس سے پار ہو کر بہشت میں پہنچ جاویں گے جو بد ہیں وہ اس پر سے دوزخ میں گر پڑیں گے۔

37۔ دوزخ پیدا ہو چکی ہے اور اس میں سانپ، بچھو اور طرح طرح کا عذاب ہے، دوزخیوں میں سے جن میں ذرا بھی ایمان ہوگا وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت کر پیغمبروں اور بزرگوں کی سفارش سے نکل کر بہشت میں داخل ہوں گے، خواہ کتنے ہی بڑے گنہگار ہوں اور جو کافر اور مشرک ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کو موت بھی نہ آئے گی۔

38۔ بہشت بھی پیدا ہو چکی ہے اور اس میں طرح طرح کے چین اور نعمتیں ہیں، بہشتیوں کو کسی طرح کا ڈر اور غم نہ ہوگا اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے نہ اس سے نکلیں گے اور نہ وہاں مریں گے۔ 39۔ اللہ کا اختیار ہے کہ چھوٹے گناہ پر سزا دے دے یا بڑے گناہ کو محض اپنی مہربانی سے معاف کر دے اور بالکل اس پر سزا نہ دے۔

40۔ جن لوگوں کا نام لے کر اللہ و رسول نے ان کا بہشتی ہونا بتلا دیا ہے ان کے سوا کسی کے بہشتی ہونے کا یقینی حکم نہیں لگا سکتے۔ البتہ اچھی نشانیاں دیکھ کر اچھا گمان رکھنا اور اللہ کی رحمت سے اُمید کرنا ضروری ہے۔ 41۔ بہشت میں سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے جو بہشتیوں کو نصیب ہوگا۔ اس کی لذت میں تمام نعمتیں ہیچ معلوم ہوں گی۔

42۔ دُنیا میں جاگتی ہوئی ان آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو کسی نے نہیں دیکھا اور نہ کوئی دیکھ سکتا ہے۔

43۔ عمر بھر کوئی کیسا ہی بھلا برا ہو مگر جس حالت پر خاتمہ ہوتا ہے اسی کے موافق جزا و سزا ہوتی ہے۔

اقسام شرک

قَالَ اللّٰہُ تَعالٰی وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ م بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَسَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ ط وَسَآءَ تْ مَصِیْرًاo اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ط وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًام بَعِیْدًاo اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖٓ اِلَّا اِنٰثًا وَاِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًاo لَّعَنَہُ اللّٰہُ م وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِکَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًاoوَّلَاُ ضِلَّنَّھُمْ وَلَاُ مَنِّیَنَّھُمْ وَلَاٰمُرَنَّھُمْ فَلَیُبَتِّکُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰ مُرَنَّھُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰہِ ط وَمَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَقَدْ خَسِرَخُسْرَانًا مُّبِیْنًاo یَعِدُ ھُمْ وَیُمَنِّیْھِمْ ط وَمَایَعِدُھُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًاo

ان آیتوں سے بدعت اور شرک اور رسوم جہل و اطاعت و موافقت شیطان کی برائی صاف صاف معلوم ہوئی، چونکہ ان اُمور کے ارتکاب سے توحید ورسالت کے عقیدے میں خلل اور ایمان میں ظلمت و کدورت آ جاتی ہے اس لیے بعد ذکر عقائد اسلام کے مناسب ہوا کہ بعضے برے عقیدے اور بری رسمیں اور بعضے بڑے بڑے گناہ جو بکثرت رائج ہیں۔ بیان کیے جاویں تا کہ لوگ آ گاہ ہو کر ان سے بچیں۔ ان میں بعضی باتیں بالکل کفر و شرک ہیں، بعضی قریب کفر وشرک کے، بعضی بدعت وضلالت، بعضی مکروہ و معصیت غرض سب سے بچنا ضروری ہے۔ پھر جب ان چیزوں کا بیان ہو چکے گا جن سے ایمان میں نقصان آ جاتا ہے۔ اس کے بعد ایمان کے شعبوں کا اجمالاً ذکر ہوگا کیونکہ ان سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے پھر گناہوں سے دُنیا کا نقصان اور طاعات سے جو دُنیا کا نفع ہوتا ہے اس کا اجمالاً ذکر کریں گے کہ دُنیا کے نفع ونقصان کا لوگ زیادہ لحاظ کرتے ہیں۔ شاید اسی خیال سے کچھ عمل کی توفیق اور گناہ سے پرہیز ہو چونکہ سب دلائل لکھنے کی اس مختصر میں گنجائش نہ تھی۔ اس لیے شہرت پر قلم انداز ہوئے۔

اشراک فی العلم

کسی بزرگ یا پیر کے ساتھ یہ اعتقاد کرنا کہ ہمارے سب حال کی اس کو ہر وقت خبر ہے، نجومی، پنڈت سے غیب کی خبریں دریافت کرنا یا کسی بزرگ کے کلام سے فال دیکھ کر اس کو یقینی سمجھنا یا کسی کو دُور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگئی، کسی کے نام کا روزہ رکھنا۔

اشراک فی التصرف

کسی کو نفع نقصان کا مختار سمجھنا کسی سے مرادیں مانگنا، روزی اولاد مانگنا۔

اشراک فی العبادۃ

کسی کو سجدہ کرنا، کسی کے نام کا جانور چھوڑنا، چڑھاوا چڑھانا، کسی کے نام کی منت ماننا، کسی کی قبر یا مکان کا طواف کرنا، خدا کے حکم کے مقابلے میں کسی دوسرے قول یا رسم کو ترجیح دینا، کسی کے روبرو جھکنا یا نقشِ دیوار کی طرح کھڑا رہنا، چھڑیں نکالنا، تعزیہ علم وغیرہ رکھنا، توپ پر بکرا چڑھانا، کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا، کسی کی دہائی دینا، کسی جگہ کعبے کا سا ادب و عظمت کرنا۔

اشراک فی العادۃ

کسی کے نام پر بچے کے کان ناک چھیدنا، بالی پہنانا، کسی کے نام کا پیسہ بازو پر باندھنا یا گلے میں ناڑا ڈالنا، سہرا باندھنا، چوٹی رکھنا، بدھی پہنانا، فقیر بنانا، علی بخش، حسین بخش وغیرہ نام رکھنا، کسی چیز کو اچھوتی سمجھنا، کسی جانور پر کسی کا نام لگا کر ان کا ادب کرنا، محرم کے مہینے میں پان نہ کھانا، لال کپڑا نہ پہننا، بی بی کی صحنک مردوں کو نہ کھانے دینا، عالم کے کاروبار کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھنا، اچھی بری تاریخ اور دن کا پوچھنا، نجومی رمّال یا جس پر جن چڑھا ہو اس سے کچھ باتیں پوشیدہ پوچھنا، شگون لینا، کسی مہینے کو منحوس سمجھنا، کسی بزرگ کا نام بطور وظیفے کے جپنا، یوں کہنا کہ اللہ و رسول چاہے گا تو فلانا کام ہو جاوے گا یا یہ کہیں کہ اوپر خدا نیچے تم، کسی کے نام کی قسم کھانا، کسی کو شہنشاہ یا خداوند خدائیگاں کہنا، تصویر رکھنا، خصوصاً کسی بزرگ کی تصویر برکت کے لیے رکھنا اور اس کی تعظیم کرنا۔

بدعات القبور

قبروں پر دھوم دھام سے میلہ کرنا، کثرت سے چراغ جلانا، عورتوں کا وہاں جانا، چادریں ڈالنا، پختہ بنانا، بزرگوں کے راضی کرنے کو قبروں کی حد سے زیادہ تعظیم کرنا، قبر کو بوسہ دینا یا طواف وسجدہ کرنا، دین و دُنیا کے کاروبار حرج کر کے درگاہوں کی زیارت کے لیے سفر و اہتمام کرنا، وہاں گانا بجانا، اونچی اونچی قبریں بنانا، ان کو منقش بنانا، ان پر پھول ہار ڈالنا، اس کی طرف نماز پڑھنا، اس پر عمارت بنانا، پتھر وغیرہ وہاں لکھ کر لگانا، چادر شامیانہ، نقارہ، کھانا، مٹھائی وغیرہ چڑھانا، عرس کرنا یا عرسوں میں شریک ہونا۔

بدعات الرسوم

تیجا، چالیسواں وغیرہ کو ضروری سمجھ کر کرنا، باوجود ضرورت کے عورت کے نکاح ثانی کو معیوب سمجھنا، نکاح، ختنہ، بسم اللہ وغیرہ میں اگر چہ وسعت بھی نہ ہو مگر ساری خاندانی رسمیں بجالانا خصوصاً ناچ، رنگ وغیرہ کرنا، ہولی، دیوالی کی رسمیں کرنا، مرد کا مسی، مہندی، سرخ کپڑے یا کثرت سے انگوٹھیاں چھلے پہننا، سلام کی جگہ بندگی، کورنش وغیرہ کہنا، دیور، جیٹھ، پھوپھی زاد، خالہ زاد بھائی کے روبرو بے محابہ عورت کا آنا، گگرا دریا سے گاتے بجاتے لانا، راگ باجا سننا، بالخصوص اس کو عبادت سمجھنا، نسب پر فخر کرنا یا کسی بزرگ سے منسوب ہونے کو کافی سمجھنا، کسی کے نسب میں کسر ہو اس پر طعن کرنا، پیشے کو ذلیل سمجھنا، سلام کو بے ادبی سمجھنا یا خط میں بعد ادائے آداب عبودیت لکھنا، کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنا، شادیوں میں فضول خرچی اور خرافات باتیں، ہندوؤں کی رسمیں کرنا، دولہا کو خلافِ شرع پوشاک پہنانا اور آتش بازی، ٹٹیاں وغیرہ کا سامان کرنا، فضول آرائش کرنا، بہت سی روشنی مشعلیں لے جانا، دولہا کا گھر کے اندر عورتوں کے درمیان جانا، چوتھی کھیلنا، مہر زیادہ مقرر کرنا، کنگنا سہرا باندھنا، غمی میں چلا کر رونا، منہ اور سینہ پیٹنا، بیان کر کر رونا، استعمالی گھڑے توڑ ڈالنا، برس روز تک یا کم وبیش اس گھر میں اچار نہ پڑنا، کوئی خوشی کی تقریب نہ ہونا، مخصوص تاریخوں میں پھر غم کا تازہ کرنا، حد سے زیادہ زیب وزینت میں مشغول ہونا، سادی وضع کو معیوب جاننا،

مکان میں تصویریں لگانا، مرد کو لباس ریشمی استعمال کرنا، خاصدان، عطردان وغیرہ چاندی سونے کا استعمال کرنا، عورت کو بہت باریک کپڑا پہننا یا بجتا زیور پہننا، کفار کی وضع اختیار کرنا، میلوں میں جانا، دھوتی لہنگا پہننا، لڑکوں کو زیور پہنانا، داڑھی منڈانا یا کٹانا یا چڑھانا، شیطان کی کھڈی یا چندیا کھلوانا، مونچھ بڑھانا، ٹخنوں سے نیچے پائجامہ پہننا، مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی وضع اختیار کرنا، محض زیب و زینت کے لیے دیوار گیری، چھت گیری لگانا، سیاہ خضاب، شگون ٹوٹکہ کرنا، کسی چیز کو منحوس سمجھنا، خدائی رات کرنا، بدن گودنا، سفید بال نوچنا، شہوت سے گلے لگنا یا ہاتھ ملانا، کُسم، زعفران کا کپڑا مرد کو پہننا، شطرنج، گنجفہ وغیرہ کھیلنا، خلاف شرع جھاڑ پھونک کرنا اور اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں۔ بطور نمونہ کے چند اُمور کا بیان کر دیا ہے اوروں کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیے۔

بعض کبائر

شرک خدا سے کرنا، خون ناحق کرنا، ماں باپ کو ایذا دینا، عورت سے زنا کرنا، یتیموں کا مال کھانا، کسی عورت کو جھوٹی تہمت زنا کی لگانا، دوچند کافروں کی جنگ سے بھاگنا، شراب پینا، ظلم کرنا، کسی کو پیچھے بدی سے یاد کرنا، کسی کے حق میں گمان بد کرنا، اپنے تئیں غیروں سے اچھا جاننا، خدا سے خوف نہ کرنا، خدا کی رحمت سے نا اُمید ہونا، کسی سے وعدہ کر کے وفا نہ کرنا، ہمسائے کی بہو، بیٹی پر نظر بد کرنا، کسی کی امانت میں خیانت کرنا، خدا کا کوئی فرض مثلِ نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج ترک کرنا، قرآن شریف پڑھ کر بھلانا، سچی گواہی چھپانا، جھوٹی گواہی دینا، جھوٹ بولنا، خصوصاً جھوٹی قسم کھانا، سوائے خدا کے اور کسی کو سجدہ کرنا، جمعہ کی نماز ترک کرنا، ہمیشہ نماز ترک کرنا، مسلمانوں کو کافر کہنا، کسی کا گلہ سننا، چوری کرنا، ظالموں کی خوشامد کرنا، بیاج یا رشوت لینا، جھوٹے مقدمے فیصل کرنا، سودا لیتے دیتے کم تولنا، مول چکا کر پیچھے زبردستی سے کم دینا، لڑکوں سے برا کام کرنا، حیض کی حالت میں اپنی بی بی سے صحبت کرنا، اناج کے گرانی سے خوش ہونا کسی غیر عورت کے ساتھ تنہا بیٹھنا جانور سے جماع کرنا جوا کھیلنا، کافروں کی رسمیں پسند کرنا، نجومی کی باتوں کو سچا جاننا، اپنی عبادت یا تقویٰ کا دعویٰ کرنا، مُردے پر پیٹنا، پکار کر رونا، کھانے کو برا کہنا، ناچ دیکھنا، لوگوں کے دکھانے کو عبادت کرنا، نفس کے خوش کرنے

کو راگ باجا سننا، کسی کے گھر میں بے اجازت چلے جانا، قدرت ہونے پر نصیحت ترک کرنا، کسی سے مسخرگی کر کے بے حرمت کرنا، کسی کا عیب ڈھونڈنا وغیرہ۔

شعب ایمانیہ

خدا پر ایمان لانا، اس کے غیر کو حوادث جاننا، اس کے ملائکہ پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر اور تقدیر پر اور قیامت پر ایمان لانا، حق تعالیٰ سے محبت رکھنا، اوروں سے محبت یا بغض اللہ ہی کے واسطے رکھنا، بلا دخل نفسانیت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا معتقد رہنا اور دُرود پڑھنا اسی تعظیم میں داخل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنا اعمال کو خالص اللہ ہی کے واسطے کرنا اور ترکِ ریا ونفاق اخلاص ہی میں داخل ہے، خدا سے خوف رکھنا اور اس کی رحمت کا اُمیدوار رہنا اور گناہوں سے توبہ کرتے رہنا اور احساناتِ ربانی کا شکر ادا کرنا اور عہد کو پورا کرنا اور ترکِ شہوت اور ہجوم مصائب میں صابر رہنا اور قضائے ربانی سے راضی رہنا اور تواضع اور فروتنی اختیار کرنا، حیا کرنا اور توقیر بزرگ کی اور ترحم خرد پر گھمنڈ اور پندار کا ترک کرنا اور حسد اور کینہ کا ترک کرنا اور غضب ترک کرنا درحقیقت تواضع میں داخل ہے اور توحید ربانی کا ناطق رہنا یعنی لا الہ الا اللہ پڑھتے رہنا اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہنا، کمتر رُتبہ تلاوت کا دس آیتیں ہیں اور متوسط رُتبہ سو آیتیں اور اس سے زیادہ تلاوت کرنا اعلیٰ رُتبے میں داخل ہے اور علم دین حاصل کرنا اور غیر کو علم سکھانا اور دُعا کرنا اور ذاکر رہنا اور استغفار ذکر ہی میں داخل ہے اور لغو سے دُور رہنا اور حسی اور حکمی طہارت کرنا اور پرہیز کرنا، نجاستوں سے تطہیر ہی میں داخل ہے اور ستر کو چھپا رکھنا اور فرض اور نفل نماز پڑھنا اور اسی طرح فرض زکوٰۃ، نفل صدقہ ادا کرنا اور لونڈی غلام کو آزاد کرنا اور سخاوت کرنا اور کھانا کھلانا اور ضیافت کرنا سخاوت ہی میں داخل ہے۔

اور فرض ونفل روزہ رکھنا اور اعتکاف کرنا اور شب قدر کو تلاش کرنا اور حج اور عمرہ اور طواف بیت اللہ کا کرنا اور فرار بالدین یعنی ایسے ملک اور صحبت کو چھوڑنا جہاں اپنا دین نہ قائم رہ سکے اور اسی میں ہجرت بھی داخل ہے اور نذر اللہ کو پورا کرنا اور قسم کو قائم رکھنا اور قسم وغیرہ کے

کفاروں کوادا کرنا، نکاح کر کے پارسائی حاصل کرنا اور عیال کے حقوق کوادا کرنا اور ماں باپ سے احسان اور سلوک کرنا اور اولاد کو تربیت کرنا اور ناتہ داروں کا حق ادا کرنا اور لونڈی غلاموں کو مالکوں کی اطاعت کرنا اور مالکوں کو لونڈی غلاموں پر مہربانی اور شفقت کرنا اور انصاف کے ساتھ حکومت پر قائم رہنا اور جماعت مسلمین کا تابع رہنا اور مسلمان حاکموں کی اطاعت کرنا اور خلق میں اصلاح کرتے رہنا اور خوارج اور باغیوں سے قتال کرنا اصلاح بین الناس میں داخل ہے اور امر نیک پر مدد کرنا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر اسی میں داخل ہے

اور حدود کو جاری رکھنا اور بشرط پائے جانے شرط کے اشاعت دین کرنا مرابطہ یعنی سرحد دارالاسلام کی محافظت کرنا اسی میں داخل ہے اور امانت کا ادا کرنا اور خمس کا دینا ادائے امانت میں داخل ہے اور قرض کسی حاجت مند کو دینا اور پڑوسی کے ساتھ احسان کرنا اور معاملہ اچھا رکھنا اور اپنا حق لینے میں سختی نہ کرنا حسن معاملہ میں داخل ہے۔ مال کا جمع کرنا حلال سے اور مال کا صرف کرنا اپنے موقع پر اور ترک تبذیر و اسراف یعنی خلاف شرع بیہودہ طور پر مال کو برباد نہ کرنا انفاق فی الحق میں داخل ہے اور سلام کا جواب دینا اور چھینکنے والے کو دُعائے خیر دینا اور لوگوں کو ضرر نہ پہنچانا اور لہو ولعب سے پرہیز کرنا اور تکلیف کی چیز کو راہ سے ہٹا دینا۔

معاصی کے بعضے دنیوی نقصانات

علم سے محروم رہنا، رزق کم ہو جانا، خدا تعالیٰ سے وحشت ہونا، آدمیوں سے وحشت ہونا، خصوص نیک آدمیوں سے، اکثر کاموں میں دُشواری پیش آنا، قلب میں ایک تاریکی سی معلوم ہونا، دل اور بعض اوقات جسم میں کمزوری ہونا، طاعت سے محروم رہنا، عمر گھٹنا، معاصی کا سلسلہ چلنا، ارادہ توبہ کا کمزور ہو جانا، چند روز میں معصیت کی برائی دل سے نکل جانا، دشمنانِ خدا کا وارث بننا، افعالِ شنیعہ میں، خدائے تعالیٰ کے نزدیک خوار ہو جانا، دوسری مخلوق کو اس کا ضرر پہنچنا اور اس وجہ سے ان کا اس پر لعنت کرنا، عقل میں فتور ہو جانا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس پر لعنت ہونا، فرشتوں کی دُعا سے محروم ہو جانا، پیداوار وغیرہ میں کمی ہونا، حیا و عزت کا جاتے رہنا، اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کے دل سے نکل

جانا، نعمتوں کا سلب ہونا، بلاؤں کا ہجوم ہونا، مدح وشرف سے القاب سلب ہوکر بجائے اس کے مذمت اور ذلت کے خطاب ملنا، شیاطین کا مسلط ہونا، قلب کا پریشان رہنا، مرتے وقت منہ سے کلمہ نہ نکلنا، خدائے تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا اور اس وجہ سے بے توبہ مرنا۔

طاعات کے بعض دنیوی منافع

رزق بڑھنا، طرح طرح کی برکت ہونا، تکلیف و پریشانی دُور ہونا، مقاصد میں آسانی ہونا، زندگی بالطف ہونا، بارش ہونا، ہر قسم کی بلا کاٹل جانا، اللہ تعالیٰ کا حامی اور مددگار ہونا، فرشتوں کو حکم ہونا کہ ان کے قلوب کو قوی رکھو، سچی عزت ملنا، مراتب بلند ہونا، دلوں میں محبت پیدا ہو جانا، قرآن کا اس کے حق میں شفا ہونا، مالی نقصان کا نعم البدل ملنا، روز بروز نعمت میں ترقی ہونا، مال بڑھنا، قلب میں راحت واطمینان پیدا ہونا، آئندہ نسل میں یہ نفع پہنچنا، زندگی میں غیبی بشارتیں نصیب ہونا، مرتے وقت فرشتوں کا خوشخبری سنانا، حاجات میں مدد ملنا، تردُدات کا رفع ہو جانا، حکومت باقی رہنا، اللہ تعالیٰ کا غصہ فرو ہو جانا، عمر بڑھنا، افلاس وفاقہ سے بچنا، تھوڑی چیز میں زیادہ برکت ہونا۔

اعمال و عبادات

(۱) وضو اچھی طرح کرو گو کسی وقت نفس کو ناگوار ہو۔ (۲) ہر وقت وضو سے رہنے کی کوشش کرو۔ (۳) تازہ وضو بہتر ہے اگر چہ پہلے سے وضو ہو۔ (۴) مذی سے غسل واجب نہیں، پیشاب گاہ دھو کر وضو کرنا چاہیے۔ (۵) وہم وشک سے وضو نہیں ٹوٹتا جب تک یقیناً کوئی امر وضو توڑنے والا واقع نہ ہو۔ (۶) اونگھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا یا نماز کی ہیئت پر سو رہنے سے۔ (۷) پیشاب پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پشت مت کرو، داہنے ہاتھ سے استنجا مت کرو، تین کلوخ سے بلا ضرورت کم مت لو، پلیدی اور ہڈی اور کوئلہ سے استنجا مت کرو۔ (۸) پیشاب سے احتیاط نہ کرنے سے عذاب قبر ہوتا ہے۔ (۹) سڑک پر یا سایہ میں پاخانہ مت کرو۔ (۱۰) پاخانہ میں جاتے وقت انگوٹھی جس میں اللہ رسول کا نام لکھا ہو باہر اُتار دو۔ (۱۱) میدان میں ایسی جگہ پاخانہ کو بیٹھو جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو اور دامن اس وقت اُٹھاؤ جب زمین سے قریب ہو جاؤ۔ (۱۲) پیشاب ایسی جگہ کرو جہاں سے چھینٹ نہ اُڑے اور کسی سوراخ میں پیشاب مت کرو، شاید اس میں سے کوئی موذی چیز نکل کر تم کو ایذا پہنچا دے۔ (۱۳) پاخانہ پھرتے وقت پشت پر کوئی آڑ ہونا چاہیے، اگر اور کچھ نہ ہو تو ریت کا ڈھیر ہی لگا لے۔ (۱۴) غسل خانہ میں پیشاب مت کرو اور پاخانہ تو اور بھی بیہودہ بات ہے۔

(۱۵) پاخانہ پھرتے وقت باتیں مت کرو۔ (۱۶) جب پاخانہ میں جانے لگو یہ پڑھو۔ ”بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ“ جب نکل آؤ یہ پڑھو ”غُفْرَانَکَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَ عَافَانِیْ“

(۱۷) کلوخ کے بعد پانی سے استنجا کرو۔ (۱۸) پیشاب کھڑے ہو کر مت کرو۔ (۱۹) حتی الامکان ہر نماز کے وقت مسواک کرو۔ (۲۰) جب سو کر اُٹھو جب تک ہاتھ اچھی طرح

نہ دھولو، پانی کے اندر نہ ڈالو۔(۲۱) ایڑی پر پانی پہنچانے کے لیے زیادہ اہتمام کرو۔

(۲۲) وضو میں ہاتھ پاؤں کی اُنگلیوں میں خلال کرو اور داڑھی میں بھی خلال کرو۔

(۲۳) وضو میں اس طرح کے وہم مت کرو کہ خدا جانے پانی ناپاک تو نہیں، فلاں عضو پر پانی پہنچا یا نہیں، تین دفعہ دھو چکا ہوں یا نہیں۔

(۲۴) وضو میں پانی مت ضائع کرو۔(۲۵) اگر انگوٹھی پہنے ہو اس کو ہلا لیا کرو۔
(۲۶) غسل اس طرح کرو، پہلے دونوں ہاتھ پاک کرلو، پھر جو نجاست بدن پر لگی ہو اس کو دُور کرو، پھر وضو کرو، پھر تین بار سر دھوؤ، پھر تمام بدن پر پانی ڈالو۔(۲۷) غسل کے بعد پھر وضو کی ضرورت نہیں۔(۲۸) حالت جنابت میں اگر سونا چاہے یا کھانا کھانا چاہے یا بی بی کے پاس دوبارہ جانا چاہے بہتر ہے کہ استنجاء اور وضو کرلے لیکن اگر وضو نہ کیا تب بھی کوئی گناہ نہیں۔(۲۹) جو پانی نہ بہتا ہو گو کتنا ہی زیادہ ہو بلاضرورت اس میں پیشاب نہ کرو۔
(۳۰) جو پانی دھوپ سے گرم ہو گیا ہو اس کے استعمال سے اندیشہ برص کی بیماری کا ہے۔
(۳۱) جمعہ کے روز غسل کرنا سنت ہے اور مُردے کو نہلا کر غسل کر لینا بہتر ہے۔

باب الصلوٰۃ

(۳۲) نماز اچھے وقت پڑھو، رکوع سجدہ اچھی طرح کرو، خشوع وخضوع جس قدر ہو سکے بجالاؤ۔(۳۳) جب بچہ سات برس کا ہو جاوے اس کو نماز کی تاکید کرو جب دس برس کا ہو جاوے تو مار کر پڑھواؤ۔(۳۴) نماز خوب پابندی سے پڑھو۔(۳۵) عشاء سے پہلے سوؤ مت اور عشاء کے بعد باتیں مت کرو۔ جلدی سے سو رہو تاکہ تہجد یا صبح سویرے نماز پڑھ لیا کرو۔ عصر کا وقت بہت نازک ہوتا ہے اس کو تنگ مت کرو سویرے نماز پڑھ لیا کرو
(۳۷) اگر اتفاق سے سو گیا یا بھول گیا اور نماز قضاء ہو گئی تو جس وقت آنکھ کھلے یا یاد آوے فوراً قضا پڑھ لے اس کو دوسرے وقت پر نہ ڈالے۔ البتہ اگر مکروہ وقت ہو تو اس کو گزر جانے دو۔(۳۸) اذان کے بعد لوگوں کو مت بلاؤ، اذان بلانے ہی کے واسطے ہے۔ البتہ سوتے ہوئے کو جگا دینا مضائقہ نہیں۔(۳۹) بہتر یہ ہے کہ جو شخص اذان کہے اسی کو تکبیر کہنے دیں۔ اس کو ناراض کر کے دوسرا شخص تکبیر نہ کہنے لگے۔(۴۰) سات برس تک اذان کہنے پر رہائی

دوزخ کا وعدہ آیا ہے۔(۴۱) نماز کے لیے دوڑ کر مت چلو۔ سانس پھولنے سے سکونِ قلب نہ رہے گا۔(۴۲) اذان اور تکبیر کے درمیان دُعا قبول ہوتی ہے۔

(۴۳) جتنی دُور سے مسجد میں نماز پڑھنے آؤ گے اسی قدر ثواب ملے گا۔

(۴۴) جب مسجد میں جانے لگو داہنا پاؤں پہلے اندر ڈالو اور یہ پڑھو "اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ" اور جب نکلنے لگو بایاں پاؤں پہلے نکالو اور یہ پڑھو۔ "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ" (۴۵) مسجد میں جا کر بہتر ہے کہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو۔(۴۶) مسجد میں شور وغل مت کرو کوئی بدبودار چیز مثل حقہ، تمباکو، لہسن، پیاز خام، مولی کھا کر مت جاؤ، وہاں تھوکنے کی احتیاط رکھو، وہاں ریح مت نکالو، فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے، کوئی چیز وہاں بیچو نہیں خریدو نہیں، اس میں خرافاتِ اشعار مت پڑھو، کسی کو مار پیٹ کی سزا مت دو۔ شاید پیشاب وغیرہ خطا ہو جائے، دُنیا کی باتیں مت کرو۔

(۴۷) ایسے کپڑے سے یا ایسی جگہ میں نماز پڑھنا اچھا نہیں کہ اس کے نقش ونگار سے دل بارہ باٹ ہو جاوے۔(۴۸) نماز کے روبرو کوئی آڑ ہونا ضروری ہے۔ اگر کچھ نہ ہو ایک لکڑی یا کوئی اونچی چیز رکھ لے اور اس چیز کو داہنے یا بائیں ابرو کے مقابل رکھے تا کہ مشابہت بت پرستوں کے ساتھ نہ ہو جاوے۔(۴۹) اگر امام بنو بہت ہلکی نماز پڑھاؤ کیونکہ مقتدی ہر قسم کے ہیں، کسی کو تکلیف نہ ہو جس کی وجہ سے جماعت سے نفرت ہو جاوے۔(۵۰) نماز میں رکوع وسجدہ اور تمام ارکان اطمینان سے ادا کرو۔

(۵۱) نماز میں دامن سمیٹنا یا بال سنوارنا بری بات ہے۔(۵۲) نماز میں ہاتھ کے سہارے سے مت اُٹھو۔(۵۳) فرض پڑھ کر بہتر ہے کہ اس جگہ سے ہٹ کر سنن ونوافل پڑھے۔(۵۴) نماز میں اِدھر اُدھر مت دیکھو، اوپر نگاہ مت اُٹھاؤ، حتی الوسع جمائی کو روکو، بار بار کنکریاں، مٹی برابر مت کرو، پھونک مت مارو، نماز کے واسطے جاتے ہوئے بھی کوئی حرکت خلافِ نماز مت کرو، نگاہ سجدہ کی جگہ رکھو۔

(۵۵) جماعت کے ساتھ نماز پڑھو، جماعت چھوڑنے پر بڑی وعید آئی ہے۔ البتہ کوئی قوی عذر ہو تو جماعت معاف ہو جاتی ہے۔(۵۶) جب بھوک کا بہت غلبہ ہو یا پیشاب

پاخانہ کا دباؤ ہو تو پہلے فراغت کرلو پھر نماز پڑھو۔ (۵۷) اگر امام بنو تو دُعا میں سب مقتدیوں کو شریک کرلو، یعنی سب کے لیے دُعا کرو۔ (۵۸) جب مسجد میں اذان ہو جاوے وہاں سے ہرگز مت جاؤ، البتہ اگر کسی مختصر ضرورت سے جا کر معاً پھر لوٹ آ ؤ، مضائقہ نہیں۔ (۵۹) صف کو خوب سیدھی کرو اور خوب مل کر کھڑے ہو اور پہلے اوّل صف پوری کرلو، پھر دوسری پھر تیسری اور امام کے دونوں طرف برابر مقتدی ہونا چاہئیں۔ (۶۰) اگر اکثر مقتدی کسی وجہ معقول سے امام سے ناخوش ہوں اس کو امامت نہ کرنا چاہیے۔ (۶۱) امامت میں بہانہ مت کرو کہ ہر شخص دوسرے پر ٹالے اور اپنی جان کو بچاوے۔ یہ علاماتِ قیامت سے ہے۔ (۶۲) اگر امام بنو مقتدیوں سے اونچی جگہ مت کھڑے ہو۔

(۶۳) امام سے پہلے رکوع، سجدہ یا اور کوئی فعل مت کرو۔ (۶۴) اگر جماعت میں ایسے وقت آ ؤ کہ امام سجدہ یا قعدہ میں ہو تو اس کے کھڑے ہونے کا انتظار مت کرو فوراً شریک ہو جاؤ۔ (۶۵) تہجد پڑھنے کی کوشش کرو، اس کی بڑی فضیلت ہے۔ (۶۶) نوافل وظائف کی اتنی کثرت مت کرو جس کا نباہ نہ ہو سکے۔ (۶۷) جب نماز پڑھتے پڑھتے تھک جاؤ یا نیند زور کی آنے لگے تو ذرا آرام لے لو، پھر نماز میں مشغول ہو۔ (۶۸) جب بستر پر سونے کے لیے لیٹو وضو کرلو اور اللہ اللہ کرتے سو جاؤ۔ (۶۹) گھر میں بھی کچھ نفلیں پڑھنے کا معمول رکھو۔ (۷۰) جمعے کے روز دُرُود شریف کی کثرت کرو۔

(۷۱) جمعے میں نہا دھو کر کپڑے بدل کر خوشبو لگا کر سویرے سویرے جاؤ اور لوگوں کی گردن پر سے مت پھاندو، کسی کو اُٹھا کر اس کی جگہ مت بیٹھو، زبردستی دو آدمیوں کے بیچ میں گھس کر مت بیٹھو، خطبے میں باتیں مت کرو، ایسی طرح مت بیٹھو کہ نیند آوے۔ اگر نیند غالب ہو جگہ بدل ڈالو۔ (۷۲) جب سورج یا چاند کو گرہن لگے اس وقت نماز پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو، خیرات کرو، استغفار کرو، اگر غلام پاس ہو اس کو آزاد کرو۔ (۷۳) عیدگاہ میں ایک راستے سے جاؤ، دوسرے سے آ ؤ۔ (۷۴) جس شخص کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو، مستحب ہے کہ بقرعید کا چاند دیکھ کر خط و ناخن نہ بنواوے جب تک قربانی نہ کرلے۔

(۷۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی قربانی کیا کرو تو اچھا ہے اس سے محبت

بڑھتی ہے۔(۷۶) تازہ بارش میں برکت ہوتی ہے اس کو اپنے بدن پر لینا بہتر ہے۔(۷۷) استسقاء کے لیے اگر نکلیں، میلے کچیلے کپڑے ہوں، عاجزی، زاری کرتے ہوئے جاویں۔

کتاب الجنائز

(۷۸) جب آدمی مرنے لگے اس کے پاس بیٹھ کر آواز بلند کلمۂ توحید پڑھتے رہو۔ (۷۹) کفن نہ بالکل کم قیمت نہ بہت بیش قیمت متوسط درجے کا دو۔ (۸۰) اگر پرانی مصیبت صدمہ یاد آجاوے تو "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" پڑھو۔ جیسا ثواب پہلے ملا تھا ویسا ہی پھر ملے گا۔(۸۱) رنج کی کیسی ہی خفیف بات ہو اس پر "اِنَّا لِلّٰہِ" پڑھو تو ثواب ملے گا۔(۸۲) گاہ بگاہ مقابر میں جایا کرو اس سے دُنیا کی محبت کم ہوتی ہے اور آخرت یاد آتی ہے۔ خصوصاً والدین کی قبر پر جمعے کو جانا بہتر ہے۔

کتاب الزکوٰۃ والصدقات

(۸۳) زکوٰۃ پیشگی بھی دینا درست ہے۔(۸۴) پہننے کے زیور اور گوٹے ٹھپے میں بھی زکوٰۃ ہے۔(۸۵) زکوٰۃ حتی الامکان ایسے لوگوں کو دو جو مانگتے نہیں آبرو لیے گھر میں بیٹھے ہیں۔(۸۶) تھوڑی چیز دینے سے مت شرماؤ جو توفیق ہو دے دو۔(۸۷) یوں نہ سمجھو کہ زکوٰۃ دے کر تمام حقوق سے سبکدوش ہوگئے، مال میں اور بھی حقوق ہیں جو وقوع ضرورت کے وقت ادا کرنے پڑتے ہیں۔(۸۸) عزیز و اقارب کو صدقہ دینے سے دو ثواب ہیں، ایک صدقہ دوسرا صلہ رحم۔(۸۹) اگر پڑوسی غریب ہوں تو شوربا بڑھا دیا کرو اور ان کو بھی پہنچایا کرو۔(۹۰) سائل کو کچھ دے دیا کرو خواہ کتنا ہی قلیل ہو۔(۹۱) بی بی شوہر کے مال سے محتاج کو اتنا ہی دے سکتی ہے جس میں اگر شوہر کو اطلاع ہو تو اس کو ناگوار نہ ہو۔ (۹۲) جو چیز کسی کو خیرات دو اور وہ اس کو فروخت کرتا ہو تو بہتر ہے کہ تم اس کو اس سے مت خریدو شاید تمہاری رعایت کرے تو گویا ایک طرح کا صدقے کو واپس کرنا ہے۔

کتاب الصوم

(۹۳) روزے میں فحش بات مت کرو۔ شوروغل مت مچاؤ جو کوئی لڑے بھی کہہ دو کہ

میاں ہمارا روزہ ہے ہم کو معاف کرو۔ (۹۴) چاند دیکھ کر ہرگز اٹکل مت کرو کہ یہ فلاں دن کا ہے اس کے حساب سے آج فلاں تاریخ ہے۔ جب لوگوں نے دیکھا ہو جب ہی سے حساب شروع ہوگا۔ (۹۵) عورت نفل روزہ بدون اجازت شوہر کے نہ رکھے جب کہ وہ گھر پر موجود ہو۔ (۹۶) کبھی کبھی نفل روزہ بھی رکھ لیا کرو۔

(۹۷) اگر روزے میں کوئی دعوت کرے اس کا جی خوش کرنے کو اس کے گھر چلے جاؤ اور وہاں جا کر اس کے لیے دُعا کرو اور اگر روزہ نہ ہو تو کھانا کھا بھی لو۔ (۹۸) جب رمضان شریف کے دس دن باقی رہ جاویں عبادت میں کسی قدر زیادہ کوشش کرو۔

باب تلاوۃ القرآن

(۹۹) اگر قرآن شریف اچھی طرح نہ چلے گھبرا کر چھوڑ و مت، پڑھتے جاؤ، ایسے شخص کو دوہرا ثواب ملتا ہے۔ (۱۰۰) سوتے وقت قل هو الله، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دونوں ہاتھوں میں دم کر کے جہاں تک ہاتھ پہنچیں بدن پر پھیر کر سو رہا کرو، تین بار اسی طرح کرو۔ (۱۰۱) اگر قرآن پڑھا ہوا س کو ہمیشہ پڑھتے رہو ورنہ اس کو بھول جاؤ گے اور سخت گنہگار ہو گے۔ (۱۰۲) جب تک جی لگے قرآن پڑھو، جب طبیعت اُلجھنے لگے موقوف کردو مگر یہ اس شخص کے لیے ہے جو تلاوت کا عادی ہو ورنہ خلافِ عادت کام کرنے سے ضرور طبیعت گھبراتی ہے۔ اس کا خیال نہ کرے اور بتکلف عادت ڈالے، جب عادت ہو جاوے پھر اس کے لیے وہی حکم ہے جو اُوپر گزرا۔ (۱۰۳) قرآن مجید اس طرح پڑھو کہ تمہارے لہجے سے یہ معلوم ہو کہ خدائے تعالیٰ سے ڈر رہا ہے، بڑی خوش آوازی یہ ہے۔

باب الدعاء والذکر والاستغفار

(۱۰۴) دُعاء میں ان اُمور کا لحاظ رکھو، خوب شوق و رغبت سے مانگو، گناہ کی چیز مت مانگو، اگر قبولیت میں دیر ہو تنگ ہو کر چھوڑ و مت، قبولیت کا یقین رکھو۔ (۱۰۵) غصے میں آ کر اپنے مال، اولاد، جان وغیرہ کو مت کوسو، کبھی قبولیت کی گھڑی ہو اور اسی طرح ہو جاوے۔

(۱۰۶) جب کہیں بیٹھو لیٹو دُنیا کی باتیں کرو اس میں کچھ اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کا ذکر اور دُرُود شریف تھوڑا ہی سہی ضرور کیا کرو مجلس خالی نہ رہنے پائے ورنہ وہ مجلس ہی وبال ہے۔ (۱۰۷) اکثر اوقات عقدانامل سے شماروظیفہ کی رکھو، تسبیح بھی جائز ہے۔

(۱۰۸) استغفار کی کثرت رکھو سب مشکلیں اس سے آسان ہوں گی اور جہاں سے شان گمان نہ ہوگا روزی ملے گی۔ (۱۰۹) اگر شامتِ نفس سے گناہ ہو جاوے تو یہ سمجھ کر توبہ میں دیر مت لگاؤ کہ شاید ہماری توبہ قائم نہ رہے اور پھر گناہ ہو جاوے بلکہ فوراً توبہ صدقِ دل سے کرو اگر اتفاقاً توبہ ٹوٹ جاوے پھر توبہ کرلو۔

(۱۱۰) بعضی دُعائیں خاص حالات وخاص اوقات کی مذکور ہوتی ہیں۔

سوتے وقت یہ دُعا پڑھو:

"اَللّٰهُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی" جاگتے وقت یہ پڑھو "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ" صبح کو یہ دُعا پڑھو "اَللّٰهُمَّ بِکَ اَصْبَحْنَا وَبِکَ اَمْسَیْنَا وَبِکَ نَحْیٰی وَبِکَ نَمُوْتُ وَاِلَیْکَ النُّشُوْرُ" اور شام کے وقت یہ دُعا پڑھو "اَللّٰهُمَّ بِکَ اَمْسَیْنَا وَبِکَ اَصْبَحْنَا وَبِکَ نَحْیٰی وَبِکَ نَمُوْتُ وَاِلَیْکَ النُّشُوْرُ" بی بی کے پاس جاتے وقت یہ دُعا پڑھو "بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا" لشکر کفار پر اگر بددُعا کرنا ہو یہ پڑھے۔ "اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ وَسَرِیْعَ الْحِسَابِ اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ" کسی کے مہمان ہو کھانے پینے سے فارغ ہو کر میزبان کے لیے یوں دُعا کرو "اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَهُمْ فِیْمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْلَهُمْ وَارْحَمْهُمْ" چاند دیکھ کر یہ دُعا پڑھو "اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰهُ" کسی کو مصیبت زدہ دیکھ کر یہ دُعا پڑھو تم کو اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے محفوظ رکھیں گے۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا" جب کوئی تم سے رُخصت ہونے لگے اس سے اس طرح کہو "اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِیْنَکُمْ وَاَمَانَتَکُمْ وَخَوَاتِیْمَ اَعْمَالِکُمْ" کسی کو نکاح کی مبارکباد دو اس طرح کہو "بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ وَبَارَکَ عَلَیْکُمَا وَجَمَعَ بَیْنَکُمَا فِیْ خَیْرٍ"

جب کوئی مصیبت آوے یہ پڑھو۔ "یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ"

باب الحج والزیارۃ

(۱۱۱) جس کو حج کرنا ہو جلدی چل دینا چاہیے۔ خدا جانے کیا موانع پیش آ جاویں۔

(۱۱۲) کافی خرچ لے کر حج کو جانا چاہیے۔

(۱۱۳) حج کر کے اگر استطاعت ہو مدینہ طیبہ جا کر روضہ منورہ کی زیارت سے بھی مشرف ہو۔ (۱۱۴) اگر اس قدر روپیہ پاس ہے کہ حج کر سکتے ہو مگر مدینہ منورہ نہیں جا سکتے تو حج فرض ادا کرنا پڑے گا۔ پھر جب وسعت ہو مدینہ طیبہ چلے جاؤ یہ نہیں کہ حج بھی نہ کرو۔

(۱۱۵) حاجی جب تک اپنے گھر نہ آوے اس کی دُعا قبول ہوتی ہے، اگر اس سے ملاقات ہو اس کو سلام کرو، اس سے مصافحہ کرو اپنے لیے دُعاء استغفار کراؤ۔

یمین ونذر

(۱۱۶) غیر اللہ کی قسم کبھی مت کھاؤ جیسے بیٹے کی، باپ کی یا اور کسی مخلوق کی اور جس شخص کو ایسی عادت پڑ گئی ہو اور منہ سے نکل جاتا ہو تو فوراً کلمہ پڑھے۔

(۱۱۷) اس طرح کبھی قسم مت کھاؤ کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو بے ایمان ہو جاؤں۔ اگرچہ سچی ہی ہو اور جھوٹ میں ایسی قسم تو اور بھی غضب ہے۔

(۱۱۸) اگر غصے میں ایسی قسم منہ سے نکل گئی جس کے پورا کرنے میں کوئی بات خلافِ شرع لازم آتی ہے مثلاً یہ کہ باپ سے نہ بولوں گا یا مانند اس کے ایسی قسم کو توڑ دو اور کفارہ دو اور یہ خیال نہ کرو کہ قسم توڑنے سے گناہ ہوگا کیونکہ نہ توڑنے سے زیادہ گناہ ہوگا۔

(۱۱۹) کسی کا حق مارنے کیلئے پھر سے قسم مت کھاؤ۔ صاحب حق جو مطلب سمجھے گا اسی پر قسم ہوگی۔ (۱۲۰) مصیبت میں پھنس کر منت ماننا اور ویسے کبھی پھوٹی کوڑی اللہ کے نام نہ دینا نہایت کنجوسی کی دلیل ہے اور گویا نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کو پھسلانا ہے۔

زنہار ازاں قوم نہ باشی کہ فریبند ۔۔۔ حق را بسجودے و نبی را بدرودے

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ o اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ وَاجْعَلْنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ o

معاملات وسیاسات

ا۔سب سے بہتر کسب دستکاری ہے۔انبیاء علیہم السلام نے دستکاری کی ہے۔(۲) زانیہ کی خرچی اور جھوٹے تعویذ، گنڈے، فال کھلائی وغیرہ کا نذرانہ سب حرام ہے۔آج کل کے پیرزادے ان دونوں بلاؤں میں مبتلا ہیں، رنڈیوں سے خوب نذرانے لیتے ہیں اور خود واہی تباہی تعویذ گنڈے کرتے ہیں، فال کھولتے ہیں اور لوگوں کو ٹھگتے ہیں۔(۳) مانگنے کا پیشہ سب سے بدتر اور ذلیل اور گناہ ہے۔اس سے تو گھاس کھودنا اور لکڑی کاٹ کر بیچنا ہزار درجہ بہتر ہے۔(۴) اگر ایسی ہی سخت مصیبت پڑ جاوے اور بدون مانگے کسی طرح بن ہی نہ پڑے تو لاچاری کی بات ہے، اس میں بھی بہتر یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے مانگے جو نیک بخت دیندار، عالی ہمت، بلند حوصلہ، ذی استطاعت ہوں کہ پھر کسی قدر کم ذلت ہے۔(۵) اگر بدون حرص وطلب کہیں سے کچھ ملے اس کے لینے میں کچھ مضائقہ نہیں اس میں سے کھائے کھلائے اللہ واسطے بھی دے۔(۶) جو چیز شرع میں حرام ہے اس میں اپر پھیر کر کے حیلہ و تاویل مت کرو۔اللہ تعالیٰ دل کو دیکھتا ہے۔(۷) مفت خوری سے یہ بہتر ہے کہ عالی ہمتی سے کمائے اور دوسروں کی خدمت کرے۔البتہ جو لوگ خدمت دین میں مشغول ہیں کہ اگر طریقِ معیشت کو اختیار کریں تو دینی کام برباد ہو جاوے، ایسے لوگوں کو ترکِ اسباب جائز بلکہ بعض اوقات اولیٰ ہے ان کی خدمت عام مسلمانوں کے ذمے ہے۔(۸) جس چیز میں طبیعت صاف نہ ہو دل کھٹکتا ہو وہ چھوڑ دینے کے قابل ہے۔(۹) جس پیشے میں ہر وقت نجاسات کے ساتھ تلبس ہوتا ہو جیسے بھنگی کا کام کرنا، پچھنے لگانا، ایسے پیشے اور کمائی سے بچنا چاہیے۔(۱۰) جو چیز گناہ کا آلہ بنائی جاوے اس کو مت بیچو۔(۱۱) ہمارے زمانہ میں روپیہ پیسہ بڑے کام کی چیز ہے اس کی قدر کرنی چاہیے اور وجہ حلال سے کمانے میں عار نہ کرے گو

عرف میں نام دھرا جاوے۔ (۱۲) جس طریقے سے آدمی کی بسر ہوتی ہو بلا ضرورت شدیدہ اس کو چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار نہ کرے۔ (۱۳) خرید و فروخت اور اپنے حق کے مطالبہ کے وقت نرمی برتے، تنگ گیری اچھی نہیں۔ (۱۴) سودا بیچنے کے لیے بہت قسمیں مت کھاؤ، اس میں ایک آدھ جھوٹ بھی نکل جاتا ہے، پھر برکت مٹ جاتی ہے۔

(۱۵) تجارت بہت عمدہ چیز ہے، امانت و راستی اس کا جزو اعظم ہے۔ اس سے دُنیا میں اعتبار ہوتا ہے اور آخرت میں انبیاء و صدیقین و شہداء کی ہمراہی نصیب ہوتی ہے۔ (۱۶) معمول رکھو کہ منافع تجارت سے کچھ خیر خیرات نکالتے رہو۔ بعض باتیں تجارت میں ناہموار ہو ہی جاتی ہیں، خیر خیرات سے کسی قدر اس کے وبال میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ (۱۷) اگر تمہارے سودے میں یا داموں میں کچھ عیب ہو ہرگز اس کو پوشیدہ مت کرو، صاف کہہ دو اس کے چھپانے سے برکت مٹ جاتی ہے۔ (۱۸) سود کا لین دین، تحریر گواہی کچھ مت کرو سب پر لعنت آئی ہے۔ (۱۹) جو چیزیں کہ ناپ تول کر بکتی ہیں اور وہ ایک طرح کی ہیں جیسے گیہوں گیہوں اس کے مبادلے میں دو باتیں ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ برابر سرابر ہو اگرچہ اعلیٰ ادنیٰ کا تفاوت ہو، دوسرے یہ کہ دست بدست ہو، اگر ایک امر میں بھی خلاف ہوا تو سود ہو جاوے گا اور اگر ناپ تول کر بکتی ہیں مگر جنس الگ الگ ہے جیسے گیہوں اور جَو اس میں برابر سرابر ہونا ضروری نہیں مگر دست بدست ہونا ضروری ہے اور اگر جنس تو ایک ہے مگر ناپ تول کر نہیں بکتی جیسے بکری بکری تب بھی برابر سرابر ہونا ضروری نہیں اور اگر نہ جنس ایک نہ ناپ تول کر بکتی ہے جیسے گھوڑا، اونٹ، اس وقت نہ برابر سرابر ہونا ضرور ہے نہ دست بدست ہونا ضرور ہے۔ یہ فقہ حنفی کے موافق سود کی تفصیل ہے۔

آج کل جو زیور خریدا یا بنوایا جاتا ہے اس میں اکثر بوجہ تفاوت نرخ کے برابر بھی نہیں لیا جاتا اور اکثر اُدھار بھی رہ جاتا ہے، یہ بالکل سود ہے۔ ایسی صورت میں جس طرف چاندی کم ہے اس مین کچھ پیسے بھی ملائے جاویں، چاندی چاندی برابر ہو جاوے گی، زائد چاندی کے عوض میں پیسے ہو جاویں گے اور اُدھار کی اگر ضرورت ہو تو صاحب معاملہ ہی سے جداگانہ قرض لے کر اس معاملے کو طے کر لیں، پھر اس کا قرض بعد میں ادا کر دیں۔

(۲۰) اکثر ایسا کرتے ہیں کہ روپیہ دے کر آٹھ آنے پیسے اب لے لیے اور آٹھ آنے ایک گھنٹے بعد لے لیے یہ بھی جائز نہیں، اگر ایسی ہی ضرورت ہو تو روپیہ امانتاً اس کے پاس رکھاویں، جب اس کے پاس پیسے پورے آجاویں تب یہ معاملہ مبادلے کا کریں۔

(۲۱) اگر تم خراب گیہوں کے عوض میں اچھے گیہوں لینا چاہتے ہو اور دوسرا شخص برابر سرابر نہیں دیتا تو یوں کرو کہ اپنے گیہوں مثلاً ایک روپیہ کو اس کے ہاتھ بیچ ڈالو، پھر جتنے گیہوں وہ تم کو دے وہ اس روپیہ کے عوض میں جو اس کے ذمہ تمہارا قرض ہے اس سے خرید لو۔

(۲۲) اگر چاندی یا سونے کا زیور جڑاؤ یا جس میں اور کوئی چیز ملی ہو چاندی یا سونے کے بدلے میں، یعنی چاندی کا زیور چاندی کے بدلے اور سونے کا زیور سونے کے بدلے خریدنا یا بیچنا چاہو تو یہ مبادلہ اس وقت ہے جب زیور میں چاندی یا سونا یقیناً کم ہو اور داموں کی چاندی یا سونا زائد ہو، اگر برابر یا زائد ہونے کا گمان ہو تو دُرست نہیں۔(۲۳) اگر کوئی شخص تمہارا مقروض ہو اور اسی حالت میں وہ تم کو ہدیہ دے یا دعوت کرے اگر پہلے سے راہ ورسم باہمی جاری نہ ہو تو ہرگز مت قبول کرو، اسی سے رہن کی آمدنی کا حال معلوم کرو کیونکہ راہن تمہارا قرض دار ہے اور قرض کے دباؤ میں تم کو انتفاع کی اجازت دیتا ہے تو وہ کس طرح حلال ہوگا۔

بعض لوگ کوئی خاص چیز ایک معین مقدار روپیہ سے خرید کرتے ہیں اور جب قیمت نہیں بن پڑتی تو اس چیز کو اسی بائع کے ہاتھ کچھ کم قیمت میں بیچ ڈالتے ہیں سو چونکہ بائع کو اس بچت کا کوئی حق نہیں اس لیے یہ داخل سود ہو کر ممنوع ہوگیا۔ البتہ اگر ایسی ضرورت پیش آوے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ اصل بائع تھوڑی دیر کے لیے مشتری کو بقدرِ قیمت قرارداد سابق روپیہ بطور قرض دے دے اور مشتری اس روپیہ کو اصل قیمت میں ادا کردے اس کے بعد وہ چیز کم قیمت میں بائع کے ہاتھ بیچ ڈالے اور جو باقی رہے وہ اس کے ذمے قرض رہے گا۔ مثلاً دس روپیہ کو تم نے ایک گھڑی خریدی اور جب روپے کا بندوبست نہ ہوسکا تو اسی بائع کے ہاتھ قرض کرو کہ آٹھ روپیہ کو بیچ ڈالی، یہ معاملہ سوداور ناجائز ہے ضرورت پڑے تو یوں کرو کہ دس روپیہ بائع سے قرض لے کر پہلے گھڑی کی قیمت ادا کردو۔ اب وہ گھڑی اس کے ہاتھ جتنی کمی پر چاہو بیچو، جتنے کو بائع نے خریدا اتنا قرض تو ابھی ادا ہوا اور باقی تمہارے ذمہ رہا۔

(۲۴) جب تک پھل کام میں آنے کے لائق نہ ہو اس کا خرید نا اور بیچنا ممنوع ہے کیوں کہ معلوم نہیں پھل رہے یا جاتا رہے۔ (۲۵) صرف بیجک آنے پر مال فروخت نہ کرو، جب تک تمہارے قبضہ میں نہ آجاوے اور جب بائع کے قبضے میں آجاوے تو بیجک دیکھ کر مشتری کو خرید نا درست ہے مگر جب مال کو دیکھے اس وقت اختیار ہے خواہ معاملہ رکھے یا انکار کردے۔

(۲۶) بنجارہ کچھ غلہ لایا اس کو شہر میں آنے دو، اس وقت خرید کرو، شہر سے باہر ہی باہر معاملہ کر لینا اچھا نہیں، اس میں کبھی تو اس کو دھوکہ دیا جاتا ہے کہ شہر میں اس نرخ کو فروخت نہ ہوگا اور شہر والوں کا بھی اس میں نقصان ہے کہ سب اس کے محتاج ہو گئے۔ جتنے کو چاہے فروخت کرے اور ایک آدمی اگر سودا چکاتا ہو اور ابھی بائع نے اس کو نامنظور نہیں کیا بلکہ منظوری و نامنظوری دونوں کا احتمال ہے تو تم جا کر اس کے سودے کو خراب کر کے خود مت لینے لگو، البتہ جب وہ صاف انکار کردے اس وقت خرید نے میں مضائقہ نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ نیلام میں کسی کی بولی پر بولی بولنا کچھ ڈر نہیں کیونکہ خود بائع نے ابھی اس بولی کو منظور نہیں کیا اور کسی کو دھوکہ دینے کو چیز کے دام مت بڑھاؤ کہ دوسرا آدمی اور زیادہ بولی بول دے اور وہ چیز اس کے گلے پڑ جائے اور کوئی دیہاتی اپنی چیز شہر میں فروخت کرنے آوے، سو خواہ مخواہ خیر خواہی جتلانے کو اس کو بیچنے سے مت روکو، کہ میاں ہمارے پاس رکھ جاؤ، ہم موقع پر گراں قیمت سے بیچ دیں گے بلکہ اس کو بیچنے دو، شہر والوں کو کسی قدر کفایت سے مل جاوے گی۔ البتہ اگر صریح نقصان ہوتا ہو تو مضائقہ نہیں، اگر گائے بکری بیچنا ہو خریدار کو دھوکہ دینے کی غرض سے ایسا مت کرو کہ کئی وقت دودھ نہ نکالو تا کہ تھن کو دودھ سے بھرا ہوا دیکھ کر خریدار دھوکہ میں آجاوے اور زیادہ دام کو خرید کر پیچھے پچھتاوے۔

(۲۷) خود رو گھاس کا بیچنا درست نہیں، اگر چہ وہ تمہاری مملوکہ زمین میں ہی کھڑی ہو، اسی طرح پانی۔ (۲۸) کوئی ایسی کارروائی مت کرو جس سے خریدار کو دھوکہ ہو۔ (۲۹) اگر کوئی مصیبت زدہ اپنی ضروریات کو کوئی چیز بیچتا ہو تو اس کو صاحب ضرورت سمجھ کر مت دباؤ اور اس چیز کے دام مت گراؤ یا تو اس کی اعانت کرو یا مناسب قیمت سے اس کو خرید لو۔

(۳۰) جو چیز تمہارے ملک و قبضے میں نہ ہو اس کا معاملہ کسی سے مت ٹھہراؤ۔ اس

اُمید پر کہ ہم بازار سے خرید کر اس کو دے دیں گے۔ (۳۱) رہن میں یہ شرط ٹھہرانا کہ اگر اتنی مدت تک زرِ رہن ادا نہ ہو تو اسی کو بیع سمجھا جاوے۔ باطل ہے اور مدت گزرنے پر بیع نہ ہوگی۔ (۳۲) ناپ تول میں دغابازی مت کرو۔ (۳۳) اگر کوئی چیز بطور بدلی کے خریدی اور فصل پر بائع سے وہ چیز نہ بن پڑی تو جتنا روپیہ اس کو دیا تھا واپس لے لو نہ زیادہ روپیہ لینا دُرست ہے اور نہ اس روپیہ کے بدلے اور کوئی چیز خریدنا درست ہے۔ البتہ اپنا روپیہ لے کر پھر اس سے جو چاہو خرید لو۔ (۳۴) غلہ ارزاں خرید کر گراں بیچنا درست ہے مگر جب مخلوق کو تکلیف ہونے لگے، اس وقت زیادہ گرانی کا انتظار کرنا حرام اور موجب لعنت ہے۔

(۳۵) حاکم کو اختیار نہیں ہے کہ زبردستی نرخ مقرر کرے۔ البتہ تاجر کو فہمائش اور صلاح دینا مناسب ہے۔ (۳۶) اگر تمہارا دَین دار غریب ہو اس کو پریشان مت کرو بلکہ مہلت دو یا جزو یا کل معاف کر دو، اللہ تعالیٰ تم کو قیامت کی سختی سے نجات دیں گے۔ (۳۷) تم کسی کے دَین دار ہو تو خراب چیز سے اس کا حق مت ادا کرو بلکہ اس کی ہمت رکھو کہ اس کے حق سے بہتر اس کو ادا کیا جاوے مگر معاملے کے وقت یہ معاہدہ جائز نہیں۔ (۳۸) اگر تمہارے پاس دینے کے واسطے ہے، اس وقت ٹالنا بڑا ظلم ہے۔ (۳۹) اگر تمہارا مدیون تم کو دوسرے سے دہانید کرادے اور اُس سے تم کو وصول ہونے کی بھی اُمید ہو تو خواہ مخواہ ضد میں آ کر اسی کو دق مت کیے جاؤ بلکہ اس حوالہ کو منظور کر لو۔ (۴۰) حتی الامکان کسی کے مدیون مت بنو اور اگر بضرورت مدیون ہونا پڑے تو اس کے ادا کی فکر رکھو، بے پرواہ مت بن جاؤ اور دائن تم کو کچھ کہے سنے صبر کرو کہ اُس کا حق ہے۔ (۴۱) اگر تم کو وسعت ہو تو کسی مدیون کی طرف سے اس کا دین ادا کر دیا کرو۔ (۴۲) سودا جھکتا تول کر دیا کرو۔ (۴۳) جب کسی کا قرض ادا کیا کرو تو ادا کرنے کے ساتھ اس کو دُعا بھی دیا کرو اور اس کا شکریہ ادا کرو۔

(۴۴) شرکت میں دونوں ساجھیوں کو امانت، دیانت سے رہنا چاہیے ورنہ پھر برکت سلب ہونے لگتی ہے۔ (۴۵) امانت میں ہرگز خیانت مت کرو۔ (۴۶) جو معاملہ ظلم سے، دباؤ سے، کسی کی وجاہت لحاظ سے کسی کی شرما شرمی سے وصول ہو وہ حلال نہیں، اے چندہ جمع کرنے والو! ذرا اس کو اچھی طرح غور کر لیجیو، حلال وہی مال ہے جو بالکل

طیب خاطر سے دیا جاوے۔ (۴۷) ہنسی ہنسی میں کسی کی چیز اُٹھا کر چیز والے کو پریشان مت کرو، خصوصاً جب کہ یہ نیت ہو کہ اگر معلوم ہو گیا تو ہنسی ہے ورنہ خورد برد کریں گے اور جو ہنسی میں اُٹھالی تو جلدی واپس کر دو۔ (۴۸) پڑوسی کی رعایت کیا کرو، خفیف باتوں میں اس سے مسامحت کرو۔ مثلاً تمہاری دیوار میں میخ گاڑنے لگے اور تمہارا کوئی نقصان بھی نہ ہو تو اجازت دے دو۔ (۴۹) اگر کوئی گھر یا زمین بے میل ہونے کی وجہ سے فروخت کرو تو مصلحت یہ ہے کہ جلدی سے اس کا دوسرا مکان یا زمین خرید کر لو ورنہ روپیہ رہنا مشکل ہے۔ (۵۰) جس درخت کے سائے میں آدمیوں کو، جانوروں کو آرام ملتا ہو اور وہ تمہارے مِلک میں بھی نہیں ہے تو اس کو مت کاٹو کہ جانوروں کو تکلیف ہوگی اس سے عذاب ہوتا ہے۔

(۵۱) بکریاں چرانا پیغمبروں کا طریقہ ہے۔ (۵۲) مزدوروں سے کام لے کر اس کی مزدوری دینے میں کوتاہی مت کرو، اس مقدمے میں سرکارِ عالی مدعی ہوں گے، عہد کر کے خلاف مت کرو، خصوصاً جب کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ ہو، اس مقدمے میں بھی سرکارِ عالی مدعی ہوں گے۔ (۵۳) اکثر ایامِ قحط میں بعض لوگ اپنی اولاد کو یا بعضے ظالم دوسروں کے بچوں کو بیچ ڈالتے ہیں، اس کا بیچنا یا خرید کر غلام سمجھنا سب حرام ہے۔ اس مقدمے میں بھی سرکارِ عالی مدعی ہوں گے۔ (۵۴) جو جھاڑ پھونک شرع کے موافق ہو اس پر کچھ نذرانہ لینا جائز ہے۔ (۵۵) اگر کھانا پکانے کو کسی کو آگ دے دے تو ایسا ثواب ہے جیسا کہ وہ کھانا دے دیا جو اس آگ سے پکا ہے۔ اسی طرح نمک دے دینے کا ثواب ہے۔

(۵۶) جہاں پانی بکثرت میسر ہو وہاں کسی کو پلانے سے غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے اور جہاں بکثرت میسر نہیں وہاں پلانے سے ایسا ثواب ہے جیسا کہ کسی مُردے کو زندہ کر دیا۔ (۵۷) اگر کسی کو کوئی یہ کہہ کر دے کہ تم کو عمر بھر کے لیے دیتے ہیں اور بعد تمہارے مرنے کے واپس کر لیں گے وہ شے بہمہ وجوہ اس کی مِلک ہو جاتی ہے، بعد موت کے اس کے ورثہ کو ملے گی تو اس اُمید باطل پر اپنے مال کو خراب و برباد مت کرو۔ پھر حسرت ہوگی، اپنے ہی پاس رہنے دو۔ (۵۸) اگر ایک بیٹے کو کوئی چیز دو تو دوسرے کو بھی ویسی ہی دو، ناانصافی بری بات ہے۔ (۵۹) ہدیہ ایسے شخص کا قبول کرو جو بدلے کا طالب نہ ہو ورنہ

باہمی رنج کی نوبت آوے گی لیکن تم اپنی طرف سے کوشش کرو کہ اس کو کچھ بدلہ دیا جاوے اور اگر بدلہ دینے کو میسر نہ ہو تو اس کی ثناء وصفت ہی کر دو اور لوگوں کے روبرو اس کے احسان کو ظاہر کر دو اور ثناء وصفت کے لیے اتنا کہہ دینا کافی ہے "جَزَاکَ اللّٰهُ خَیْراً"

اور جب محسن کا شکر ادا نہ کیا تو خدا کا شکر بھی ادا نہ ہوگا اور جس طرح ملی ہوئی چیز کا ہٹانا برا ہے اسی طرح نہ ملی ہوئی پر شیخی بگھارنا کہ ہمارے پاس اتنا آیا یہ بھی برا ہے۔ (۶۰) باہم تحفہ تحائف کی راہ ورسم جاری رکھو، اس سے دلوں کی صفائی ہوتی ہے، محبت بڑھتی ہے اور یہ نہ خیال کرو کہ تھوڑی چیز ہے کیا بھیجیں، جو کچھ ہو بے تکلف دے دو۔ (۶۱) جو کوئی تمہاری خاطر داری کو خوشبو، تیل یا دودھ یا تکیہ پیش کرے کہ خوشبو سونگھ لو یا تیل لگا لو، دودھ پی لو، تکیہ کمر سے لگا لو تو قبول کر لو، انکار و عذر مت کرو کیوں کہ ان چیزوں میں کوئی لمبا چوڑا احسان نہیں ہوتا جس کا بار تم سے نہیں اُٹھ سکتا اور دوسرے کا دل خوش ہو جاتا ہے۔ (۶۲) نیا پھل اوّل جب تمہارے پاس پہنچے۔ اس کو آنکھوں اور لبوں سے لگاؤ اور یہ دُعا پڑھو "اَللّٰهُمَّ کَمَا اَرَیْتَنَا اَوَّلَهٗ فَاَرِنَآ اٰخِرَهٗ" پھر کوئی بچہ پاس ہو اس کو دے دو۔ (۶۳) اگر تمہارے ذمہ کسی کا قرضہ یا کسی کی امانت یا اور کوئی حق ہو تو اس کی یادداشت بطور وصیت لکھ کر اپنے پاس رکھو۔

باب النکاح

(۶۴) اگر حاجت و استطاعت ہو تو نکاح کرنا افضل ہے اور اگر حاجت ہے مگر استطاعت نہ ہو تو روزے کی کثرت سے شہوت ٹوٹ جاتی ہے۔ (۶۵) نکاح میں زیادہ تر منکوحہ کی دینداری کا لحاظ رکھو، مال و جمال اور حسب و نسب کے پیچھے زیادہ مت پڑو۔

(۶۶) اگر سفر سے گھر آنا ہو تو دفعتہً گھر میں مت چلے جاؤ، اس قدر توقف کرو کہ بی بی کنگھی چوٹی سے اپنے کو سنوار لے کیونکہ شوہر کی عدم موجودگی میں اکثر میلی کچیلی رہتی ہے، کبھی اس حالت میں دیکھ کر اس سے نفرت نہ ہو جاوے۔

(۶۷) اگر کوئی شخص تمہاری عزیزہ کے لیے پیغام نکاح بھیجے تو زیادہ تر قابل لحاظ اس شخص کی نیک وضعی اور دینداری ہے۔ دولت حشمت عالی خاندانی کے اہتمام میں رہ جانے سے خرابی ہی خرابی ہے۔ (۶۸) اگر اتفاقاً کسی غیر منکوحہ عورت اور کسی مرد کا باہم تعشق ہو

جاوے تو بہتر ہے کہ اُن کا نکاح کر دیا جاوے۔(۶۹) اس نکاح میں زیادہ برکت ہوتی ہے جس میں خرچ کم پڑے اور مہر بھی ہلکا ہو۔(۷۰) اکثر عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیر عورتوں کی صورت شکل کے حالات اپنے خاوند سے بیان کیا کرتی ہیں، یہ بہت بری بات ہے، اگر اس کا دل آ گیا تو پھر روتی پھریں گی۔(۷۱) ایک کپڑے میں دو مردوں کا اسی طرح ایک کپڑے میں دو عورتوں کا لیٹنا بالکل نامناسب اور بے غیرتی ہے اور جس طرح مرد کو دوسرے مرد کا ستر دیکھنا گناہ ہے، اسی طرح عورت کو دوسری عورت کا بدن ناف سے گھٹنے تک دیکھنا گناہ ہے، اکثر عورتیں اس کی احتیاط نہیں رکھتیں۔

(۷۲) اگر کسی عورت پر اچانک نگاہ پڑ جاوے فوراً نگاہ اُدھر سے پھیر لو اور اگر اس کا خیال کچھ دل میں رہے تو اپنی بی بی سے فراغت کر لینا چاہیے اس سے وہ وسوسہ دفع ہو جاتا ہے۔(۷۳) اگر کسی عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو تو اگر بن پڑے تو اس کو ایک نگاہ دیکھ لو کبھی بعد نکاح کے اس کی صورت سے نفرت نہ ہو۔(۷۴) بغیر ضرورت شدیدہ پیشاب، پاخانہ مجامعت کے برہنہ مت ہو، فرشتوں سے اور اللہ تعالیٰ سے شرم کرنا چاہیے۔

(۷۵) تنہائی میں غیر عورت کے پاس بیٹھنا زہر قاتل ہے اور سخت گناہ ہے۔اسی طرح اس کے ساتھ سفر کرنا بھی ممنوع ہے، آج کل پیروں اور رشتہ داروں سے اس کی بالکل احتیاط نہیں ہے، غیر عورت اس کو کہتے ہیں جس سے نکاح کبھی عمر بھر میں حلال ہو سکے۔

(۷۶) بلاضرورت عورت کے لیے یہ منع ہے کہ غیر مرد کو دیکھے۔اکثر عورتوں کو جھانکنے تاکنے کی عادت ہوتی ہے، بڑی واہیات بات ہے۔

(۷۷) اولاد کا حق ہے کہ اس کا نام اچھا رکھو، علم ولیاقت سکھلاؤ، جب جوان ہو جائے، نکاح کر دو ورنہ اس سے اگر کوئی گناہ ہو گیا تو اس کا وبال تمہاری گردن پر ہوگا۔اکثر لوگ لڑکیوں کو بٹھلا رکھتے ہیں، بڑی بے احتیاطی ہے۔

(۷۸) اگر کسی جگہ ایک شخص پیغام نکاح بھیج چکا ہے، جب تک اس کو جواب نہ مل جائے یا وہ خود چھوڑ بیٹھے تم پیغام مت دو۔(۷۹) اگر کوئی شخص اپنا دوسرا نکاح کرنا چاہے تو اس عورت کو یا اس کے ورثہ کو مناسب نہیں کہ شوہر سے شرط ٹھہرائیں کہ پہلی منکوحہ کو طلاق

دے دے، جب نکاح کیا جاوے گا اپنی تقدیر پر قانع رہنا چاہیے۔

(۸۰) نکاح مسجد میں ہونا بہتر ہے تا کہ اعلان بھی خوب ہو اور جگہ بھی برکت کی ہے۔

(۸۱) رضاع میں بڑی احتیاط درکار ہے، بدون تحقیق علاقہ رضاع روبرو نہ آ جاوے اور جہاں شبہ و شک شرکت رضاع کا بھی ہو، نکاح نہ کرے۔

(۸۲) میاں بی بی کے باہمی معاملات خلوت کا دوست احباب سے یا ساتھیوں، سہیلیوں سے ذکر کرنا خدا تعالیٰ کو نہایت ناپسند ہے۔ اکثر دولہا دلہن اس کی پرواہ نہیں کرتے۔

(۸۳) ولیمہ مستحب ہے مگر اس میں تکلف و تفاخر نہ کرے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بی بی کا ولیمہ دو سیر جَو سے کیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں خرما اور پنیر اور گھی کا مالیدہ تھا اور سب سے بڑا ولیمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا تھا کہ ایک بکری ذبح ہوئی اور گوشت روٹی لوگوں کو پیٹ بھر کر کھلائی گئی۔ (۸۴) اگر کئی بیبیاں ہوں سب کو برابر رکھے۔ (۸۵) بی بی کی کج خلقی پر صبر کرو اس سے عداوت مت کرو۔ اگر ایک بات ناپسند ہوگی، دوسری بات پسند آ جاوے گی، بے ضرورت اس کو مت مارو اور ضرورت ہو تب بھی زیادہ مت مارو اور منہ پر ہرگز مت مارو، آخر رات کو اسی سے پیار، اخلاص کرتے شرم بھی آوے گی، اس کا دل بہلاتے رہو، گالی گلوچ مت کرو، رُوٹھ کر گھر سے مت نکل جاؤ، زیادہ خفگی ہو، دوسری چارپائی پر سو رہو جب دیکھو کسی طرح نباہ نہیں ہوتا، آزاد کر دو۔

(۸۶) عورت کو چاہیے کہ خاوند کی اطاعت کرے، اس کو خوش رکھے، اس کے حکم کو ٹالے نہیں، خصوصاً جب وہ ہم بستری کے لیے بلاوے، اس کی وسعت سے زیادہ اس سے نان نفقہ طلب نہ کرے، اس کے رُوبرو زبان درازی نہ کرے، بلا اجازت اس کے نوافل نہ پڑھے نہ نفل روزے رکھے، اس کا مال بدون اس کی رضا کے کسی کو نہ دے، نہ خود ضرورت سے زیادہ اُٹھاوے، بلا اجازت کسی کو گھر میں نہ آنے دے، بلا سخت مجبوری کے منہ سے طلاق نہ مانگے۔ (۸۷) بی بی کو بھڑکا کر میاں سے لڑا دینا یا نفرت ڈال دینا نہایت گناہ ہے۔ (۸۸) اگر معمولی طور پر کوئی شخص اپنی بی بی کو مارے اس کی وجہ غیر لوگوں کو دریافت کرنا خلافِ تہذیب ہے، شاید وہ بات بتلانے کی نہ ہو۔ مثلاً اس نے ہمبستری سے انکار کیا

اوراس پر مارا ہوتو وہ کیا بتلائے گا۔(۸۹) بلاضرورت طلاق مت دو۔(۹۰) حیض میں طلاق مت دو کہ شاید بلاضرورت بوجہ نفرت طبعی کے بسبب حیض کے دی ہو۔

(۹۱) حلالہ کی شرط ٹھہرانا نہایت بے غیرتی کی بات ہے۔(۹۲) محض قرائن سے اپنی بی بی کو بدکار یقین کر لینا یا جو اولاد اس سے ہو اس کی صورت شباہت دیکھ کر کہہ دینا کہ یہ میری نہیں ہے، بہت گناہ ہے۔(۹۳) اگر عورت بدچلن ہو اور اس کا انتظام نہ کر سکے تو اس کو طلاق دے دینا چاہیے لیکن اگر اس سے محبت ہو اور ڈرتا ہو کہ بعد طلاق کے میں بھی اس سے مبتلا ہو جاؤں گا تو نہ چھوڑے مگر حتی الوسع انتظام اور انسداد کرنا چاہیے۔(۹۴) اگر اپنی آنکھ سے عورت کو زنا کرتے دیکھ لیا تو اس کے مار ڈالنے سے خدا کے نزدیک گنہگار نہ ہوگا گو حاکم دنیا بوجہ عدم ثبوت شرعی کے اس سے قصاص لے۔(۹۵) خواہ مخواہ بلاقرینہ بی بی پر بدگمانی کرنا جہالت اور تکبر ہے اور قرائن ہوتے ہوئے چشم پوشی کرنا بے غیرتی و دیوثی ہے۔

(۹۶) اگر نکاح کے بارے میں تم سے کوئی مشورہ کرے تو خیر خواہی کی بات یہ ہے کہ اگر اس موقع کی کوئی خرابی تم کو معلوم ہو، ظاہر کر دو یہ غیبت حرام نہیں ہے اور اسی طرح جس جگہ تم کو خاص کسی کی برائی کرنا مقصود نہ ہو بلکہ کسی کی خیر خواہی کی ضرورت ہے اس کا عیب بیان کرنا پڑے، شرعاً اس کی اجازت ہے بلکہ بعض جگہ واجب ہے۔

(۹۷) اگر خاوند باوجود مقدرت کے بوجہ بخل کے بی بی کو بقدر کفایت کے خرچ نہ دیتا ہو تو بی بی چھپا کر لے سکتی ہے مگر حاجت سے زیادہ فضول خرچی کرنے کو لینا جائز نہیں ہے۔

(۹۸) اللہ تعالیٰ اگر مال دے تو اوّل خویش، بعدہ درویش۔

معاملہ سیاست

(۹۹) اگر کوئی کافر تم کو زخمی کر کے یا کوئی عضو قطع کر کے جب تم بدلہ لینے لگو فوراً کلمہ پڑھ لے، پھر یہ سمجھ کر کہ اس نے جان بچانے کو کلمہ پڑھ لیا ہے ہرگز مت قتل کرو، اس سے اسلام کے حلم رحم اور حق پرستی کا اندازہ کرنا چاہیے۔(۱۰۰) کافر رعایا سے بلاقصور کسی کو قتل کرنا بڑا سخت گناہ ہے، بہشت سے دور کر دیتا ہے۔(۱۰۱) خودکشی کرنے کی سخت ممانعت ہے، کسی طرح ہو۔(۱۰۲) مساجد میں سزا جاری نہ کی جاوے شاید بول و براز خطا ہو

جاوے۔(۱۰۳) مسلمان کسی کافر ذمی کو قتل کر ڈالے وہ اس کے مقابلہ میں قتل کیا جاوے گا۔(۱۰۴) اگر لشکر اسلام میں سے ادنیٰ درجہ کا آدمی بھی لشکر کفار کو امان دے دے، تمام اعلیٰ ادنیٰ مسلمانوں پر لازم ہو جاوے گا اس کے خلاف کارروائی نہیں کر سکتے۔ البتہ اگر لڑنا ہی مصلحت ہو تو کفار کو جدید اطلاع دی جاوے کہ ہم اپنے معاہدے کو واپس لیتے ہیں۔

(۱۰۵) اگر کئی آدمی مل کر ایک آدمی کو قتل کریں، سب قتل کیے جاویں گے اور سب گنہگار ہوں گے۔(۱۰۶) جو شخص فن طب میں مہارت نہ رکھتا ہو اور اس کی عملی بدتدبیری سے کوئی مر جاوے تو اس سے خون بہا لیا جائے گا۔(۱۰۷) اپنی جان و مال و دین و آبرو کی حفاظت کے لیے لڑنا دُرست ہے، اگر خود مارا گیا، شہید ہوگا، اگر مقابل مارا گیا، اس شخص پر کوئی الزام نہیں۔

(۱۰۸) لہو ولعب کے طور پر کنکریاں اُچھالنا، غلہ چلانا ممنوع ہے، مبادا کسی کا دانت، آنکھ ٹوٹ پھوٹ جائے۔(۱۰۹) اگر مجمع میں کوئی دھار والی چیز لے کر گزرنے کا اتفاق ہو تو دھار کی جانب چھپا لینا چاہیے، کسی کے لگ نہ جائے۔(۱۱۰) دھار والی چیز سے کسی کی طرف اشارہ کرنا گو ہنسی ہی میں ہو، ممنوع ہے۔ شاید ہاتھ سے چھوٹ کر لگ جاوے۔

(۱۱۱) ایسی وحشیانہ سزا جس کی برداشت نہ ہو سکے، جیسے دھوپ میں کھڑا کر کے تیل چھوڑنا، ہنٹروں سے بے درد ہو کر بے حد مارنا نہایت گناہ ہے۔(۱۱۲) تلوار، چاقو کھلا ہوا کسی کے ہاتھ میں مت دو یا تو بند کر کے دو یا زمین پر رکھ دو، دوسرا شخص اپنے ہاتھ سے اُٹھا لے۔(۱۱۳) کسی آدمی یا جانور کو آگ سے جلانا جائز نہیں۔(۱۱۴) واجب القتل کو ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑنا کہ تڑپ تڑپ کر مر جاوے، درست نہیں۔(۱۱۵) پرندوں کے بچوں کو گھونسلوں سے نکال لانا کہ ان کے ماں باپ بے قرار ہوں، دُرست نہیں۔

(۱۱۶) جس کے جادو سے لوگوں کو ضرر پہنچتا ہے اور وہ باز نہیں آتا، وہ گردن زنی کے لائق ہے۔

(۱۱۷) جو مجرم زنا اقراری ہو حتی الامکان اس کو ٹال دینا چاہیے، جب وہ برابر اپنے اقرار پر جما رہے اور چار بار اقرار کرلے اس وقت سزا جاری کی جاوے۔(۱۱۸) اگر ایسا اقراری مجرم اثنائے سزا میں اپنے اقرار کو واپس لے چھوڑ دینا چاہیے۔(۱۱۹) اگر حاملہ عورت پر جرمِ زنا ثابت ہو، جب تک بچہ نہ جن لے اور اگر کوئی دوسری دودھ پلانے والی نہ

ہوتو جب تک دودھ نہ چھوٹ جاوے اس وقت سنگسار نہ ہوگی۔(۱۲۰) سزا پانے کے بعد مجرم کو طعن وتشنیع وتحقیر کرنا بہت برا ہے۔(۱۲۱) جو زانی مستحق تازیانہ ہو اور بوجہ مرض کے سزا دینے میں مرجانے کا احتمال ہو تو صحت تک سزا موقوف رکھی جاوے۔

(۱۲۲) سزائیں دو قسم کی ہیں، ایک معین دوسری مفوض برائے حاکم، اوّل کو حد دوسری کو تعزیر کہتے ہیں۔ حدود میں شریف رذیل وجیہ ذلیل سب برابر ہیں، اس میں کسی کی رعایت نہیں، تعزیر میں شریف وجیہ آدمی سے چشم پوشی مناسب ہے اور صرف فہمائش کافی ہے۔

(۱۲۳) جھوٹے مقدمے کی یا جس کا سچا جھوٹا ہونا معلوم نہ ہو اس مقدمے کی پیروی یا کسی قسم کی اعانت کرنا ممنوع ہے۔(۱۲۴) شراب کا استعمال دوا میں بھی ممنوع ہے۔

(۱۲۵) چونکہ نشہ والی چیزوں کی خاصیت ہے کہ تھوڑی سے زیادہ ہو جاتی ہے اس لیے اس کے تھوڑے استعمال سے بھی ممانعت کی گئی۔

حکومت وانتظام ملکی

(۱۲۶) جو شخص خود حکومت کی درخواست کرے وہ قابل حکومت نہیں ہے، وہ خود غرض ہے جو اس سے بھاگتا ہو، وہ زیادہ عدل کرے گا، اس کو حکومت دینا سزاوار ہے۔

(۱۲۷) سلطان کی اہانت کی اجازت نہیں۔(۱۲۸) حکام کو بھی حکم ہے کہ رعایا سے نرم برتاؤ کریں، سختی نہ کریں۔(۱۲۹) حکام کے پاس جا کر ان کی خوشامد سے ان کی ہاں میں ہاں ملانا، ان کو ظلم کے طریقے بتلانا، اس میں اعانت کرنا سخت مذموم ہے۔

(۱۳۰) حق بات کہہ دینے میں حکام سے مت دبو۔(۱۳۱) حکام کو مناسب نہیں کہ رعایا کے عیوب وجرائم کا بلاضرورت تجسس کرے۔

کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود

(۱۳۲) بلاقصور کسی کو گھور کر دیکھنا جس سے ڈر جاوے جائز نہیں۔(۱۳۳) اگر حکام ظلم کرنے لگیں، ان کو برا مت کہو، سمجھ جاؤ کہ ہم سے حاکم حقیقی کی نافرمانی ہوئی ہے۔ یہ اس کی سزا ہے، اپنی حالت دُرست کرلو۔ اللہ تعالیٰ حکام کے قلوب کو نرم کردیں گے۔

(۱۳۴) حاکم کا ایسی جگہ بیٹھنا جہاں نہ حاجت مند جاسکے، نہ کسی ذریعہ سے اپنی فریاد

وہاں پہنچا سکے، جائز نہیں۔(۱۳۵) غصے کی حالت میں حواس درست نہیں رہتے، اس وقت مقدمہ فیصل کرنا نہ چاہیے۔(۱۳۶) رشوت لینے کی سخت ممانعت ہے گو ہدیہ کے طور پر ہو۔

(۱۳۷) جھوٹا دعویٰ، جھوٹی گواہی، جھوٹی قسم، جھوٹا انکار کسی کے حق کا یہ سب گناہ ہے۔(۱۳۸) اپنا حق ثابت کرنے کے لیے کوشش کرنا کوئی بری بات نہیں بلکہ اس میں کاہلی کی راہ سے بیٹھ رہنا کم ہمتی قرار دی گئی ہے اور باوجود کوشش کرنے کے ناکامی ہو اس کا زیادہ غم کرنا بھی برا ہے۔ سمجھ لے کہ حاکم حقیقی کو یہی منظور تھا۔(۱۳۹) قوی شبہے میں حوالات کر دینے کی اجازت ہے۔(۱۴۰) سواری اور نشانہ بازی کی مشق کا حکم ہے۔

(۱۴۱) گھوڑے کی دُم کے بال اور ایال اور پیشانی کے بال مت کاٹو، دُم کے بال سے مکھی اُڑاتا ہے ایال سے اس کو گرمی پہنچتی ہے، پیشانی کے بالوں میں برکت میں۔

سفر

(۱۴۲) راہ میں سواری کے جانور کو کہیں کہیں گھاس چرنے چھوڑ دیا کرو اور اگر خشکی کا زمانہ ہو اور گھاس نہ ہو تو راہ میں حرج مت کرو، جلدی منزل پر پہنچ کر اس کے کھانے پینے کا انتظام کرو اور جہاں ٹھہرنا ہو سڑک کو چھوڑ کر ٹھہرو۔(۱۴۳) جہاں تک ممکن ہو سفر تنہا مت کرو۔

(۱۴۴) جب کام ہو چکے جلدی اپنے ٹھکانے آجاؤ، خواہ مخواہ سفر میں بے آرام مت رہو۔

(۱۴۵) شب کے سفر میں منزل جلدی کٹتی ہے۔

(۱۴۶) سفر میں مصلحت یہ ہے کہ رفیقوں میں سے ایک کو اپنا سردار بنالیں، شاید باہم کچھ تکرار اختلاف ہو جاوے تو فیصلہ آسان ہو۔

(۱۴۷) سالار قافلے کو چاہیے تمام مجمع کا خیال رکھے، کوئی چھوٹ تو نہیں گیا ہے کسی کو سواری وغیرہ کی تکلیف تو نہیں ہے۔(۱۴۸) قافلہ جب منزل پہ اُترے تو متفرق نہ اُترے، سب قریب قریب مل کر ٹھہریں، اگر کسی پر آفت آوے تو دوسرے مدد تو کر سکیں۔

(۱۴۹) اگر بوجہ قلت سواریوں کے ہمراہیوں میں باری مقرر ہو تو سب کو ہی انصاف کی رعایت ضروری ہے۔ اپنے کو ترجیح نہ دے، قاعدہ مقررہ کے موافق سب کو عملدرآمد ضروری ہے، گو سردار ہی کیوں نہ ہو۔(۱۵۰) اگر چلتے چلتے کوئی بات چیت کرنے کے لیے

زیادہ ٹھہرنا ہو تو سواری سے اُتر جانا چاہیے اس پر بیٹھے بیٹھے گھنٹوں نہ باتیں کرتے رہیں، اس میں جانور کو تکلیف ہوتی ہے، سواری قطع مسافت کے لیے موضوع ہے۔

(۱۵۱) جب منزل پر پہنچو، دوسرا کام پیچھے کرو، پہلے جانور پر سے اسباب زین وغیرہ جدا کرو۔ (۱۵۲) اگر اللہ تعالیٰ فراغت کی سواری دے تو پیادہ چلنے والوں کو اس پر سوار کر دو۔ یہ نہیں کہ ان کے پاؤں میں تو چھالے پڑ جاویں اور تم نام آوری کے لیے ان کو کوتل لے چلو۔ (۱۵۳) جب مقابلہ غنیم کے لیے سفر کرنا ہو، حتی الامکان اس کے پوشیدہ کرنے کی کوشش کرنا چاہیے لیکن اگر اظہار میں مصلحت ہو تو اظہار کر دینا چاہیے۔

(۱۵۴) جو لوگ لڑنے کے قابل نہیں یا ان کو لڑنا منظور نہیں جیسے بچہ، عورت، بوڑھا، مزدور، خدمتگار، عالم، درویش کفار کا، ان کو مقاتلہ میں قتل کرنا منع ہے۔

(۱۵۵) دُشمن کو امن دے کر بدعہدی کرنا بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ (۱۵۶) ایلچی کو کبھی قتل نہ کرنا چاہیے۔ (۱۵۷) اخفائے واردات جرم ہے۔ (۱۵۸) جو شخص کافر رعایا پر ظلم کرے یا اس کے حقوق میں کمی کرے یا اس کو بے موقع تکلیف دے یا اس کی ناراضی سے اس کی چیز لے جاوے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں اس پر دعویٰ دائر فرمائیں گے۔ (۱۵۹) اگر جانور ذبح کرنا ہو تو چھری خوب تیز کرو، اس کو ترسا کر مت مارو، گلا گھوٹنے میں جانور کو کس قدر اذیت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام فرمایا ہے۔ (۱۶۰) کتا ایذا دینے والا جانور ہے، غریب پردیسی کی کیسی ٹانگ لیتا ہے اور اس میں ایک خصلت ایسی بری ہے کہ قومی ہمدردی نہیں اپنے جنس کو دیکھ کر کس قدر ناراض ہوتا ہے۔ اس وجہ سے بلا ضرورت اس کا پالنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ (۱۶۱) جانوروں کو باہم لڑانا، جیسے مرغوں، بکروں کو لڑاتے ہیں، ممنوع کیا گیا۔ (۱۶۲) اکثر اوقات شکار میں مشغول رہنا آدمی کو بیکار اور بدعقل کر دیتا ہے، اپنے ضروری کاموں سے جاتا رہتا ہے۔

آدابِ معاشرت وخورد ونوش

(۱) اگر سالن میں مکھی گر پڑے تو اس کو غوطہ دے کر پھینک دو، پھر اگر دل چاہے کھانا کھاؤ اس کے ایک بازو میں بیماری، دوسرے میں شفا ہے، زہریلے بازو کو اوّل ڈالتی ہے،

دوسرے بازو کے ڈالنے سے اس کا تدارک ہو جاوے گا۔ (۲) بسم اللہ کر کے کھانا شروع کرو اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ، البتہ اگر اس برتن میں کھانے کی چیز کئی قسم کی ہے مثلاً کئی طرح کا پھل، میوہ، شیرینی، اس وقت جو مرغوب ہو جس طرف سے چاہو اُٹھالو۔ (۳) جس چیز میں سب اُنگلیاں نہ لگانی پڑیں اس کو تین اُنگلی سے کھاؤ اور اُنگلیاں چاٹ لیا کرو اور برتن میں اگر سالن ختم ہو چکے تو اس کو بھی صاف کرلیا کرو اس سے برکت ہوتی ہے۔ (۴) اگر ہاتھ سے لقمہ چھوٹ کر گر جاوے، اس کو اُٹھالو صاف کر کے کھالو، تکبر مت کرو، یہ سرکاری نعمت ہے، ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتی۔ (۵) کھانا تواضع کے ساتھ بیٹھ کر کھاؤ، متکبروں کی طرح تکیہ لگا کر مت کھاؤ۔ (۶) اگر کھانا کم ہے اور آدمی زیادہ ہیں، سب آدھا آدھا پیٹ کھالو، یہ نہیں کہ ایک تو سیر ہو کر کھاوے دوسرا پیٹ پیٹتا پھرے۔

(۷) کھجور، انگور، مٹھائی وغیرہ اس قسم کی چیزیں اگر کئی آدمی مل کر کھاویں تو ہر شخص ایک ایک دانہ اُٹھاوے، دو دو ایک دم لینا بے تمیزی اور حرص کی دلیل ہے۔ (۸) پیاز، لہسن خام یا کوئی اور بدبودار چیز کھا کر مجمع میں نہ جاؤ کہ لوگوں کو تکلیف ہوگی۔ (۹) جنس ناپ تول کر پکاؤ، زنانِ ہند کی طرح اندھا دُھند مت اُٹھاؤ کہ آٹھ دن کی جنس چار ہی دن میں تمام ہو جاوے۔ لیکن بچے ہوئے کو مت ناپو تولو، اس میں بے برکتی ہوتی ہے۔ (۱۰) کھانے سے فارغ ہو کر اپنے رزاق کا شکر بجالاؤ، اسی طرح پانی پینے کے بعد۔ (۱۱) کھانے کے قبل اور بعد بھی ہاتھ دھوؤ، کلی کرو۔ (۱۲) بہت جلتا ہوا کھانا مت کھاؤ اس سے نقصان ہوتا ہے۔

(۱۳) مہمان کی خاطر داشت و مدارات کرو، ایک روز کسی قدر تکلف کا کھانا کھلا دو، تین دن تک اس کا حق مہمانی ہے، مہمان کو بھی زیبا نہیں کہ میزبان کے گھر جم ہی جاوے کہ وہ تنگ آ جاوے۔ (۱۴) کھانا سب مل کر کھاؤ، اس میں برکت ہوتی ہے۔ (۱۵) جب کھانا کھا چکو تو پہلے دستر خوان اُٹھوا دو، خود اس کو چھوڑ کر اُٹھنا خلافِ ادب ہے اور اگر اپنے ساتھی سے پہلے کھا چکو تب بھی اس کا ساتھ دو، تھوڑا تھوڑا کھاتے رہو، کہیں تمہارے اُٹھنے سے وہ بھوکا نہ اُٹھ کھڑا ہو اور اگر کسی وجہ سے اُٹھنا ہی ضرور ہے تو اس سے عذر کردو۔ (۱۶) مہمان کو گھر کے دروازے تک پہنچانا سنت ہے۔ (۱۷) پانی ایک سانس میں مت پیو، تین سانس میں پیو اور

سانس لینے کے وقت برتن منہ سے جدا کرلو اور پانی بسم اللہ پڑھ کر پیو اور پی کر الحمدللہ کہو۔(۱۸) مشک سے منہ لگا کر پانی مت پیو۔ اسی طرح جو برتن ایسا ہو جس سے دفعتہً زیادہ پانی آ جانے کا احتمال ہے یا اندیشہ ہے کہ اس میں سے کوئی سانپ بچھونہ آ جاوے۔

(۱۹) بلاضرورت کھڑے ہو کر پانی مت پیو۔

(۲۰) چاندی سونے کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے۔

(۲۱) پانی پی کر اگر دوسروں کو بھی دینا ہو تو پہلے داہنے والے کو دو، پھر اس کے داہنے والے کو اسی طرح دور ختم ہونا چاہیے۔(۲۲) کنارہ ٹوٹے برتن سے ٹوٹن کی طرف سے پانی مت پیو۔(۲۳) شام کے وقت بچوں کو باہر مت نکلنے دو اور شب کو بسم اللہ کہہ کر دروازے بند کرلو اور بسم اللہ کر کے برتنوں کو ڈھانک دو اور چراغ سوتے وقت گل کر دو۔

(۲۴) کھانے پینے کی چیز کسی کے پاس لے جاؤ تو ڈھانک کر لے جاؤ۔

(۳۵) سوتے وقت آگ کھلی مت چھوڑو، بجھا دو یا اچھی طرح دبا دو۔

پوشش و زینت

(۲۶) مردوں کو ٹخنوں سے نیچے کرتا یا پاجامہ یا لنگی پہننا ممنوع ہے، اسی طرح حریر یا زری کا کپڑا پہننا ممنوع ہے۔ البتہ چار انگشت چوڑی گوٹ بیل وغیرہ جائز ہے۔ اس سے زیادہ ممنوع ہے۔(۲۷) ایک جوتی پہن کر مت چلو، سر سے پاؤں تک ایک کپڑے کے اندر مت لپٹ جاؤ کہ چلنے میں یا جلدی سے ہاتھ نکالنے میں تکلیف ہو جس طرح بعضے موسم سردی میں رضائی میں لپٹ جاتے ہیں، ایسی وضع سے کپڑا مت پہنو کہ اُٹھتے بیٹھتے ستر کھل جاوے۔

(۲۹) کپڑا داہنی طرف سے پہننا شروع کرو۔ مثلاً داہنی آستین پہلے پہنو۔ علیٰ ہذا

(۲۸) کپڑا پہن کر اپنے مولیٰ کا اس طرح شکریہ ادا کرنے سے بہت سے گناہوں کی مغفرت ہوتی ہے۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ" (۳۰) امیروں کے پاس زیادہ بیٹھنے سے دُنیا کی ہوس بڑھتی ہے، عمدہ پوشاک کی فکر ہوتی ہے، بہتر یہ ہے کہ جب تک کپڑے میں پیوند نہ لگ جاوے، اس کو پرانا نہ سمجھے۔

(۳۱) کپڑے میں نہ اس قدر زینت و اہتمام کرے کہ انگشت نما ہونے لگے کہ ریا اور

تکبر ہے اور نہ بالکل بدحیثیت میلا گندا رہے کہ نعمت کی ناشکری ہے، سادگی کے ساتھ توسط رکھے۔ (۳۲) اپنی وضع کو چھوڑ کر دوسری قوموں کی وضع و پوشش سے ایسی نفرت ہونا چاہیے جیسا کہ مرد کو انگیا لہنگے کے پہننے سے جو کہ عورتوں کی وضع ہے۔

(۳۳) عورت کو باریک کپڑا پہننا گویا ننگا پھرنا ہے۔

(۳۴) اگر تانا ریشم کا اور بانا سوت کا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(۳۵) مرد کو سونے کی انگشتری پہننا حرام ہے۔ البتہ چاندی کی انگشتری کا مضائقہ نہیں مگر ساڑھے چار ماشہ سے کم ہونی چاہیے۔ (۳۶) بجتا زیور جیسے گھنگھرو وغیرہ پہننا ممنوع ہے۔ (۳۷) جوتے کئی کئی جوڑے رکھا کرو، اس میں بہت سی مصلحتیں ہیں داہنے پاؤں میں اوّل پہنو اور اُتارنے میں پہلے بائیں سے اُتارو۔ (۳۸) جوتا پہننے میں اگر ہاتھ سے کام لینا پڑے مثلاً تنگ ہے یا تسمہ وغیرہ باندھنا ہے تو کھڑے ہو کر مت پہنو۔

(۳۹) جہاں جوتا چوری ہو جانے کا ڈر ہو تو اُٹھا کر اپنے پاس رکھو۔

(۴۰) یہ چیزیں فطرت سلیمہ کا مقتضا ہیں۔ ختنہ کرنا، لبیں کٹانا، زیرِ ناف بال لینا، ناخن کٹانا، بغل کے بال لینا اور چالیس روز سے زیادہ بال و ناخن چھوڑنے کی اجازت نہیں۔

(۴۱) سفید بالوں میں خضاب کرنا مستحب ہے مگر سیاہ خضاب سے ممانعت آئی ہے۔

(۴۲) مردوں کو عورتوں کا لباس اور عورتوں کو مردوں کا لباس اور شکل وصورت بنانا حرام ہے۔ (۴۳) کسی کے بال ملا کر اپنے بال بڑھانا اور بدن گودنا حرام ہے اور موجب لعنت ہے۔ (۴۴) کُسم اور زعفران کا رنگا کپڑا پہننا مرد کے لیے ممنوع ہے۔ (۴۵) داڑھی کٹانا جب مٹھی سے زائد نہ ہو، منع ہے۔ البتہ اگر ایک آدھ بال بڑھا ہوا ہو اس کو برابر کرنے میں مضائقہ نہیں۔ (۴۶) اگر سر پر بال ہوں تو ان کو دھوتے رہو، کنگھی کرتے رہو، تیل لگالیا کرو، اسی طرح داڑھی مگر ہر وقت کنگھی چوٹی میں رہنا واہیات بات ہے۔ (۴۷) اگر بال سفید ہونا شروع ہو جاویں تو ان کو اکھاڑ کر مت نکالو۔ (۴۸) لڑکوں کا سر منڈا دینا بال رکھنے سے بہتر ہے۔ (۴۹) عورت کے لیے بہتر ہے کہ ہاتھوں کو مہندی لگائے اور کچھ نہیں تو ناخن ہی کو لگالے۔ (۵۰) سرمہ سوتے وقت تین تین سلائیاں دونوں آنکھوں میں لگالیا کرو۔

(۵۱) گھر کو صاف رکھو بلکہ گھر کے روبرو بھی خس وخاشاک جمع مت کرو۔

(۵۲) کبھی کبھی عطر مَل لیا کرو۔ (۵۳) تصویر گھر میں مت رکھو۔ (۵۴) چوسر، گنجفہ، شطرنج وغیرہ کھیلنا، کبوتر اُڑانا، راگ باجے میں مشغول رہنا، یہ سب ممنوع ہے۔

آدابِ طب

(۵۵) دوادارو کرنے کی اجازت بلکہ ترغیب دی گئی ہے۔ (۵۶) مریض کو کھانے پینے پر زیادہ زبردستی مت کرو۔ (۵۷) حرام چیز کو دوا میں استعمال مت کرو۔

(۵۸) خلافِ شرع تعویذ گنڈا ٹوٹکہ ہرگز استعمال مت کرو۔

(۵۹) نظرِ بد اگر لگ جاوے جس کی نظر لگنے کا احتمال ہو اس کا منہ اور دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت اور دونوں پاؤں اور دونوں زانو اور استنجے کا موضع دھلوا کر پانی جمع کرکے اس شخص کے سر پر ڈال دو جس کی نظر لگی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ شفاء ہو جاوے گی۔

(۶۰) حتی الامکان معدے کی اصلاح وحفاظت کا اہتمام کرو، تمام بدن دُرست رہتا ہے اور اگر معدے میں بگاڑ ہوا تو تمام بدن میں بیماری ہو جاتی ہے۔

(۶۱) جن بیماریوں سے لوگوں کو نفرت ہوتی ہے جو شخص ان امراض میں مبتلا ہو، اس کے لیے بہتر ہے کہ لوگوں سے علیحدہ رہے تاکہ ان کو تکلیف وایذاء نہ پہنچے۔

(۶۲) بدشگونی وغیرہ کا ماننا ایک قسم کا شرک ہے۔

(۶۳) نجوم ورَمل اور ہمزاد کا عمل سب چیزیں ایمان کو تباہ کرنے والی ہیں۔

آدابِ خواب

(۶۴) اگر وحشت ناک خواب نظر آوے تو بائیں طرف تین بار تھتکار دو اور تین بار "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم ط" پڑھو اور جس کروٹ پر لیٹے ہو، اس کو بدل ڈالو اور کسی سے ذکر مت کرو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کچھ ضرر نہ ہوگا۔

(۶۵) اگر خواب کہنا ہو ایسے شخص سے کہو جو عاقل ہو یا دوست ہو تاکہ بری تعبیر نہ دے کیونکہ اکثر تعبیر کے موافق ہو جاتا ہے۔ (۶۶) جھوٹا خواب کبھی مت بناؤ، بڑا سخت گناہ ہے۔

آدابِ سلام

(۶۷) باہم سلام کیا کرو، اس سے محبت بڑھتی ہے۔
(۶۸) سلام میں جان پہچان والوں کی تخصیص مت کرو، جو مسلمان مل جاوے اس کو سلام کرو۔
(۶۹) سوار کو چاہیے کہ پیادے کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھنے والے کو اور تھوڑے آدمی زیادہ آدمیوں کو اور کم عمر زیادہ عمر والے کو۔
(۷۰) جو شخص ابتداءً سلام کرتا ہے اس کو زیادہ ثواب ملتا ہے۔
(۷۱) اگر کئی شخصوں میں سے ایک شخص سلام کرے، سب کی طرف سے کافی ہے، اسی طرح کئی شخصوں میں ایک شخص جواب دے دے بس ہے۔

آدابِ استیذان

(۷۲) اگر کسی سے ملنے جاؤ تو بدون اطلاع و اجازت کے اس کے مکان میں مت جاؤ، اگرچہ وہ مکان مردانہ ہو اور تین بار پکارنے سے اگر اجازت نہ ملے تو واپس چلے آؤ، اسی طرح اپنے گھر کے اندر بھی بے پکارے اور بے بلائے مت جاؤ، شاید کوئی بے پردہ ہو، البتہ اگر کوئی شخص عام مجلس میں بیٹھا ہے اس کے پاس جانے کے لیے اجازت لینے کی حاجت نہیں۔ (۷۳) اگر پکارنے کے وقت مکان والا پوچھے کہ کون تو یوں مت کہو کہ میں ہوں بلکہ اپنا نام بتلاؤ کہ زید ہے۔ مثلاً

آدابِ مصافحہ و معانقہ و قیام

(۷۴) مصافحہ کرنے سے دل صاف ہو جاتا ہے اور گناہ معاف ہوتے ہیں۔
(۷۵) محبت سے معانقہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں، البتہ بشہوت حرام ہے۔
(۷۶) کسی بزرگ یا معزز آدمی کے آنے کے وقت تعظیماً کھڑا ہونا مضائقہ نہیں مگر اس کے بیٹھنے سے بیٹھ جانا چاہیے۔ یہ کفار کی مشابہت ہے کہ سردار بیٹھا رہے اور سب حشم و خدم دست بستہ کھڑے رہیں۔ یہ تکبر کا شعبہ ہے البتہ جہاں زیادہ بے تکلفی ہو اور بار بار اُٹھنے سے ان بزرگ کو تکلیف ہوتی ہو تو نہ اُٹھے۔

بیٹھنا، لیٹنا، چلنا

(۷۷) ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر اس طرح لیٹنا جس سے بے پردگی ہو، ممنوع ہے۔ البتہ اگر بدن نہ کھلے تو مضائقہ نہیں۔ (۷۸) بن ٹھن کر اتراتے ہوئے مت چلو۔ (۷۹) چار زانو بیٹھنا اگر براہِ تکبر نہ ہو تو مضائقہ نہیں۔ (۸۰) اُلٹے مت لیٹو۔ (۸۱) ایسی چھت پر مت سوؤ جس میں آڑ نہ ہو، شاید لڑھک کر گر پڑو۔ (۸۲) کچھ دھوپ میں کچھ سائے میں مت بیٹھو۔ (۸۳) عورت اگر بہ ضرورت باہر نکلے تو سڑک کے کنارہ کنارہ چلے، بیچ میں نہ چلے۔

آدابِ مجلس

(۸۴) بے ضرورت لب سڑک مت بیٹھو اور اگر بہ ضرورت سر راہ بیٹھنا ہو تو ان اُمور کا لحاظ رکھو۔ نامحرم کو مت دیکھو، کسی راہ چلنے والے کو تکلیف مت دو نہ اس کا راستہ تنگ کرو جو شخص سلام کرے اس کا جواب دو، نیک بات بتلاتے رہو، بری بات سے منع کرتے رہو، اگر کسی پر ظلم ہوتا دیکھو، اُٹھ کر مدد کرو، کوئی راہ بھول گیا ہو، اس کو راہ بتلا دو۔ اگر کسی کو سوار ہونے میں یا اسباب لادنے میں معین کی ضرورت ہو اس کی مدد کرو۔

(۸۵) کسی کو اس کی جگہ سے اُٹھا کر خود اس کی جگہ مت بیٹھو۔ (۸۶) جو شخص اپنی جگہ سے اُٹھ کر چلا جاوے اور پھر جلدی واپس آ کر بیٹھنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ جگہ اسی کا حق ہے دوسرے شخص کو وہاں نہ بیٹھنا چاہیے۔

(۸۷) صدرِ مجلس کو مناسب ہے کہ اگر کسی ضرورت سے مجلس سے اُٹھنا ہو اور پھر آ کر بیٹھنا ہو تو اُٹھتے وقت کوئی چیز رومال، عمامہ وغیرہ وہاں چھوڑ دے تا کہ حاضرین کو معلوم ہو جاوے۔ (۸۸) جو دو شخص قصداً مجلس میں ایک جگہ بیٹھے ہوں اُن کے درمیان میں بلا ان کی اجازت کے مت بیٹھو۔ (۸۹) جو شخص تم سے ملنے آوے تم کو چاہیے کہ ذرا اپنی جگہ سے کھسک جاؤ، گو مجلس میں گنجائش ہو، اس میں اس کا اکرام ہے۔

(۹۰) نہ کسی کی پشت کی طرف بیٹھو، نہ کسی کی طرف پشت کر کے بیٹھو۔

(۹۱) جب مجلس میں جاؤ جہاں جگہ ملے بیٹھ جاؤ، یہ نہیں کہ تمام حلقے کو پھاند کر ممتاز

جگہ پہنچو۔ (۹۲) چھینکنا راحت بخش چیز ہے، بعد چھینکنے کے الحمدلله کہے، سننے والا یرحمک الله کہے پھر چھینکنے والا اس کو کہے یَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ (۹۳) جب کسی کو کثرت سے چھینکیں آنا شروع ہوں پھر یرحمک الله کہنا ضروری نہیں۔

(۹۴) جب چھینک آوے تو منہ پر کپڑا یا ہاتھ رکھ لے اور پست آواز سے چھینک لے۔

(۹۵) جمائی کو حتی الامکان روکنا چاہیے اور اگر نہ رُکے تو منہ ڈھانک لینا چاہیے۔

(۹۶) بہت زور سے مت ہنسو۔ (۹۷) مجلس میں ناک بھویں چڑھا کر مت بیٹھو، حاضرین سے ہنستے بولتے رہو۔ ان میں ملے جلے رہو جس قسم کی باتیں ہوں، ان میں شریک رہو، بشرطیکہ خلافِ شرع کوئی بات نہ ہو۔

آدابِ متفرقہ

(۹۸) مسلمان کے مسلمان پر یہ حقوق ہیں جب ملے سلام کرو، پکارے تو جواب دو، دعوت کرے تو قبول کرو اور چھینکے تو یرحمک الله کہو، جب کہ اس نے الحمدلله کہا ہو، بیمار ہو جائے تو عیادت کرو، مرجاوے تو اس کے جنازے کے ہمراہ جاؤ اور جو اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی اس کے لیے پسند کرو۔

(۹۹) اپنے گھر جا کر گھر والوں کو سلام کرو۔ (۱۰۰) خط لکھ کر اس پر مٹی چھوڑ دیا کرو۔

(۱۰۱) لکھتے لکھتے اگر مضمون سوچنے لگو، قلم کان میں رکھ لیا کرو، اس سے مضمون خوب یاد آتا ہے۔ (۱۰۲) اپنے چھوٹے بچوں سے پیار محبت کرنے میں بھی ثواب ہے۔

(۱۰۳) دوسرے شخص کے کپڑے سے ہاتھ مت پونچھو۔ البتہ اگر اس کو ناگوار نہ ہو تو مضائقہ نہیں۔ مثلاً وہ تمہارا ہی دیا ہوا کپڑا پہن رہا ہے، ایسی صورت میں غالباً اس کو ناگوار نہ ہوگا۔

(۱۰۴) مجلس میں کسی کی طرف پاؤں مت پھیلاؤ۔ (۱۰۵) جس سے ملو کشادہ روئی سے ملو۔ بلکہ تبسم مناسب ہے تاکہ وہ خوش ہو جاوے۔ (۱۰۶) سب سے اچھا نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے۔ (۱۰۷) نہ ایسا نام رکھو جس سے فخر و دعویٰ پایا جاوے، نہ ایسا جس کے برے معنے ہوں۔ (۱۰۸) بندۂ حسن، بندۂ حسین وغیرہ نام مت رکھو۔ (۱۰۹) زمانے کو برا مت کہو کیونکہ زمانہ تو کچھ نہیں کرسکتا وہ بات نعوذ باللہ اللہ کی طرف پہنچتی ہے۔ (۱۱۰) افواہی باتوں

کی حکایت کرتے وقت اکثر کہا جاتا ہے کہ لوگ یوں کہتے ہیں اور سننے والا اس کو معتبر خبر جانتا ہے، اس لیے اس کہنے سے ممانعت آئی ہے کہ لوگ یوں کہتے ہیں۔ غرض بلاسند بات نہ کہے۔ (۱۱۱) یوں نہ کہو کہ اگر خدا چاہے اور فلانا شخص چاہے یا یہ کہ اوپر خدا نیچے تم بلکہ یوں کہو کہ اگر خدا چاہے پھر فلانا چاہے۔ (۱۱۲) فساق وفجار کے لیے زیادہ تعظیمی الفاظ مت کہو۔

(۱۱۳) برا شعر کہنا تو برا ہی ہے۔ مباح اشعار میں بھی اس قدر مشغولی بری ہے جس سے دین ودُنیا کی ضروریات میں حرج ہونے لگے اور اسی کی دُھن ہو جاوے۔

(۱۱۴) باتیں بہت تکلف سے چبا چبا کر مت کرو نہ کلام میں زیادہ مبالغہ کرو۔

(۱۱۵) اپنے وعظ پر خود عمل نہ کرنے کا بڑا وبال ہے۔ (۱۱۶) کلام میں توسط کا لحاظ رکھے، نہ اس قدر اختصار کہ مطلب بھی سمجھ میں نہ آوے نہ اس قدر طول کہ لوگ گھبرا جاویں۔

(۱۱۷) جس طرح عورت کو احتیاط ضروری ہے کہ غیر مرد کے کان میں اس کی آواز نہ پڑے۔ اسی طرح مرد کو احتیاط واجب ہے کہ خوش آوازی سے غیر عورتوں کے روبرو اشعار وغیرہ پڑھنے سے اجتناب رکھے کیونکہ رقیق القلب ہوتی ہیں ان کی خرابی کا اندیشہ ہے۔ (۱۱۸) گانے بجانے کا شغل قلب کو خراب کر دیتا ہے کیوں کہ نفوس میں خبث غالب ہے اور گانے بجانے سے کیفیت موجودہ کو حرکت وقوت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ مقدمہ حرام کا حرام ہی ہے۔

حفظ لسان

(۱۱۹)

مزن بے تامل بگفتار دم نکو گوئی گر دیر گوئی چہ غم

بعض اوقات سرسری طور پر ایسی بات منہ سے نکل جاتی ہے کہ جہنم میں لے جاتی ہے۔ جب سوچ کے بولو گے اس آفت سے محفوظ رہو گے۔ (۱۲۰) گالیاں دینا فاسقوں کا کام ہے۔ (۱۲۱) کسی کو فاسق، کافر، ملعون، خدا کا دشمن، بے ایمان مت کہو۔ اگر وہ شخص ایسا نہ ہوگا تو یہ سب چیزیں لوٹ کر کہنے والے پر پڑیں گی۔ اسی طرح یہ کہنا کہ فلانے پر خدا کی مار، خدا کی پھٹکار، خدا کا غضب پڑے یا دوزخ نصیب ہو، خواہ کسی آدمی کو کہا جائے یا جانور کو یا کسی بے جان چیز کو۔ (۱۲۲) اگر کوئی تم کو سخت کلمہ کہے اسی قدر تم بھی کہہ سکتے ہو اور زیادتی

کرنے میں پھر تم گنہگار ہو گے۔ (۱۲۳) اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رحم فرما دے، لوگوں میں بڑی غفلت ہے، گناہوں پر بڑی جرأت ہے، ونحو ذلک، اگر یہ بات تاسفاً وشفقتاً کہی جاوے مضائقہ نہیں اور اگر براہِ خود پسندی وخود بینی کہا جاوے تو یہ اوّل اسی الزام کا مورد ہے جو اوروں پر عائد کر رہا ہے۔

(۱۲۴) دو رویہ پن کبھی مت کرو کہ جیسوں میں گئے ویسی ہی باتیں بنانے لگے۔ بقول شخصے جمنا پر گئے جمنا داس، گنگا پر گئے گنگا داس (۱۲۵) چغل خوری ہرگز مت کرو۔

(۱۲۶) سچ بولو، جھوٹ ہرگز مت بولو، البتہ دو شخصوں میں مصالحت کرانے کے لیے جھوٹ بولنے کا مضائقہ نہیں۔ (۱۲۷) کسی کے منہ پر خوشامد سے اس کی تعریف مت کرو۔ اسی طرح غائبانہ بھی تعریف کرتا ہو تو اس میں مبالغہ اور یقینی دعویٰ مت کرو کیونکہ حقیقت حال تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے بلکہ یوں کہو کہ میرے علم میں فلاں شخص ایسا ہے اور یہ بھی اس وقت کہو جب اس کو اپنے علم میں ویسا سمجھتے ہو۔

(۱۲۸) غیبت کبھی مت کرو، اس سے علاوہ گناہ کے دنیوی طرح طرح کے فساد پیدا ہوتے ہیں اور حقیقت غیبت کی یہ ہے کہ کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی ایسی بات کہنا کہ اگر وہ سنے تو اس کو ناگوار ہو اگرچہ وہ بات اس کے اندر موجود ہی ہو اور اگر وہ بات اس میں نہیں ہے تو وہ غیبت سے بھی بڑھ کر بہتان ہے۔ (۱۲۹) اگر اتفاقاً غلبۂ نفس وشیطان سے کوئی معصیت سرزد ہو جاوے تو اس کو گاتے مت پھرو۔ (۱۳۰) بحث مباحثہ میں کسی سے مت اُلجھو، جب دیکھو کہ مخاطب حق بات نہیں مانتا خاموش ہو جاؤ اور ناحق سخن پروری تو بہت ہی بری ہے۔

(۱۳۱) محض لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹی باتیں بنانے کی عادت مت ڈالو۔

(۱۳۲) جس کلام سے نہ کوئی دنیوی فائدہ ہو نہ دینی اس کو زبان سے مت نکالو۔

(۱۳۳) اگر کسی شخص سے کوئی گناہ خطا ہو جاوے اس کو دلسوزی سے نصیحت کرنا تو اچھی بات ہے مگر محض اس کی تحقیر کی غرض سے ملامت کرنا، عار دلانا بری بات ہے، ڈرنا چاہیے کہیں ناصح صاحب اسی بلا میں نہ مبتلا ہو جاویں۔ (۱۳۴) غیبت جیسے زبان سے ہوتی ہے اسی طرح کسی کی نقل اُتارنے سے بھی بلکہ یہ زیادہ قبیح ہے۔ مثلاً آنکھ دبا کر دیکھنا، لنگڑا کر چلنا۔

(۱۳۵) زیادہ مت ہنسو اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے یعنی اس میں قساوت وغفلت آ جاتی ہے اور چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے۔(۱۳۶) جس شخص کی غیبت ہو گئی ہو اور اس سے کسی وجہ سے معاف کرانا دُشوار ہو تو ہارے درجے اس کا علاج یہ ہے کہ اس شخص کے لیے اور اس کے ساتھ اپنے لیے استغفار کرو، اس طرح: "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلَہٗ" (۱۳۷) جھوٹا وعدہ مت کرو حتیٰ کہ بچے کے بہلانے کو بھی جھوٹ مت کہو کہ تجھ کو مٹھائی دیں گے بسکٹ دیں گے، اگر کہو تو دینے کی نیت رکھو۔(۱۳۸) کسی کا دل خوش کرنے کے لیے خوش طبعی کرنا مضائقہ نہیں مگر اس میں دو امر کا لحاظ رکھو۔ ایک یہ کہ جھوٹ نہ بولو، دوسرے یہ کہ اس شخص کا دل آزردہ مت کرو یعنی اگر وہ برا مانتا ہے تو ہنسی مت کرو۔(۱۳۹) حسب نسب یا اور کسی کے مال پر شیخی مت بھگارو۔

حقوق وخدمت

(۱۴۰) ماں باپ کی خدمت کرو، گو وہ کافر ہی ہوں اور ان کی اطاعت بھی کرو، جب تک کہ خدا اور رسول کے خلاف نہ کہیں۔(۱۴۱) کسی کے ماں باپ کو برا کہنا جس کے جواب میں وہ اس کے ماں باپ کو برا کہے گویا خود اپنے ماں باپ کو برا کہنا ہے۔(۱۴۲) والدین کی خدمت کا یہ بھی تتمہ سمجھنا چاہیے کہ بعد ان کے انتقال کے ان کے ملنے والوں سے سلوک و احسان کیا جاوے۔(۱۴۳) اعزہ واقارب سے سلوک کرو، اگرچہ وہ تم سے بدسلوکی کریں۔

(۱۴۴) ادائے حقوق کے لیے اپنے سلسلۂ قرابت کی تحقیق کرلو۔(۱۴۵) خالہ کا حق بھی مثلِ ماں کے ہے۔(۱۴۶) اگر ماں باپ ناخوش مر گئے ہوں تو ان کے لیے ہمیشہ دُعا و استغفار کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ ان کو رضامند کر دیں گے۔(۱۴۷) چچا کا حق مثل باپ کے ہے۔(۱۴۸) بڑے بھائی کا حق مثل باپ کے ہے۔(۱۴۹) یوں تو اولاد کی پرورش کا ثواب ہی ہے مگر لڑکیوں کی پرورش کی زیادہ فضیلت ہے۔(۱۵۰) جو کما کما کر بیواؤں اور غریبوں کی خبر گیری کرے اس کو جہاد کے برابر ثواب ملتا ہے۔(۱۵۱) یتیم خواہ اپنا ہو یا غیر ہو اس کی کفالت سے سرکارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت بہشت میں نصیب ہو گی۔

(۱۵۲) اولاد کا یہ بھی حق ہے کہ اس کو علم ولیاقت سکھلاؤ۔(۱۵۳) پڑوسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ دو بلکہ جس قدر ہو سکے نفع پہنچاؤ۔(۱۵۴) ایک دوسرے کی اس طرح ہمدردی کرو:

چو عضوے بدرد آورد روزگار دگر عضو ہارا نماند قرار

(۱۵۵) حاجت مند کی کار برآری میں حتی الامکان سعی کرو۔ اگر خود استطاعت نہ ہو کسی سے سفارش ہی کردو۔ بشرطیکہ جس شخص سے سفارش کرتے ہو اس کو کوئی ضرر یا تکلیف نہ ہو۔ (۱۵۶) ظالم کی خیر خواہی اس طرح کرو کہ اس کو ظلم سے باز رکھو اور مظلوم کی نصرت تو بہت ہی ضروری ہے۔ (۱۵۷) کسی کا عیب دیکھو تو اس کو پوشیدہ کرو، گاتے مت پھرو۔ (۱۵۸) کسی کو سختی تنگی میں مبتلا دیکھو تو حتی الامکان اس کی مدد کرو۔ (۱۵۹) کسی کو حقیر مت سمجھو، کسی کی جان و مال وآبرو کا نقصان مت گوارا کرو۔ (۱۶۰) کسی کو دُکھ مت دو۔

(۱۶۱) جو بات اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی دوسرے کے لیے پسند کرو۔

(۱۶۲) جس جگہ صرف تین آدمی ہوں، دو آدمی تیسرے سے علیحدہ ہو کر سرگوشی نہ کریں۔ وہ یہی سمجھے گا کہ میرے بارے میں کچھ کہتے سنتے ہوں گے۔ اس سے اس کو رنج ہوگا، اگر ایسی ہی کوئی ضروری بات کہنا ہو تو ایک اور شخص کو کہیں سے بلالیں، یہ دونوں علیحدہ ہو جاویں وہ دونوں علیحدہ۔ (۱۶۳) سب کی خیر خواہی کرو۔ (۱۶۴) مخلوق پر رحم وشفقت رکھو۔ (۱۶۵) چھوٹوں پر مہربانی اور بڑوں کی تعظیم کرو، خصوصاً بوڑھوں کی۔ (۱۶۶) اگر تمہارے روبرو کسی کی غیبت ہوتی ہو حتی الامکان اس سے روکو، اس کی طرف سے جواب دو۔ (۱۶۷) کسی میں کوئی عیب دیکھو بلطف ونرمی اس کو مطلع کرو ورنہ دوسرا شخص اس کو دیکھ کر اس کو رُسوا کرے گا۔

(۱۶۸) اپنے دوستوں سے اور رفیقوں سے اچھی طرح پیش آؤ۔ (۱۶۹) ہر شخص کے رُتبے کے موافق اس کی قدر ومنزلت کرو، سب کو ایک لکڑی سے مت ہانکو۔ (۱۷۰) بڑی سنگدلی کی بات ہے کہ تم پیٹ بھر کر بیٹھ رہو اور تمہارا پڑوسی بھوکا پڑا رہے۔ (۱۷۱) غرض کی دوستی بالکل ہیچ ہے، محض اللہ کے واسطے بے غرض دوستی ومحبت رکھو۔ (۱۷۲) جس شخص سے تم کو محبت ہو اس کو بھی خبر کردو، اس سے اس کو بھی محبت ہو جاتی ہے اور اس کا نام ونشان ونسب بھی دریافت کرلو اس سے محبت اور بڑھ جاتی ہے۔ (۱۷۳) جس سے دوستی کرنا ہو، اس کا دین ووضع وخیالات اوّل دریافت کرلو ورنہ اثر صحبت سے کہیں تم بھی نہ بگڑ جاؤ۔ (۱۷۴) اگر اتفاقاً کسی سے رنجش ہو جاوے تو تین دن تک غصہ ختم کردو پھر اس سے مل جاؤ۔ اس سے زیادہ بول چال چھوڑ دینا گناہ ہے اور جو پہلے ملاقات کرے گا اس کو زیادہ ثواب ملے گا۔

(۱۷۵) کسی پر بدگمانی مت کرو، کسی کا عیب مت ڈھونڈو، باہم حسد مت کرو، بغض نہ رکھو، قطع تعلق مت کرو، حرصا حرصی مت کرو، سب بھائی بن کر رہو۔

(۱۷۶) اگر دو شخصوں میں رنجش ہو جاوے تو اصلاح کر دیا کرو۔ (۱۷۷) اگر تم سے کوئی معذرت کرے اور معافی چاہے اس کا قصور معاف کر دو۔ (۱۷۸) جو کام کرو سوچ سمجھ کر، انجام دیکھ کر اطمینان سے کرو، جلدی میں اکثر کام بگڑ جاتے ہیں مگر:

ع ''در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست''

(۱۷۹) دانا اس کو سمجھو جو تجربہ کار ہو۔ (۱۸۰) ہر امر میں توسط ملحوظ رکھو۔ (۱۸۱) تم سے کوئی مشورہ لے وہی صلاح دو جس کو اپنے نزدیک بہتر سمجھتے ہو۔ (۱۸۲) کفایت اور انتظام سے خرچ کرنا گویا آدھی معاش ہے، لوگوں کی نظروں میں محبوب رہنا گویا نصف عقل ہے اور اچھی طرح کسی بات کا دریافت کرنا گویا نصف علم ہے۔ (۱۸۳) لوگوں سے نرمی و خوش خلقی سے پیش آؤ۔ (۱۸۴) لوگوں سے ملنا اور ان کے کام آنا اور ان کی ایذاء پر صبر و استقلال کرنا اس سے بہتر ہے کہ گوشۂ عافیت میں اپنی جان بچا کر بیٹھ رہے اور کسی کے کام نہ آوے۔ البتہ اگر نفس کو بالکل برداشت نہ ہو تو لاچاری ہے۔ (۱۸۵) غصے کو جہاں تک ہو سکے روکو۔ (۱۸۶) تواضع سے رہو تکبر ہرگز مت کرو۔ (۱۸۷) لوگوں سے اپنا کہا سنا لیا دیا معاف کرا لو ورنہ قیامت میں بڑی مصیبت ہوگی۔ (۱۸۸) دوسروں کو بھی نیک کام بتلاتے رہو، بری باتوں سے منع کرتے رہو، البتہ اگر قبول کرنے کی اُمید بالکل نہ ہو یا یہ اندیشہ ہو کہ یہ ایذا پہنچائے گا تو سکوت جائز ہے مگر دل سے بری بات کو برا سمجھتے رہو۔

سلوک و مقامات

اس میں چند باب اور ایک فائدہ ہے۔ فائدہ جلیلہ، صحت طریقۂ اہل تصوف کے بیان میں۔
اوّل تو اوپر کی تقریر سے اس طریق کی صحت معلوم ہو چکی ہے مگر چونکہ اکثر خشک مزاج اس طریق سے انکار کرتے ہیں اس لیے زیادت تقویت و تائید کے لیے بالاستقلال مختصر مذکور ہوتا ہے۔

''قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ كَانَ فِيْمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ وَاِنْ يَّكُ فِيْ اُمَّتِيْ

اَحَدٌ فَاِنَّهٗ عُمَرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا"

"فرمایا اللہ تعالیٰ نے پس سمجھا دیا ہم نے وہ واقعہ سلیمان علیہ السلام کو اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق گزرے ہیں تم سے بیشتر اُمتوں میں صاحب الہام، پس اگر ہے میری اُمت میں کوئی وہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور سکھلایا ہم نے اپنے پاس سے ان کو علم۔"

بعض عارفین کا قول ہے کہ جس کو علم باطن سے کچھ بھی حصہ میسر نہ ہو اس کے خاتمہ برا ہونے کا اندیشہ ہے اور ادنیٰ حصہ یہ ہے کہ اس کی تصدیق اور تسلیم تو کرتا ہو، منکر کی یہی کافی سزا ہے کہ وہ اس سے محروم ہے۔

با مدعی مگوئید اسرارِ عشق و مستی بگذار تا بمیرد و رنج خود پرستی

یہ خلاصہ ہے امام غزالی رحمہ اللہ کے ارشاد کا "وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ"

...."فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان یہ ہے کہ اللہ کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تمہیں دیکھ ہی رہا ہے۔ اس کو بعد ایمان و اسلام کے ارشاد فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ علاوہ عقائد ضروریہ و اعمال ظاہرہ کے کوئی اور چیز بھی ہے۔ اس کا نام اس حدیث میں احسان آیا ہے اور اس کی حقیقت بیان فرمانے سے معلوم ہوا کہ وہ یہی طریق باطن ہے کیونکہ بدون اس طریق کے ایسی حضوری ہرگز میسر نہیں ہوتی اور لاکھوں معتبر آدمیوں کی شہادت موجود ہے جس کے غلط ہونے کا عقل کو احتمال نہیں ہوسکتا کہ ہم کو اہل باطن کے پاس بیٹھنے سے ایک نئی حالت اپنے باطن میں عقائد و فقہ کے علاوہ محسوس ہوتی ہے جو پہلے نہ تھی اور اس حالت کا اثر یہ ہے کہ طاعت کی رغبت اور معاصی سے نفرت، عقائد کی پختگی روز افزوں ہے، یہ بھی نہایت قوی دلیل ہے کہ طریق باطن بھی کوئی چیز ہے، اس کے علاوہ بزرگوں کے کشف و کرامات اس درجہ منقول ہیں کہ جس کی انتہا نہیں۔ اگرچہ یہ کوئی قوی دلیل نہیں مگر استقامت شرع کے ساتھ اگر خرق عادات ہوں تو صاحب خوارق کے کامل ہونے پر اطمینان بخش ضرور ہوتے ہیں۔ یہ خلاصہ ہے قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ کے ارشاد کا۔ بہر حال ہمت کا مقتضاء تو یہ ہے کہ صاحب ذوق بنو، اگر اتنی توفیق نہ ہو تو خدا کے لیے انکار تو نہ کرو۔

پہلا باب.... بیعت میں

عادۃ اللہ یوں ہی جاری ہے کہ کوئی کمال مقصود بدون اُستاد کے حاصل نہیں ہوتا تو جب اس راہ میں آنے کی توفیق ہو، اُستادِ طریق کو ضرور تلاش کرنا چاہیے جس کے فیض تعلیم و برکت صحبت سے مقصودِ حقیقی تک پہنچے۔

گر ہوائے ایں سفر داری دلا دامن رہبر بگیر و پس برآ
در ارادت باش صادق اے فرید تابیابی گنج عرفاں را کلید
بے رفیقے ہرکہ شد درراہِ عشق عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

(اے دل اگر اس سفر کی خواہش رکھتا ہے تو رہبر کا دامن پکڑ اور سیر حاصل کر۔ ادت میں اے فقیر سچا ہوتا کہ معرفت کے خزانے کی چابی کو پالے۔ بغیر ساتھی کے جو بھی راہِ عشق چلا ہے عمر گزر گئی عشق سے آگاہ نہ ہوا)۔

چونکہ بدونِ علامت تلاش ممکن نہیں۔ اس لیے اس مقام پر شیخ کامل کے شرائط و علامات مرقوم ہوتے ہیں۔

اوّل: علم شریعت سے بقدرِ ضرورت واقف ہو۔ خواہ تحصیل سے یا صحبت علماء سے تا کہ فسادِ عقائد و اعمال سے محفوظ رہے اور طالبین کو بھی رکھ سکے ورنہ مصداق "او خویشتن گم ست کرا رہبری کند" کا ہوگا۔

دوم: متقی ہو، یعنی ارتکاب کبائر و اصرار علی الصغائر سے بچتا ہو۔

سوم: تارک دُنیا راغب آخرت ہو۔ ظاہری و باطنی طاعات پر مداومت رکھتا ہو، ورنہ طالب کے قلب پر برا اثر پڑے گا۔

چہارم: مریدوں کا خیال رکھے کہ کوئی امر ان سے خلافِ شریعت و طریقت ہو جاوے تو ان کو متنبہ کرے۔

پنجم: یہ کہ بزرگوں کی صحبت اُٹھائی ہو، ان سے فیوض و برکات حاصل کیے ہوں اور یہ ضرور نہیں کہ اس سے کرامات و خوارق بھی ظاہر ہوتے ہوں۔ نہ یہ ضرور ہے کہ تارکِ کسب ہو، دُنیا کا حریص و طامع نہ ہو، اتنا کافی ہے (از قولِ جمیل) اور باقی متعلقات اس کے مثلاً آداب طالب و شیخ و حکم تعدد شیوخ وغیرہ مسائل جزئیہ میں بیان کیے جاویں گے۔

فائدہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاوہ بیعت اسلام و غزوہ وغیرہ کے مقامات سلوک کی بیعت بھی لی ہے۔

"کَالنُّصۡحِ لِکُلِّ مُسۡلِمٍ وَّ اَنۡ لَّا یَخَافُوۡا فِی اللّٰہِ لَوۡمَۃَ لَائِمٍ وَاَنۡ لَّا یَسۡئَلُوا النَّاسَ شَیۡئًا"

(جیسے ہر مسلمان کے لیے خیر خواہی کرنا اور اللہ کے حکم کے مقابلے میں کسی کی ملامت کا خوف و خیال نہ کرنا اور لوگوں سے کچھ نہ مانگنا)

پس اس کے سنت ہونے میں کوئی شک نہیں، بعدہ بوجہ اشتباہ بیعت خلافت کے سلف نے صحبت پر اکتفا فرمایا۔ پھر خرقہ کی رسم بجائے بیعت جاری ہوئی۔ جب وہ رسم خلفاء میں نہ رہی صوفیہ نے اس سنت مردہ کو پھر زندہ کیا۔ (قولِ جمیل) رہی ابتداء اس لقب صوفی کی۔ سو خیر القرون میں تو صحابی، تابعی، تبع تابعی امتیاز اہل حق کے لیے کافی القاب تھے۔ پھر خواص کو زہاد عباد کہنے لگے۔ پھر جب فتن و بدعات کا شیوع ہوا اور اہل زیغ بھی اپنے کو عباد و زہاد کہنے لگے۔ اس وقت اہل حق نے امتیاز کے لیے صوفی کا لقب اختیار کیا اور دوسری صدی کے اندر اس لقب کی شہرت ہوگئی۔ (قشیریہ)

دوسرا باب....ریاضت ومجاہدہ میں

اس میں دو رُکن ہیں، رُکن اوّل مجاہدۂ اجمالی میں، جاننا چاہیے کہ اُصول اس کے چار اُمور ہیں۔قلت کلام، قلت طعام، قلت منام، قلت اختلاط مع الانام۔ان سب اُمور میں مرتبہ اوسط حسب تعلیم شیخ کامل ملحوظ رکھے نہ اس قدر کثرت کرے جس سے غفلت وقساوت پیدا ہو، نہ اس قدر قلت کرے جس سے صحت وقوت زائل ہو جاوے۔خلاصہ یہ کہ نفس کے مطالبات دو قسم کے ہیں۔حقوق وحظوظ، حقوق وہ جس سے قوام بدن وبقائے حیات ہے۔ حظوظ جو اس سے زائد ہے۔حقوق کو باقی اور حظوظ کو فانی کرے۔

فائدہ عظیمہ

سالکانِ طریق نے حزن وغم کو اعلیٰ درجہ کا مجاہدہ قرار دیا ہے کہ اس سے نفس کو پستی و شکستگی حاصل ہوتی ہے جو کہ آثارِ عبودیت سے ہے اور یہ امر مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے۔ یہاں سے یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ سالک کو جو قبض پیش آ جاتا ہے وہ علامت اس کے بُعد و طرد کی نہیں کیا عجب کہ اس کا تصفیہ ومجاہدہ مقصود ہو۔ہرگز اس کی شکایت نہ کرے، سرتسلیم خم کر کے اپنا کام کرتا رہے۔

باغباں گر پنج روزے صحبت گل بایدش   برجفائے خارِ ہجراں صبر بلبل بایدش
اے دل اندر بند زلفش از پریشانی منال   مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش

(باغبان کو اگر پانچ دن پھول کی صحبت چاہیے تو فراق کے کانٹے کے ظلم پہ بلبل کا سا صبر چاہیے۔اے دل اس کی زلف کے بندھن میں بوجہ پریشانی نہ رو، عقل مند پرندہ جب جال میں پھنسے تحمل چاہیے)۔

ابوعلی دقاق فرماتے ہیں: "صَاحِبُ الْحُزْنِ يَقْطَعُ مِنْ طَرِيْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَالَا يَقْطَعُهُ مِنْ فَقْدِ حُزْنِهٖ سِنِيْنَ" البتہ فکر لایعنی قلب کا ستیاناس کر دیتی ہے۔

دوسرا رکن

ریاضت تفصیلی میں: اس میں دو قسم ہیں۔ قسم اوّل اخلاق حمیدہ میں اور وہ چند مقامات ہیں۔ توبہ، صبر، شکر، خوف، رجا، زُہد، توحید، توکل، محبت وشوق، اخلاق وصدق، مراقبہ، محاسبہ، تفکر، ہر ایک مقام کو ایک فصل میں بیان کیا جاتا ہے۔ مع اس دلیل اور ماہیت وطریق وتحصیل کے یہ سب احیاء العلوم سے لیا گیا ہے اور جو مضمون دوسری جگہ کا ہے اس پر حاشیہ لکھ دیا ہے۔

فصل پہلی توبہ میں

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَصُوْحًا ط وقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم يٰاَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ" (رواہ مسلم)

(فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ایمان والو! توبہ کرو، اللہ کی طرف توبہ خالص اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ کرو)۔

ماہیت

خطا کو یاد کر کے دِل دُکھ جانا اور اس کے لیے لازم ہے اس گناہ کا ترک کر دینا اور آئندہ کو پختہ ارادہ رکھنا کہ اب نہ کریں گے اور خواہش کے وقت نفس کو روکنا۔

طریق تحصیل

قرآن وحدیث میں جو وعیدیں گناہوں پر آئی ہیں، ان کو یاد کرے اور سوچے، اس سے گناہ پر دل میں سوزش پیدا ہوگی، یہی توبہ ہے۔

احکام: اگر نماز روزہ وغیرہ قضا ہوا ہو اس کی قضا کرے۔ اگر بندوں کے حقوق ضائع ہوئے ہوں اُن سے معاف کرائے یا ادا کرے۔

فصل دوسری صبر میں

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه

وسلم عَجَبًا لِّاَمْرِ مُّؤْمِنٍ اِنَّ اَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَّلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّآءُ شَكَرَ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّآءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ" (رواہ مسلم)

(فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ایمان والو اصبر کرو اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب ہے مؤمن پر کہ اس کی ہر بات بہتر ہے اور نہیں میسر ہے یہ کسی کو مگر مؤمن ہی کو پہنچی اس کو خوشی شکر کیا اور اگر پہنچی اس کو سختی صبر کیا، پس اس کیلئے بہتر ہے)۔

ماہیت

انسان کے اندر دو قوتیں ہیں۔ایک دین پر اُبھارتی ہے۔دوسری ہوائے نفسانی پر ہو محرک دینی کو محرک ہوا پر غالب کر دینا صبر ہے۔

طریق تحصیل

اس قوت ہوا کو ضعیف اور کمزور کر دینا چاہیے۔

فصل تیسری شکر میں

"قَالَ اللّٰه تَعَالٰى وَاشْكُرُوْا لِيْ وقال رسول الله صلى الله عليه وسلّم اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّآءُ شَكَرَ (رواه مسلم) وَقَدْ مَرَّ اٰنِفًا"

(فرمایا اللہ تعالیٰ نے شکر کرو میرا)

ماہیت

نعمت کو منعم حقیقی کی طرف سمجھنا اور سمجھنے سے دو باتیں ضرور پیدا ہوتی ہیں۔ایک منعم سے خوش ہونا، دوسری اس کی خدمت گزاری وامتثال اوامر میں سرگرمی کرنا۔

طریق تحصیل

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچا کرے اور یاد کیا کرے۔

فصل چوتھی رجا میں

"قَالَ اللّٰه تَعَالٰى لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ وقال رسول الله صلى الله عليه

وسلّم اَلْکَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الرَّحْمَۃِ مَا قَنَطَ مِنْ جَنَّتِہٖ اَحَدٌ" (متفق علیہ)
(فرمایا اللہ تعالیٰ نے نا اُمید نہ ہو اللہ کی رحمت سے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کافر بھی اللہ کی رحمت کا حال جانے تو اس کی جنت سے نا اُمید نہ ہو)۔

ماہیت

محبوب چیزوں یعنی فضل ومغفرت ونعمت و جنت کے انتظار میں قلب کو راحت پیدا ہونا اور ان چیزوں کے حاصل کرنے کی تدبیر اور کوشش کرنا۔ سو جو شخص رحمت و جنت کا منتظر رہے مگر اس کے حاصل کرنے کے اسباب یعنی عمل صالح وتوبہ وغیرہ کو اختیار نہ کرے۔ اس کو مقام رجا حاصل نہیں، وہ دھوکہ میں ہے جیسے کوئی شخص تخم پاشی نہ کرے اور غلہ پیدا ہونے کا منتظر رہے، صرف ہوسِ خام ہے۔

طریق تحصیل

اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت اور عنایت کو یاد کیا کرے اور سوچا کرے۔

فصل پانچویں خوف میں

"قَالَ اللّٰہ تَعَالٰی وَاخْشَوْنِی وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم من خوف ادلج ومن ادلج بلغ المنزل الا ان سلعة اللّٰہ غالیة الا ان سلعة اللّٰہ الجنة" (رواہ الترمذی)
(فرمایا اللہ تعالیٰ نے ڈرو مجھ سے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ڈرتا ہے رات ہی سے چلتا ہے اور جو رات سے چلتا ہے منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ سن لو! اللہ کا سودا گراں ہے آگاہ رہو اللہ کا سودا جنت ہے)۔

ماہیت

قلب کو دردناک ہونا ایسی چیز کے خیال میں جو ناگوارِ طبع ہو اور اس کے آئندہ واقع ہونے کا اندیشہ ہو۔

طریق تحصیل

اللہ تعالیٰ کے قہر وعتاب کو یاد کیا کرے اور سوچا کرے۔

فصل چھٹی زُہد میں

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰكُمْ وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم اَوَّلُ صَلَاحِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْيَقِيْنُ وَالزُّهْدُ وَاَوَّلُ فَسَادِهَا الْبُخْلُ وَالْاَمَلُ" (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

(فرمایا اللہ تعالیٰ نے تا کہ افسوس نہ کرو فوت ہوئی چیز پر اور خوشی سے نہ اتراجاؤ اس پر جو تم کو دیا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّل بہتری اس اُمت کی یقین ہے اور زُہد اور اوّل بگاڑ اس اُمت کا بخل ہے اور طولِ امل ہے)۔

ماہیت

کسی رغبت کی چیز کو چھوڑ کر اس سے بہتر چیز کی طرف مائل ہونا۔ مثلاً دُنیا کی رغبت علیحدہ کر کے آخرت کی رغبت کرنا۔

طریق تحصیل

دُنیا کے عیوب اور مضرتوں اور فنا ہونے کو آخرت کے منافع اور بقاء کو یاد کرے اور سوچے۔

فصل ساتویں توحید میں

یہاں توحید افعالی مراد ہے۔ "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰی اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ" (رواہ احمد والترمذی)

(فرمایا اللہ تعالیٰ نے اللہ ہی نے پیدا کیا تم کو اور تمہارے سب عملوں کو اور فرمایا نہیں چاہتے ہو تم کسی چیز کو مگر یہ کہ چاہے اللہ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لو! کہ اگر سب کے سب متفق ہو جاویں اس پر کہ تم کو کچھ نفع پہنچاویں گے مگر اسی چیز کا جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور اگر سب کے سب متفق ہو جاویں اس پر کہ تم کو کچھ ضرر پہنچاویں

ہرگز ضرر نہ پہنچاویں گے مگر اسی چیز کا جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے)۔

ماہیت

یہ یقین کر لینا کہ بدون ارادۂ خداوندی کے کچھ نہیں ہو سکتا۔

طریق تحصیل

مخلوق کی عجز اور خالق کی قدرت کو یاد کیا کرے اور سوچا کرے۔

فصل آٹھویں توکل میں

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَعَلَی اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ. وقال رسول الله صلی الله علیه وسلّم وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ" (رواہ احمد الترمذی)

(فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور اللہ ہی پر چاہیے کہ توکل کریں ایمان والے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مانگو اللہ ہی سے مانگو اور جب مدد چاہو تو اللہ ہی سے مدد چاہو)۔

ماہیت

صرف وکیل یعنی کارساز پر قلب کا اعتماد کرنا۔

طریق تحصیل

اس کی عنایتوں اور وعدوں اور اپنی گزشتہ کامیابیوں کا یاد کرنا اور سوچنا۔

فصل نویں محبت میں

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ وقال رسول الله صلی الله علیه وسلّم مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآئَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَآئَهٗ" (متفق علیہ)

(فرمایا اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے اللہ ان کو اور وہ دوست رکھتے ہیں اللہ کو اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دوست رکھتا ہے اللہ کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو اور جو برا سمجھتا ہے اللہ کی ملاقات کو برا سمجھتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو)۔

ماہیت

طبیعت کا مائل ہونا ایسی چیز کی طرف جس سے لذت حاصل ہو یہی میلان اگر قوی ہو جاتا ہے اس کو عشق کہتے ہیں۔

طریق تحصیل

دُنیا کے علائق کو قطع کرے۔ یعنی غیر اللہ کی محبت کو دل سے نکالے کیوں کہ دو محبتیں ایک دل میں جمع نہیں ہوتیں اور اللہ تعالیٰ کے کمالات واوصاف وانعام کو یاد کرے اور سوچے۔

فصل دسویں شوق میں

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰه لَاٰتٍ وَقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم وَاَسْاَلُكَ النَّظْرَ اِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ اِلٰى لِقَآئِكَ" (رواہ النسائی)

(اس میں اہل شوق کی تسلی ہے۔ ہکذا قال ابوعثمان الحیری القشیر یہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو اللہ کی ملاقات کا اُمیدوار ہے تو اللہ کی مدت یعنی موت تو آنے والی ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگتا ہوں تجھ سے زیارت تیری وجہ مبارک کی اور شوق تیری ملاقات کا)۔

ماہیت

جس محبوب چیز کا من وجہ علم ہو اور من وجہ علم نہ ہو اس کو جمالہ جاننے اور دیکھنے کی خواہش طبعی ہونا۔

طریق تحصیل

محبت کا پیدا کر لینا کیونکہ محبت کے لیے شوق لازم ہے۔

فصل گیارہویں اُنس میں

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى هُوَ الَّذِىْ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِىْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ الآية وقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم لَا يَقْعُدُ قَوْمًا يذكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَ

غَشِیَتۡهُمُ الرَّحۡمَةُ وَنَزَلَتۡ عَلَیۡهِمُ السَّکِیۡنَةُ وَذَکَرَهُمُ اللّٰهُ فِیۡمَنۡ عِنۡدَهٗ" (رواہ مسلم)

(انس میں جملہ احوال ہے مقامات میں اس کا ذکر طبعاً آ گیا کیونکہ یہ آثارِ محبت سے ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وہ اللہ ایسا ہے کہ اُتارا تسکین اور اطمینان کو مومنین کے دلوں میں اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بیٹھتے ہیں لوگ کہ ذکر کرتے ہیں اللہ کا مگر گھیر لیتے ہیں ان کو ملائکہ رحمت اور ڈھانپ لیتی ہے ان کو رحمت خداوندی اور اُترتی ہے ان پر تسکین اور اطمینان اور یاد کرتا ہے اللہ ان کو ان میں جو اس کے پاس ہیں یعنی ملائکہ کی جماعت میں)۔

ماہیت

جو چیز من وجہ ظاہر و معلوم ہو اور من وجہ مخفی و مجہول ہو اگر وجوہ مخفیہ پر نظر واقع ہو کر اس کے ادراک کی خواہش ہو اس کو شوق کہتے ہیں اور اگر وجوہ معلومہ پر نظر واقع ہو کر اس پر فرح و سرور ہو اس کو انس کہتے ہیں، یہ فرحت کبھی یہاں تک غلبہ کرتی ہے کہ مطلوب کی صفت جلال پیش نظر نہیں رہتے اور اس وجہ سے اس کے اقوال و افعال میں کسی قدر بے تکلفی ہونے لگتی ہے۔ اس کو انبساط اور ادلال کہتے ہیں چونکہ یہ بھی آثارِ محبت سے ہے اس کی تحصیل کے لیے کوئی جداگانہ طریق نہیں ہے۔

فصل بارہویں رضا میں

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡه (الآیة) وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم مِنۡ سَعَادَةِ ابۡنِ اٰدَمَ رِضَاء ہ بِمَا قَضَی اللّٰهُ لَهٗ" (رواہ احمد الترمذی)

(راضی ہوا اللہ اُن سے اور وہ اللہ سے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کی سعادت سے ہے راضی رہنا اس پر جو اس کے لیے اللہ نے مقرر کر دیا)۔

ماہیت

حکم قضا پر اعتراض نہ کرنا، نہ زبان سے نہ دل سے۔ بعض اوقات اس کا یہاں تک غلبہ ہوتا ہے کہ تکلیف بھی محسوس نہیں ہوتی۔ یہ بھی آثارِ محبت سے ہے۔ اس کی تحصیل کا جداگانہ طریق نہیں ہے۔

فصل تیرہویں نیت وارادہ میں

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" (متفق علیہ)

(اور نہ دھتکارو محمد ان کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح وشام (یعنی ہر وقت) چاہتے ہیں خاص ذات باری تعالیٰ کو اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعمال کا اعتبار تو نیت سے ہے)۔

ماہیت

دل کا اُبھرنا ایسی چیز کی طرف جس کو اپنی غرض اور نفع کے موافق سمجھتا ہو۔

طریق تحصیل

اس چیز کو مثلاً عمل صالح وسلوک طریق آخرت کے منافع ومصالح کی معرفت حاصل کر کے ان میں غور کرے دل کو حرکت پیدا ہوگی۔

فصل چودھویں اخلاص میں

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوْا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ (الآیة) وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم اَنَّ الْعَبْدَ اِذَا صَلّٰی فِی الْعَلَانِیَةِ فَاَحْسَنَ وَصَلّٰی فِی السِّرِ فَاَحْسَنَ قَالَ اللّٰه تعالٰی هٰذا عَبْدِیْ حَقًّا" (رواہ ابن ماجہ)

(فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور نہیں حکم ہوا ان کو مگر اس کا کہ عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ کی خالص کرنے والے ہوں اس کے واسطے دین کو اور طرف سے پھیرے ہوئے ہوں اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آدمی سب کے سامنے نماز اچھی طرح پڑھتا ہے اور تنہائی میں بھی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرا بندہ ہے ٹھیک ٹھیک)۔

ماہیت

اپنی طاعت میں صرف اللہ تعالیٰ کے تقرب ورضاء کا قصد رکھنا اور مخلوق کی خوشنودی ورضامندی یا اپنی کسی نفسانی خواہش کے قصد کو نہ ملنے دینا۔

طریق تحصیل

معالجہ ریاء میں معلوم ہوگا کیونکہ ریا کو دفع کرنا عین اخلاص کا حاصل کرنا ہے۔

فصل پندرہویں صدق میں

مراد اس سے خاص صدق ہے یعنی مقامات میں صادق ہونا۔

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ط اُوْلٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ٥ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاَبِیْ بَکْرٍ وَّهُوَ یَلْعَنُ بَعْضَ رَقِیْقِهٖ فَالْتَفَتَ اِلَیْهِ فَقَالَ لَعَّانِیْنَ وَصِدِّیْقِیْنَ اِلٰی قَوْلِ اَبِیْ بَکْرٍ لَآ اَعُوْدُ" (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

(فرمایا اللہ تعالیٰ نے مؤمن تو وہی ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر پھر کچھ تردد نہیں کیا اور جہاد کیا اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں یہی لوگ ہیں پورے سچے، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام کا گزر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ہوا، وہ اپنے ایک غلام پر لعنت کر رہے تھے، آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا لعنت کرنے والے اور پھر صدیق پھر ابوبکر نے کہا اب ایسا نہ کروں گا)۔

ماہیت

جس مقام کو حاصل کرے کمال کو پہنچا دے اس میں کسر نہ رہے۔

طریق تحصیل

ہمیشہ نگران رہے اگر کچھ کمی ہو جاوے تو اس کا تدارک کرے، اسی طرح چند روز میں کمال حاصل ہو جاوے گا۔

فصل سولہویں مراقبے میں

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا٥ وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاکَ

(رواہ مسلم) وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَام اِحْفِظِ اللّٰہَ تَجِدْہُ تَجَاھَکَ" (رواہ احمد الترمذی)

(فرمایا اللہ تعالیٰ نے بیشک اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان یہ ہے کہ اللہ کی ایسی عبادت کرو گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو اور تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تو تمہیں دیکھ ہی رہا ہے اور فرمایا اللہ کا دھیان رکھو پاؤ گے اپنے مقابل)۔

ماہیت

دل سے دھیان رکھنا اس شخص کا جو اس کو دیکھ بھال رہا ہے۔

طریق تحصیل

یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ میرے ظاہر و باطن پر مطلع ہے اور کوئی بات کسی وقت اس سے پوشیدہ نہیں اور اس کے ساتھ ہی اس کی عظمت وقدرت وجلال اور اس کے عذاب وعقوبت کو بھی یاد کرے اس کی مواظبت سے وہ دھیان بندھنے لگے گا، پھر کوئی کام خلاف مرضی اللہ تعالیٰ کے اس سے نہ ہوگا۔

فصل سترھویں فکر میں

قَالَ اللّٰہ تعالیٰ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ○ .....وَقَالَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم فَاٰثِرُوْا مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی. (رواہ احمد)

"فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور بیان کرتا ہے اللہ لوگوں کے لیے مثالیں شاید کچھ سوچیں فکر کریں...اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پس اختیار کرو باقی چیز کو فانی پر۔"

ماہیت

دو معلوم چیزوں کا ذہن میں حاضر کرنا جس سے تیسری بات ذہن میں آجاوے مثلاً ایک بات یہ جانتا ہے کہ آخرت باقی ہے۔ دوسری بات یہ جانتا ہے کہ باقی قابل ترجیح کے ہے۔ ان دونوں سے تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آخرت قابل ترجیح کے ہے۔ ان دونوں چیزوں کا حاضر فی الذہن کرنا یہی اس کی تحصیل کا طریق ہے۔ ان مقامات مذکورہ کی تصحیح سے اور مقامات بھی درست ہو جاتے ہیں۔ تقویٰ، ورع قناعت، یقین، عبودیت، استقامت،

حیا، حریت، فتوت، خلق، ادب، معرفت جن کا ذکر ان نصوص میں ہے۔ ''اِتَّقُوا اللّٰهَ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ اَلْقَنَاعَةُ كَنْزٌ لَّا يَفْنٰى وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ٥ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ٥ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا الآية اِسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَآءِ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الآية) قوله عليه السلام يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَا رَبِّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ٥ مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ'' (قشیریہ) چونکہ یہ ترتیب بہت ظاہر ہے۔ اس لیے ہم نے تفصیل کو موجب تطویل سمجھا۔

دوسری قسم اخلاق ذمیمہ میں

اور وہ چند چیزیں ہیں۔ شہوت، آفات لسان، غضب، حقد، حسد، حب دُنیا، بخل، حرصِ جاہ، ریا، عجب، غرور، اِن چیزوں کا زائل کرنا سالک کو ضرور ہے، ان کو بھی چند فصلوں میں ذکر کرتے ہیں۔ مثل قسم اوّل کے یہ بھی احیاء سے منقول ہے۔

فصل شہوت میں

''قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا٥''

''اور چاہتے ہیں وہ لوگ کہ پیروی کرتے ہیں خواہشوں کی، پھر جاؤ تم بہت پھر جانا۔''

ماہیت

ظاہر ہے معالجہ مجاہدہ کرنا چاہیے، مجاہدے کا طریق باب دوم میں معلوم ہو چکا ہے۔

فصل آفاتِ لسان میں

''قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ....وقال رسول الله صلى الله عليه وسلّم مَنْ صَمَتَ نَجَا'' (رواہ احمد الترمذی)

''نہیں بولتا ہے کچھ بات مگر نزدیک اس کے نگہبان ہے تیار....رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خاموش رہا نجات پا گیا۔''

یہ بہت سی آفتیں ہیں، فضول باتیں کرنا، خلاف شرع باتیں کرنا، بحث ومباحثہ ناحق کا

بتکرار لڑائی کرنا، کلام میں بناوٹ و تکلف کرنا، گالی گلوچ کرنا، کسی پر لعنت کرنا، گانا بجانا، دل لگی کرنا جس سے دوسرے کو ایذا پہنچے یا اس میں زیادہ مشغولی کرنا، کسی کا راز ظاہر کر دینا، جھوٹا وعدہ کرنا، جھوٹ بولنا یا جھوٹی قسم کھانا یا جھوٹی گواہی دینا، غیبت کرنا، چغل خوری کرنا، دونوں طرف جا کر دو رویہ باتیں بتانا، کسی کی زیادہ تعریف و خوشامد کرنا، ذات و صفات الٰہی میں محض اٹکل پچو گفتگو کرنا، علماء سے فضول باتیں پوچھنا۔

معالجہ

جو بات کہنا ہو تھوڑی دیر پہلے تامل کرلے کہ اس سے اللہ تعالیٰ جو کہ سمیع و بصیر ہیں ناخوش تو نہ ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی بات گناہ کی منہ سے نہ نکلے گی۔

فصل غضب میں

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ ..وقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلّم لَا تَغْضَبْ" (رواہ البخاری)

جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت کی ....اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ نہ کرو۔"

ماہیت

جوش مارنا خون قلب کا بدلہ لینے کے لیے۔

معالجہ

یہ یاد کرے کہ اللہ تعالیٰ کی مجھ پر زیادہ قدرت ہے اور میں اس کی نافرمانی بھی کیا کرتا ہوں، اگر وہ بھی مجھ سے یہی معاملہ کریں تو کیا ہو اور یہ سوچے کہ بدونِ ارادۂ خداوندی کے کچھ واقع نہیں ہوتا۔ سو میں کیا چیز ہوں کہ مشیت الٰہی میں مزاحمت کروں

اور زبان سے اعوذ باللہ پڑھے اور اگر کھڑا ہو بیٹھ جاوے جو بیٹھا ہو لیٹ جاوے اور ٹھنڈے پانی سے وضو کر ڈالے۔ اگر اس سے بھی نہ جائے تو اس شخص سے علیحدہ ہو جاوے یا اس کو علیحدہ کر دے۔

فصل حقد میں

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِیْنَ .... وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم لَا تَبَاغَضُوْا" (متفق علیہ)

"اختیار کرو معاف کر دینے کو اور حکم کرو اچھی بات کا اور منہ موڑ لو جاہلوں سے ....اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپس میں بغض نہ رکھو۔"

ماہیت

جب غصے میں بدلہ لینے کی قدرت نہیں ہوتی۔ اس کے ضبط کرنے سے اس شخص کی طرف سے دل پر ایک گرانی سی ہو جاتی ہے، اس کو حقد یعنی کینہ کہتے ہیں۔

معالجہ

اس شخص کا قصور معاف کر کے اس سے میل جول شروع کرے۔ گو بتکلف سہی، چند روز میں کینہ دِل سے نکل جائے گا۔

فصل حسد میں

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ○ .... وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم لَا تَحَاسَدُوْا" (رواہ البخاری)

"اور پناہ مانگتا ہوں میں حاسد کے شر سے جب حسد کرے ....اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپس میں حسد نہ کرو۔"

ماہیت

کسی شخص کی اچھی حالت کا ناگوار گزرنا اور یہ آرزو کرنا کہ یہ اچھی حالت اس کی زائل ہو جاوے۔

معالجہ

گو بتکلف ہی سہی اس شخص کی خوب تعریف کیا کرو اور اس کے ساتھ خوب احسان سلوک تواضع سے پیش آؤ۔ ان معاملات سے اس شخص کے قلب میں تمہاری محبت پیدا ہو گی۔ پھر وہ تم

سے اسی طور پیش آوے گا۔ اس سے تمہارے دل میں اس کی محبت پیدا ہوگی اور حسد جاتا رہے گا۔

فصل حب دُنیا میں

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ .... وقال رسول الله صلی الله علیه وسلّم اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ" (رواہ مسلم)

"اور نہیں ہے زندگانی دُنیا مگر دھوکے کی ٹٹی....اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا مؤمن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت۔"

ماہیت دُنیا

جس چیز میں فی الحال حظ نفس ہو اور آخرت میں اس کا کوئی نیک ثمرہ مرتب نہ ہو وہ دُنیا ہے۔

معالجہ

موت کو کثرت سے یاد کرے اور مدتوں کے لیے منصوبے اور سامان نہ کرے۔

فصل بخل میں

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ .... وقال رسول الله صلی الله علیه وسلّم وَالْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّارِ" (رواہ الترمذی)

"جو بخل کرتا ہے وہ نہیں بخل کرتا مگر اپنے آپ سے....اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنجوس آدمی دُور ہے اللہ سے، دُور ہے جنت سے، دُور ہے لوگوں سے، قریب ہے دوزخ سے۔"

ماہیت

جس چیز کا خرچ کرنا شرعاً یا مروۃً ضروری ہو اس میں تنگ دِلی کرنا۔

معالجہ

مال کی محبت کو دِل سے نکالے اور حب مال کے نکالنے کا وہی طریقہ ہے جو معالجہ حب دُنیا میں مذکور ہوا۔

فصل حرص میں

"قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِہٖ اَزْوَاجًا مِّنْھُمْ زَھْرَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا .... وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم یَھْرَمُ ابْنُ اٰدَمَ وَیَشِبُّ مِنْہُ اِثْنَانِ الْحِرْصُ عَلَی الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَی الْعُمْرِ" (متفق علیہ)

"ہرگز نہ بڑھاؤ اپنی آنکھیں اس چیز کی طرف جس سے ہم نے نفع دیا، ان کافروں کے مختلف گروہوں کو آرائش زندگانی دُنیا کی....اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی بوڑھا ہوتا رہتا ہے اور اس کی دو چیزیں بڑھتی رہتی ہیں حرص کرنا، مال پر اور حرص کرنا عمر پر۔"

ماہیت

قلب کا مشغول ہونا مال وغیرہ کے ساتھ۔

معالجہ

خرچ گھٹاوے تا کہ زیادہ آمدنی کی فکر نہ ہو اور آئندہ کی فکر نہ کرے کہ کیا ہوگا اور یہ سوچے کہ حریص وطامع ہمیشہ ذلیل وخوار رہتا ہے۔

فصل حب جاہ میں

"قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ نَجْعَلُھَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ .... وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ اُرْسِلَا فِیْ غَنَمٍ بِاَفْسَدَ لَھَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَی الْمَالِ وَالشَّرْفِ لِدِیْنِہٖ" (رواہ الترمذی)

"اور وہ جو دارِ آخرت ہے کریں گے ہم اس کو ان ہی لوگوں کے لیے جو نہیں چاہتے ہیں زمین میں اپنی بڑائی اور نہ اودھم مچانا اور انجام کار ہے متقیوں ہی کے لیے.... اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بھوکے بھیڑیے کہ بکریوں کے گلے میں چھوڑ دیئے جاویں، اس گلے کو اتنا تباہ نہیں کرتے جتنا آدمی کی حرص مال پر اور جاہ پر اس کے دین کو تباہ کر دیتی ہے۔"

ماہیت

لوگوں کے دلوں کا مسخر ہو جانا جس سے وہ لوگ اس کی تعظیم واطاعت کریں۔

معالجہ

یوں سوچے کہ جو لوگ میری تعظیم واطاعت کر رہے ہیں نہ یہ رہیں گے نہ میں رہوں گا۔ پھر ایسی موہوم و فانی چیز پر خوش ہونا نادانی ہے اور دوسرا علاج یہ ہے کہ کوئی ایسا کام کرے کہ شرع کے خلاف تو نہ ہو مگر عرفاً اس شخص کی شان کے خلاف ہو اس سے لوگوں کی نظر میں ذلیل ہو جاوے مگر مقتداء کو ایسا کام کرنا زیبا نہیں، دین میں فتور پڑے گا۔

فصل ریاء میں

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی یُرَآءُ وْنَ النَّاسَ .... وقال رسول الله صلی الله علیه وسلّم اَنَّ یَسِیْرُ الرِّیَآءِ شِرْکٌ" (رواہ ابن ماجہ)

"دکھلاتے ہیں وہ لوگوں کو.... اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق تھوڑی ریا بھی شرک ہے۔"

ماہیت

اللہ تعالیٰ کی طاعت میں یہ قصد کرنا کہ لوگوں کی نظر میں میری قدر ہو جاوے۔

معالجہ

حب جاہ کو دل سے نکالے کیونکہ ریا اسی کا شعبہ ہے اور عبادت پوشیدہ کیا کرے۔ یعنی جو عبادت کہ جماعت سے نہیں ہے اور جس عبادت کا اظہار ضروری ہے اس کے لیے ازالۂ حب جاہ کافی ہے۔ ایک طریق معالجے کا حضرت سیدی مرشدی مولائی الحاج حافظ امداد اللہ دامت برکاتہم کا ارشاد فرمودہ ہے۔ وہ یہ کہ جس عبادت میں ریاء ہو اس کو خوب کثرت سے کرے، پھر نہ کوئی التفات کرے گا نہ اس کو یہ خیال رہے گا وہ چند روز میں اُسے عادت پھر عادت سے عبادت اور اخلاص بنا دے گی۔

فصل تکبر میں

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ .... وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَحَدٌ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ کِبْرٍ" (رواہ مسلم)

"تحقیق اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا ہے اپنی بڑائی کرنے والوں کو....اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں جائے گا جنت میں وہ جس کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہو۔"

ماھیت: اپنے کو صفاتِ کمال میں دوسرے سے بڑھ کر سمجھنا۔

معالجہ

اللہ تعالیٰ کی عظمت کو یاد کرے، اس کے مقابلے میں اپنے کمالات کو ہیچ پائے گا اور جس شخص کو اپنے سے بڑا سمجھتا ہے اس سے تعظیم و تواضع سے پیش آوے۔ یہاں تک کہ اس کا خوگر ہو جاوے۔

فصل عجب میں

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ .... وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم وَاَمَّا المهلِکَاتُ فَهَوًی مُتَّبَعٌ وَّ شُحٌّ مُّطَاعٌ وَّاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَهِیَ اَشَدُّ هُنَّ" (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

"جب کہ بھلا معلوم ہوا تم کو تمہارا زیادہ ہونا....اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رہے مہلکات سو وہ خواہش ہے جس کی پیروی کی جائے بخل جس کے موافق عمل درآمد ہو اور اچھا سمجھنا آدمی کا اپنے آپ کو اور یہ ان سب سے بڑھ کر ہے۔"

ماہیت

اپنے کمال کو اپنی طرف نسبت کرنا اور اس کا خوف نہ ہونا کہ شاید سلب ہو جاوے۔

معالجہ

اس کمال کو عطائے خداوندی سمجھے اور اس کی استغناء قدرت کو یاد کر کے ڈرے کہ شاید سلب ہو جاوے۔

فصل غرور میں

"قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ ....قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اَلتَّجَافِیُ دَارُ الْغُرُوْرِ" (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

"اور نہ دھوکہ دے اللہ کی باتوں میں تم کو شیطان اور ....فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ رہنا دھوکے کی ٹٹی یعنی دُنیا سے۔"

ماہیت

جو اعتقاد خواہش نفسانی کے موافق ہو اور اس کی طرف طبیعت مائل ہو۔ کسی شبہ اور شیطان کے دھوکے کے سبب اس پر نفس کو اطمینان حاصل ہونا۔

معالجہ

ہمیشہ اپنے اعمال و احوال کو قرآن و حدیث و بزرگانِ دین کے اقوال و افعال سے ملاتا رہے۔ اِن رذائل کے ازالہ سے باقی رذائل سب دفع ہو جاویں گے، ان اوصاف حمیدہ و ذمیمہ کو کسی بزرگ نے دو رباعیوں میں اختصار و اجمال کے ساتھ جمع فرما دیا ہے۔ وہ رباعیاں قابل یاد رکھنے کے بلکہ وظیفہ بنانے کے ہیں۔

رُباعی

خواہی کہ شوی بمنزلِ قربِ عظیم　　نہ چیز بنفسِ خویش فرما تعلیم
صبر و شکر و قناعت و علم و یقین　　تفویض و توکل و رضا و تسلیم

(تو چاہے کہ ہو جائے قریبی منزل پر مقیم نو چیزوں کو اپنے دل کو تعلیم دے۔ صبر و شکر و قناعت و علم و یقین و تفویض و توکل و رضا و تسلیم)۔

رُباعی

خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ　　دہ چیز بروں کن از درُونِ سینہ
حرص و امل و غضب و دروغ و غیبت　　بخل و حسد و ریا و کبر و کینہ

(تو چاہے کہ تیرا دل ہو جائے آئینہ کی طرح تو دس (۱۰) چیزوں کو دل سے نکال دے۔ حرص، لمبی اُمید، غصہ، جھوٹ، غیبت، بخل، حسد، ریا، تکبر، کینہ)۔

فصل:

جاننا چاہیے کہ مقام مراقبے کے متعلق دو چیزیں اور ہیں۔ ایک مشارطہ کہ مراقبے سے پہلے ہے دوسری محاسبہ جو مراقبے کے بعد ہے۔ مشارطت یہ کہ روزانہ صبح کو اُٹھ کر تھوڑی دیر تنہائی میں بیٹھ کر اپنے نفس کو خوب فہمائش کرے کہ دیکھو فلاں فلاں کام کیجیو۔ اس کے بعد مراقبہ یعنی نگہداشت اس معاہدہ کی رکھنا چاہیے۔

جب دن ختم ہو پھر سوتے وقت محاسبہ کرے یعنی صبح سے شام تک جو اعمال کیے ہیں ان کو تفصیلاً یاد کرے جو نیک کام کیے ہوں ان پر شکر الٰہی بجالاوے جو برے کام ہوئے ہوں یا نیک کاموں میں کوئی آمیزش ہوگئی ہو اس پر نفس کو ملامت وزجر و توبیخ کرے اور اگر خالی زجر و توبیخ کافی نہ ہو تو کچھ مناسب سزا بھی تجویز کر کے عمل درآمد کرے۔

"قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ" (احیاء العلوم)

"چاہیے کہ دیکھ بھال لے ہر شخص کیا چیز آگے بھیجی ہے، کل (قیامت) کیلئے۔"

تیسرا باب....مسائل فرعیہ میں

اس باب میں بعض بعض ضروری مسائل بیان کیے جاتے ہیں چند فصلوں میں:

فصل: بعد وصول کے مردود نہیں ہوتا جو مردود ہوا وصول سے پہلے ہوا۔

فصل: اولیاء رحمہم اللہ کو عبادت میں دوسروں سے زائد ثواب ملتا ہے کیونکہ عبودیت واخلاص زیادہ ہوتا ہے۔

فصل: خرقِ عادت کئی قسم پر ہے۔ ایک کشف ہے وہ دو طرح ہے کشف کونی، کشف الٰہی، کشف کونی یہ کہ بُعد مکانی یا زمانی اس کے لیے حجاب نہ رہے۔ کسی چیز کا حال معلوم ہو جاوے۔ کشف الٰہی یہ کہ علوم واسرار ومعارف متعلق سلوک کے یا متعلق ذات صفات کے اس کے قلب پر وارد ہوں یا عالم مثال میں یہ چیزیں متمثل ہو کر مکشوف ہوں۔ دوسری قسم الہام ہے کہ صوفی کے دل پر اطمینان کے ساتھ کوئی علم القا ہو۔ کبھی ہاتف غیبی کی آواز سن لیتا ہے۔ تیسری قسم تصرف وتاثیر ہے۔ یہ دو طرح ہے۔ تاثیر کرنا باطنِ مرید میں جس سے اس کو حق تعالیٰ کی طرف کشش پیدا ہو اور تاثیر کرنا دوسری اشیاء عالم میں خواہ ہمت سے یا دُعاء سے، بے شمار حکایتیں اس باب میں اولیاء اللہ سے منقول ہیں۔

فصل: کشف والہام سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے اگر موافق قواعد شرعیہ کے ہے قبول (بعض صحابہ نے خواب میں اذان دیکھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبول فرمانے سے اس پر عمل ہوا۔ ۱۲ ترمذی، اور صحابہ کو غسل نبوی میں تردد ہوا کہ کپڑے اُتاریں یا نہیں سب کو اونگھ آئی اور آواز ہاتف کی سنی کہ مع پارچہ غسل دیں، اس پر عمل ہوا۔) ہوگا ورنہ واجب الترک (کیونکہ شریعت دائمی ہے منسوخ نہیں ہوسکتی۔) ہے اور اگر قواعد شرعیہ کے خلاف نہ ہو لیکن خود کشف

کشف میں باہم اختلاف ہوا تو اگر وہ دونوں کشف ایک شخص کے ہیں تب تو اخیر کشف پر اعتماد ہوگا اور اگر وہ دونوں کشف دو شخصوں کے ہیں تو صاحب صحو کا کشف بہ نسبت صاحب سکر کے قابل عمل ہے اور اگر دونوں صاحب صحو ہیں تو جس کا کشف اکثر شرع کے موافق ہوتا ہو وہ قابل اعتبار ہے اور اگر اس میں بھی دونوں برابر ہیں تو جس شخص میں آثار قرب الٰہی وقبولیت کے زیادہ پائے جاویں اس کے کشف کو ترجیح ہوگی اور اگر اس میں بھی برابر ہیں تو جس کو اپنا دل قبول کرے اس پر عمل جائز ہے اور اگر ایک کشف ایک شخص کا دوسرا کشف کئی شخصوں کا ہو تو جماعت کے کشف کو قوت ہوگی البتہ اگر وہ تنہا سب سے اکمل ہے تو اس کے کشف کو ترجیح ہوگی۔

فصل: خوارق کا ہونا ولایت کے لیے ضروری نہیں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے عمر بھر میں ایک خرقِ عادت بھی واقع نہیں ہوا حالانکہ وہ سب اولیاء سے افضل ہیں۔ فضیلت کا مدار قرب الٰہی واخلاص عبادت پر ہے۔ خوارق اکثر جوگیوں سے بھی واقع ہوتے ہیں۔ یہ ثمرہ ریاضت کا ہے۔ خرقِ عادت کا رُتبہ ذکر قلبی سے بھی کم ہے۔ صاحب عوارف نے غیر اہل خوارق کو اہل خوارق سے افضل کہا ہے۔ عارفین کی بڑی کرامت یہ ہے کہ شریعت پر مستقیم ہوں اور بڑا کشف یہ ہے کہ طالبان حق کی استعداد معلوم کر کے اس کے موافق ان کی تربیت کریں۔ شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ بعضے اہل کرامت نے مرنے کے وقت تمنا کی ہے کہ کاش! ہم سے کرامتیں ظاہر نہ ہوتیں۔ رہا یہ شبہ کہ پھر اولیاء کا اولیاء ہونا کس طرح معلوم ہو۔ سو اوّل تو ولایت ایک امر خفی ہے اس کے معلوم ہونے کی ضرورت ہی کیا ہے اور اگر معلوم کرنے سے یہ مقصود ہے کہ ہم اُن سے مستفید ہوں تو ان کی صحبت وتعلیم سے شرف حاصل کرو۔ جب اپنی حالت روز بروز متغیر پاؤ گے خود ہی معلوم ہو جاوے گا کہ یہ شخص صاحب تاثیر ہے۔

فصل طریق تلاشِ پیر

کمالِ باطنی کا حاصل کرنا جب ضروری ٹھہرا اور عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ بے توسل پیر کے یہ راہ قطع نہیں ہوتی اس لیے پیر کا تلاش کرنا ضروری ٹھہرا۔ طریق اس کا یوں ہے کہ اکثر درویشوں سے جن پر احتمال کمال کا ہو ملتا رہے اور کسی کی عیب جوئی اور انکار میں مبادرت نہ

کرے۔ مگر جلدی سے بیعت بھی نہ کرے، اوّل یہ دیکھے کہ شریعت پر مستقیم ہے یا نہیں۔ اگر مستقیم نہیں اس سے علیحدہ ہو گو خوارق وغیرہ اس سے صادر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

''وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا الآية وقال لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا''

''اور مت کہا مانو اے محمد! ان میں سے کسی گنہگار کا اور نہ کسی کافر کا اور فرمایا اللہ نے اور نہ کہا مانو اس کا جس کے دل کو ہم نے غافل کر دیا، اپنی یاد سے اور وہ اپنی خواہش کا پیرو ہے اور ہے اس کا کام حد سے بڑھا ہوا۔''

اور اگر شرع پر مستقیم ہے تو خود اس کا نیک اور ولی ہونا تو ثابت ہو گیا مگر اس شخص کو تو ضرورت تربیت و تکمیل کی ہے اس لیے بیعت نہ کرے بلکہ یہ بھی دیکھے کہ اس کی صحبت سے قلب میں کچھ اثر (یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت دُنیا و معاصی کی نفرت) پیدا ہوتا ہے یا نہیں کیونکہ حدیث شریف میں اولیاء اللہ کی یہی علامت آتی ہے۔ ''اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ ط'' لیکن اکثر عوام کو تھوڑی صحبت میں اس کا محسوس کرنا دُشوار ہے۔ اس وقت یوں چاہیے کہ اس کے مریدوں میں سے جس کو عاقل راست گو دیکھے اس سے شیخ کی تاثیر کا حال معلوم کر لے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ.... ''پس پوچھ لو اہل علم سے اگر ہو تم نہیں جانتے۔'' اور حدیث شریف میں ہے ''اِنَّمَا شِفَآءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ'' ....''بیماریٔ جہل کی شفا اور دوا سوال کرنا اور دریافت کر لینا ہے اوروں سے۔''

اگر کوئی معتبر آدمی شہادت دے اس کا اعتبار کرے اور جو بہت سے آدمی ویسی شہادت دیں تو زیادہ اطمینان کا باعث ہے مگر وہ گواہی دینے والے قرائن سے سچے معلوم ہوتے ہوں۔ ''مریدان می پرانند'' کے مصداق نہ ہوں۔ اس اطمینان کے بعد اس سے بیعت ہو جاوے اور اس کے ارشاد کے موافق عملدرآمد کرے۔

فصل تعدد پیر میں

اگر ایک شیخ کی خدمت میں خوش اعتقادی کے ساتھ ایک معتد بہ مدت تک رہا مگر اس کی صحبت میں کچھ تاثیر نہ پائی تو دوسری جگہ اپنا مقصود تلاش کرے کیوں کہ مقصود خدا تعالیٰ ہے نہ شیخ۔

رُباعی

باہر کہ نشستی و نشد جمع دلت وزتو نرمید صحبت آب و گلت
زنہار زصحبتش گریزاں می باش ورنکند روح عزیزاں بحلت

(جس شخص کی صحبت میں تو رہے اور تیرا دل مطمئن نہ ہو اور تجھ سے پانی و مٹی (خواہشات نفسانی) کا اثر دور نہ ہو۔ تو ضرور بضرور اس کی صحبت سے دُور ہو جا ورنہ اس کی روح تیرے اندر کشادگی پیدا نہ کرے گی۔)

لیکن شیخ اوّل سے بداعتقاد نہ ہو ممکن ہے کہ وہ کامل مکمل ہو مگر اس کا حصہ وہاں نہ تھا۔ اسی طرح اگر شیخ کا انتقال قبل حصول مقصود کے ہو جاوے یا ملاقات کی اُمید نہ ہو جب بھی دوسری جگہ تلاش کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ قبر سے فیض لینا کافی ہے۔ دوسرے شیخ کی کیا ضرورت ہے کیونکہ قبر سے فیض تعلیم نہیں ہوسکتا۔ البتہ صاحب نسبت کو احوال کی ترقی ہوتی ہے۔ سو یہ شخص تو ابھی محتاج تعلیم ہے ورنہ کسی کو بھی بیعت کی ضرورت نہ ہوتی، لاکھوں قبریں کاملین بلکہ انبیاء علیہم السلام کی موجود ہیں۔

فصل: اور بلاضرورت محض براہ ہوسنا کی کئی کئی جگہ بیعت کرنا بہت برا ہے۔ اس سے بیعت کی برکت جاتی رہتی ہے اور شیخ کا قلب مکدر ہو جاتا ہے اور نسبت قطع ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور ہرجائی مشہور ہو جاتا ہے۔

فصل: اور اگر شیخ کی صحبت سے قلب میں کچھ تاثیر معلوم ہوتی ہو تو اس کی صحبت کو غنیمت سمجھو اور اس کے عشق و محبت کو دل میں محکم کرے اور اس کی پوری پوری اطاعت کرے اور اس کو خوش رکھے، کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو اس کے تکدر کا باعث ہو کہ اس سے فیوض بند ہو جاتے ہیں۔ سورۂ حجرات کی اوّل کی آیتوں میں آداب نبویہ بتلائے گئے ہیں۔ شیخ چونکہ خلیفہ کامل نبی کا ہے اس کی محبت وادب کا بھی وہی حکم ہے۔

فصل: مشہور ہے کہ اپنے پیر کو سب سے افضل سمجھے ظاہراً اس میں اشکال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ"....(ہر صاحب علم سے بڑھ کر کوئی

ذی علم ہے) پس سمجھنا چاہیے کہ اگر سکر محبت میں ایسا سمجھا تو معذور ہے اور اگر غلبہ سکر نہیں ہے تو اتنا سمجھے کہ میری تلاش سے زندہ لوگوں میں اس سے زیادہ نفع پہنچانے والا شخص مجھ کو نہیں مل سکتا ہکذا قال سیدی سندی مرشدی شیخی الحاج الحافظ محمد امداد اللہ دامت برکاتہم۔

فصل: شیخ سے اگر احیاناً کوئی فعل قابل اعتراض سرزد ہو جاوے تو اعتراض نہ کرے۔ حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کا قصہ یاد کرلے۔

آں پسر راکش خضر ببرید حلق سرآں را در نیابد عام خلق
گر خضر در بحر کشتی را شکست صد درستی در شکست خضر ہست

(وہ لڑکا جس کی گردن کاٹ کر خضر علیہ السلام نے قتل کیا، اس کا راز عام مخلوق نے نہیں پایا۔ اگر خضر علیہ السلام نے دریا میں کشتی کو توڑ دیا تو خضر علیہ السلام کے توڑنے میں سو (۱۰۰) فیصد درستگی ہے)۔

یا تو تاویل کرلے یا یوں سمجھ لے کہ اولیاء معصوم نہیں ہوتے ہیں اور توبہ سے سب معاف ہو جاتا ہے مگر یہ اس شیخ کے لیے ہے جو شرع کا پابند صاحب استقامت ہو اور اتفاقاً اس سے کوئی فعل ہو جاوے اور اگر اس نے فسق وفجور کو عادت بنا رکھا ہے وہ ولی نہیں۔ اس کے قول وفعل کی تاویل کچھ ضرور نہیں اس سے علیحدگی اختیار کرے۔

فصل جس طرح اولیاء کے آداب میں تقصیر ممنوع ہے۔ اسی طرح افراط وغلو اور بھی بدتر ہے کہ اس میں اللہ ورسول کی شان میں تفریط ہوتی ہے۔ مثلاً ان کو عالم الغیب سمجھنا اس سے کفر لازم آتا ہے۔

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَقُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ"

"فرمایا: اللہ تعالیٰ نے نہیں جانتے جو آسمان اور زمین میں ہیں غیب کی بات مگر اللہ تعالیٰ اور فرمایا کہہ دواے محمد! کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب کی بات جانتا ہوں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ذرا سے

علم کی اس طرح نہیں کرسکتے مگر جتنے کا کہ خود اللہ چاہے۔''

یا ان کو کسی چیز کے موجود یا معدوم کردینے پر یا اولاد ورزق وغیرہ دینے پر یا خدا سے زبردستی دلانے پر قادر سمجھنا یہ بھی کفر ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ''

''فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہہ دو اے محمد! کہ میں نہیں مالک ہوں اپنے لیے نفع کا اور نہ ضرر کا مگر جتنا اللہ چاہے۔''

یا ان کے ساتھ عبادت کے طریقوں میں کوئی طریق برتنا مثلاً ان کی منت ماننا یا ان کی قبر کا طواف کرنا یا اُن سے دُعا مانگنا یا ان کے نام کو عبادتاً جپنا یہ سب بعض معصیت و بدعت کے اور بعض کفر وشرک کے طریقے ہیں:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ، وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم طَوَافُ الْبَیْتِ صَلٰوةٌ وَقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم اَلدُّعَآءُ هُوَالْعِبَادَةُ ثُمَّ تلا قولهٗ تعالٰی رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ وَقال اللّٰه تَعَالٰی وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ. الآیة

''تجھ ہی کو پوجتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کرنا نماز کی مثل عبادت ہے اور فرمایا دُعاء مانگنا بھی بڑی عبادت ہے اور فرمایا تمہارے رب نے مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا۔ بیشک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب داخل ہوں گے جہنم میں ذلیل ہوکر اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور جن کو تم پکارتے ہو، اللہ کے سوا وہ بندے ہیں تمہاری مثل۔''

فصل: ولی کبھی کسی نبی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا، نہ عبادت کبھی معاف ہوسکتی ہے بلکہ خواص کو زیادہ عبادت کا حکم ہے البتہ مجذوب کہ مسلوب الحواس ہوتا ہے معذور ہے نہ ولی معصوم ہوتا ہے نہ صحابہ کے مرتبے کو کوئی ولی پہنچ سکتا ہے۔ لقولہ تعالیٰ

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ وقوله علیه السلام خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ

وَلاجُمَاعِهِمْ عَلٰی اَنَّ الصَّحَابَةَ کُلُّهُمْ عُدُوْلٌ وَلِقَوْلِ عَبْدِ اللّٰہِ بن مُبَارَکٍ مِّنَ التَّابِعِیْنَ الْغُبَارِ الَّذِیْ دَخَلَ اَنْفَ فَرَسِ مُعَاوِیَةَ خَیْرٌ مِّنْ اُوَیْسِ الْقَرْنِیْ وَعُمَرَ الْمَرْوَانِیّ.

''کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم لوگ بہترین اُمت ہو اور رسول علیہ السلام نے فرمایا سب زمانوں میں بہتر میرا زمانہ ہے اور اس لیے کہ سب کا اجماع ہے کہ صحابہ سب کے سب عادل ہیں اور بسبب قول عبداللہ بن مبارک کے جو تابعین میں سے ہیں کہ جو غبار کہ حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں گیا ہے وہ بہتر ہے حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز مروانی سے۔''

فصل: قبریں اونچی اونچی اور اُن پر گنبد بنانا، عرس میں بڑی دھوم دھام کرنا، بہت سی روشنی کرنا جیسا آج کل رائج ہے۔ زندے یا مردے کو سجدہ کرنا سب ممنوع ہے البتہ زیارت کرنا اور ایصالِ ثواب کرنا اور اگر صاحب نسبت ہو ان سے فیوض لینا یہ سب اچھی باتیں ہیں۔

فصل: پیر بھی فارغ نہ بیٹھ رہے۔ کمالات میں ترقی کرتا رہے۔ "قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا" (فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہہ اے محمد! اے رب بڑھادے علم میرا) دعویٰ کمال کا نہ کرے ہاں اظہارِ نعمت میں مضائقہ نہیں۔ "قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَا تُزَکُّوْآ اَنْفُسَکُمْ وقال اللّٰہ تعالٰی وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ" (فرمایا اللہ تعالیٰ نے نہ پاکی بیان کرو اپنے نفسوں کی اور فرمایا اور جو نعمت تمہارے رب کی ہے اس کو بیان کرو) اور افشائے طریقہ پر حریص رہے۔ "قال اللّٰہ تعالٰی حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ" (فرمایا اللہ تعالیٰ نے وہ رسول حریص ہیں تمہاری بھلائی پر) مریدوں کے ساتھ شفقت محبت سے رہے۔

"قال اللّٰہ تعالٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ" (فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر شفیق اور مہربان ہے) اُن کی خطا وقصور سے درگزر رے۔ "قال اللّٰہ تعالٰی وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ فَاعْفُ عَنْھُمْ" (فرمایا اللہ تعالیٰ نے اگر ہوتے تم تند خو سخت دل بیشک چل دیتے وہ تمہارے پاس سے پس معاف کر دو ان کے قصور کو) دُنیاداروں کی خاطر سے ان کو علیحدہ نہ کرے۔

"قال اللّٰہ تعالٰی لَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ الٰی قولہ فَتَکُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" (نہ ہٹاؤ اپنے پاس سے ان لوگوں کو جو پکارتے رہتے ہیں اپنے رب کو صبح وشام چاہتے ہیں اس کی ذات کو اور نہیں تم پر ان کا کچھ حساب اور نہ ان پر ہے تمہارا حساب کچھ جو ہٹا دو تم ان کو اور ہو جاؤ ناانصافوں سے) اور مریدوں سے متوقع دُنیا وطالب نفع دنیوی کا نہ ہو۔

"قال اللّٰہ تعالٰی یُرِیْدُوْنَ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَقَالَ لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا" (فرمایا اللہ تعالیٰ نے چاہتے ہو زیب وزینت دُنیا کی اور فرمایا نہیں مانگتا ہوں اس پر کسی کا بدلہ) اور ایذائے خلق پر صبر کرے۔

"لقولہ علیہ السلام رَحِمَ اللّٰہُ اَخِیْ مُوْسٰی لَقَدْ اُوْذِیَ اَکْثَرَ مِنْ ھٰذَا فَصَبَرَ" (اللہ تعالیٰ میرے بھائی موسیٰ پر رحم فرمائے وہ اس سے بھی زیادہ ایذاء پہنچائے گئے تھے تب بھی انہوں نے صبر کیا) اپنے کو متانت ووقار سے رکھے ورنہ مریدوں کی نظر میں بے وقعتی ہونے سے ان کو فیض نہ ہوگا۔ "لِمَا وَرَدَنِیْ حَقِّہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ بَرَاہُ مِنْ بَعِیْدِھَا بِہٖ وَمَنْ بَرَاہُ مِنْ قَرِیْبٍ اَحَبَّہٗ وَنَحْوَہٗ" (کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں حدیث میں آیا ہے کہ جو دیکھتا تھا آپ کو دُور سے خوف کھاتا تھا اور جو دیکھتا تھا نزدیک سے محبت کرتا تھا یا ایسا ہی کچھ مضمون ہے) اور ایک مرید کو دوسرے مرید پر ترجیح نہ دے۔

"لقولہ تعالٰی عَبَسَ وَتَوَلّٰی" (تیور چڑھائے منہ موڑا) البتہ اگر ایک کو خدا کی طلب زیادہ ہے اس کو ترجیح دینے میں مضائقہ نہیں اور ایسی حرکت نہ کرے جس سے خلقت کو بداعتقادی ہو کہ اس میں طریق ارشاد مسدود ہوتا ہے۔

"قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ" (بلانے والے اللہ کی طرف) اوّل باب سے یہاں تک یہ مضامین ارشاد الطالبین کے ہیں جو قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کی عمدہ تصانیف سے ہے۔

فصل تصور شیخ میں

اس کو برزخ اور رابطہ اور واسطہ بھی کہتے ہیں، اس کے یہ معنی تو آج تک کسی محقق نے نہیں فرمائے کہ خدائے تعالیٰ کو پیر کی شکل میں سمجھے یہ تو محض باطل ہے اور اگر "اِنَّ اللّٰہَ

خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ" (تحقیق اللہ نے پیدا کیا آدم کو اپنی صورت پر) سے دھوکہ ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ صورت ناک منہ ہی کو نہیں کہتے مثلاً یہ بولتے ہیں اس مسئلے کی یہ صورت ہے حالانکہ اس مسئلہ کی ناک منہ نہیں ہے بلکہ صورت کے معنی صفت کے بھی آتے ہیں تو انسان کو آخر سمع، بصر وغیرہ عنایت ہوا ہے اس لیے اس کو صورت حق کہا گیا۔

غرض یہ معنی تصور شیخ کے بالکل بے اصل ہیں۔ کتب فن میں اس قدر مذکور ہے کہ شیخ کی صورت اور اس کے کمالات کے زیادہ تصور کرنے سے اس سے محبت پیدا ہو جاتی ہے اور نسبت قوی ہوتی ہے اور قوتِ نسبت سے طرح طرح کے برکات ہوتے ہیں اور بعض محققین نے تصور شیخ میں صرف یہ فائدہ فرمایا ہے کہ ایک خیال دوسرے خیال کا دافع ہوتا ہے اس سے یکسوئی میسر ہو جاتی ہے اور خطرات دفع ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ حضرت شاہ کلیم اللہ صاحب قدس سرہ نے کشکول میں یہی حکمت فرمائی ہے اس کے بعد فرماتے ہیں و ہرچند برزخ لطیف تر بود واز معانی معقولہ بود کار نیکو بود و ہرچند کثیف بود واز صور مرئیہ بود کار زبوں تر بود۔

بہر حال اس میں جو کچھ حکمت و فائدہ ہو راقم کا تجربہ ہے کہ یہ شغل خواص کو تو مفید ہوتا ہے اور عوام کو سخت مضر کہ صورت پرستی کی نوبت آ جاتی ہے۔ اسی واسطے امام غزالی رحمہ اللہ وغیرہ محققین نے عوام اور مبتدیوں کے لیے ایسے اشغال کی تعلیم سے منع فرمایا ہے جس سے کشف وغیرہ ہوتا ہے اس لیے عوام کو تو بالکل اس سے بچانا چاہیے اور خواص بھی اگر کریں تو احتیاط کی حد تک محدود رکھیں۔ اس کو حاضر و ناظر اور ہر وقت اپنا معین دستگیر نہ سمجھ لیں کیونکہ کثرت تصور سے کبھی صورتِ مثالیہ روبرو حاضر ہو جاتی ہے کبھی تو وہ محض خیال ہوتا ہے اور کبھی کوئی لطیفہ غیبی اس شکل میں متمثل ہو جاتا ہے اور (جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے وقت اصرار زلیخا کے حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت دیکھی تو شرما گئے یقیناً وہ حضرت یعقوب علیہ السلام نہ تھے اگر حضرت یعقوب علیہ السلام ہوتے تو ان کو حضرت یوسف علیہ السلام کا مصر میں ہونا معلوم ہو جانا چاہیے پھر پریشان ہونا اور بیٹوں سے جستجو کرنے کے لیے ارشاد فرمانا کیا معنی، خوب سمجھ لو)

شیخ کو اکثر اوقات خبر تک بھی نہیں ہوتی اس مقام پر اکثر ناواقف لوگوں کو لغزش ہو جاتی ہے۔

فصل: عورتوں کو دست بدست بیعت نہ کرنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی عورت کو بیعت میں ہاتھ نہیں لگایا۔ اجنبی عورت کو ہاتھ لگانا حرام ہے۔ صاحب محبوب السالکین می نویسد، بیعت کنانیدن نسواں ایں است اگر نساء غائب است بوکالت محارم نسبی یا رضائی بیعت کند و آنچہ شرائط است بموکلہ بفرمائید و خرقہ دامنے دہد و اگر نسواں حاضر است دَر پردہ مُرید کند بیعت دست نہ کند چنانچہ عہد بارجال کند باعورت نکند وہم در کتاب مذکور است کہ ایں در حق مردان است کہ مارا قبول کردی و بعورت امر و نہی بسند است۔

فصل سماع میں

ہر چند یہ مسئلہ اختلافی ہے لیکن اگر مانعین کے دلائل سے بالکل قطع نظر کر کے اس کو جائز سمجھا جاوے تب بھی تو جواز کے بہت سے شرائط ہیں۔ انصاف سے دیکھنا چاہیے کہ اس زمانے میں کون مجلس ان آداب و شرائط کے ساتھ ہوتی ہے نہ اخوان ہیں نہ زمان نہ مکان، صرف ایک رسم رہ گئی ہے۔ ہر قسم کے لوگ مختلف نفسانی اغراض سے جمع ہوتے ہیں اور بزرگوں کے طریقے کی سخت بدنامی ہوتی ہے۔ اس مقام پر صرف حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ کا ارشاد فوائد الفوائد سے نقل کیے دیتے ہیں۔ چند چیز موجودہ شود سماع آ گاہ شنود۔ آں چیست مسمع است و مسموع و مستمع و آلہ سماع ست فرمودند مسمع گوینده است می باید کہ مرد تمام باشد و کودک و عورت نباشد اما مسموع آنچہ می گوید باید کہ ہزل و فحش نباشد و اما مستمع آنکہ می شنود باید بحق شنود مملو باشد از یاد حق و اما آلہ سماع و آں مزامیر است چوں چنگ ور باب و مثل آں باید کہ درمیان نباشد ایں چنیں سماع حلال است اب آگے انصاف درکار ہے اور اگر ان شرائط سے بھی قطع نظر کی جاوے تب بھی سمجھنا چاہیے کہ سماع میں ایک خاص اثر ہے کہ کیفیت غالبہ کو قوت دیتا ہے اس زمانے میں چونکہ اکثر نفوس میں خبث و حب غیر اللہ غالب ہے اسی کو غلبہ ہوگا، پھر جب حب غیر اللہ حرام ہے تو اس کے سبب کو کیا فرمائیے گا۔

فصل: خواجہ عبید اللہ احرار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ استغراق میں ترقی نہیں ہوتی کیوں کہ ترقی دوام عمل سے ہے اور اس میں عمل کا انقطاع ہو جاتا ہے۔

فصل: شارح گلشن راز فرماتے ہیں کہ محض اہل کمال کی تقلید سے بدون غلبہ حال کے خلاف شریعت کلمات منہ سے نکال کر کافر مت ہو۔ صاحب گلشن راز کا شعر ہے۔

ترا گر نیست احوال مواجید مشو کافر بنادانی بہ تقلید

(اگر تجھ میں وجد کے احوال نہیں تو محض ناواقفیت سے (اہل کمال کی تقلید میں کفریہ کلمات کہہ کر) کافر نہ ہو)۔

فصل: مرج البحرین میں ہے کہ اگر سکر و غلبے میں صوفی کے منہ سے کچھ نکل جاوے تو اس پر نہ اعتراض کرو نہ اس کی تقلید طریق اسلم سکوت ہے۔ راقم کہتا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اس شخص پر اعتراض نہ کرو باقی وہ بات ضرور قابل اعتراض ہے۔ خصوصاً جب کہ عوام کو مضر ہو۔ اس وقت اس کی غلطی ظاہر کرنا واجب ہے۔

فصل: قرآن و حدیث کے ظاہری معنی کا انکار کرنا کفر ہے۔ البتہ ظاہر کو تسلیم کرنا اس کے باطن کی طرف عبور کرنا محققین کا مسلک ہے۔

مثلاً حدیث میں آیا ہے کہ جس گھر میں کتا ہو وہاں فرشتے نہیں جاتے۔ اہل ظاہر نے تو کتا پالنے کو برا سمجھا مگر دل میں صفاتِ کلبیہ کو ہمیشہ جمع رکھا۔ ان میں تو یہ کسر رہی مگر ایک اور موجود ہے جس سے حدیث کر جنت تو مل جائے گی منکرین ظاہر نے تو کتا پالنے کی اجازت دی اور کہا کہ مولوی لوگ حدیث کا مطلب نہیں سمجھتے۔ بیت سے مراد قلب ہے اور ملائکہ سے مراد انوار غیبیہ اور کلب سے مراد صفات سبعیہ وغیرہا۔

یہ لوگ شرع کا انکار کر کے کافر اور مستحق جہنم ہوئے۔ محققین نے کہا کہ مطلب تو حدیث کا وہی ہے جو اہل ظاہر سمجھے مگر اس میں غور کرنا چاہیے کہ ملائکہ کو کتے سے کیوں نفرت ہے صرف اس کے صفاتِ ذمیمہ سبعیہ و نجاست و حرص و غضب وغیرہ کی وجہ سے تو معلوم ہوا کہ یہ صفات مذموم ہیں، پھر جب ظاہری گھر میں کتا رکھنا جائز نہیں تو باطنی گھر میں ان صفات کا رکھنا کیسے جائز ہوگا؟

اس محقق نے خود بھی کتا پالنے کو بھی حرام کہا کیونکہ وہ مدلول مطابقی ہے اور بعض ان صفاتِ مذمومہ کے ساتھ متصف ہونے کو بھی حرام کہا کیونکہ وہ مدلول التزامی ہے۔

فصل: اہل کشف نے فرمایا ہے کہ ہر لطیفے میں دس دس ہزار حجابات ظلمانی ونورانی ہیں اور لطیفہ قالبیہ کو ملا کر سات لطیفے ہیں تو ستر ہزار حجاب ہوئے ذکر سے ظلمت دفع ہوتی ہے اور نور لطیفے کا سالک کو نظر آتا ہے۔ یہ علامت ان حجابات کے اُٹھ جانے کی ہے۔ مثلاً حجاب نفس کا شہوت ولذت ہے اور حجابِ دل کا نظر کرنا غیر حق پر اور حجاب عقل کا معانی فلسفہ میں خوض کرنا اور حجاب روح کا مکاشفاتِ عالم مثال کے وعلی ہذا ان میں کسی کی طرف ملتفت نہ ہو۔ مقصودِ حقیقی کی طرف متوجہ رہے اور غیر مقصود کی نفی کرتا رہے۔

عشق آں شعلہ است کوچوں برافروخت ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لادر قتل غیر حق براند درنگر آخر کہ بعد لاچہ ماند
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت مرحبا اے عشق شرکت سوز رفت

(عشق وہ شعلہ ہے کہ جب اُبھرے معشوق کے سوا سب کو جلا دے۔ غیر اللہ کے قتل کرنے میں لا کی تلوار کو چلا پھر دیکھ کہ لا کے بعد کیا رہا۔ رہا ہے الا اللہ باقی سب چلا گیا۔ مرحبا اے عشق! شرکت کو جلا کر بھگا دیا)۔

فصل اقسام حجاب ووقوف سالک میں

فوائد الفواد میں ہے کہ سالک وہ ہے کہ راہ چلے اور واقف وہ ہے جو بیچ میں اٹک جاوے۔ پس جب سالک عبادت میں کوتاہی کرتا ہے اگر جلدی سے توبہ واستغفار کر کے بدستور پھر سرگرم ہو گیا تو پھر سالک بن جاوے گا اور خدانخواستہ اگر وہی غفلت رہی تو اندیشہ ہے کہ کہیں راجع یعنی واپس نہ ہو جاوے۔ اس راہ کی لغزش کے سات درجے ہیں۔ اعراض، حجاب، تفاصل، سلب مزید، سلب قدیم، تسلی، عداوت، اوّل اعراض ہوتا ہے۔ اگر معذرت و توبہ نہ کی حجاب ہو گیا، اگر پھر بھی اصرار رہا تفاصل ہو گیا۔ اگر اب بھی استغفار نہ کیا تو عبادت جو ایک زائد کیفیت ذوق شوق کی تھی وہ سلب ہو گئی یہ سلب مزید ہے اگر اب بھی اپنی بیہودگی نہ چھوڑی تو جو راحت وحلاوت کہ زیادتی کے قبل اصل عبادت میں تھی وہ بھی سلب ہو گئی۔ اس کو سلب قدیم کہتے ہیں۔ اگر اس پر بھی توبہ میں تقصیر کی تو جدائی کو دل گوارہ کرنے لگا، یہ تسلی ہے۔ اگر اب بھی وہی غفلت رہی تو محبت مبدل بعداوت ہو گئی۔ نعوذ باللہ منہا

چوتھا باب....اصلاح اغلاط میں

غلطیاں تو بے شمار ہیں مگر جن میں آج کل لوگ زیادہ مبتلا ہیں ان کی اصلاح چند فصلوں میں ذکر کرتے ہیں۔ اس غلطی کی اصلاح کہ فقیری میں اتباع شریعت کی ضرورت نہیں، بہت ضرورت ہے۔

كُلُّ حَقِيْقَةٍ عَلٰى خِلَافِ الشَّرِيْعَةِ زَنْدَقَةٌ بَاطِلَةٌ:

"جو حقیقت شریعت کے خلاف ہو بددینی اور مردود ہے۔ اور اسی میں ہے

مَا لَنَا طَرِيْقٌ إِلَى اللّٰهِ إِلَّا عَلَى الْوَجْهِ الْمَشْرُوْعِ لَا طَرِيْقَ لَنَا إِلَى اللّٰهِ إِلَّا مَا شَرَعَهُ نہیں ہے ہمارے لیے اللہ کی طرف کوئی راستہ مگر شرعی طور سے اور نہیں ہے کوئی راستہ ہمارے لیے اللہ کی طرف مگر وہی جو اس نے شریعت میں بتا دیا ہے۔ اسی میں ہے:

فَمَنْ قَالَ إِنَّ ثَمَّ طَرِيْقًا إِلَى اللّٰهِ خِلَافَ مَا شَرَعَ فَقَوْلُهُ زُوْرٌ فَلَا يُقْتَدٰى بِشَيْخٍ لَا أَدَبَ لَهُ جو شخص یہ کہے کہ ادھر بھی اور راہ ہے اللہ کی طرف بخلاف اس کے جو شریعت نے بتایا اس کا قول جھوٹ ہے پس ایسے شخص کی اقتداء نہ کیا جاوے جس کو ادب نہ ہو۔

حضرت بایزید فرماتے ہیں: لَوْ نَظَرْتُمْ إِلٰى رَجُلٍ أُعْطِيَ مِنَ الْكَرَامَاتِ حَتّٰى يَرْتَقِيَ فِي الْهَوَاءِ فَلَا تَغْتَرُّوْا بِهٖ حَتّٰى تَنْظُرُوْا كَيْفَ تَجِدُوْنَهٗ عِنْدَ الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ وَحِفْظِ الْحُدُوْدِ وَأَدَاءِ الشَّرِيْعَةِ اگر تم ایسا آدمی دیکھو کہ اس کو کرامتیں دی گئی ہیں یہاں تک کہ ہوا میں اڑتا ہے تو دھوکے میں نہ آجاؤ جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ امر و نہی اور حفظ حدود و پابندی شریعت میں کیسا ہے۔

حضرت جنید فرماتے ہیں: اَلطُّرُقُ كُلُّهَا مَسْدُوْدَةٌ عَلَى الْخَلْقِ إِلَّا عَلٰى مَنِ اقْتَفٰى أَثَرَ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سب راستے بند ہیں مخلوق پر سوائے

اس کے جو قدم بقدم چلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
اور فتوحات میں ہے فَمَا عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ لَمْ يَعْلَمْ بِحُكْمِهِ بِمَكَانٍ فَاِنَّ اللّٰهَ مَا اتَّخَذَ وَلِيًّا جَاهِلاً فِيْهِ اَنَّ اِبْطَالَةً مَّعَ الْعِلْمِ خَيْرٌ مِّنَ الْعَمَلِ مَعَ الْجَهْلِ ہیں ہے اللہ کے نزدیک جو شخص نہ جانتا ہو اس کے حکم کو کسی مرتبے میں کیونکہ اللہ نے نہیں بنایا کسی جاہل کو ولی اور اسی فتوحات میں ہے کہ باوجود علم کے بیہودگی کرنا بہتر ہے اس عمل سے جو جہل سے ہو۔ فقط اور یہ اس لیے کہ عالم اگر بیہودہ بات بھی کرے تو وہ ایسی بری نہیں ہوتی کہ کفر و شرک تک نوبت پہنچ جاوے اور چونکہ اس کی برائی سے واقف ہے تو بہ کی اُمید ہے بخلاف جاہل کے کہ بسا اوقات ضروری اعمال، نماز روزہ بھی درست نہیں ہوتا اور لاعلمی سے کفر و شرک لازم آ جاتا ہے اور چونکہ اس کی برائی سے واقف نہیں توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی۔ التماس.....''

اور اس باب میں ہزاروں ارشادات بزرگوں کے مذکور ہیں کہاں تک لکھا جاوے۔ قشیریہ میں حضرت ذوالنون مصری و سری سقطی و ابوسلیمان و احمد بن ابی الحواری و ابوحفص حداد ابوعثمان و نوری و ابوسعید حراز سے اور دوسری کتابوں میں بھی مثل دلیل العارفین، ملفوظات حضرت خواجہ معین الدین چشتی و مکتوبات قدوسیہ حضرت شیخ قطب العالم عبدالقدوس گنگوہی اور قوت القلوب ابو طالب مکی وغیرہا میں یہ مضمون نہایت استحکام کے ساتھ مذکور و منقول ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فقر میں اوّل علم شریعت کی سخت ضرورت ہے اور بدون اس کے آگے راہ نہیں کھلتی اور کبھی کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر کے اور طریق بدعت کو اختیار کر کے ولی نہیں ہو سکتا۔ جب بدعت قاطع طریق ہے تو کفر و شرک کا تو کیا پوچھنا ہے۔ آج کل لوگوں نے علم و عمل کے اُڑانے کو دو لفظ یاد کیے ہیں علم کی نسبت حجابِ اکبر اور عمل کی نسبت دعویٰ آزادی۔

صاحبو! حجاب اکبر کے اگر یہ معنی ہوں تو جتنے بزرگوں کے نام لکھے گئے ہیں یہ جھوٹے بلکہ محجوب ٹھہرتے ہیں۔ یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے، حقائق کے قاعدے سے اس کے بہت باریک معنی ہیں مگر موٹے سے معنی یہ سمجھو کہ حجاب اکبر اس پردے کو کہتے ہیں جو بادشاہ کے قریب پڑا رہتا ہے کہ وہاں پہنچ کر بادشاہ کا بہت ہی قرب ہو جاتا ہے تو اس میں علم کی مدح

ہے یعنی جب علم حاصل کر لیا تو جتنے حجاب تھے سب اُٹھ گئے یہاں تک کہ حجاب اکبر تک باقی رہ جائے۔ اب ایک تجلّی سے حیرت کا غلبہ ہو یہ حجاب بھی اُٹھ جاوے واصل ہو جاوے اور جس نے سرے ہی سے علم حاصل نہیں کیا خواہ تحصیل سے یا صحبت علماء سے وہ تو ابھی بہت پردوں کے پیچھے ہے اور بہت دُور رہا۔ دعویٰ آزادی تو آزادی کے معنی باب اصطلاحات میں گزر چکے ہیں کہ قید شہوت وغفلت سے آزاد ہونا ہے نہ کہ احکام محبوب حقیقی سے۔

گر تو خواہی حُری و دل زندگی بندگی کن بندگی کن بندگی
زندگی مقصود بہر بندگی ست زندگی بے بندگی شرمندگی ست
جز خضوع و بندگی و اضطرار اندریں حضرت ندارد اعتبار
ہرکہ اندر عشق یا بد زندگی کفر باشد پیش اوجز بندگی
ذوق باید تا دہد طاعات بر مغز باید تا دہد دانہ شجر

(اگر آزادی اور دل کی زندگی کی خواہش ہے تو عبادت کیجئے۔ زندگی سے مقصود عبادت ہے بغیر عبادت کے زندگی شرمندگی ہے۔ عاجزی، بے کسی اور عبادت کے ماسوا اس دربار میں کسی کا امتیاز نہیں۔ جس شخص نے عشق میں زندگی حاصل کر لی اس کے سامنے عبادت کے سوا سب کچھ کفر ہے۔ ذوق چاہیے تا کہ طاعت نفع دے۔ مغز چاہیے تا کہ درخت پھل دے)۔

اور اگر یہ شبہ ہے کہ علم حقیقت اگر علم شریعت کے خلاف نہیں ہے تو بزرگوں نے اسرار کو کیوں پوشیدہ کیا ہے۔ شریعت تو اظہار کے قابل ہے تو اس کا حل اچھی طرح سمجھ لو کہ ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ علم شریعت ہی کو علم حقیقت کہتے ہیں بلکہ دعویٰ یہ ہے کہ علم حقیقت علم شریعت کے خلاف نہیں ہے یعنی یہ نہیں ہے کہ شریعت نے ایک چیز کو حرام یا کفر کہا حقیقت میں وہ حلال اور ایمان ہو جاوے۔ مثلاً دیوانی کا قانون اور ہے اور فوجداری کا اور۔ مگر یہ نہیں کہ جو چیز قانونِ اوّل میں جائز ہو وہ قانونِ دوم میں ناجائز ہو یا بالعکس ہاں البتہ ہر ایک کے مضامین جداگانہ ضرور ہیں۔

سو یوں تو شریعت میں بھی مضامین مختلفہ ہیں اور خود حقیقت میں بھی مگر وہ مضامین شریعت کے مضامین کی نفی نہیں کرتے۔ پوشیدہ کرنے سے جو شبہ پیدا ہوا تھا وہ تو رفع ہو گیا۔ اب یہ بات

سمجھ لینے کی ہے کہ پوشیدہ رکھنے کی کیا وجہ ہے تو سمجھنا چاہیے کہ قابل اخفاء کے تین امر ہوتے ہیں۔ ایک اسرار، سو امام غزالی رحمہ اللہ نے اس کی کئی وجہ فرمائی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ مضامین خلاف شرع تو نہیں ہوتے مگر دقیق زیادہ ہوتے ہیں جو عوام کے فہم میں نہیں آسکتے اور ان کو مضر ہوتے ہیں، دوسرے تعلیم سلوک کے طریقے۔ اس میں اخفاء کی وجہ یہ ہے کہ اعلان میں اس کی بے قدری اور دوسرے طالب کی ہوس نا کی کا احتمال ہے۔ تیسرے ثمرات مجاہدہ و مکاشفات وغیرہ اس کا اخفاء بوجہ احتمال ریا و دعویٰ کے ہے۔ غرض کسی امر کا اخفاء اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ مخالف شرع ہے اور اگر فرضاً ایسا ہو تو وہ قابل ردّ و انکار کے ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جس کو دولت وصول میسر ہوتی ہے۔ علم شریعت و اتباع سنت سے ہوتی ہے اور اگر کسی بزرگ کا کوئی قول و فعل خلاف سنت منقول ہے یا تو سکر اور غلبۂ حال میں وہ امر صادر ہوا یا وہ حکایات غلط منقول ہیں یا ان سے کسی باریک مسئلہ میں جہاں دلیل شرعی خفی و دقیق تھی خطا اجتہادی ہوگئی جس میں وہ شرعاً معذور رہے اور خدائے تعالیٰ سے ان کو بُعد نہیں ہوا۔ یہاں تو کھلم کھلا مخالفت بلکہ اس کی نفی اور اس کے ساتھ استہزاء و تمسخر کیا جاتا ہے جس کے کفر ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ خلاف شرع کوئی کام کرنا دُرست نہیں۔ مثلِ طوافِ قبر و سجدۂ مشائخ وغیرہ ان کا ذکر باب مسائل میں بھی آچکا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ کی اطاعت بھی جبھی تک ہے کہ وہ اللہ اور رسول کے خلاف نہ کہے ورنہ اس شیخ ہی کو سلام رُخصت کرنا چاہیے۔ حضرت نوری فرماتے ہیں:

مَنْ رَاَیْتَهٗ یَدَّعِیْ مَعَ اللّٰهِ تَعَالٰی حَالَةً تَخْرُجِهٖ عَنْ حَدِّ الْعِلْمِ الشَّرْعِیِّ فَلَا تَقْرِبَنَّ مِنْهُ.

''جس کو دیکھو کہ اللہ کی معیت اور قرب میں ایسی حالت کا دعویٰ کرتا ہے کہ حد شرعی سے خارج ہے اس کے قریب مت پھٹکو۔'' شیخ سعد الدین شرح رسالہ مکیہ میں فرماتے ہیں بنادانی خود بجاھل یا اھل بدعت ارادت آورد یا از دست او خرقہ بباطل پوشید باز بخدمت شیخ حق رود و تجدید ارادت کند تا گمراہ نشود

فصل عورتوں اور امردوں کی مخالطت کا مضر ہونا

جواہر غیبی میں حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص طواف کرتا جاتا تھا اور کہتا تھا: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْکَ" کسی نے اس کا حال دریافت کیا۔ کہنے لگا کہ ایک بار کسی امرد حسین کو نظر شہوت سے دیکھا تھا، اسی وقت سے غیب سے ایک طمانچہ لگا جس سے آنکھ جاتی رہی۔ یوسف بن حسین فرماتے ہیں:

"رَاَیْتُ اٰفَاتَ الصُّوْفِیَّۃِ فِیْ صُحْبَۃِ الْاَحْدَاثِ وَمُعَاشَرَۃِ الْاَضْدَادِ وَرِفْقِ النِّسْوَانِ" (دیکھا میں نے آفاتِ صوفیہ کو امردوں کے میل جول کرنے میں اور ناجنسوں سے ملنے میں اور عورتوں سے نرمی برتنے میں) شیخ واسطی فرماتے ہیں: "اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ ھَوَانَ عَبْدٍ اَلْقَاہُ اِلٰی ھٰٓؤُلَآءِ الْاَنْتَانِ وَالْجِیَفِ یُرِیْدُ بِہٖ صُحْبَۃَ الْاَحْدَاثِ" (جب اللہ کسی بندے کی ذلت وخواری چاہتا ہے ان گندوں اور شروں کی طرف اس کو ڈالتا ہے اور اس سے ان کی مراد امردوں سے میل جول کرنا ہے) مظفر قرینسی فرماتے ہیں: "اَخَسُّ الْاِرْفَاقِ اِرْفَاقُ النِّسْوَانِ عَلٰی اَیِّ وَجْہٍ کَانَ" (نرمی اور مہربانی کرنے میں سب سے برا عورتوں سے نرمی اور مہربانی کرنا ہے جس طرح ہو) کسی نے حضرت شیخ نصیر آبادی سے کہا کہ لوگ عورتوں کے پاس بیٹھتے اور کہتے ہیں کہ ان کے دیکھنے میں ہماری نیت پاک ہے۔

اُنہوں نے فرمایا "مَا دَامَتِ الْاَشْبَاحُ بَاقِیَۃً فَاِنَّ الْاَمْرَ وَالنَّھْیَ بَاقٍ وَّالتَّحْلِیْلُ وَالتَّحْرِیْمُ مُخَاطَبٌ بِہٖ" (جب تک جسم انسانی باقی ہے اور نہی بھی باقی ہے اور تحلیل وتحریم کے ساتھ مخاطب ہے) اور غضب یہ ہے کہ بعض اس کو ذریعہ قرب الٰہی سمجھتے ہیں۔ خدا کی پناہ اگر معصیت ذریعہ قرب الٰہی کا ہو تو سارے رنڈی بھڑوے کامل ولی ہوا کریں اور یہ جو مشہور ہے کہ بدونِ عشق مجازی کے عشق حقیقی حاصل نہیں ہوتا۔ اوّل تو یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ دوسرے عشق حلال موقع پر بھی ہوسکتا ہے۔ صرف نکتہ اس قاعدے میں یہ ہے کہ عشق مجازی سے قلب کے تعلقات متفرقہ قطع ہو جاتے ہیں اور نفس ذلیل ہو جاتا ہے۔ اب صرف ایک بلا کو دفع کرنا رہ جاتا ہے۔ اس کے دفع کرتے ہی کام بن گیا۔ سو یہ غرض تو

اولاد بی بی گائے بھینس ہر چیز کے ساتھ زیادہ محبت کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ غیر عورت اور امرد کی کیا تخصیص ہے اور اگر اتفاقاً بلا اختیار کہیں دل پھنس ہی گیا تو اس وقت مجازی سے حقیقی حاصل ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ محبوب اور محب میں دُوری ہو ورنہ وصل وقرب میں تمام عمر اسی میں مبتلا رہے گا۔ اسی لیے مولانا جامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولی باید کہ صورت نمانی . وزین پل زود خود را بگذرانی

(لیکن تجھے صورت میں نہیں پڑا رہنا چاہیے۔ اس پل سے اپنے آپ کو جلدی سے گزار دے)۔ یہاں تو ہر روز نیا معشوق تجویز ہوتا ہے بقول شاعر

زن نوکن اے یار در ہر بہار کہ تقویم پارینہ ناید بکار

(نئی بیوی کرا ے یار ہر بہار کے دوست کہ پرانی جنتری کسی کام نہیں آتی) حظوظ نفسانیہ ولذات شہوانیہ حاصل کرنے کے لیے بزرگوں کے اقوال کو آڑ بنا رکھا ہے اور دل کا حال اللہ کو خوب معلوم ہے اور خود ان سے بھی پوشیدہ نہیں انصاف اور حق پرستی ہو تو سب کچھ امید ہے

خلق راگیرم بہ فریبی تمام در غلط اندازی تاہر خاص و عام

کارہا بہ خلق آری جملہ راست باخدا تزویر و حیلہ کے رواست

کارہا او راست باید داشتن رایت اخلاص و صدق افراشتن

(میں نے مانا کہ مخلوق کو تو نے فریب دے دیا، ہر خاص و عام کو غلطی میں ڈال دیا ہے۔ تمام کام مخلوق کے سامنے درست کرتا ہے۔ خدا عزوجل کے ساتھ حیلہ ومکر کیسے جائز ہے؟ ٹوٹا پایا دُنیا اور آخرت میں یہی نقصان ہے کھلا ہوا)۔ (کام اس کے سامنے درست رکھنے چاہئیں، اخلاص اور صدق کا جھنڈا بلند کرنا چاہیے۔

فصل: مرشد کو خدا جاننا اس غلطی کی اصلاح باب مسائل میں ہو چکی ہے۔

فصل: جنت و دوزخ کو موجود نہ سمجھنا یہ اعتقاد صریح قرآن مجید کے خلاف ہے اور اگر اس کی تفصیل بدلی جاوے تو اس کی تحقیق اوپر باب مسائل میں ہو چکی ہے۔ اس سے اطمینان کر لیجئے۔

قرآن مجید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سمجھنا موٹی بات ہے۔ اس صورت میں ایسی آیتوں کا کیا مطلب ہوگا۔ مثلاً "کِتَابٌ اَنْزَلْنَاہُ اِلَیْکَ الآیۃ" (یعنی یہ کتاب ہے

جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا) یہ کون کہہ رہا ہے اور کس سے کہہ رہا ہے۔ الٰہی توبہ ایمان تو گیا ہی تھا عقل بھی گئی گزری۔ ”خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ذٰلِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ“ ابراہیم خواص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو شیطان نے گرا رکھا تھا۔ میں اس کے کان میں دفعیہ کے لیے اذان کہنے لگا۔ اندر سے شیطان نے پکارا کہ مجھے چھوڑ دو اس کو قتل کر ڈالوں یہ قرآن کو مخلوق کہتا ہے۔ فقط اللہ اکبر قرآن کو حادث اور کلامِ مخلوق کہنے سے شیطان کو بھی نفرت ہے اور افسوس کہ آدمی کا ایسا اعتقاد ہو پھر ولی ہونے کا دعویٰ۔

فصل: ایک غلطی یہ کہ زبان اور پیٹ کی احتیاط نہیں کرتے یعنی زبان سے جو کلمہ چاہتے ہیں۔ بیباک نکال دیتے ہیں خواہ اس سے کفر ہو جاوے یا حق تعالیٰ کی جناب میں بے ادبی اور گستاخی ہو جاوے، یہ نہیں سمجھتے کہ:

بے ادب را اندریں رہ بار نیست جائے او بر و ارشد در دار نیست
از خدا جوئیم توفیقِ ادب بے ادب محروم ما انداز فضلِ رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد بلکہ آتش درہمہ آفاقِ زد
ہرکہ گستاخی کند اندر طریق باشد و درلجۂ حسرت غریق
ہرکہ گستاخی کند در راہِ دوست رہزنِ مرداں شد نامرد اوست
بدر گستاخی کسوفِ آفتاب شد عزازیلے زجرأت ردِ باب

(گستاخی سے سورج بے نور ہوتا ہے گستاخی سے شیطان بابِ رحمت سے دُور ہوا اس راستے میں بے ادب کے لیے کوئی پھل نہیں ہے اس کا ٹھکانہ پھانسی پر ہے گھر میں نہیں۔ اللہ عزوجل سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں، بے ادب اللہ کے فضل سے محروم رہتا ہے۔ بے ادب اکیلا اپنی ذات کو برائی نہیں پہنچاتا بلکہ پورے جہاں کو آگ میں ڈالتا ہے، جو کوئی گستاخی کرتا ہے دوست کے راہ میں وہ مردوں کا ڈاکو اور نامرد ہوگا جو شخص طریق میں گستاخی کرتا ہے حسرت کے دریا میں غرق ہوتا ہے)۔

خصوصاً وحدۃ الوجود کے دعوے میں تو زبان کو لگام ہی نہیں کبھی خدا کو بندہ بنا دیا کہیں بندے کو خدا ٹھہرا دیا۔

رُباعی

اے بردہ گماں کہ صاحب تحقیقی واندر صفت صدیق و یقین صدیقی
ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

وہ شخص جس کا گمان یہ ہے کہ صاحب تحقیق ہے، صدق اور یقین کی صفت میں سچا ہو۔ بہر مرتبہ وجود ایک حکم رکھتا ہے اگر تو حفظ مراتب نہ کرے بے دین ہو جائے گا)۔

اس مسئلے کی جو خاص غرض تھی کہ غیر اللہ کو دل سے نکال دیا جاوے اس کی تو ہوا بھی نہیں لگتی زبانی جمع خرچ سے کیا ہوتا ہے۔

از ساحتِ دل غبار کثرت رفتن خوشتر کہ بہرزہ درو حدت سفتن
مغرور سخن مشوکہ توحید خدا واحد دیدن بود نہ واحد گفتن

(صحراء دل سے غیر اللہ کی میل دور ہو جانا یہ اس سے بہتر ہے کہ توحید کے موتی کو ہر لڑی میں پرو دیا جائے، باتوں میں مغرور نہ ہو کہ خداعزوجل کی توحید واحد جاننا ہے نہ کہ واحد کہہ دینا)۔

اور شکم کی بے احتیاطی یہ کہ حلال و حرام کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ سود خوار زن بازاری جو کوئی ہو سب کی دعوت نذرانہ قبول کر لیتے ہیں۔ بزرگوں نے صاف فرما دیا ہے کہ بدون اکل حلال انوارِ الٰہی نصیب نہیں ہوتے۔ شاہ کرمانی فرماتے ہیں:

"مَنْ غَضَّ بَصَرَهٗ عَنِ الْمَحَارِمِ وَاَمْسَکَ نَفْسَهٗ عَنِ الشَّهَوَاتِ وَعَمَّرَ بَاطِنَهٗ بِدَوَامِ الْمُرَاقَبَةِ وَظَاهِرَهٗ بِاتِّبَاعِ السُّنَّةِ وَعَوَّدَ نَفْسَهٗ اَکْلَ الْحَلَالِ لَمْ تُخْطِئْ فِرَاسَتُهٗ"

(جس نے جھکالی اپنی آنکھ نادیدنی چیزوں سے اور روکا اپنے نفس کو شہوات ولذات سے اور آباد کیا اپنے باطن کو دوام مراقبے سے اور ظاہر اپنے کو اتباع سنت سے اور خوگر کیا نفس کو اکل حلال کا اس کی فراست کبھی خطا نہ کرے گی)۔

فصل: ایک غلطی یہ کہ بعض کا اعتقاد ہے فقیری میں کوئی ایسا درجہ ہے کہ وہاں پہنچ کر احکامِ شرعی ساقط اور معاف ہو جاتے ہیں یہ اعتقاد صریح کفر ہے جب تک کہ ہوش وحواس قائم رہیں۔ ہرگز احکام شرع معاف نہیں ہو سکتے۔ البتہ بے ہوشی کی حالت میں معذور

ہے۔ حضرت ابراہیم بن شیبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"عِلْمُ الْفَنَاءِ وَالْبَقَاءِ تَدُورُ عَلٰی اِخْلَاصِ الْوَحْدَانِیَّۃِ وَصِحَّۃِ الْعُبُوْدِیَّۃِ وَمَا کَانَ غَیْرَ ھٰذَا فَھُوَ الْمَغَالِیطُ وَالزَّنْدَقَۃُ"

(علم فنا و بقاء یعنی علم تصوف کا مدار وحدانیت کے اخلاص اور عبودیت کے ٹھیک کرنے پر ہے اور جو اس کے سوا ہے وہ سب دھوکہ بازی اور بد دینی ہے)۔

کسی نے حضرت جنید رحمہ اللہ سے ذکر کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو واصل ہوگئے۔ اب ہم کو ان ظاہری احکام کی کیا حاجت ہے۔ آپ نے فرمایا واصل تو ہوگئے مگر جہنم واصل ہوئے۔ خدا رسیدہ نہیں ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ زنا کرنے والا اور چوری کرنے والا بہتر ہے ایسے شخص سے جس کا یہ اعتقاد ہو اور فرمایا، اگر میں ہزار برس زندہ رہوں بلا عذر شرعی وظیفہ بھی ناغہ نہ کروں۔

فصل: ایک غلطی یہ ہے کہ اپنے کمالات کا صراحۃً یا اشارۃً دعویٰ افتخار کے ساتھ ہوتا ہے اور دوسروں کی تحقیر و توہین "قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَلَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ" البتہ اگر اظہار نعمت کی غرض سے کوئی بات موقع کی کہی جاوے اور اس کو اپنا کمال نہ سمجھیں محض فضلِ خداوندی سمجھیں مضائقہ نہیں۔ "قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ" بعض جہلاء ایک عجیب قسم کا دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ ہماری نسبت ایسی قوی ہے کہ گناہ کرنے سے بھی اس میں فتور نہیں آتا اور بعضے کہتے ہیں کہ ہم کو لونڈوں، رنڈیوں کے گھورنے سے ترقی ہوتی ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ یہ نسبت جس کو معصیت سے بقا یا ترقی ہو شیطانی نسبت ہے اور ایسی ترقی کو مکر و استدراج کہتے ہیں۔ خدا کی پناہ ایسے شخص کے راہ پر آنے کی کوئی اُمید نہیں۔ عمر بھر اسی دھوکہ میں پھنسا رہتا ہے۔ رشحات میں ہے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار فرمودند کہ مکر الٰہی دو ہست، یکے بہ نسبت عوام دیگرے بہ نسبت خواص مکرے کہ بہ نسبت عوام ست ارداف نعمت ست، باوجود تقصیر در خدمت و مکرے کہ بہ نسبت خواص ست ابقائے حال ست۔ باوجود ترک ادب۔

حضرت شیخ قطب العالم عبد القدوس گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں در کار مستقیم باش و در شرع مستدیم۔ ہر چند استقامت شرع ست و در کار ست انوار انوار ست و اسرار اسرار و می آرند

مریدے نورے می وید پیش پیر عرض داشت کہ من چنیں نوری بینم پیر دانائے روزگار فرمود برد یکمشت کاء ازحق غیرے بے اذن بگیر مرید ہمچناں کرد مر نور در پردہ شد مرید پیش پیر ازیں حال عرض داشت پیر بحق رسید فرمودہ خاطر جمع دار کہ آں نور حق ست کہ اگر بار تکاب خلاف شرع آں نور مکشوف بودے نور نبودے بلکہ ظلمت بودے حق نبودے باطل بودے۔

ہرچہ در و داعیہ شرع نیست وسوسۂ دیو بود بے نزاع

(ہروہ شخص جس میں شریفانہ جذبہ نہیں ہے وہ شیطان کا وسوسہ ہے بغیر کسی اختلاف کے)۔

فصل: ایک غلطی یہ ہے کہ احادیث کے بیان کرنے میں نہایت بے احتیاطی ہوتی ہے۔ حدیث کی تحقیق علمائے حدیث سے کرنا چاہیے۔ یہ کسی طرح درست نہیں کہ کسی اُردو فارسی کی کتاب یا کسی عربی کی غیر معتبر کتاب میں حدیث کا نام دیکھ لیا اور اس سے استدلال شروع کر دیا۔ بہت سی عجیب وغریب حدیثیں جن کا کہیں پتہ نہیں مشہور ہیں جیسے ''اَنَا عَرَبٌ بِلَا عَيْنٍ'' اور مثل ان کے نہ الفاظ کا پتہ نہ معانی کا نشان۔ حدیث شریف میں اس مقدمے میں سخت وعید آئی ہے۔

''مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ'' اسی قبیل سے یہ دعویٰ کرنا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کئی ہزار کلمات تصوف کے جو شب معراج میں آپ لائے تھے سب سے علیحدہ تلقین فرمائے اور کوئی اس کے قابل نہ تھا، اس دعویٰ میں کتنے جھوٹ جمع ہوئے ہیں۔ اوّل یہ کہ آپ کو کئی ہزار کلمہ تصوف کے معراج میں عطا ہوئے۔ مدعی کو اس کی اطلاع کس طرح ہوئی وہاں تو اس قدر ابہام ہے کہ فرشتے تک کو اطلاع نہیں ہوئی یہ کہاں کھڑے سنتے تھے۔ بھلا ایسے مقام کا راز کس کو معلوم ہو سکتا ہے۔

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد زباغباں بلبل چہ گفت وگل چہ شنید و صبا چہ کرد

(اب کس کا یہ دماغ ہے کہ وہ باغبان سے پوچھے بلبل نے کیا کہا، پھول نے کیا سنا، صبا نے کیا کہا)۔

دوسرا جھوٹ یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ نے تلقین خفیہ فرمایا۔ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کو حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ خاص

باتیں بتلائی ہیں۔ آپ نے نہایت اہتمام سے اس کا انکار کیا اور ارشاد کیا کہ ہمارے پاس کوئی خاص چیز نہیں مگر قرآن مجید کا سمجھنا جو آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوتا ہے۔ سو یہی فہم (اور اسی فہم کی بدولت حقائق واسرار قرآنی آپ پر مکشوف ہوتے تھے) ثمرہ تھا۔

اس نور نسبت کا جو بدولتِ صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سینے میں پہنچی تھی اور وہی اب تک سینہ بسینہ منتقل ہوتی آتی ہے۔ یہی معنی ہیں اس قول کے تصوف سینہ بسینہ آتا ہے اور یہ نہیں کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوشیدہ باتیں کانا پھوسی کے ذریعے سے اب تک آ رہی ہیں۔ اگر ایسے بے اصل دعویٰ کا اعتبار کیا جاوے تو تمام کارخانہ ہی درہم برہم ہوا جاتا ہے۔ کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ کتابوں میں گو لکھا ہے کہ حاتم بڑا سخی تھا مگر یہ علم سفینہ ہے اور مجھ کو اپنے بزرگوں سے سینہ بسینہ یہ راز پہنچا ہے کہ بڑا کنجوس تھا مگر یہ بات کسی سے کہنا نہیں ورنہ خشک مُلانے تم کو جھٹلا دیں گے۔ اسی طرح جس چیز کو چاہو سینہ بسینہ لے آؤ، پھر کس چیز کا اعتبار رہے گا۔

تیسرا جھوٹ یہ کہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم کو نعوذ باللہ نا قابل ٹھہرایا اور قرآن وحدیث سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے خصوصاً خلیفۂ اوّل کے فضائل دیکھو تو سب اشتباہ جاتا رہے۔ سیر اولیاء میں ہے کہ فاضل ترین ہمہ اُمت حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اند وسید اہل تجرید و بادشاہ اہل تفرید مشائخ حضرت ایشاں را مقدم ارباب مشاہد میدارند۔ (جواہر غیبی)

فصل: ایک غلطی یہ کہ جس طرح حق تعالیٰ کا جنت میں دیدار ہوگا اسی طرح دُنیا میں دیدار کے قائل ہیں۔ جاننا چاہیے کہ قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے کہ دُنیا میں دیدار کی تمنا کی اور "لَنْ تَرَانِي" جواب سنا۔ حدیث شریف میں موجود ہے: "اِنَّكُمْ لَنْ تَرَوْا رَبَّكُمْ حَتّٰى تَمُوْتُوْا" (تحقیق تم ہرگز نہ دیکھو گے اپنے رب کو جب تک نہ مر جاؤ) یعنی موت سے پہلے کبھی خدائے تعالیٰ کو نہ دیکھو گے۔ دوسری حدیث میں ہے: "حِجَابُهُ النُّوْرُ لَوْ كَشَفَهٗ لَاَحْتَرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهٰى اِلَيْهِ بَصَرُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ"...."اس کا حجاب نور ہے اگر اسے اُٹھا دے تو اس کے انوار ذاتیہ مدِ نظر تک خلقت کو جلا دیں یعنی کل خلقت کو۔" (رواہ مسلم) اب قرآن وحدیث کے بعد اور کون چیز ہے جس پر یقین آوے۔

"قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ م بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ"

(اب اس کے بعد کس پر ایمان لاویں گے)

اب عارفین کا کلام سنئے کیا فرماتے ہیں، مصباح الہدایہ میں ہے:

رویت عیاں در جہاں متعذر ست چہ باقی در فانی نہ گنجد، اما در آخرت مومناں را موعود ست و کافراں را ممنوع کشف الآثار میں ہے۔ روزے در مجلس جناب ارشاد مآب قبلہ کونین غوث الثقلین شیخ محی الدین ابو محمد سید عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ مذکور شد کہ فلاں مرید آں جناب محی گوید کہ من جناب حق سبحانہ و تعالیٰ را بچشم سرمی بینم آں حضرت اور ا بحضور خود خواند و پرسید ند اعتراف نمود۔

پس آں جناب اورا ازیں قول منع فرمودند وعہد گرفتند کہ بار دیگر ایں چنیں نہ گوید حاضراں سوال کردند کہ ایں مرد محق است یا مبطل فرمودند محق ست لیکن امر بروے ملتبس گشتہ دو جہش آں ست وے بچشم سر نور جمال را دید درہماں وقت از بصیرت کہ رویت قلبی ست سوراخے بطرف بصر او پیدا گشت شعاع بصرش منور شد حق تعالیٰ متصل شد۔ پس آنچہ بصیرتش مشاہدہ کرد مظنون او رشد کہ بصر من دیدہ است و فرق نہ کرد کہ اینجا دو رویت ست۔ حضرت شیخ قوام الدین کا ارشاد ہے۔ مکاشفہ نہ آنست کہ رویت حق سبحانہ تعالیٰ ادراک کنند و یا دریابند ہر چہ خواہی نام نہ رویت قلبی را خواہ رویت بصیرت گو خواہ مکاشفہ خواہ مشاہدہ۔ باصطلاح صوفیہ رویت قلبی ست نہ رویت عیانی کہ بحاسہ بصر تعلق دارد۔ بحر العلوم شرح مثنوی میں فرماتے ہیں:

دریں تجلی حضرت موسیٰ علیہ السلام مشاہدہ حق سبحانہ تعالیٰ نمودند و بہ سبب مشاہدہ فانی شدند و رویت حاصل نشد، مکتوبات قدوسی میں ہے آنچہ اینجا بود یقین گویند کہ حجاب درمیان ست و آنچہ آنجا بود عیاں نامند کہ ارتفاع حجاب از میان ست انوار العارفین احیاء العلوم میں ہے۔ "مَرَائِیٌّ بِالْاَعْیُنِ وَالْاَبْصَارِ فِی الدَّارِ الْاٰخِرَۃِ دَارُ الْقَرَارِ وَلَا یُرٰی فِی الدُّنْیَا مُخْتَصِرًا" اور کتب سلوک میں مقام فنا میں جو مشاہدہ ہونا لکھا ہے وہ رویت قلبی ہے جیسا اوپر گزر چکا اور نیز مقام فنا مشابہ خواب کے ہوتا ہے سو خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ممکن ہے۔

تنبیہ: بعض اوقات سالک روحانی تجلی کو تجلی ربانی سمجھ کر گمراہ ہوتا ہے۔ اس مقام پر شیخ

کامل محقق کی ضرورت ہے۔ درمکتوبات چہاردہم حضرت یحییٰ منیری ست بداں کہ تجلی عبارت از ظہور ذات وصفاتِ الوہیہ است جَل جلالہ وروح رانیز تجلی باشد وبسیار روندگاں دریں مقام مغرورشدہ اندو پنداشتند کہ تجلی حق یافتند اگر شیخ صاحب تصرف نباشد ازیں ورطۂ خلاصی دُشوار بود۔ اکنوں بداں کہ فرق ست میان تجلی ربانی وتجلی روحانی۔ چوں آئینہ دل از کدورت وجود ماسوی اللہ صقالت پذیرد ومشرقہ آفتابِ جمال حضرت گردد جام جہاں نمائے ذات وصفات او شود ولیکن نہ ہرکس راایں سعادت مشاہدہ نماید از میان روندگاں صاحب دولتے باشد کہ چوں آئینہ دل ازصفات بشریت صاف کند بعضی صفاتِ روحانی بردل وے تجلی کند۔

پس گاہ بود کہ ذاتِ روح کہ خلیفہ حق است درتجلی آید وبخلافتِ خود دعوی انا الحق کردن گیرد وگاہ بود کہ جملہ موجودات راپیش تخت خلافت روح درسجود بیند۔ درغلط افتد داند کہ مگر حضرت حق ست قیاس بریں حدیث "اِذَا تَجَلَّى اللّٰهُ لِشَيْءٍ خَضَعَ لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ" وازیں جنس غلطہا بسیار افتد کہ تجلی روحانی سمت حدوث دارد وآں راقوت افنا نباشد واز تجلی روحانی غرور وپندار پدید آید ودرطلب نقصان پدید آید واز تجلی حق سبحانہ وتعالیٰ ایں جملہ برخیزد وہستی بہ نیستی مبدل شود ودرطلب بیفزاید وتشنگی زیادہ گردد اور بعض بزرگوں کے جو اس قسم کے اقوال ہیں۔

دیگراں را وعدۂ فردا بود لیک مارا نقد ہم اینجا بود

(دوسروں کیلئے کل کا وعدہ ہوتا ہے لیکن ہمارے لیے یہاں نقد ہوتا ہے)۔

اس کے معنی شیخ عبدالقدوس فرماتے ہیں: معنی او آن است آنچہ آنجا وعدہ برویت بود ایں جا بچشم یقین مشاہدہ ایں منقو در امحققان مشاہدہ خوانند محض رویت دانند

رفع اشتباہ

بعض بزرگوں کے کلام میں جو تجلی ذاتی کا لفظ پایا جاتا ہے اس سے دھوکہ نہ کھاویں کیونکہ یہ اصطلاحی لفظ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ سالک کی توجہ الی الذات میں اس قدر استغراق ہوجاوے کہ غیر ذات کی طرف اصلا التفات باقی نہ رہے حتیٰ کہ صفات بھی اس وقت ذہن میں مستحضر نہ رہیں اور ایک معلوم کے حضور سے دوسرے معلومات کی غیبت محل

استبعاد نہیں بلکہ بکثرت واقع ہے۔ سو اس کو رویت سے کوئی علاقہ نہیں۔ علم الکتب میں اس تفسیر کی تصریح کی ہے۔ علاوہ اس کے خود لغوی معنی کے اعتبار سے بھی تجلی و رویت میں فرق ہے کیونکہ تجلی کے معنی ہیں ظہور کے سو یہ صفت حق تعالیٰ کی ہے اور رویت کے معنی ہیں دیکھنا سو رویت ذات میں یہ صفت عبد کی ہے۔ تجلی کے اثبات سے رویت کا اثبات لازم نہیں آتا کیونکہ اس کا حاصل یہ ہوا کہ ذات کی طرف سے ظہور ہو سکتا ہے مگر عبد کی طرف سے دید و بینش نہیں ہوتی۔ سو اس میں کوئی اشکال نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تجلی کا اثبات فرمایا ہے۔ "بقولہ تعالیٰ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ" اور رویت کی نفی فرمائی ہے۔ "بقولہ تعالیٰ لَنْ تَرَانِیْ" غرض قرآن و حدیث و کلام اہل حق سے واضح ہے کہ رویت ذاتِ حق تعالیٰ کی آخرت میں بلا کیف واقع ہوگی اور دُنیا میں ممتنع ہے اور بعض اکابر کے کلام میں جو امکان کا کلمہ کہا ہے اور امتناع کا معتزلہ کا مذہب قرار دیا ہے اس سے مراد امکان و امتناع عقلی ہے نہ شرعی اور مدعا ہمارا امتناع شرعی ہے بوجہ ورود نصوص عدم الوقوع کے دُنیا میں اور امتناع عقلی مدعا نہیں ورنہ آخرت میں کیسے وقوع ہوتا اس لیے کہ مستحیل عقلی ممکن نہیں ہو سکتا چہ جائے وقوع۔ فقط

ایک غلطی یہ کہ شیخ کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت جسدِ عنصری خدا سمجھنا یہ اعتقاد صریح کفر ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا تغیر، تبدل، حدوث، احتیاج، تقیید، حلول و اتحاد، ہزاروں خرابیاں لازم آتی ہیں۔ ظاہری جسد ظاہری حواس سے محسوس ہے۔ وہاں تو اس قدر تنزیہ ہے کہ حواس باطنی اور عقل کی بھی رسائی نہیں خیال و فکر میں جو چیز آوے اللہ تعالیٰ اس سے بھی منزہ ہے۔ عمرو بن عثمان مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُلُّ مَا تَوَهَّمَهٗ قَلْبُكَ اَوْسَخَ فِیْ بِحَارِیْ فِكْرَتُكَ اَوْ خَطَرَ فِیْ مَعَارِضَاتِ قَلْبِكَ مِنْ حُسْنٍ اَوْ بَهَآءٍ اَوْ اُنْسٍ اَوْ جَمَالٍ اَوْ ضِیَآءٍ اَوْ شَبَحٍ اَوْ نُوْرٍ اَوْ شَخْصٍ اَوْ خِیَالٍ فَاللّٰهُ تَعَالٰی بَعِیْدٌ مِّنْ ذٰلِكَ اَلَا تَسْمَعُ اِلٰی قَوْلِهٖ تَعَالٰی لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَّهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ.

پانچواں باب
موانع طریق میں

یہاں تو جتنے معاصی اور تعلقات ماسوائے اللہ ہیں۔ سب اس راہ کے رہزن ہیں مگر چند ضروری چیزوں کو چند فصول میں بیان کیا جاتا ہے۔

فصل: ایک مانع مخالفت کرنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اس کا بیان اوپر گزر چکا ہے۔ افسوس اس زمانے میں رسوم و بدعات کی بڑی کثرت ہے اور تصوف ان ہی رسوم کا نام رہ گیا ہے۔

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ اَنْ يَّاتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَّا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْآنِ اِلَّا رَسْمُهٗ"

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

(عنقریب آئے گا لوگوں پر ایک ایسا زمانہ کہ نہ باقی رہے گا اسلام سے مگر نام ہی نام اور نہ باقی رہے گا قرآن سے مگر خطوط و نقوش)۔

جو حقیقت تصوف کی تھی کہ فناء و بقاء کی نسبت حاصل کریں۔ اس کے معنے بھی نہیں جانتے۔ ان رسوم کے مقید ہوگئے۔ ابوالعباس دینوری رحمہ اللہ نے اپنے زمانے کا حال فرمایا ہے تو ہمارے زمانے کا کیا ٹھکانا ہے۔ اُن کا ارشاد ہے:

"نَقَضُوْا اَرْكَانَ التَّصَوُّفِ وَهَدَمُوْا سَبَبَهَا وَغَيَّرُوْا مَعَانِيَهَا بِاَسَامِيْ اَحْدَثُوْهَا سَمُّوا الطَّمَعَ زِيَادَةً وَّسُوْءُ الْاَدَبِ اِخْلَاصًا وَّالْخُرُوْجُ عَنِ الْحَقِّ شَطْحًا وَالتَّلَذُّذُ بِالْمَذْمُوْمِ طَيِّبَةً وَّ اِتِّبَاعَ الْهَوٰى اِبْتِلَاءً وَالرُّجُوْعُ

اِلَی الدُّنیَا وَصلاً وَّسُوْءُ الْخلقِ مُوَلَّۃً وَّالْبُخلُ جَلاوَۃً وَّالسُّؤَالُ عَمَلاً وَّ بِذَءَ ۃً اللِّسَانِ مَلَامَۃً وَّمَا کَانَ ھٰذا طَرِیْقُ الْقَوْمِ"

(توڑ دیا لوگوں نے ارکان تصوف کو اور تباہ کر دیا اس کے طریقوں کو اور بدل دیا اس کے معنوں کو ایسے ناموں سے جو خود گھڑے، طمع کا بہتان نام رکھا اور بے ادبی کا اخلاص اور دین حق سے نکل جانے کا شطح اور بری چیزوں سے لذت لینے کا خوش طبعی اور خواہش کی پیروی کا امتحان اور دُنیا کی طرف لوٹ آنے کا وصل اور بد خلقی کا رعب اور بخل کا قوت اور سوال کا عمل اور بدزبانی اور پھکڑ گوئی کا ملامت اور نہیں ہے قوم کا یہ طریقہ)۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان رسوم کی نسبت فرماتے ہیں نسبت صوفیہ غنیمتے ست کبریٰ ورسوم ایشاں ہیچ نمی ارزد۔

فصل: ایک مانع یہ ہے کہ غلطی سے کسی بے شرع پیر سے بیعت کر لی۔ اب ساری عمر اسی کو نباہتا رہا جب وہ خود واصل نہیں تو اس کو کیسے واصل کرے گا۔ حضرت بندار رحمہ اللہ کا قول ہے: "صُحْبَۃُ اَھْلِ الْبِدْعِ تُوْرِثُ الْاِعْرَاضَ عَنِ الْحَقِّ" (بدعتیوں کی صحبت اللہ سے منہ موڑ لینے کا باعث ہوتی ہے)

شیخ قوام الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں اے درویش محک ومعیار ایں کار کتاب وسنت ست وسیر سلف کہ اہل اقتداء ابودند نہ اجازت مجرد ومقام متبرک کہ فلاں فرزند درویش ست در جائے آبا واجداد خود نشستہ وچیزے کہ از شان شیخی مخالف معیار ست آں فاسد و باطل۔ یعنی اگر قول وفعل شیخ مخالف کتاب وسنت واجماع بود ہیچ نباشد آں شیخ لائق شیخی ومقتدائی نبود ہر کہ بدو اقتدا کند بمقصود نرسد۔ بلکہ اس کو چھوڑ کر دوسرے کامل سے بیعت کرے۔

شیخ سعد الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر از نادانی خود بجاہل یا اہل بدعت ارادت آورد تجدید ارادت کند واز دست او خرقہ پوشد تا گمراہ نشود اور یہ مشہور ہے کہ شیخ من خس ست اعتقاد من بس ست سو اوّل تو ایسے جاہل فاسق آدمی سے اعتقاد باقی رہنا مشکل ہے۔ دوسرے یہ قاعدہ کلیہ نہیں شاذ و نادر ایسا بھی ہوگیا ہے جو اس فن سے ذرا بھی واقف ہے جانتا ہے کہ وصول مطلب کا طریقہ شیخ کامل کی صحبت وتعلیم ہے۔ وبس۔ اور شیخ کامل وہی ہے جو

جامع ہوظاہر و باطن کا۔ تیسرے یہ کہ اس سے بے شرع پیر مراد نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر پیر بہت بڑے درجے کا کامل نہ ہو مگر شرع کے خلاف بھی نہ ہو تو یوں سمجھے کہ اگرچہ ان سے بڑھ کر اور کامل ہوں مگر میرے لیے یہی کافی ہے اور میرا اعتقاد مجھے مقصود تک پہنچا دے گا۔

فصل: ایک مانع لڑکوں، عورتوں کو دیکھنا یا ان کے پاس بیٹھنا اُٹھنا ہے۔ اس کا بیان بھی اوپر ہو چکا ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ میں اپنے پیر کے ساتھ چلا جاتا تھا کہ ایک حسین لڑکے کو دیکھ کر اپنے شیخ سے عرض کیا کہ حضرت کیا اللہ تعالیٰ اس صورت کو عذاب دیں گے۔ انہوں نے فرمایا کہ تو نے اس کو دیکھا ہے جلدی اس کا نتیجہ بھگتو گے۔ وہ کہتے ہیں کہ بیس برس بعد میں قرآن بھول گیا۔ اسی طرح عورتوں سے ملنا جلنا خدا تعالیٰ سے کوسوں دُور پھینکتا ہے۔ باب الاغلاط میں بتفصیل مرقوم ہو چکا ہے۔

فصل: ایک مانع زبان درازی اور دعوے کمالات و دعوے توحید اور گستاخی، بے ادبی شریعت کے ساتھ یا حق تعالیٰ کے ساتھ۔ اس کا بیان بھی اوپر ہو چکا ہے۔

فصل: ایک مانع شیخ کی تعلیم سے زائد ٹوٹ کر مجاہدہ کرنا کہ چند روز میں گھبرا کر وہ تھوڑا تعلیم کیا ہوا بھی چھوٹ جاوے۔ چنانچہ بہت سے لوگوں کو ایسا اتفاق ہوا۔

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُذُوْا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا تُطِیْقُوْنَ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَمَلُّ حَتّٰی تَمَلُّوْا" (رواہ الشیخان)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمال میں سے اتنا اختیار کرو کہ اُکتاؤ نہیں کیوں کہ اللہ نہیں اُکتاتا جب تک تم نہ اُکتا جاؤ)۔

فصل: ایک مانع یہ کہ حصول ثمرات و مجاہدہ میں تقاضا و عجلت کرنا کہ اتنے دن مجاہدہ کرتے ہو گئے۔ اب تک کچھ نتیجہ نہیں ہوا۔ اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ یا تو شیخ سے بداعتقاد ہو جاتا ہے یا مجاہدہ ترک کر دیتا ہے۔ طالب کو سمجھنا چاہیے کہ کوئی چیز بھی ایسی دفعۃً حاصل ہوتی ہے۔ دیکھو یہی شخص کسی وقت بچہ تھا، کتنے دن میں جوان ہوا۔ پہلے جاہل تھا، کتنے دنوں میں عالم ہوا۔ غرض عجلت و تقاضا گویا اپنے ہادی پر فرمائش ہے۔

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسْتَجَابُ لِاَحَدِکُمْ مَّالَمْ یُعَجِّلْ" (ترمذی شریف)

(فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں ہر ایک کی دُعا قبول کی جاتی ہے جب تک کہ جلدی نہ کرے)۔

اگر کسی وقت دل گھبرایا کرے، ان اشعار سے تسلی کرلیا کرے۔

اشعار

قرنہا باید کہ تا یک کودکے از لطف طبع — عاقلے کامل شود یا فاضلے صاحب سخن
سالہا باید کہ تا یک سنگ اصلی ز آفتاب — لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن
ماہا باید کہ تا یک مشت پشم از پشت میش — صوفی را خرقہ گردد یا حمارے را رسن
ہفتہ ہا باید کہ تا یک پنبہٗ از آب وگل — شاہدے راحلہ گردد یا شہیدے را کفن
روزہا باید کشیدن انتظار بے شمار — تا کہ در جوف صدف باران شود دُرّ عدن

(بہت زمانہ چاہیے کہ ایک ناسمجھ بچہ طبع لطیف سے پوری عقل والا یا فاضل صاحب کلام بن جائے۔ بہت سال چاہیے کہ ایک اصلی پتھر سورج سے لعل ہو جائے۔ بدخشاں میں عقیق یمن میں۔ بہت سے مہینہ چاہیے کہ بھیڑ کی پشت سے ایک مشت اون صوفی کی گدڑی ہو جائے یا گدھے کی رسی ہو جائے۔ بہت سے ہفتے چاہئیں کہ پانی اور مٹی سے حاصل شدہ کپاس کسی محبوب کا لباس ہو یا شہید کا کفن ہو۔ بہت دن چاہئیں جن میں شدید انتظار کرنا پڑے گی تا کہ سیپی کے پیٹ میں بارش عدن کا موتی ہو جائے)۔

ایک مانع یہ کہ شیخ سے محبت وعقیدت میں فتور ڈالنا یا اس سے بڑھ کر یہ کہ شیخ کا آزردہ کرنا حدیث میں ہے۔

"مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ"

(جو میرے ولی سے عداوت کرے میں اس کو لڑائی کی اطلاع دیتا ہوں)۔

چھٹا باب

وصایائے جامعہ میں

اس میں چند فصلیں ہیں۔

فصل: امام قشیری کے وصایا کا خلاصہ یہ ہے کہ اوّل عقائد موافق اہل سنت والجماعت درست کرے۔ پھر ضرورت کے موافق علم حاصل کرے۔ خواہ درس سے یا صحبت علماء سے اور اختلافی مسئلہ میں احتیاط پر عمل کرے اور معاصی سے توبہ خالص کرے اور اہل حق کو راضی کرے۔ مال و جاہ کے تعلقات کو قطع کرے۔ اپنے شیخ کی مخالفت نہ کرے نہ اس پر کوئی اعتراض کرے۔ اپنے باطنی حالات شیخ سے پوشیدہ نہ کرے اور کسی سے ظاہر نہ کرے۔ اگر کچھ قصور شیخ کا ہو جاوے تو فوراً معذرت کرے اور اقرار خطاء کا کرے تاویل نہ کرے۔ بلاضرورت شدیدہ سفر نہ کرے، بہت ہنسے نہیں، کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کرے، اپنے پیر بھائیوں پر حسد نہ کرے۔ لڑکوں، عورتوں کی صحبت سے بچے بلکہ اُن سے زیادہ گھل مل کر باتیں بھی نہ کرے۔ جب تک صاحب نسبت نہ ہو جاوے کسی کو مرید نہ کرے۔ آدابِ شرع کا بہت پاس رکھے، مجاہدہ وعبادت میں سستی نہ کرے، تنہائی میں رہے اور اگر مجمع میں رہنے کا اتفاق ہو تو ان کی خدمت کرے، اپنے کو اُن سے کم سمجھ کر برتاؤ کرے۔ دُنیاداروں کی صحبت سے پرہیز رکھے۔

فصل: شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی وصایا کا خلاصہ یہ ہے کہ بلاضرورت و مصلحت دینی اغنیاء سے صحبت نہ رکھے۔ صوفیانِ جاہل اور جاہلان عابد اور علمائے زاہدان خشک اور جو محدثین اہل فقہ سے عداوت رکھیں اور جو لوگ کلام و معقول میں انہماک رکھتے ہیں ان سب کی صحبت سے بچے۔ ایسے شخص کے پاس بیٹھے جو عالم صوفی ہو، دُنیا کا تارک ذکر اللہ واتباع سنت کا عاشق اور مذاہب میں ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دے کہ حنفیوں کا

مذہب سب سے اچھا ہے یا شافعیہ کا سب سے بڑھ کر ہے۔ اپنے مذہب پر عمل کرتا رہے۔ نہ صوفیوں کے طرق میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دے کہ چشتیہ کی نسبت بڑے زور کی ہے یا دُوسرا کہے کہ نقشبندیوں میں اتباع سنت زیادہ ہے اور اسی قسم کے خرافات سے بچے جو لوگ مغلوب الحال ہیں یا کسی تاویل سے کوئی امر کرتے ہیں جو اس شخص کے نزدیک خلاف سنت ہے اُن کو برا بھلا نہ کہے اور خود وہی کرے جو قواعد شرعیہ کے موافق ہے۔

فصل: اس فصل میں حضرت سیدنا مرشدنا الشیخ الحافظ الحاج محمد امداد اللہ صاحب کی وصایا کا خلاصہ لکھ کر رسالہ ہذا کو ختم کرتا ہوں۔ اس کو اخیر میں اسی واسطے لکھا کہ خاتمہ میں برکت ہو ورنہ میرا حق یہ تھا کہ اس کو سب سے مقدم کرتا۔

وَلِلنَّاسِ فِيمَا يَعْشِقُونَ مَذَاهِبُ

طالب حق پر لازم ہے کہ اوّل مسائل ضروری و عقائد اہل سنت والجماعت کے حاصل کرے، پھر ان مسائل سے تزکیہ کرے۔ حرص، امل، غضب، جھوٹ، غیبت، بخل، حسد، ریا، تکبر، کینہ اور یہ اخلاق پیدا کرے۔ صبر، شکر، قناعت، علم، یقین، تفویض، توکل، رضا تسلیم اور شرع کا پابند رہے اور اگر گناہ ہو جاوے جلدی کر کے نیک عمل سے تدارک کرے، نماز با جماعت وقت پر پڑھے۔ کسی وقت یادِ الٰہی سے غافل نہ ہو، لذتِ ذکر پر شکر بجالاوے اور کشف و کرامات کا طالب نہ ہو۔ اپنا حال یا سخن تصوف غیر محرم سے نہ کہے، دُنیا و مافیہا کو دل سے ترک کرے، خلاف شرع فقراء کی صحبت سے بچے۔ لوگوں سے بقدرِ ضرورت خلق کے ساتھ ملے۔

سب سے اپنے کو کمتر جانے، کسی پر اعتراض نہ کرے، بات نرمی سے کرے، سکوت و خلوت کو محبوب رکھے۔ اوقات منضبط رکھے، تشویش کو دل میں نہ آنے دے جو کچھ پیش آوے حق کی طرف سے سمجھے۔ غیر اللہ کا خطرہ نہ آنے دے۔ دینی کاموں میں نفع پہنچاتا رہے۔ نیت خالص رکھے، خورد و نوش میں اعتدال رہے نہ اتنا زیادہ کھائے کہ کسل ہو اور نہ اس قدر کم کہ عبادت سے ضعف ہو جاوے۔ کسب حلال افضل ہے۔ اگر توکل کرے تو بھی مضائقہ نہیں۔

بشرطیکہ کسی سے طمع نہ رکھے نہ کسی سے اُمید و خوف کرے۔ حق تعالیٰ کی طلب میں بے چین رہے، نعمت پر شکر بجالاوے، فقر و فاقہ سے تنگدل نہ ہو، اپنے متعلقین سے نرمی برتے، ان

کی خطا و قصور سے درگزر کرے، ان کا عذر قبول کرے، کسی کی غیبت و عیب جوئی نہ کرے، عیب پوشی کرے، اپنے عیوب کو پیش نظر رکھے، کسی سے تکرار نہ کرے۔ مہمان نواز و مسافر پرور رہے، غرباء و مساکین، علماء و صلحاء کی صحبت اختیار کرے۔ قناعت و ایثار کی عادت رکھے، بھوک پیاس کو محبوب سمجھے، کم ہنسے زیادہ روئے، عذاب الٰہی اور اس کی بے نیازی سے لرزاں رہے۔ موت کا ہر وقت خیال رکھے، روزانہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرلیا کرے، نیکی پر شکر بدی پر توبہ کرے۔

صدقِ مقال اکلِ حلال اپنا شعار کرے۔ غیر مشروع مجلس میں نہ جاوے۔ رسوم جہل سے بچے، شرمگیں، کم گو، کم رنج، صلاح جو، نیکوکار، نیکو رفتار، باوقار، بردبار رہے۔ ان صفات پر مغرور نہ ہو، اولیاء کے مزارات سے مستفید ہوتا رہے۔

گاہ گاہ عوام مسلمین کی قبور پر جا کر ایصالِ ثواب کرے۔ مرشد کا ادب اور فرمانبرداری کامل طور پر بجالاوے اور ہمیشہ استقامت کی دُعا کرے۔

الحمدللہ کہ ۲۷ رصفر روز پنج شنبہ ۱۳۱۵ھ وقت چاشت مقام کان پور مدرسہ جامع العلوم میں رسالہ ''تعلیم الدین'' اختتام کو پہنچایا۔

یاالٰہی! اس کو قبول فرما کر اپنے بندوں میں نفع بخش۔

نہ بہ نقش بستہ مشوشم نہ بحرف ساختہ سرخوشم   نفسے بیاد مے کشم چہ عبارت و چہ معانیم

(نہ میں لکھے ہوئے نقوش پر فریفتہ ہوں نہ کسی بنائے ہوئے حریف پر مست ہوں تیری یاد میں سانس لیتا ہوں کیا عبارت ہے اور کیا میرا معنیٰ)

اَللّٰھُمَّ اخْتِمْ لَنَا بِالْخَیْرِ وَالسَّعَادَۃِ

اس رسالہ میں جن اُمور کی تعلیم ہے ہر چند کہ ان کی تحصیل میں سعی کرنا ضرور ہے مگر بدوں امداد اللہ تعالیٰ کے ظاہر ہے کہ سب ہیچ ہے۔ بقول مولانا:

نظم

ایں ہمہ گفتیم ولیک اندر بسیج   بے عنایاتِ خدا ہیچم و ہیچ
بے عنایات حق و خاصان حق   گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

(یہ کچھ ہم نے کہا لیکن پسینہ پسینہ ہوکر کیوں کہ خدا تعالیٰ کی مہربانی کے بغیر سب ہیچ ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کی توجہ کے بغیر اگر فرشتہ بھی ہو تو اس کا نامہ اعمال سیاہ ہوگا)۔

اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قبلہؒ وکعبہ کی ارشاد فرمودہ ایک مناجات جس میں بزرگوں کے توسل سے تمام خیر وسعادت طلب کی ہے۔ اس کو آخر میں لگادی جاوے تاکہ اس کو ذوق وشوق سے جناب الٰہی میں عرض کیا کریں اور اس میں یہ بھی فائدہ ہے کہ بزرگوں کے توسل سے دُعا جلد قبول ہوتی ہے۔ دوسرا فائدہ خاص حضرت صاحب کے متوسلین کیلئے یہ بھی ہے کہ ان کو اپنے سلسلے کا اتصال ہو جاوے گا۔ وھو ہذا

شجرۂ پیرانِ چشت اہل بہشت

حمد ہے سب تیری ذاتِ کبریا کے واسطے
اور درُود و نعت ختم الانبیاء کے واسطے
اور سب اصحاب و آلِ مصطفیٰ کے واسطے
دربدر پھرتی ہے خلقت التجا کے واسطے
آسرا تیرا ہے پر مجھ بے نوا کے واسطے
رحم کر مجھ پر الٰہی اولیاء کے واسطے
ان بزرگوں کو شفیع لایا ہوں میں ہوکر ملول
کیجیو یہ عرض میری ان کی برکت سے قبول
ہاتھ اُٹھاؤں جب تیرے آگے دُعا کے واسطے
کر مجھے علم و عمل سے اے خدا آراستہ
بابِ عرفاں کا کشادہ ہووے مجھ پر راستہ
حضرت اشرف علی شمس الہدیٰ کے واسطے
دین و دُنیا میں نہ کھاؤں ٹھوکریں اے کبریا
عاجز و مسکین ہوں طالب تری امداد کا

حاجی امداد اللہ پارسا کے واسطے
ایسے مرنے پر کروں قربان یارب! لاکھ عید
اپنی تیغ عشق سے کرلے اگر مجھ کو شہید
حاجی عبدالرحیم اہل غزا کے واسطے
پاک کر ظلمات عصیاں سے الٰہی دل مرا
کر منور نورِ عرفاں سے الٰہی دل مرا
حضرت نور محمد پر ضیاء کے واسطے
کروہ پیدا درد و غم میرے دل افگار میں
بار پاؤں جس سے اے باری تیرے دربار میں
شیخ عبدالباری شہ بے ریا کے واسطے
شرک و عصیان و ضلالت سے بچا کر اے کریم
کر ہدایت مجھ کو تو راہ صراطِ مستقیم
شاہ عبدالہادی پیر ہدیٰ کے واسطے
دین و دُنیا کی طلب عزت نہ سرداری مجھے
اپنے کوچہ کی عطا کر ذلت و خواری مجھے
شاہ عزیز الدین عزیز دوسرا کے واسطے
دے مجھے عشق محمد اور محمد یوں میں گن
ہو محمد ہی محمد وِرد میرا رات دن
شہ محمد اور محمدی اتقیا کے واسطے
حب حق حب الٰہی حبّ مولیٰ حب رب
الغرض کردے مجھے محو محبت سب کا سب
شہ محبّ اللہ شیخ باصفا کے واسطے
گرچہ میں غرق شقاوت ہوں سعادت سے بعید

پر توقع ہے کرے مجھ سے شقی کو توسعید
بوسعید اسعد اہل ورا کے واسطے

قال ابتر حال سب مرے ابتر ہیں کام
لطف سے اپنے مرے کر ملک و دین کا انتظام
شہ نظام الدین بلخی مقتدا کے واسطے

ہے یہی بس دین میرا اور یہی سب ملک و مال
یعنی اپنے عشق میں کر مجھ کو باجاہ و جلال
شہ جلال الدین جلیل اصفیا کے واسطے

حب دُنیاوی سے کرکے پاک مجھ کو اے حبیب
اپنے باغِ قدس کی کر سیر تو میرے نصیب
عبد قدوس شہ قدس و صفا کے واسطے

کر معطر روح کو بوئے محمد سے مری
اور منور چشم کر روئے محمد سے مری
اے خدا شیخ محمد رہنما کے واسطے

کر عطا راہِ شریعت روئے احمد سے مجھے
اور دکھا نورِ حقیقت خوئے احمد سے مجھے
شیخ عارف صاحب لطف و عطا کے واسطے

کھول دے راہ طریقت قلب پہ یا حق مرے
کر تجلی حقیقت قلب پر یا حق مرے
احمد عبدالحق شہ ملک و بقا کے واسطے

دین و دُنیا کا نہیں درکار کچھ جاہ و جلال
ایک ذرّہ درد کا یا حق مرے دل میں تو ڈال
شہ [illegible] الدین کبیرالاولیاء کے واسطے

ہے مکدر ظلمت عصیاں سے میرا شمس دین
کر منور نور سے عرفاں کے میرا شمس دیں
شیخ شمس الدین ترک شمس الضحیٰ کے واسطے

اے مرے اللہ! رکھ ہروقت ہر لیل و نہار
عشق میں اپنے مجھے بے صبر و بیتاب و قرار
شیخ علاء الدین صابر بارضا کے واسطے

دے ملاحت مجھ کو رب نمکینیٔ ایمان سے
اور حلاوت بخش گنج شکو عرفاں سے
شہ فرید الدین شکر گنج بقا کے واسطے

عشق کی رَہ میں ہوئے جوں اولیاء اکثر شہید
خنجر تسلیم سے اپنے مجھے بھی کر شہید
خواجہ قطب الدین مقتول ولا کے واسطے

بے ترے ہے نفس و شیطان درپے ایمان و دین
جلد ہو آ کر مرا یارب! مددگار و معین
شہ معین الدین حبیب کبریا کے واسطے

یاالٰہی! بخش ایسا بے خودی کا مجھ کو جام
جس سے اُٹھ جا پردۂ شرم و حیا و ننگ و نام
خواجہ عثمان باشرم و حیاکے واسطے

دُور کر مجھ سے غم موت و حیات مستعار
زندہ کر ذکر شریعت حق سے اے پروردگار!
شہ شریف زندنی باالتقیا کے واسطے

آتشِ شوق اس قدر دل میں مرے بھرااے دود
ہربن موسے مرے نکلے تری اُلفت کا دود

خواجہ مودود چشتی پارسا کے واسطے
رحم کر مجھ پر تو اب چاہِ ضلالت سے نکال
بخش عشق و معرفت کا مجھ کو یارب! ملک و مال
شاہ بویوسف شہِ شاہ و گدا کے واسطے
مست اور بے خود بنا بوئے محمد سے مجھے
محترم کر خواری کوئے محمد سے مجھے
بو محمد محترم شاہِ ولا کے واسطے
صدقے احمد کے یہی اُمید تیری ذات سے
کہ بدل کر دے عصیاں کو حسنات سے
احمد ابدال چشتی باصفا کے واسطے
حد سے گزاررنج و فرقت اب تو اے پروردگار
کر مری شامِ خزاں کو وصل سے روزِ بہار
شیخ ابو اسحاق شامی خوش ادا کے واسطے
شادی و غم سے دوعالم کی مجھے آزاد کر
اپنے دردِ غم سے یارب! دل کو میرے شاد کر
خواجہ ممشاد علوی بوالعلا کے واسطے
ہے مرے تو پاس ہر دم لیکن میں اندھا ہوں پر
بخش وہ نورِ بصیرت جس سے تو آوے نظر
بوہبیرہ شاہ بصری پیشوا کے واسطے
عیش و عشرت کی دوعالم سے نہیں مطلب مجھے
چشم گریاں سینہ بریاں کر عطا یارب مجھے
شیخ حذیفہ مرعشی شاہِ صفا کے واسطے
نے طلب شاہی نے خواہش گدائی کی مجھے

بخش اپنے دَر تلک طاقت رسائی کی مجھے
شیخ ابراہیم ادھم بادشاہ کے واسطے
راہزن میرے ہیں دو قزاق باگزر گراں
تو پہنچ فریاد کو میری کہیں اے مستعاں
شہ فضیل ابن عیاض اہل دُعاء کے واسطے
کر مرے دل سے تو اے واحد دوئی کا حرفِ دور
دل میں اور آنکھوں میں بھر دے سربسر وحدت کا نور
خواجہ عبدالواحد بن زید شاہ کے واسطے
کر عنایت مجھ کو توفیق حسن اے ذوالمنن
تاکہ ہوں سب کام مرے تری رحمت سے حسن
شیخ حسن بصری امام اولیاء کے واسطے
دُور کر دل سے حجاب جہل و غفلت میرے رب
کھول دے دل میں دَر علم حقیقت میرے اب
ہادیٔ عالم علی مشکل کشا کے واسطے
کچھ نہیں مطلب دوعالم کے گل گلزار سے
کر مشرف مجھ کو تو دیدارِ پُرانوار سے
سرورِ عالم محمد مصطفیٰ کے واسطے
آپڑا اوپر ترے ہر طرف سے ہوکر ملول
کر تو ان ناموں کی برکت سے دُعا میری قبول
یاالٰہی! اپنی ذات کبریا کے واسطے
ان بزرگوں کے تئیں یارب! غرض ہرکار میں
کر شفاعت کا وسیلہ اپنے تو دربار میں
مجھ ذلیل و خوار و مسکین و گدا بے کے واسطے

اس دوئی نے کردیا ہے دور وحدت سے مجھے
کر دوئی کو دُور کر پُرنور وحدت سے مجھے
تا ہوں سب مرے عمل خالص رضا کے واسطے
کردیا اس عقل نے بے عقل دیوانہ مجھے
کر ذرا اس ہوش سے بیہوش و مستانہ مجھے
یارب! اپنے عاشقان باوفا کے واسطے
کشمکش سے نااُمیدی کی ہوا ہوں میں تباہ
دیکھ مت میرے عمل کر لطف پر اپنی نگاہ
یارب! اپنے رحم و احسان و عطا کے واسطے
چرخِ عصیاں سر پہ ہے زیرقدم بحرالم
چارسُو ہے فوجِ غم کر جلدی اب بہرکرم
کچھ رہائی کا سبب اس مبتلا کے واسطے
گرچہ میں بدکار و نالائق ہوں اے شاہجہاں
پر ترے دَر کو بتا اب چھوڑ کر جاؤں کہاں
کون ہے تیرے سوا مجھ بے نوا کے واسطے
ہے عبادت کا سہارا عابدوں کے واسطے
اور تکیہ زُہد کا ہے زاہدوں کے واسطے
ہے عصائے آہ مجھ بے دَست و پا کے واسطے
نے فقیری چاہتا ہوں نے امیری کی طلب
نے عبادت نے زُہد نے خواہشِ علم و ادب
دَردِ دل پر چاہیے مجھ کو خدا کے واسطے
عقل و ہوش و فکر اور نعمائے دُنیا بے شمار
کی عطا تو نے مجھے پر اب تو اے پروردگار!

بخش وہ نعمت جو کام آوے سدا کے واسطے
گرچہ عالم میں الٰہی سعی میں بسیار کی
پر نہ کچھ تحفہ ملا لائق تیرے دربار کی
جان و مال لایا وِلے تجھ پر فدا کے واسطے
گرچہ ہدیہ نہ میرا قابل منظور ہے
پر جو ہو مقبول کیا رحمت سے تیری دور ہے
کشتگانِ تیغ و تسلیم و رضا کے واسطے
حد سے ابتر ہوگیا ہے حال مجھ ناشاد کا
کر میری امداد اللہ وقت ہے امداد کا
اپنے لطف و رحمت بے انتہا کے واسطے
جس نے یہ شجرہ دیا ہے جس نے یہ شجرہ لیا
جس نے یہ شجرہ لکھا یا جس نے یہ شجرہ پڑھا
بخش دیجئے سب کو ان اہل صفا کے واسطے

(یہ مثلث حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمودہ ہے۔تغمد اللّٰہ بغفرانہ)

فُرُوعُ الْاِیمان

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مَولانا مُحَمَّد اَشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

اس رسالہ میں خصائل وعادات کا بیان ہے جو ایک مومن کامل میں ہونی چاہئیں۔ گویا یہ رسالہ ایمان کامل کی کسوٹی ہے جس سے ہر شخص یہ معلوم کرسکتا ہے کہ مجھ میں کس درجہ کا ایمان ہے۔ نیز ایمان کی بہتر (٧٢) شاخوں کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔

فُرُوعُ الاِیمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ الّذی ضرب اللّٰہ مثلاً کلمۃً طیّبۃ کشجرۃ طیّبۃ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء تؤتی اکلھا کل حینٍ باذن ربّھا ویضرب اللّٰہ الامثال للناس لعلھم یتذکرون والصلٰوۃ والسلام علٰی رسولہٖ وخلیلہٖ وحبیبہٖ محمّد الّذی جعل الایمان بضعا و سبعین شعبۃ فافضلھا قول لا الٰہ الا اللّٰہ وادناھا اماطۃ الاذی عن الطریق والحیاء شعبۃ من الایمان متفق علیہ ورحمۃ اللّٰہ و برکاتہ علٰی عبادہٖ العلماء الصالحین الذین استنبطوا ھٰذہ الشعب من الکتاب والسنۃ وعینواھا لعامۃ الامۃ جعلنا اللّٰہ تعالٰی من یفتحم ھٰذہ الشعاب ویدخل تلک الابواب ورزقنا عندہ حسن مآب ویسرلنا فی یوم الحساب۔

جاننا چاہیے کہ قرآن مجید کی آیت مرقومہ بالا سے مجملاً معلوم ہوتا ہے کہ ایمان میں کچھ اُصول اور کچھ فروع ہیں اور حدیث مذکور میں ان کا عدد بھی متعین فرمادیا گیا ہے، ستر سے کچھ زائد ہیں اور ان کی تعیین وتفصیل کے پتہ بتلانے کو اس کے تین شعبے ایک ادنیٰ اور ایک اعلیٰ ایک اوسط بھی فرمادیے گئے تاکہ علمائے مستنبطین و مستخرجین شعب باقیہ کو خود اپنے ذہن خداداد کی قوت سے نکال کر دوسروں کو بتلادیں۔ چنانچہ علمائے محدثین و محققین نے قرآن وحدیث میں غور کرکے ان سب شعبوں کو جمع کیا اور متعدد کتابیں اس بحث میں

تصنیف فرمائیں۔ جزاہم اللہ تعالیٰ خیرالجزاء

مدت سے میرے خیال میں تھا کہ ان سب شعبوں کو اپنے ہم وطن اسلامی بھائیوں کی آ گاہی کے واسطے عام فہم اُردو میں لکھوں تاکہ ان کو یہ تو معلوم ہو کہ جس ایمان کا ہم دعویٰ کیا کرتے ہیں اس کے اس قدر شعبے ہیں اور غور کریں کہ ہم میں کتنی باتیں ہیں کتنی نہیں ہیں تاکہ اس سے اپنے ایمان کے نقصان وکمال کا اندازہ کرسکیں اور جن اوصاف کی کمی اپنے اندر پائیں ان کی تحصیل وتکمیل کی کوشش کریں اور بدون تکمیل اس دعوے سے شرمائیں۔ گو اُصول دین کے مان لینے سے ادنیٰ درجہ کا ایمان میسر ہو جاتا ہے مگر وہ ایمان ایسا ہی ہے جیسا لنگڑا لنجا، اندھا، کانا، اپاہج آدمی آدمی کہلایا جاتا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ ایسا آدمی کس درجہ کا آدمی ہے۔

دوسری غرض ان شعبوں کے بتلانے سے یہ بھی ہے کہ غیر قوموں کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ اسلام کی تعلیم کافی وتام (اسی لیے تمام شعبہ کے متعلق آیات واحادیث بھی ذکر کردیئے گئے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ سب تعلیم شارع کی ہے کسی کا قیاس نہیں ہے۔۱۲) ہے اور اسلام اسی کو کامل مسلمان جانتا ہے جس میں یہ سب خصال خیر واوصاف کمال ہوں۔ ناقص مسلمانوں کی حالت دیکھ کر اسلام کی تعلیم کو بے وقعت نہ سمجھیں کیونکہ اسلام کا کام بتلا دینا ہے نہ کہ زبردستی کسی کو ویسا ہی بنا دینا، یہ قصور ہم لوگوں کا ہے۔ اسلام پر کوئی الزام نہیں۔

بھائیو! اسلام کے شعبے سننے کے لیے تیار ہو جاؤ اور ہمت قوی رکھو کہ یہ سب شعبے تم کو حاصل ہو جاویں اس وقت البتہ مؤمن کامل بن سکتے ہو۔

مقدمہ: یہ سب شعبے حسب تعداد محققین ستتر (۷۷) ہیں جن میں تیس تو قلب سے متعلق ہیں اور سات زبان کے ساتھ اور چالیس باقی جوارح کے ساتھ ہم تینوں قسموں کو تین باب میں ذکر کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق

پہلا باب

بیان میں ان شعب ایمان کے جو قلب سے متعلق ہیں وہ تیس شعبے ہیں:

(۱) ایمان لانا اللہ تعالیٰ پر (۲) یہ اعتقاد رکھنا کہ ماسوائے اللہ تعالیٰ کے حادث اور مخلوق ہے (۳) ایمان لانا فرشتوں پر (۴) ایمان لانا اس کی سب کتابوں پر (۵) ایمان لانا پیغمبروں پر (۶) ایمان لانا تقدیر پر (۷) ایمان لانا قیامت کے دن پر (۸) جنت کا یقین کرنا (۹) دوزخ کا یقین کرنا (۱۰) محبت رکھنا اللہ تعالیٰ سے

(۱۱) محبت کرنا کسی سے اللہ تعالیٰ کے واسطے اور بغض کرنا اللہ تعالیٰ کے واسطے

(۱۲) محبت رکھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (۱۳) اخلاص (۱۴) توبہ (۱۵) خوف (۱۶) رجاء (۱۷) حیا (۱۸) شکر (۱۹) وفا کرنا عہد کا (۲۰) صبر (۲۱) تواضع (۲۲) رحمت وشفقت مخلوق پر (۲۳) راضی ہونا قضائے الٰہی پر (۲۴) توکل کرنا (۲۵) ترک کرنا خود پسندی کا (۲۶) ترک کرنا کینہ کا (۲۷) ترک کرنا حسد کا (۲۸) ترک کرنا غصہ کا (۲۹) ترک کرنا بدخواہی کا (۳۰) ترک کرنا حُب دُنیا کا۔

ان شعبوں کی مختصر فضیلت اور کچھ کچھ متعلقات چند فصلوں میں بیان کرتے ہیں:

فصل: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان یہ ہے کہ یقین لائے اللہ پر اور اس کے سب فرشتوں پر اور اُس کے سب پیغمبروں پر اور اس کی سب کتابوں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر اور اس کے خیر پر بھی اور شر پر بھی۔ (روایت کیا اس کو بخاری ومسلم رحمہما اللہ نے)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے اور یقین لانا جنت پر اور دوزخ پر اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر اور ترمذی کی روایت میں ہے کوئی بندہ ایمان والا نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ ایمان لاوے تقدیر پر اور یہاں تک کہ یقین کرلے کہ جو بات آنے والی ہے ہرگز ٹل نہیں

سکتی اور جو رہ گئی وہ پہنچ نہیں سکتی۔

ف: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے میں یہ سب داخل ہیں اس کی ذات پر ایمان لانا۔ اس کی صفات پر ایمان لانا، اس کو واحد جاننا۔

تنبیہ اوّل: جاننا چاہیے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات بیچون وبیچگون ہے اسی طرح ان کی صفات بھی بیچون وبیچگون ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ کی صفات میں رائے وقیاس سے کلام کرنا اور ان کی کیفیات وتوجیہات معین کرنا نہایت محل خطر ہے۔ اس بات میں اکثر عوام کا عقیدہ بہت سلامتی پر ہے کہ مجملاً صفاتِ الٰہی کا اعتقاد رکھتے ہیں اس کی تکلیف وتفتیش کی طرف التفات بھی نہیں کرتے اور سلف صالحین صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اعتقاد بھی اس طور پر تھا۔ پچھلے زمانے میں جب مبتدعین (چونکہ اہل بدعت نے تشبیہ وتجسم میں غلو کیا اس میں اہل حق کو ضرورت، تاویل نصوص صفات کے واقع ہوئی تا کہ تنزیہ محفوظ رہے اس لیے مشہور ہے کہ تاویل متاخرین کا مسلک ہے۔ غرض متقدمین کا مسلک احوط واسلم ہے اور ضعیف العقیدہ کے لیے متاخرین کا مسلک احکم ہے۔ ۱۲ منہ)

کی کثرت ہوئی اور علم وکلام کا شیوع ہوا۔ اس وقت صفات میں کلام زیادہ ہو گیا اور اکثر دُعاوی واحکام میں بے احتیاطی کی نوبت آ گئی۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے: "اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى" (رحمٰن نے عرش پر قرار پکڑا۔ ۱۲ منہ)

اب اس میں یہ تفتیش کرنا کہ استوا سے کیا مراد ہے اور اس کی کیا تاویل ہے۔ بیشک نہایت جرأت کی بات ہے۔ اپنی صفات کے حقائق تو پورے طور پر معلوم نہیں۔ تا بخالق چہ رسد۔

بس سیدھی بات یہی ہے کہ مجملاً اعتقاد رکھے کہ جو کچھ ارشاد فرمایا ہے حق ہے۔ جیسی اُس کی ذات ہے ویسا ہی استواء ہوگا۔ زیادہ تفتیش کی ضرورت ہی کیا ہے نہ ہم اس کے مکلّف ہیں نہ ہم سے اس کا سوال ہوگا۔ البتہ یہ یقینی طور پر اعتقاد رکھے کہ یہ استواء ہمارے استواء کے مثل نہیں ہے بقولہ تعالیٰ "لَيْسَ كمثله شیء" رہا یہ کہ پھر کیسا ہے اس سے بحث نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دے یا حدیث شریف میں آیا ہے: "ینزل ربّنا تبارک و تعالیٰ کلّ لیلۃ الی السماء الدنیا"

(نزول فرماتا ہے ہمارا رب ہر شب آسمان دُنیا کی طرف)

اب اس فکر میں پڑیئے کہ نزول سے کیا مراد ہے اور یہ کس طرح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس نزول کے خبر دینے سے جو مقصود ہے کہ لوگ ذوق وشوق وحضور قلب سے اس وقت ذکر وعبادت میں مشغول ہوں اس کام میں لگنا چاہیے۔ ان فضول تحقیقات میں پڑ کر حقیقت کا پتہ قیامت تک بھی لگنے کی اُمید نہیں، خواہ مخواہ اپنا وقت عزیز ضائع کرنا ہے۔

نیست کس را از حقیقت آگہی جملہ می گیرند بادست تہی

(کوئی شخص حقیقت خداوندی پر آگاہ نہیں اس بارے میں سب خالی ہاتھ ہوکر مر رہے ہیں)۔

"قال اللّٰہ تعالٰی: فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ"

"رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے سو وہ پیچھے پڑتے ہیں اس مضمون کے جس کا مطلب پوشیدہ ہے اس قرآن میں سے فتنہ تلاش کرنے کو اور اس کی تاویل ڈھونڈنے کو۔" (آل عمران: ۷)

تنبیہ ثانی: حضرت شارع علیہ السلام سے توحید کے دو معنی ثابت ہوئے ہیں۔ ایک لا معبود الا اللہ اور دوسرا لا مقصود الا اللہ۔ پہلے معنوں کا ثبوت تو اظہر من الشمس ہے۔

قَالَ اللّٰہ تَعَالٰی: یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (۳۹) مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ط اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ ط ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۝ (یوسف: ۳۹۔۴۰)

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ۝ (بینہ: ۵)

"اے قید خانہ کے ساتھیو! کیا بہت سے متفرق مالک بہتر ہیں یا اللہ تعالیٰ جو اکیلا ہے۔ زبردست ہے، نہیں پوجتے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مگر چند ناموں کو جن کو مقرر کر رکھا ہے تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے۔ نہیں اُتاری اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں ہے حکم مگر اللہ کا حکم کیا ہے اس نے کہ مت پوجو مگر اس کو یہ دین ہے سیدھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

''اور نہیں حکم ہوا ان کو مگر اس کا کہ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کی خالص کرنے والے ہوں اس کے واسطے دین کے اور طرف سے پھرے ہوں۔'' (الآیۃ)

اور تمام قرآن مجید اس سے بھرا پڑا ہے اور یہی توحید ہے جس کے اتلاف اور نقصان سے کافر اور مشرک ہو جاتا ہے اور جہنم میں ہمیشہ رہنا پڑتا ہے، یہ ہرگز معاف نہ ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ (سورۃ النساء:۱۱۶)

''بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا اس کو کہ شرک کیا جاوے اس کے ساتھ اور بخش دے گا اس سے کم جس شخص کے لیے چاہے گا۔''

دوسرے معنی کا ثبوت اس طرح پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریا کو شرک اصغر فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ ریا میں غیر اللہ معبود نہیں ہوتا۔ البتہ مقصود ضرور ہوتا ہے۔ جب غیر اللہ کا مقصود ہونا شرک ٹھہرا تو توحید جو مقابل شرک ہے اس کی حقیقت یہ ٹھہرے گی کہ اللہ تعالیٰ ہی مقصود ہو غیر اللہ بالکل مقصود نہ ہو۔ یہی معنی ہیں لامقصود الا اللہ۔

اب ہم وہ حدیث نقل کرتے ہیں جس میں ریا کو شرک فرمایا گیا ہے۔

محمود بن لبید سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بڑی خوفناک چیز جس سے میں تم پر اندیشہ کرتا ہوں، شرک اصغر ہے، لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! شرک اصغر کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ریا۔ روایت کیا اس کو احمد نے (کذافی المظہری ۱۲)

اور بھی بہت حدیثیں اس مطلب میں وارد ہیں۔ تفسیر مظہری میں سورۂ کہف کے ختم پر جمع کی گئی ہیں بوجہ اختصار یہاں نہیں لکھی گئیں۔ اس معنی کے نہ ہونے سے اخلاص جاتا رہتا ہے جس پر کسی قدر عقوبت کا استحقاق ہوتا ہے لیکن خلود فی النار نہ ہوگا۔

وحدۃ الوجود

تیسرے معنی توحید کے اصطلاح صوفیہ میں ایک اور ہیں۔ لاموجود الا اللہ جس کو وحدت الوجود کہتے ہیں۔ اس معنی کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنا نرا تکلف ولایعنی ہے۔ یہی غنیمت ہے کہ اس معنی کی اس طرح تقریر کی جاوے کہ قرآن وحدیث سے خلاف نہ پڑے۔ آج کل

اسی کی مشکل پڑ رہی ہے۔ چونکہ مسئلہ نازک ہے اور مدار ثبوت اس کا محض ذوق اور کشف ہے اس لیے اولاً تو اس کی تعبیر کے لیے کافی عبارت ہی ملنا دُشوار ہے اور جو کچھ قلیل وکثیر تعبیر ممکن ہے اس کے سمجھنے کے لیے علاوہ ذوق ومناسبت کشفی کے علوم عقلیہ ونقلیہ میں تبحر کی حاجت ہے۔ اس زمانے میں اکثر مدعیان وحدۃ الوجود کی حالت دیکھ کر سخت رنج ہوتا ہے کہ نہ ان کو علم نہ ذوق محض زبانی طامات وشطحیات فرما دینے سے کام نہ یہ پروا ہے کہ ان ملحدانہ کلمات سے جو بے سمجھے بوجھے زبان سے نکال رہے ہیں ایمان جاتا رہے گا نہ اس کا کچھ خیال ہے کہ دوسرے عوام ہم کو محقق سمجھ کر مقلدانہ اس کا نہ صرف اعتقاد بلکہ دعویٰ کرنے لگیں گے ان کا ٹوٹا پھوٹا جو ایمان تھا وہ بھی رُخصت ہو جاوے گا۔ نماز، روزہ الگ چھوڑ بیٹھیں گے کہ جب ہم خدا ہو گئے تو پھر نماز اور روزہ کس کا، حاشا وکلا۔ وحدۃ الوجود کے ہرگز یہ معنی نہیں، حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک حالت ہے جس پر گزرتی ہے وہی جانتا ہے نہ اس کو قصداً منہ سے نکالنا چاہیے نہ دوسرے کی سمجھ میں آ سکتی ہے۔ اس حالت کے غلبہ میں یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔

بس کہ در جان فگار وچشم بیدارم توئی ہر کہ پیدا میشود از دور پندارم توئی

(میری زخم خوردہ جان میں اور بیدار آنکھ میں تو سمایا ہوا ہے حتیٰ کہ جو درد مجھے محسوس ہوتا ہے وہ بھی تجھ سے جانتا ہوں)۔

سمایا ہے جب سے تو آنکھوں میں میری جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

کبھی یہ حالت دائمی ہوتی ہے کبھی زائل ہو جاتی ہے۔ ان شاء اللہ بشرط خیریت کسی موقع پر اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق کی جاوے گی۔ اس مقام پر صرف خیر خواہانہ یہ عرض کر کے بس کرتا ہوں کہ خدا کے واسطے اپنی جان پر اور اُمت محمدیہ پر رحم فرمائیے اور اس مسئلہ میں غلو سے بچیے بلکہ احتیاط یہ ہے کہ بعد کشف کے بھی اس کو قطعی نہ سمجھئے کیونکہ کشف میں خصوصاً کشف الٰہیات میں بعض اوقات لغزش ہو جاتی ہے جو اصل مقصود ہے یعنی عبودیت اس میں لگے رہیے اور زبانی جمع خرچ کو الگ پھینکیے۔

ع کار کن کار بگذر از گفتار

قدم باید اندر طریقت نہ دم کہ اصلے ندارد دمے بے قدم

(اللہ کی راہ میں ہمت چاہیے نہ دعویٰ کیونکہ قدم اُٹھائے بغیر نرا دعویٰ بے سود ہے)

اقسام شرک

تمیم شرک کی دو قسمیں ہیں۔ شرک فی العقیدہ اور شرک فی العمل۔

شرک فی العقیدہ یہ ہے کہ غیر اللہ کو مستحق عبادت سمجھا جائے۔ یہی شرک ہے جس کی نسبت ارشاد ہوا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۝ (سورۃ النساء:۱۱۶)

"بے شک اللہ نہ بخشیں گے اس کو کہ ان کے ساتھ شرک کیا جاوے اور بخش دیں گے، اس سے کم کو جس شخص کے لیے چاہیں گے۔"

شرک فی العمل یہ ہے کہ جو معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرنا چاہیے وہ غیر اللہ کے ساتھ کیا جاوے۔ اس شرک میں اکثر عوام بالخصوص مستورات کثرت سے مبتلا ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قسم کھانا، کسی کی منت ماننا، کسی چیز کو طبعاً مؤثر سمجھنا، کسی کے روبرو سجدہ تعظیم کرنا، سوا بیت اللہ کسی اور چیز کا طواف کرنا، کسی قبر پر تقرباً کچھ چڑھانا، کسی سے یہ کہنا کہ اوپر خدا نیچے تم۔ اسی طرح کے ہزاروں افعال ہیں یہ افعال سخت معصیت ہیں۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے گھروں میں اس کا پورا انسداد کریں۔

قال اللّٰه تعالیٰ: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا

"اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے"

فرشتوں پر مرد یا عورت کا حکم لگانا

چونکہ فرشتوں کا مرد یا عورت ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں، اس لیے ان کے مرد ہونے کا اعتقاد رکھے نہ عورت ہونے کا اس کو اللہ تعالیٰ کے علم کے حوالے کرے۔ یہی مطلب ہے اہل کلام کی اس عبارت کا۔ لا یوصفون بذکورۃ ولا انوثۃ فافہم

رُسل و کتب کا عدد معین نہ کرنا

چونکہ پیغمبروں کی تعداد کسی دلیل سے ثابت نہیں اس لیے اعتقاد میں کوئی عدد معین نہ

کرے۔شاید کمی بیشی ہوجائے۔اسی طرح کتابوں کی تعداد معین نہ کرے۔

فائدہ: آخرت کے دن پر ایمان لانے میں یہ سب کچھ داخل ہوگیا۔ یقین لانا ثواب وعذاب قبر پر ایمان لانا۔حشرونشر پر یقین لانا، پل صراط پر وحوضِ کوثر ومیزانِ اعمال اورتمام واقعات قیامت پر، ان ابواب میں بیشمار نصوص وارد ہیں۔

تحقیق تقدیر

فائدہ متعلقہ تقدیر۔اس میں ہرگز کلام نہیں ہوسکتا کہ بندہ کوکسی قدر اختیار ضرور حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی بعض ناشائستہ حرکات پر طبعاً واضطراراً سخت نادم ہوتا ہے کہ دل کو کسی طرح سکون نہیں ہوتا۔ رعشہ والے کوکسی نے نہ دیکھا ہوگا کہ حرکت ارتعاشی پر اس کو ندامت ہوئی ہواور معذرت کرتا ہو۔اس سے یقیناً معلوم ہوا کہ وجود اختیار کا تو بدیہی ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کی صفت اختیار مخلوق ہے اور ہر مخلوق کا سلسلہ خالق تک پہنچتا ہے تو ضرور اس کا اختیار کسی کے اختیار کے ماتحت ہوگا، یہ مرتبہ بے اختیاری کا نکلا۔پس بندہ نہ پورا مجبور ہے نہ پورا مختار۔

یہی خلاصہ ہے مسئلہ تقدیر کا اور اس قدر سمجھ لینے میں نہ کوئی دقت ہے نہ کوئی اشکال اور اسی قدر سمجھنے کا ہم کو بھی حکم ہے۔اس سے آگے نہ ہمارے سمجھنے کے لائق تھا نہ ہم کو اس کے سمجھنے کا حکم ہوا بلکہ زیادہ تفتیش کرنے کی ممانعت ہوئی کیونکہ اس کے لیے تبحر علوم عقلیہ و نقلیہ وکشف کی ضرورت ہے بلکہ اس کے ہوتے بھی حل ہونے میں کچھ تردد سا معلوم ہوتا ہے اور عوام کے بعض شبہات کا جواب جو اس مسئلہ سے متعلق ہیں رسالہ جزاء الاعمال کے خاتمہ میں ذکر کیے گئے ہیں ان کا دیکھ لینا ضروری ہے۔

فصل: شیخین نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ پائی جاویں وہ ایمان کی حلاوت پاتا ہے۔ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوں اور جس سے محبت کرے اللہ ہی کے واسطے کرے اور کوئی وجہ نہ ہو۔ ابوداؤد و ترمذی نے روایت کیا کہ اللہ کے واسطے محبت اور بغض رکھنا ایمان سے ہے۔

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ محبت رکھنے کا واقع ہونا

شاید کسی کو تعجب ہو کہ اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ محبوب ہونا کیسے ممکن ہے اور اگر ممکن ہے تو شاید دُنیا بھر میں دو ہی چار ایسے ہوں گے تو سارا جہاں ایمان سے بے نصیب ہی ٹھہرا۔ اس کا جواب محققین نے مختلف طور پر دیا ہے مگر احقر کے نزدیک تو ادنیٰ درجہ کے مسلمان کو بفضلہٖ تعالیٰ یہ دولت (خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ والذین امنوا اشد حبا للّٰہ ۱۲) حاصل ہے۔

امتحان اس کا یہ ہے کہ یہ جس کے ساتھ سب سے زائد محبت رکھتا ہے۔ مثلاً بیٹا، بیوی، اگر یہ لوگ اس شخص کے روبرو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی سخت گستاخی کریں تو ہرگز اس شخص کو تاب نہ رہے گی جو کچھ اس کے امکان میں ہوگا، انتقام لینے میں کوئی بات اُٹھا نہ رکھے گا۔ اگر اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس درجہ کی محبت نہیں تھی یہ جوش کہاں سے پیدا ہوا اور اس محبوب کی محبت کیسے مضمحل و مغلوب ہوگئی۔ پس معلوم ہوا کہ اللہ و رسول کے ساتھ اس درجہ کی محبت ہر مسلمان کو میسر ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

رہا یہ کہ نافرمانی کیوں ہو جاتی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ محبت تہہ دل کے اندر بیٹھی ہے اس کا استحضار اور اُبھار ہر وقت نہیں ہے کوئی محرک آ پہنچتا ہے، تو موئے سر سے ناخن پا تک اس کا نور پھیل جاتا ہے بعد زوال محرک وہ پھر اندر کو اُتر جاتی ہے۔

صرف اللہ کے واسطے محبت کا واقع ہونا

اللہ کے واسطے محبت کرنا یہ ہے کہ دُنیا کی کوئی غرض نہ ہو اور اہل ذوق یوں کہتے ہیں کہ ثواب بھی غرض نہ ہو۔ اس میں بھی تعجب نہ کیجئے۔ روزمرہ کے برتاؤ سے یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے۔ آپ اپنے اُستاد یا پیر کے لیے کوئی بہت نفیس چیز تحفہ میں لے جائیے۔ اس وقت نہ آپ کو دُنیا مطلوب ہے نہ ثواب کا خیال بلکہ محض ان بزرگوں کا دل خوش کرنا مقصود ہے۔ میرے نزدیک تو حب فی اللہ بایں معنی کچھ عجیب نہیں بلکہ بکثرت واقع ہے۔

تعظیم واتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے میں یہ اُمور بھی داخل ہو گئے اعتقاد رکھنا آپ کی تعظیم کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود شریف پڑھنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی پیروی کرنا، فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ ○ (الحجرات:۲)

''اے ایمان والو! مت بلند کرو آوازیں اپنی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر۔''

اس میں تعلیم تعظیم کی ہے۔ محققین نے فرمایا کہ یہی ادب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مقدس یعنی حدیث شریف کا ہے کہ اس کے درس کے وقت پست آواز سے بولنا چاہیے اور فرمایا: ''وَتُوَقِّرُوْهُ'' توقیر کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی' اور فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ. یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا○

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے تو صلوٰۃ بھیجتے ہیں نبی پر۔ اے ایمان والو! صلوٰۃ بھیجو ان پر اور سلام پڑھو سلام پڑھنا۔'' (الاحزاب:۵۶)

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

''مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا''

''جو کچھ تم کو دیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی مال اور حکم) پس قبول کرو اس کو اور جس چیز سے روک دیں پس رُک جاؤ تم۔''

اس میں آپ کی اتباع کا حکم ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: ''ہرگز کامل نہ کرے گا کوئی شخص تم میں سے اپنے ایمان کو یہاں تک کہ اس کی نفسانی خواہش میرے حکم کے تابع ہو جاوے۔'' (روایت کیا اس کو اصفہانی نے ترغیب وترہیب میں)

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

''لازم پکڑو تم اپنے اوپر میرے طریقہ کو اور خلفائے راشدین کے طریقہ کو پکڑ لو، اس کو

دانتوں سے اور بچو نئی بات سے کیونکہ ہر نئی بات بدعت (یعنی جس چیز کا ثبوت دلائل شرعیہ سے نہ ہو وہ بدعت ہے) ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

اخلاص

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں ہیں کہ مسلمان کا دِل ان کے قبول کرنے میں پس وپیش نہیں کرتا۔ (۱) عمل کا خالص کرنا (۲) حکام کی اطاعت (۳) جماعت سے لگا رہنا اور اخلاص میں داخل ہو گیا ترک کرنا ریا و نفاق کا۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

ابن ماجہ نے شداد بن اوس سے روایت کیا کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ کو جس چیز کا اپنی اُمت پر بڑا اندیشہ ہے وہ شریک ٹھہرانا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ یاد رکھو! میں یہ نہیں کہتا کہ وہ آفتاب کی پرستش کریں گے یا چاند کی یا بت کی لیکن وہ غیر اللہ کے واسطے کچھ عمل کیا کریں گے اور پوشیدہ خواہش نفسانی کے لیے اور اس آیت میں شرک کی تفسیر ریا کے ساتھ کی گئی ہے۔ ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدًا

ف: ریا کا شرک ہونا فصل توحید میں کسی قدر بیان ہو چکا ہے وہاں دیکھ لینا چاہیے اور نفاق کہتے ہیں کفر دل میں رکھ کر اسلام کے ظاہر کرنے کو۔

اقسام نفاق

نفاق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نفاق اعتقادی۔ تفسیر مذکور اسی نفاق کی تھی اور اسی نفاق کے بارے میں یہ وعید آئی ہے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (النساء: ۱۴۵)

''بے شک منافق لوگ نیچے کے درجہ میں ہوں گے جہنم کے''

دوسری قسم نفاق عمل یعنی اعتقاد تو درست ہے مسلمانوں کا سا مگر بعضے افعال ایسے صادر ہوتے ہیں جیسے منافقین کے ہوتے تھے جیسے حدیث میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ چار خصلتیں ہیں جس شخص میں وہ چاروں ہوں وہ تو پورا منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو اس میں

نفاق کی ایک خصلت ہوگی جب تک کہ اس خصلت کو نہ چھوڑے گا۔
(۱) جب اس کے پاس کچھ امانت رکھوائی جائے خیانت کرے۔
(۲) جب بات کرے جھوٹ بولے۔
(۳) جب معاہدہ کرے بدعہدی کرے۔
(۴) جب لڑے جھگڑے گالیاں بکنے لگے۔ (روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے)
اس حدیث میں نفاق سے مراد یہی نفاق عمل ہے۔ جیسے کسی شریف زادہ کو جو دناءت کے افعال اختیار کرلے چمار کہہ دیتے ہیں یعنی چماروں کا سا کام کرنے والا۔

ریا کے خیال سے اعمالِ صالحہ کو ترک کرنا

ریا کے آفات عظیم ہیں اس سے بچنے کا بہت ہی اہتمام چاہیے مگر یہ بھی یادرکھنا چاہیے کہ شیطان کے اغوا اور اعمالِ صالحہ کے ترک کرانے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اس عمل کو مت کرو یہ ریا ہو جائے گی۔ اس صورت میں اس کا جواب دینا چاہیے کہ ریا اس وقت ہوسکتی ہے جب ہمارا قصد یہی ہو کہ مخلوق کو دکھلاویں اور وہ خوش ہوں اور ہم کو اس خیال سے حظ ہو اور جس حالت میں کہ ہم اس کو برا سمجھ رہے ہیں اور دفع کرنا چاہتے ہیں خواہ دفع ہو یا نہ ہو تو یہ ریا کدھر سے ہے جواب دے کر اعمال صالحہ میں مشغول ہو، وساوس وخطرات کی کچھ پروا نہ کرے، دو چار مرتبہ کسی قدر وسوسہ آوے گا پھر شیطان جھک مار کر خود دفع ہو جاوے گا۔

حضرت پیر و مرشد قبلہ و کعبہ عقیدت مندان مولانا الحاج الحافظ محمد امداد اللہ دامت برکاتہم کا ارشاد ہے کہ "ریا ہمیشہ ریا نہیں رہتی اوّل ریا ہوتی ہے پھر ریا سے عادت ہو جاتی ہے اور عادت سے عبادت اور اخلاص۔"

مطلب یہ ہے کہ جو ریا بلا قصد ہو اس کی پرواہ نہ کرے اور اس کی وجہ سے عمل کو ترک نہ کرے۔

توبہ

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: "وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" (یعنی رجوع کرو اللہ کی طرف سب کے سب اے ایمان والو! تاکہ تم فلاح پاؤ اور بہت حدیثیں اس باب میں وارد ہیں۔)

طریق توبہ

توبہ کی پوری حقیقت ایک بزرگ نے نہایت مختصر الفاظ میں بیان کی ہے: ''هو تجرق الحشا على الخطا'' یعنی دل میں سوزش پیدا ہو جانا گناہ پر۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ ''الندم توبة'' اس کا مؤید ہے۔ آداب توبہ کے بہت ہیں مگر مختصر یوں سمجھ لیجئے کہ جب کسی بڑے آدمی کا قصور ہو جاتا ہے تو کس طرح اس سے معذرت کرتے ہیں، ہاتھ جوڑتے ہیں، پاؤں پر ٹوپی ڈال دیتے ہیں، خوشامد کے الفاظ کہتے ہیں، رونے کا سامنہ بناتے ہیں۔ طرح طرح کے عنوانات سے معذرت کرتے ہیں۔ بھلا اللہ تعالیٰ کے روبرو جب معذرت کریں کم از کم ایسی حالت تو ضرور ہونا چاہیے ایسی توبہ حسب وعدہ خداوندی ضرور قبول ہوتی ہے۔

خوف

اصفہانی نے ترغیب میں معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایمان والے کا دل بے خوف نہیں ہوتا اور اس کے خوف کو کسی طرح سکون نہیں ہوتا۔

خوف پیدا ہونے کا طریقہ

طریقہ خوف پیدا ہونے کا یہ ہے کہ ہر وقت یہ خیال رکھے کہ اللہ تعالیٰ میرے تمام اقوال واحوال ظاہری و باطنی پر ہر وقت مطلع ہیں اور مجھ سے باز پرس کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندہ کی فضیلت ایمان سے یہ ہے کہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہیں وہ جہاں کہیں بھی ہو۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان کے باب خوف میں اور طبرانی نے اوسط میں)۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ'' (یوسف:۸۷)

''بے شک نہیں نا اُمید ہوتے اللہ کی رحمت سے مگر وہ لوگ جو کافر ہیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اُمید رکھنا جزء ایمان ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک

گمان رکھنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن عبادت سے ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے)

اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھنے کا عمدہ طریقہ

یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے نیک گمان اور اُمید رکھنے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ اس کی پوری اطاعت کی کوشش کرے۔ یہ طبعی بات ہے کہ جس کی اطاعت کی جاتی ہے اس سے سب طرح کی اُمیدیں رہتی ہیں اور نافرمانی سے ضرور دل کو وحشت اور نا اُمیدی سی ہو جاتی ہے اور توبہ کرنے کے وقت اُمید رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کی وسعت رحمت پر نظر کر کے یقین کرے کہ میرا عذر ضرور قبول ہو جائے گا۔ مقصود شارع علیہ السلام کا امر رجاء سے بھی دو امر معلوم ہوتے ہیں۔ ایک اصلاح عمل دوسرے توبہ۔

آج کل اکثر لوگ گناہ میں انہماک اور توبہ میں تاخیر کرنے کے وقت بہانہ حسن ظن و اُمید نیک کا لایا کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے مقصود شارع علیہ السلام بالکل منعکس کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرماویں بلکہ رحمت الٰہیہ کی وسعت دریافت کر کے تو زیادہ شرمانا چاہیے کہ اللہ اکبر۔

تصدق اپنے خدا کے جاؤں　　یہ پیار آتا ہے مجھ کو انشا
اِدھر سے ایسے گناہ پیہم　　اُدھر سے وہ دم بدم عنایت

جب یہ شرم غالب ہوگی ہرگز نافرمانی نہیں ہو سکتی۔

حیا

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیا ایک شاخ ہے ایمان کی۔
(روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے)

خدا سے شرمانے کا طریقہ

حیا عجب چیز ہے۔ اگر مخلوق سے حیا ہوگی ایسی حرکت کوئی نہ ہوگی جس کو مخلوق پسند نہ کرتی ہو اور اگر خالق سے حیا ہوگی تو ان افعال سے بچے گا جو خالق کے نزدیک ناپسند ہیں۔ مخلوق سے تو حیاء کرنا ایک طبعی امر ہے۔ البتہ خالق سے حیا کرنے کا طریقہ معلوم کرنا ضروری ہے۔ سو طریقہ اس کا یہ ہے کہ کوئی وقت تنہائی کا مقرر کر کے بیٹھ کر اپنی نافرمانیاں اور اللہ

تعالیٰ کی نعمتیں یاد کیا کرے۔ چند روز میں کیفیت حیا کی قلب میں خود بخود پیدا ہو جائے گی اور ایک شعبۂ عظیم ہاتھ آ جاوے گا۔

شکر

شکر کی دو قسمیں ہیں۔ شکر کرنا خالق کا جو منعم حقیقی ہے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: "وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ" (البقرہ:۱۵۲)

"تم میرا شکر کرو اور میری ناشکری مت کرو۔"

دوسری قسم شکر کرنا مخلوق کا جو واسطۂ نعمت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

"من لم یشکر النّاس لم یشکر اللّٰہ"

"جس نے آدمیوں کی ناشکری کی اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا۔

اور ابوداؤد نے حدیث روایت کی ہے کہ جس شخص کو کوئی چیز ملی اگر اس کو میسر ہو تب تو اس کا عوض دے اور اگر میسر نہ ہو تو دینے والے کی ثناء اور صفت ہی کر دے۔ پس جس نے ثناء وصفت کر دی اس نے شکر ادا کیا اور جس نے اس کو پوشیدہ رکھا اس نے ناشکری کی۔

شکر حقیقت نعمت کی قدردانی کرنا

شکر کی حقیقت نعمت کی قدردانی کرنا جب نعمت کی قدر ہوگی تو منعم کی بھی ضرور قدر ہوگی اور جس کے ذریعہ سے وہ نعمت پہنچی ہے اس کی بھی قدر ہوگی۔ اس طرح سے خالق اور مخلوق دونوں کا شکر ادا ہو جائے گا۔

اب سمجھو کہ دل میں جس کی قدر ہوتی ہے اس کی تعظیم ومحبت بھی کرتا ہے۔ اس کی بات ماننے کو بھی بالاضطرار دل چاہتا ہے۔ سو کمال شکر خالق کا یہی ہوگا کہ دل میں ان کی تعظیم ہو اور زبان پر ثناء وصفت جوارح سے احکام کی حتی الامکان پوری تعمیل یہی راز ہے۔ مفہوم شکر کے عام ہونے میں کہ قلب ولسان جوارح تینوں اس کے محل ورُود ہیں۔

دوسری بات ضروری سمجھنے کے قابل یہ ہے کہ جب واسطۂ نعمت کی شکر گزاری بھی ضروری ٹھہری یہاں سے اُستاد و پیر وغیرہما کا حق بھی نکل آیا کہ یہ لوگ نعمتِ حقیقی علم دین و عرفاں و یقیں کے واسطے ہیں۔ سو جتنی بڑی نعمت ہوگی اتنا ہی واسطۂ نعمت کا بھی حق ہوگا۔

اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اُستاد و پیر کا حق کتنا بڑا ہے۔ افسوس اس زمانے میں یہ دونوں علاقے ایسے کمزور ہو گئے ہیں کہ کوئی ان کی وقعت ہی نہیں رہی۔

اب ہم بہت اختصار کے ساتھ دونوں کے حقوق جدا جدا لکھ دیتے ہیں۔ آگے توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

حقوقِ اُستاد

(۱) اس کے پاس مسواک کر کے صاف کپڑے پہن کر جاوے۔ (۲) ادب کے ساتھ پیش آوے۔ (۳) نگاہِ حرمت و تعظیم سے اس پر نظر کرے۔ (۴) جو بتلاوے اس کو خوب توجہ سے سنے۔ (۵) اس کو خوب یاد رکھے۔ (۶) جو بات سمجھ میں نہ آوے اپنا قصور سمجھے۔ (۷) اس کے روبرو کسی اور کا قول مخالف ذکر نہ کرے۔ (۸) اگر کوئی اُستاد کو برا کہے حتی الوسع اس کا دفعیہ کرے ورنہ وہاں سے اُٹھ کھڑا ہو۔ (۹) جب حلقہ کے قریب پہنچے سب حاضرین کو سلام کرے پھر اُستاد کو بالخصوص سلام کرے لیکن اگر وہ تقریر وغیرہ میں مشغول ہو تو اس وقت سلام نہ کرے۔ (۱۰) اُستاد کے روبرو نہ ہنسے نہ بہت باتیں کرے۔ اِدھر اُدھر نہ دیکھے، نہ کسی اور کی طرف متوجہ ہو، بالکل اُستاد کی طرف متوجہ رہے۔ (۱۱) اُستاد کی بدخلقی کا سہار کرے۔

(۱۲) اس کی تندخوئی سے اس کے پاس جانا نہ چھوڑے نہ اس کے کمال سے بداعتقاد ہو بلکہ اس کے اقوال اور افعال کی تاویل کرے۔

(۱۳) جب اُستاد کام میں لگا ہو یا ملول و مغموم ہو یا بھوکا پیاسا ہو یا اُونگھ رہا ہو یا اور کوئی عذر ہو جس سے تعلیم شاق ہو یا حضورِ قلب سے نہ ہو ایسے وقت نہ پڑھے۔

(۱۴) حالت بعد و غیبت میں بھی اس کے حقوق کا خیال رکھے۔

(۱۵) گاہ گاہ تحفہ تحائف، خط و کتابت سے اس کا دل خوش کرتا رہے اور بہت سے ہیں مگر ذہین آدمی کیلئے اسی قدر لکھنا کافی ہے وہ اسی سے باقی حقوق کو بھی سمجھ سکتا ہے۔

حقوقِ پیر

جس قدر حقوق اُستاد کے لکھے گئے ہیں یہ سب پیر کے بھی حقوق ہیں اور کچھ زائد حقوق ہیں وہ لکھے جاتے ہیں۔

(۱) یہ اعتقاد کر لے کہ میرا مطلب اسی مرشد سے حاصل ہوگا اور اگر دوسری طرف توجہ کرے گا تو مرشد کے فیض و برکات سے محروم رہے گا۔

(۲) ہر طرح مرشد کا مطیع ہو اور جان و مال سے اس کی خدمت کرے کیوں کہ بغیر محبت پیر کے کچھ نہیں ہوتا اور محبت کی پہچان یہی ہے۔

(۳) مرشد جو کہے اس کو فوراً بجالائے اور بغیر اجازت اس کے فعل کی اقتداء نہ کرے کیوں کہ بعض اوقات وہ اپنے حال اور مقام کے مناسب ایک کام کرتا ہے کہ مرید کو اس کو کرنا زہر قاتل ہے۔

(۴) جو درُود و وظیفہ مرشد تعلیم کرے اسی کو پڑھے اور تمام وظیفے چھوڑ دے۔ خواہ اس نے اپنی طرف سے پڑھنا شروع کیا ہو یا کسی دوسرے نے بتایا ہو۔

(۵) مرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اسی کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ یہاں تک کہ سوائے فرض و سنت کے نماز نفل اور کوئی وظیفہ بغیر اس کی اجازت کے نہ پڑھے۔

(۶) حتی الامکان ایسی جگہ کھڑا نہ ہو کہ اس کا سایہ مرشد کے سایہ پر یا اس کے کپڑے پر پڑے۔ (۷) اس کے مصلیٰ پر پیر نہ رکھے۔

(۸) اس کی طہارت اور وضو کی جگہ طہارت یا وضو نہ کرے۔

(۹) مرشد کے برتنوں کو استعمال میں نہ لاوے۔ (۱۰) اس کے سامنے نہ کھانا کھائے نہ پانی پئے اور نہ وضو کرے۔ ہاں اجازت کے بعد مضائقہ نہیں۔

(۱۱) اس کے روبرو کسی سے بات نہ کرے بلکہ کسی کی طرف متوجہ بھی نہ ہو۔

(۱۲) جس جگہ مرشد بیٹھا ہو، اس طرف پیر نہ پھیلائے اگرچہ سامنے نہ ہو۔

(۱۳) اور اس کی طرف تھوکے بھی نہیں۔

(۱۴) جو کچھ مرشد کہے یا کرے اس پر اعتراض نہ کرے کیوں کہ جو کچھ وہ کرتا ہے یا کہتا ہے الہام سے کرتا اور کہتا ہے۔ اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آوے تو حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا قصہ یاد کرے۔

(۱۵) اپنے مرشد سے کرامت کی خواہش نہ کرے۔

(۱۶) اگر کوئی شبہ دل میں گزرے تو فوراً عرض کرے اور اگر وہ شبہ حل نہ ہو تو اپنے فہم کا نقصان سمجھے اور اگر مرشد اس کا کچھ جواب نہ دے تو جان لے کہ میں اس کے جواب کے لائق نہ تھا۔

(۱۷) خواب میں جو کچھ دیکھے وہ مرشد سے عرض کرے اور اگر اس کی تعبیر ذہن میں آوے تو اُسے بھی عرض کر دے۔

(۱۸) بے ضرورت اور بے اِذن مرشد سے علیحدہ نہ ہو۔

(۱۹) مرشد کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرے اور بآواز بلند اس سے بات نہ کرے اور بقدرِ ضرورت مختصر کلام کرے اور نہایت توجہ سے جواب کا منتظر رہے۔

(۲۰) اور مرشد کے کلام کو رَدّ نہ کرے۔ اگر چہ حق مرید ہی کی جانب ہو بلکہ یہ اعتقاد کرے کہ شیخ کی خطا میرے صواب سے بہتر ہے۔

(۲۱) جو کچھ اس کا حال ہو بھلا ہو یا برا اس مرشد سے عرض کرے کیوں کہ مرشد طبیب قلبی ہے۔ اطلاع کے بعد اس کی اصلاح کرے گا۔ مرشد کے کشف پر اعتماد کر کے سکوت نہ کرے۔

(۲۲) اس کے پاس بیٹھ کر وظیفہ میں مشغول نہ ہو۔ اگر کچھ پڑھنا ضرور ہو تو اس کی نظر سے پوشیدہ بیٹھ کر پڑھے۔

(۲۳) جو کچھ فیض باطنی اسے پہنچے اُسے مرشد کا طفیل سمجھے۔ اگر چہ خواب میں یا مراقبہ میں دیکھے کہ دوسرے بزرگ سے پہنچا ہے تب بھی یہ جانے کہ مرشد کا کوئی لطیفہ اس بزرگ کی صورت ظاہر ہوا ہے۔ (کذا فی ارشاد رحمانی)

قال العارف الرومی رحمہ اللہ:

چوں گزیدی پیر من تسلیم شو ہمچو موسیٰ زیرِ حکم خضر رو
صبر کن درکار خضر اے بے نفاق تانگوید خضر رو ہٰذا فراق

(جب تو نے کسی بزرگ کو چن لیا تو اس کے سپرد ہو جا۔ موسیٰ علیہ السلام کی طرح خضر علیہ السلام کے ماتحت ہو جا۔ اے نفاق سے دُور رہنے والے! خضر علیہ السلام کے کام پر صبر کر تا کہ خضر یہ نہ کہے چلو جدائی ہے)۔

قال العطار رحمہ اللہ:

گر ہوائے ایں سفر داری ولا دامن رہبر بگیر و پس بیا
در ارادت باش صادق اے فرید تا بیابی گنج عرفاں را کلید
دامن رہبر بگیر اے راہ جو ہرچہ داری کن نثار راہ او
گر روی صد سال در راہِ طلب رہبرے نبود چہ حاصل زاں تعب
بے رفیقے ہرکہ شد در راہِ عشق عمر بگذشت و نشد آگاہِ عشق
پیر خود را حاکم مطلق شناس تا براہ فقر گردی حق شناس
ہرچہ فرماید مطیع امر باش طوطیائے دیدہ کن از خاک پاش
آنچہ می گوید سخن تو گوش باش تانگوید اوبگو خاموش باش

تنبیہ: مگر یہ سب آداب مذکورہ شیخ کامل کے ہیں۔ اس کی چند علامات بتائی جاتی ہیں جس سے طالب دھوکہ سے بچا رہے۔

(۱) خواص یعنی علماء وفقراء کے نزدیک اس کی قبولیت زیادہ ہو بہ نسبت عوام کے

(۲) اس کی صحبت میں یہ اثر ہو کہ توجہ الی اللہ میں زیادتی اور خیالاتِ دُنیوی میں کمی معلوم ہوتی ہو۔ (۳) اس کا کلام بزرگانِ پیشین کے کلام کے مشابہ ہو۔

(۴) کسی کامل کی جانب سے اجازت یافتہ ہو۔

(۵) متقی ہو یعنی دلائل شرعیہ صحیحہ صریحہ کے خلاف کسی فعل پر اصرار نہ ہو اور احیاناً لغزش ہو جانا منافی کمال نہیں اور اگر بظاہر کوئی قول یا فعل مخالف شرع سرزد ہوتا ہو اس کی توجیہ وتاویل موافق قواعد شرعیہ کے ممکن ہو۔

اگر ان اوصاف کا جامع کوئی شخص مل جاوے تو اس کو غنیمت سمجھے اور دل سے اس کا غلام بن جاوے ورنہ اس سے علیحدگی اختیار کرے۔ خصوصاً قرآن وحدیث کیخلاف کرنے والے سے ہرگز مجالست ومخالطت نہ کرے کہ صحبت اس کی برہم کن دین وایمان ہے۔

قال العارف الرومی رحمہ اللہ:

اے بسا ابلیس آدم رُوئے ہست پس بہر دستے نباید داد دست
کار شیطان می کند نامش ولی گر ولی ایں ست لعنت بر ولی

(بہت سے شیطانوں کا چہرہ آدمی جیسا ہے۔ پس ہاتھ ہر ہاتھ میں نہ دینا چاہیے۔ شیطان جیسا کام کرتا ہے اور اس کا نام ولی ہے اگر یہ ولی ہے تو ایسے ولی پر لعنت ہے)

قال العارف الشیرازی رحمہ اللہ:

نخست موعظت پیر ایں طریق ایں است ‏ ‏ ‏ ‏ کہ از مصاحب ناجنس احتراز کنید

(پہلی نصیحت اس راہ کے بزرگ کی یہ ہے کہ ناجنس شخص سے دور رہو)۔

ف: اسی طرح شکر میں داخل ہے تمام اہل حقوق کے حقوق ادا کرنا، باپ، ماں، اولاد، چچا، ماموں، میاں، بی بی، پڑوسی، عام مسلمان، عام بنی آدم، بہائم۔ اس مضمون پر کتاب حقیقۃ الاسلام تصنیف قاضی ثناء اللہ صاحب کافی وافی ہے۔

وفا

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ”یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ“

”اے ایمان والو! پورا کرو عہدوں کو۔“

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ”وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ“

”پورا کرو اللہ کا عہد جب تم عہد کرو۔“

اور فرمایا: ”وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ط“

”پورا کرو عہد کو بے شک عہد پوچھا جائے گا۔“

یعنی قیامت میں سوال ہوگا کہ پورا کیا یا نہیں اور اوپر حدیث میں گزر چکا ہے کہ عہد پورا نہ کرنا علامت نفاق کی ہے۔

تاسف

افسوس ہمارے زمانے میں عہد پورا کرنے کا بہت ہی کم لوگوں کو خیال ہے۔ وعدہ کرکے دوسرے کو اُمید دلا کر آخر میں نا اُمید کر دیتے ہیں۔ اس کا بہت خیال چاہیے، خوب سوچ سمجھ کر وعدہ کرنا چاہیے، پھر جس طرح ممکن ہو ایفاء کرنا چاہیے۔ البتہ خلاف شرع ہو تو پورا کرنا درست نہیں۔

صبر

حدیث میں ہے صبر نصف ایمان ہے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ''اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ''
''بے شک اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہے۔''

تواضع

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے تواضع کی اللہ کے واسطے بلند مرتبہ فرمایا اس کو اللہ تعالیٰ نے، پس وہ شخص اپنے دل میں چھوٹا ہے اور لوگوں کی آنکھوں میں بڑا ہے اور جو شخص تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بے قدر کر دیتے ہیں۔ پس وہ لوگوں کی آنکھ میں چھوٹا ہے اور اپنے دل میں بڑا۔ یہاں تک کہ وہ شخص لوگوں کے نزدیک کتے سور سے بھی زیادہ ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں داخل ہوگا دوزخ میں کوئی ایسا شخص جس میں رائی برابر بھی ایمان ہو اور نہیں داخل ہوگا جنت میں کوئی ایسا شخص جس کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہو اور ایک روایت میں ہے کہ جس کے دل میں ذرّہ برابر تکبر ہو۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ آدمی کا جی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، اس کا جوتا اچھا۔ (یعنی کیا یہ سب کچھ تکبر ہے) آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ خود جمیل ہیں، جمال کو پسند کرتے ہیں تکبر تو یہ ہے کہ حق کا رَدّ کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ (یعنی خوش طبعی تکبر نہیں ہے)

ف: اور تواضع میں اپنے سے بڑے کی توقیر کرنا بھی داخل ہے۔ احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اُمت میں داخل نہیں جو شخص ہمارے بڑے کی تعظیم نہ کرے اور ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے۔

رحمت و شفقت

ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے، نہیں دُور کی جاتی مہربانی کی صفت کسی کے دل سے مگر شقی سے۔ روایت کیا

اس کو احمد اور ترمذی نے۔.....عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحم کرنے والوں پر رحمان رحم فرماتے ہیں تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

اور نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کی ہمدردی اور محبت اور عطوفت میں اس طرح پاؤ جیسے بدن میں عضو اگر دُکھتا ہے تو تمام بدن بدخوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

رضا بالقضاء

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کی سعادت میں سے ہے۔

خیر مانگنا اللہ تعالیٰ سے اور راضی ہونا اس پر جو اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا اور آدمی کی شقاوت میں سے ہے ترک کرنا خیر مانگنے کو اور ناخوش ہونا اللہ کے حکم پر۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ف: رضا بالقضاء کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ دل میں بھی رنج نہ آنے پاوے۔ رنج تو امر طبعی ہے یہ کس طرح اختیار میں ہوسکتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دل اس کو پسند کرے جیسے دُنبل والا خوشی سے جراح کو نشتر مارنے کی اجازت دیتا ہے مگر دُکھ ضرور ہوتا ہے۔ ہاں بوجہ غلبہ حال کے بعض اوقات الم محسوس نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات سرور وفرح ہوتا ہے۔ یہ حالت اکثر متوسطین اہل سلوک کو پیش آتی ہے اور اہلِ کمال و تمکین کو رنج وغم سب کچھ ہوتا ہے، پھر بھی نہ کوئی کلمۂ شکایت کا منہ سے نکالتے ہیں نہ کوئی فعل خلاف مرضی حاکم حقیقی کے کرتے ہیں یہ زیادہ کمال کی بات ہے باوجود رنج کے اپنے کو ضبط کرتے ہیں اور جب رنج ہی نہ ہو ضبط کرنا کیا مشکل ہے اور صبر کا تو بدون رنج کے وجود ہی محال ہے۔ حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہم السلام کے مقام صبر ورضا میں کس کو کلام ہوسکتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں جو کچھ ان کا حال ہو گیا تھا۔ سب جانتے ہیں، جب ان کے بیٹوں نے سمجھایا تو آپ جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّمَآ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝ (یوسف:۸۶)

”میں تو صرف اپنی پریشانی اور رنج کا اللہ تعالیٰ ہی سے گلہ کرتا ہوں اور میں اللہ کی

طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں کہ تم نہیں جانتے۔''

ہمارے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے جب وفات پائی تو حضور رونے لگے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تعجباً عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ بھی روتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن عوف! یہ تو رحمت ہے پھر آپ دوبارہ روئے اور فرمایا بے شک آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے اور زبان سے ہم وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا مالک راضی ہو اور بیشک ہم تمہاری جدائی میں اے ابراہیم! مغموم ہیں۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ صبر تو جب ہی ہے جب تازہ صدمہ پڑے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ ان حدیثوں کے سننے کے بعد ہمارے دعویٰ مذکور میں اب کچھ شک باقی نہ رہا ہوگا۔

توکل

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ''وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ''

''اللہ تعالیٰ ہی پر چاہیے کہ توکل کریں ایمان والے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داخل ہوں گے بہشت میں میری اُمت سے ستر ہزار آدمی بدون حساب کے، یہ وہ لوگ ہیں جو جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور بدشگونی نہیں لیتے اور اپنے پروردگار پر بھروسا کرتے ہیں۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

مراد یہ ہے کہ جو جھاڑ پھونک ممنوع (بالخصوص جھوٹا فال گنڈا یا ٹوٹکہ جادو مسمریزم ۱۲) ہے وہ نہیں کرتے اور بعض نے کہا کہ افضل یہی ہے کہ جھاڑ پھونک بالکل نہ کرے اور بدشگونی یہ کہ مثلاً چھینکنے کو یا کسی جانور کے سامنے نکل جانے کو منحوس سمجھ کر وسوسہ میں مبتلا ہو جاویں۔ مؤثر حقیقی اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہیں اس قدر وسواس نہ کرنا چاہیے۔ البتہ نیک فال لینا اگرچہ وہاں بھی حقیقتاً کوئی تاثیر نہیں مگر چونکہ اس میں رحمت خداوندی سے اُمید ہو جاتی ہے مستحسن ہے بخلاف بدفالی کے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی ہوتی ہے۔

حقیقت توکل و رفع غلطی

آج کل توکل کے معنی یہ مشہور ہیں کہ تمام اسباب چھوڑ کر بیٹھ جاوے۔ یہ معنی بالکل غلط ہیں۔ تمام قرآن وحدیث اثبات تدبیر واسباب سے پُر ہے بلکہ توکل بایں معنی تو کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔ اچھا اگر بلا تدبیر کچھ کھانے پینے کو مل بھی گیا تو کیا کھانے میں لقمہ بھی منہ میں نہ رکھو گے اس کو چباؤ گے بھی نہیں۔ اس کو نگلو گے بھی نہیں، پھر یہ سب بھی تو اسباب وتدابیر ہیں، غذا پہنچنے کے پھر توکل کہاں رہا۔ اس سے تو لازم آتا ہے کہ آج تک کوئی نبی ولی متوکل ہوا ہی نہیں۔ پھر اس کا کون قائل ہوسکتا ہے بلکہ توکل کی حقیقت وہ ہے جو توکیل کی ہے یعنی مقدمہ میں کسی کو وکیل بناتے ہیں تو کیا صاحب مقدمہ پیروی چھوڑ دیتا ہے مگر باوجود اس کے مقدمہ کی کامیابی کا نتیجہ وکیل کی لیاقت وحسن تقریر وسعی کا سمجھتا ہے۔

اس کو اپنی تدبیر کی طرف نسبت نہیں کرتا۔ بالکل یہی حال توکل کا سمجھنا چاہیے کہ اسباب وتدابیر بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہوں، سب کچھ کرے مگر ان کو مؤثر نہ سمجھے۔ یہ اعتقاد رکھے کہ کام جب بنے گا اللہ تعالیٰ کے حکم وفضل سے بنے گا اور واقع میں اگر دیکھا جاوے تو تدبیر کا مؤثر ہونا محض خدا ہی کے حکم سے ہے۔ بندہ کو اس میں ذرّہ برابر بھی تو دخل نہیں۔ مثلاً زمین میں بیج ڈال دیا یہ تو اس کی تدبیر تھی اب وقت پر بارش ہونا اس کا زمین سے اُبھرنا، پکنا، آفاتِ سماوی سے محفوظ رہنا یہ اس کے اختیار میں کب ہے اس لیے واجب ہے کہ کامیابی کو ثمرہ فضل خداوندی کا سمجھے، پس یہ توکل ہوگیا۔

اس سے معلوم ہوا ہوگا کہ اکثر مسلمان اس نعمت توکل سے مشرف ہیں۔ البتہ بعض بعض کو کسی قدر خیالات کے اصلاح کی ضرورت ہے اور جو کچھ مقدمہ رزق وغیرہ میں طبیعت کو تشویش پیش آتی ہے اس کی وجہ یہ نہیں کہ لوگوں کو صفت توکل حاصل نہیں یا وعدہ الٰہیہ پر اعتماد نہیں بلکہ وجہ اس تشویش کی صرف یہ ہے کہ کامیابی کے طریق واوقات معین نہیں۔ ابہام کو تردد لازم ہے اور بعض متوکلین کو بلا اسباب کچھ مل گیا ہے وہ کرامت کے قبیل سے ہے جو توکل کے آثار غیر لازمہ سے ہے۔ حقیقت توکل میں داخل نہیں، خوب سمجھ لو۔

ترک کرنا عجب کا

طبرانی نے حدیث نقل کی ہے کہ تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ایک حرص جس کی اطاعت کرنے لگے اور خواہش نفسانی جس کی پیروی کی جاوے اور خود بینی اور خود پسندی اور یہ بھی خود پسندی میں داخل ہے کہ اپنے منہ سے اپنی تعریف کرے، اپنی بزرگی و کمالات بیان کرے۔فرمایا اللہ تعالیٰ نے: "فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ" (الآیۃ)

فرق درمیان ریا و تکبر و عجب

اور تکبر کی برائی فصل تواضع میں بیان کی گئی ہے۔جاننا چاہیے کہ یہ تین چیزیں ہیں تکبر، عجب، ریا، سرسری نظر سے ان میں فرق معلوم نہیں ہوتا مگر یہ سب جدا جدا ہیں۔خلاصہ فرق کا یہ ہے کہ ریا تو ہمیشہ عبادت و اُمور دینی ہی میں متحقق ہوتی ہے۔بخلاف عجب و تکبر کے کہ اُمور دینیہ و دنیویہ دونوں میں ہوتا ہے۔پھر تکبر میں تو آدمی دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے۔بخلاف عجب کے کہ وہ اپنے کو اچھا سمجھتا ہے گو دوسرے کو حقیر نہ سمجھے۔

رفع اشکال متعلق عجب

اس مقام پر ایک اشکال ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی کو کوئی صفت کمال عطا فرمادے تو اس کو صفت کمال نہ جاننا تو ایک قسم کی ناشکری ہے اور صفت کمال جاننا موجب عجب ہے تو اب کیا کرے؟

حل اشکال کا یہ ہے کہ اس کو صفت کمال ضرور سمجھے مگر اپنے کو اس کا مستحق اور موصوفِ حقیقی نہ جانے اور اس پر افتخار نہ کرے بلکہ محض صفت کو نعمت غیبی اور عطیہ خداوندی اور پرتو کمال الٰہی سمجھ کر شکر بجالاوے اور سمجھے کہ یہ میرے پاس بطورِ امانت کے ہے اور جب چاہیں مجھ سے سلب کرلیں، یہ عطیہ میرے پاس اس طرح ہے جیسے کوئی کریم و منعم بادشاہ ادنیٰ چمار کے پاس ایک گوہر بے بہا امانت رکھ دے اور جب چاہے لے لے اور خواہ اپنے کرم سے عمر بھر بھی نہ لے بلکہ اسی کو انتفاع کی اجازت بخش کر اس کے ہم چشموں میں سرفراز کرتا ہے۔ اس پر بھی وہ اتراتا نہیں بلکہ پہلے سے زیادہ کچھ لرزاں ترساں رہتا ہے کہ کہیں اس در بے

بہا کی بے قدری نہ ہو جاوے، کہیں ضائع نہ ہو جاوے کہیں بے آب نہ ہو جاوے، جو شخص اپنے کمالات کو اس طرح سمجھے گا وہ شاکرین میں ہے نہ خود پسندوں میں۔

ترک کرنا چغل خوری اور کینہ کا

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چغل خوری اور کینہ دوزخ میں لے جانے والی چیز ہے۔ مسلمان کے قلب میں دونوں جمع نہیں ہو سکتیں۔ روایت کیا اس کو طبرانی نے۔

ترک کرنا حسد کا

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حسد کھالیتا ہے نیکیوں کو جس طرح کھالیتی ہے آگ لکڑیوں کو۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

ترک کرنا غصے کا

فرمایا اللہ تعالیٰ نے "وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ" یعنی ایسے لوگ جو روکنے والے ہیں غصہ کو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھ کو کچھ وصیت فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ مت کیا کرو۔ اس نے کئی مرتبہ یہی بات کہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار یہی فرماتے رہے کہ غصہ مت کیا کرو۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

اور غصہ روکنا گو اس وقت شاق معلوم ہوتا ہے مگر ہمیشہ کا انجام نیک ہوتا ہے کہ دشمن بھی دوست بن جاتا ہے۔ قال الله تعالیٰ "اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ" (الآیۃ)

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلوان وہ نہیں جو دوسروں کو کشتی میں گرادے بلکہ بڑا پہلوان وہ ہے کہ جو غصہ کے وقت اپنے کو قابو میں رکھے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ گویا شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اسی حدیث کا ترجمہ فرمایا ہے:

نہ مرد است آں نہ نزدیک خردمند	کہ با پیل وماں پیکار جوید
بلے مرد آنکس است از روئے تحقیق	کہ چوں خشم آیدش باطل نگوید

(عقل مندوں کے ہاں وہ شخص مرد نہیں کہ غصہ والے ہاتھی سے مقابلہ کرے لیکن حقیقت میں مرد وہ ہے کہ غصہ کے وقت بری بات نہ کہے)۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص روکے اپنے غصہ کو روک لیں گے اللہ تعالیٰ اس سے اپنا عذاب قیامت کے دن۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ نے اسی قسم کا مضمون ارشاد فرمایا ہے:

گفت عیسیٰ را یکے ہشیار سر　　چیست درہستی زجملہ صعب تر
گفت اے جاں صعب تر خشم خدا　　کہ از و دوزخ ہمی، لرزد چوما
گفت از خشم خداچہ بود امان　　گفت ترک خشم خویش اندر زمان

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک دفعہ ایک ذہین نے کہا کہ دُنیا میں سب سے زیادہ تکلیف دہ چیز کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا، اے پیارے! سب سے زیادہ تکلیف دہ حق تعالیٰ کا غصہ ہے جس سے دوزخ بھی ہماری طرح کانپنے لگتی ہے کہنے لگا خدا کے غصہ سے بچاؤ کی کیا صورت ہے؟ فرمایا: صورت یہ ہے کہ غصہ سے باز رہو)۔

غصہ کا علاج

غصہ من جملہ مہلکات عظیمہ ہے بلکہ نظر تحقیق میں کینہ وحسد بھی اسی غصہ کے آثار میں سے ہیں کیونکہ جب کسی پر پورے طور سے غصہ چلتا نہیں تو اندر ہی اندر گھٹ کر کینہ وحسد پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا علاج اوّل ہی سے کرنا ضرور ہے۔

حدیث شریف میں اس کا علاج اس طرح آیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غصہ شیطان کی جانب سے ہے اور شیطان پیدا ہوا ہے آگ سے اور آگ بجھ جاتی ہے پانی سے سو جب تم میں سے کسی کو غصہ آیا کرے تو وہ وضو کر لیا کرے۔

روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

اور دوسرا اور علاج آیا ہے۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں کسی کو غصہ آیا کرے اگر وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جاوے، اگر غصہ جاتا رہے تو خیر ورنہ لیٹ جاویے

روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے۔

اور اشاراتِ حدیث سے سمجھ کر بعض معالجات بزرگوں نے بھی فرمائے ہیں۔ایک یہ کہ یقین کرے کہ جس بات پر مجھ کو کچھ غصہ آیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔غصہ کس پر کیا جائے۔

دوسرے یہ یاد کرے کہ جیسے میں کسی پر غصہ کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ کی تو مجھ پر بڑی قدرت ہے۔اگر وہ بھی مجھ پر اسی طرح غصہ کرے تو میں کس کی پناہ میں جاؤں گا۔

تیسرے یہ کہ وہاں سے ٹل جاوے ہرگز توقف نہ کرے اور اگر غصہ کے ضبط سے حقد و حسد پیدا ہو گیا ہو تو اس کا علاج یہ ہے بہ تکلف اس شخص سے ملاقات کرکے اس کے ساتھ طرح طرح کی خدمت و احسان سے پیش آوے یہاں تک کہ اس شخص کے ساتھ محبت ہو جاوے اور اس کا احسان ماننے لگے۔طبعی بات ہے کہ اپنے احسان ماننے والے اور اپنے ساتھ محبت کرنے والے سے حقد و حسد باقی نہیں رہا کرتا۔

ترک کرنا بدخواہی کا

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے بدخواہی کی وہ مجھ سے علیحدہ رہے۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین خیر خواہی وخلوص کا نام ہے:اگر بدخواہی میں بدگمانی بھی آ گئی وہ بھی حرام ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْراً مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ"

(اے ایمان والو! بچا کرو بہت گمان سے بیشک بعض گمان گناہ ہوتا ہے)۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گمان سے اپنے کو بچاؤ بیشک گمان کرنا سب سے بڑھ کر جھوٹ ہے۔روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

بدگمانی کی برائی اور چغل خوری کے ساتھ برتاؤ

آج کل من جملہ اسباب نااتفاقی و پریشانی کے ایک سبب قوی بدگمانی ہے کہ قرائن ضعیفہ محتملہ یا اخبار کاذبہ کی بناء پر دوسرے مسلمان بھائی پر بدگمانی کر بیٹھتے ہیں۔اس کے بعد معمولی قرائن کی تائید و تقویت کرتے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ بدگمانی درجہ یقین تک پہنچ جاتی ہے۔اس سے یہ آفتیں پیدا ہوتی ہیں۔

حقیر سمجھنا دوسرے کو، اس سے بغض و عداوت کرنا، اس کے افعال حسنہ کو محمول ...
نفسانی غرض پر، اس کی غیبت کرنا، اس کے نقصان و ذلت پر خوش ہونا اور طرح طرح ...
خرابیاں اس پر مرتب ہوتی ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ قوی قرائن کے ہوتے بھی ...
الامکان بدگمانی نہ کرے بلکہ کچھ تاویل کر کے اس کو اپنے دل سے رفع کرے، اس سے ...
کر کیا ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو بچشم خود چوری کرتے دیکھ کر ٹوکا ...
نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ میں چوری نہیں کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

''میرے خدا کا نام سچا ہے میری آنکھ جھوٹی ہے''

البتہ اگر دفع کرنے پر بھی دل سے دفع نہ ہو تو اس پر مواخذہ نہیں مگر اس کا ذکر کرنا ...
اس کے مقتضاء کے موافق برتاؤ کرنا یہ ضرور گناہ ہے۔ خصوصاً چغل خوری کی وجہ سے کسی ...
سے بدگمان ہو جانا، سیدھا علاج چغل خور کا یہ ہے کہ اوّل تو منع کر دے کہ ہم سے کسی کی ...
بات مت کہا کرو اور جو وہ نہ مانے تو چغل خوری کے ساتھ چغل خور کا ہاتھ پکڑ کر اس شخص ...
سے مواجہہ کرادے جس کی چغلی کھائی ہے۔ غالباً یا تو یہ چغل خور جھوٹا نکلے گا اور پھر کبھی چغلی ...
نہ کھاوے گا اور اگر سچا نکلا تو وہ شخص شرمندہ ہو کر معذرت کرے گا اور اس طریق سے باہم ...
صلح و صفائی ہو جاوے گی اور جن دو شخصوں میں منہ در منہ صفائی کی باتیں ہو جاتی ہیں پھر ...
چغلی کھانے کی ہمت ذرا کسی کو کم ہوتی ہے۔

ترکِ دُنیا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک بکری کے مرے ہوئے بچہ پر ہوا جس کے کان کٹے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کسی کو یہ بات پسند ہے کہ یہ بچہ اس کو ایک درہم میں مل جاوے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم تو اس کو کسی ادنیٰ چیز کے عوض بھی پسند نہ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم! دُنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بے قدر ہے جیسا یہ تمہارے نزدیک۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اور عمرو بن عوف سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، قسم خدا کی میں تم پر فقر و فاقہ سے اندیشہ نہیں کرتا لیکن یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ تم پر دُنیا فراخ ہو جاوے۔ جیسا پہلے

لوگوں پر ہوئی تھی، پھر تم اس کی رغبت کرنے لگو، جیسے ان پہلوں نے رغبت کی تھی اور وہ دُنیا تم کو برباد کردے۔ جیسا ان لوگوں کو اس نے برباد کردیا۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک فلاح پائی اس شخص نے جو مسلمان ہوا اور گزارے کا اس کو رزق دیا گیا اور جو کچھ اس کو اللہ تعالیٰ نے دیا اس پر قناعت بھی کی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اور حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے فرزند آدم! میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا، بھردوں گا تیرے سینہ کو غنا سے اور بند کردوں گا تیری محتاجی کو اور اگر تو ایسا نہ کرے گا بھردوں گا تیرے ہاتھ کو شغل سے اور نہ بند کروں گا تیری محتاجی کو۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابن ماجہ نے۔

اور سہیل بن اسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر دُنیا کی قدر اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ ملتا۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے دوست رکھا دُنیا کو، گزند پہنچایا اس نے اپنی آخرت کو اور جس شخص نے دوست رکھا آخرت کو ضرر پہنچایا اپنی دُنیا کو۔ پس فنا ہونے والی چیز پر باقی رہنے والی چیز کو ترجیح دو۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

کعب بن مالک سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر دو بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے گلے میں چھوڑ دیئے جاویں وہ بھی اتنا تباہ نہ کریں گے جس قدر آدمی کے دین کو مال اور جاہ کی حرص تباہ کرڈالتی ہے۔ (ترمذی، دارمی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سوکر اُٹھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر اس کا نشان بن گیا تھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر آپ ہم کو اجازت دیں تو کچھ فرش پر بچھا دیا کریں اور بھی اہتمام کردیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو دُنیا سے کیا تعلق؟ میری اور دُنیا کی تو ایسی

مثال ہے جیسے کوئی سوار کسی درخت کے نیچے سایہ لینے کھڑا ہو گیا، پھر اس کو چھوڑ کر آگے چل دیا۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

حضرت ابی امامہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: میرے پروردگار نے مجھ پر یہ بات پیش کی کہ مکہ معظمہ کی زمین کو سونے کی بنا دوں، میں نے عرض کیا کہ نہیں اے پروردگار! بس ایک روز پیٹ بھر لیا کروں، ایک روز بھوکا پڑا رہوں۔ جب بھوکا ہوؤں تو آپ سے تضرع کروں اور آپ کو یاد کروں اور جب پیٹ بھرے تو آپ کی تعریف کروں اور شکر کروں۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

اور ان کے علاوہ اس کثرت سے دُنیا کی مذمت اور حرص و امل و حب مال و جاہ کی برائی میں اور زُہد و قناعت و طلب آخرت و گمنامی کی فضیلت میں احادیث صحیحہ صریحہ موجود ہیں جن کا احاطہ محال ہے۔

اِصلاح خیالات ترقی خواہاں دُنیا و تحقیق ترقی محمود و ترقی مذموم

ہمارے زمانے میں ترقی کا بڑا شور و غل ہے۔ جب اس کی حقیقت کی تفتیش کی گئی، یہی طول امل و حرص مال و جاہ اس ترقی کا حاصل نکلا۔ سو ایمان والا تو اس میں ہرگز شک نہیں کر سکتا کہ اس ترقی کی ترغیب دینا حقیقت میں اپنے حکیم و شفیق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک و مقدس تعلیم کا پورا معارضہ ہے۔

اگرچہ اپنی کارروائی کی غرض سے اس ترقی کی ایسی ملمع تقریر کرتے ہیں جس سے بھولے آدمی دھوکہ کھا سکتے ہیں، وہ یہ کہ اصل مقصود ہمارا اسلامی ترقی ہے مگر زمانہ کی رفتار کا مقتضا ہو گیا ہے کہ بدون ظاہری شان و شوکت کے اسلام کی وقعت و عظمت لوگوں کی نظر میں بالخصوص غیر قوموں کی نگاہ میں نہیں ہو سکتی۔ اس لیے دنیوی ترقی بھی ضروری ٹھہری۔

صاحبو! یہ تقریر نری رنگ آمیزی ہے۔ اوّل تو یہی بات غلط ہے کہ بدون دنیوی ٹیپ ٹاپ کے اسلام کی وقعت کسی کی نظر میں نہیں ہو سکتی۔

اسلام کا وہ خداداد حسن و جمال ہے کہ سادگی میں بھی وہ دلربا و دلفریب ہے بلکہ سادگی میں اس کا زیادہ روپ کھلتا ہے اور زیب و زینت سے تو چھپ جاتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے اس وقت تک سیر و تواریخ سے تحقیق کر لیجئے کہ جس کسی شخص میں کامل اسلام ہوا ہے تمام موافق و مخالف اس کی ہیبت و عظمت کو مان گئے اور ہماری جو وقعت بدون نمائش و تصنع کے نہیں ہے سبب اسی کا یہی ہے کہ ہمارا اسلام قوی و کامل نہیں ہے اس کے رخنوں کو مہمل زیب و زینت سے رفو کرتے پھرتے ہیں۔

اب بھی اللہ کے بندے اس قسم کے جہاں کہیں موجود ہیں ان کی وقعت و عظمت خود جا کر آنکھ سے دیکھ لیجئے ابھی کا قصہ ہے۔ حضرت مولانا سیدنا الشاہ محمد فضل الرحمٰن کے دربار شریف میں بڑے بڑے اُمراء و حکام کا حاضر ہونا اور ادب و تعظیم کے ساتھ پیش آنا کس کو معلوم اور یاد نہیں، وہاں کون سی ظاہری شان و شوکت تھی۔ یہی سیدھا سادھا اسلام تھا جس کی یہ کشش تھی۔ عارف شیرازی کا قول گویا اسی مضمون میں ہے:

زعشق ناتمام ماجمال یار مستغنی ست
بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبارا

(محبوب کا جمال ہمارے ناقص عشق کا محتاج نہیں۔ خوبصورت چہرے کو رنگ و روغن اور زیب و زینت کی ضرورت نہیں)۔

اور بالفرض اگر اس تسبب و ترتب کو تسلیم بھی کر لیا جاوے تب بھی یہ کہنا کہ مقصود بالذات اسلام کی ترقی ہے اور ترقی دنیوی محض اس کا واسطہ اور مقصود بالعرض اس وقت مانا جاتا کہ یہ حضرات مدعین جس قدر دُنیا کا اہتمام کرتے ہیں، دین کا اس سے زیادہ اور برابر نہیں تو اس سے نصف و ربع کچھ تو کرتے تو سمجھا جاتا کہ اصل مقصود دین ہے اور دُنیا محض ضرورت کی چیز اب تو ہم دیکھتے ہیں کہ ان صاحبوں میں ایسے منہمک ہیں کہ نہ خدا کی خبر نہ رسول کی یاد نہ عقائد کی فکر نہ احکام کی پروا۔

چو میرد مبتلا میرد، چو میرد مبتلا خیزد

(جب سوتا ہے تو مصیبت زدہ ہوتا ہے اور جب اُٹھتا ہے مصیبت زدہ ہوتا ہے)

کے اچھے خاصے مصداق ہیں، پھر ہم کیسے اس دعوے کو تسلیم کریں۔ بعض حضرات ان میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی ترقی کو نظیر میں پیش فرما دیتے ہیں ہم اس نظیر پر بدل و جان راضی ہیں۔ آیئے اس سے ہمارے آپ کے درمیان میں محاکمہ ہوا جاتا ہے۔

نظر و تحقیق و انصاف سے دیکھ لیجئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کس چیز میں ترقی کی تھی، دین میں یا دُنیا میں، اگر توسیع ممالک میں کوشش کی تھی تو کیا اس سے ترقی تجارت یا زراعت یا رفعت و صنعت مقصود تھی یا نماز و روزہ و قرآن و ذکر اللہ و اقامت حدود و عدل مطمع نظر تھا۔ قرآن مجید جو سب سے سچی تاریخ ہے اس سے اس کی تصدیق کر لیجئے، اوپر سے صحابہ مہاجرین کا ذکر فرما کر ارشاد ہوتا ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ

''وہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر اختیار دے دیں ہم ان کو زمین میں تو قائم کریں نماز کو اور دیں زکوٰۃ کو اور بتلائیں نیک باتیں اور روکیں برے کام سے، اللہ ہی کے لیے ہے انجام سب کاموں کا۔'' (الحج:۴۱)

اور احادیث و سیر سے ان حضرات کے حالات تحقیق کر لیجئے کہ باوجود ان فتوحاتِ وسیعہ کے کبھی پیٹ بھر کر کھایا نہیں، نیند بھر سوئے نہیں، شب و روز خوف و خشیت و ذکر و فکر میں گزرتے تھے بلکہ دُنیا کی اس کثرت سے فراخی کو دیکھ کر ڈرتے تھے اور روتے تھے۔ کجا صحابہ رضی اللہ عنہم کی ترقی کجا اس وقت کی معکوس ترقی۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(دیکھو راستے کا اختلاف کہاں سے کہاں تک ہے)۔

اصل بات یہ ہے کہ حرص و شہوت نے ہر چہار طرف سے گھیر لیا ہے۔ طبیعت آرام پسند ہے، خواہش ہوتی ہے کہ اسباب تنعم و تلذذ کے جمع ہوں۔ دین و اسلام کا نام محض بطور امتیاز و شعار قومی کے باقی رہے۔ باقی نماز کس کی روزہ کس کا بلکہ ان احکام کے ساتھ

استخفاف واستہزاء سے پیش آتے ہیں۔ صاحبو! یہ کیسا دین ہے:

"قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهٖ إِيْمَانُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ"

رفع اشتباہ

کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ میں تحصیل دُنیا سے منع کرتا ہوں یا اس کے اسباب و وسائل مثلاً انگریزی پڑھنا، صنائع جدیدہ ایجاد کرنا وغیرہ کو حرام کہتا ہوں۔

بھلا بلا دلیل شرعی محض تعصباً میں اس پر حرمت کا فتویٰ دے کر اللہ پر افتراء کرنے والا بنا کیسے پسند کروں گا ہرگز یہ میرا مطلب نہیں، خوب دُنیا کماؤ، نوکری کرو، اس کے وسائل بہم پہنچاؤ بلکہ ظاہری اطمینان اکثر باطنی کا ذریعہ ہوتا ہے۔

خداوند روزی بحق مشتغل پراگندہ روزی پراگندہ دل

(روزی کا مالک حق کے ساتھ مشغول رہتا ہے جس کی روزی پریشان ہے اس کا دل پریشان ہے)

مگر دین کو مت ضائع کرو، بے وقعت مت سمجھو، تحصیل دُنیا میں احکام وقوانین الٰہی کی پابندی رکھنے کی کوشش کرو، دُنیا کو دین پر ترجیح مت دو، جس جگہ دونوں نہ تھم سکیں، نفع دُنیا کو چولہے میں ڈال دو، تعلیم علوم دنیویہ میں نماز، روزہ سے غافل مت ہو جاؤ۔ عقائد اسلام پر پختہ رہو، بری صحبت سے بچتے رہو اور نہ بچ سکو تو کم از کم بلاضرورت دوستی اور اختلاط تو نہ کرو، علماء و صلحاء کی صحبت سے نفور مت کرو۔

اپنے عقائد واعمال کو ان کی خدمت میں جا کر سنوارتے رہو، کوئی شبہ ہو دریافت کرلیا کرو اور غیر حق پر نظر مت رکھو۔ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے اقوال و افعال پر بصیر و خبیر سمجھو۔ حساب و جزا سے ڈرتے رہو۔ وضع ولباس میں شریعت کا پاس رکھو، غرباء و مساکین کو حقیر مت سمجھو، اُن کی خدمت وسلوک کو فخر سمجھو، اپنے کو تواضع اور مسکنت سے رکھو، بڑوں کا ادب کرو، کسی پر ظلم وغصہ مت کرو، دل میں رقت پیدا کرو، سنگدل، لااُبالی مت بنو، جس قدر وجہ حلال سے مل جاوے اس پر قناعت کرو، اپنے سے زیادہ مالداروں کو دیکھ کر حرص و ہوس مت کرو، سادگی سے بسر کرو تا کہ فضول خرچی سے بچو، اس وقت کثرتِ آمدنی کی بھی حرص نہ ہوگی اور اسی طرح جس قدر اسلامی اخلاق ہیں اُن کو برتاؤ میں رکھو۔ تصحیح عقائد پابندی

اعمال و اخلاق وضع اسلامی کے ساتھ اگر لندن جا کر بیرسٹر بن آؤ، منصفی کرو، ڈپٹی کلکٹری و ججی سے ممتاز ہو، چشم ما روشن دِل ما شاد.....ورنہ.....

مبادا دل آن فرو مایہ شاد کہ از بہر دنیا دہد دین بباد

اَللّٰهُمَّ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَo صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ o
غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآ لِّيْنَo

شکر

الحمدللہ کہ یہ تیسویں شعبے قلب کے متعلق مع فضائل و متعلقات کے لکھے گئے۔ اگر کوئی صفت قلبیہ اور دیکھو سنو غور کرو گے تو ان ہی تیس میں سے کسی نہ کسی میں داخل پاؤ گے۔ اے طالبانِ حق خوب کوشش کر کے ان صفات سے اپنے قلب کی اصلاح کرو۔ اگر قلب درست ہوگیا تو زبان و جوارح کا درست ہونا بہت آسان ہے۔ جیسا حدیث شریف میں ہے: "ان فی الجسد مضغة فاذا صلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسدالجسد کله"

مگر یہ نہ سمجھو کہ جب تک یہ حاصل نہ ہوں، زبان و جوارح کے اعمال کو مہمل چھوڑ دو، وہ بھی بجائے خود فرض ہیں، دوسرے کبھی ظاہر کی اصلاح سے باطن کی اصلاح بھی ہو جاتی ہے۔ اب وہ شعبے سنو جو زبان سے متعلق ہیں۔

دوسرا باب

بیان میں ان ایمانی شعبوں کے جو زبان سے متعلق ہیں اور وہ سات ہیں:

(۱) کلمہ توحید کا پڑھنا (۲) قرآن مجید کی تلاوت (۳) علم سیکھنا (۴) علم سکھلانا (۵) دُعا کرنا (۶) ذکر کرنا (۷) لغو اور منع کلام سے بچنا۔

مثل شعب متعلقہ قلب کے ان شعبوں کے بھی مختصر فضائل اور متعلقات چند فصول میں مرقوم ہوتے ہیں۔

فصل: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کوئی بندہ جس نے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہا ہو اور اسی پر اس کا خاتمہ ہو گیا ہو مگر داخل ہوگا وہ بہشت میں۔ میں نے عرض کیا کہ اگر چہ زنا کرے؟ اور چوری کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چہ وہ زنا کرے اور چوری کرے، اسی طرح تین بار سوال و جواب ہوا۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

حضرت ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین کرو اپنے مرنے والوں کو "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" روایت کیا اس کو مسلم نے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ کو حکم ہوا ہے کہ میں لوگوں سے مقاتلہ کروں یہاں تک کہ کہیں "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" پس جو شخص "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہہ لیوے اس نے مجھ سے اپنا مال اور جان بچا لیا مگر اس کے حق (یعنی اگر یہ شخص دوسرے کے مال و جان کا نقصان کرے گا تو اس کا بدلہ لیا جاوے گا یا اور کوئی ایسا جرم کرے جس سے مال یا جسمانی سزا کا مستحق ہو۔۱۲ منہ) سے اور حساب اس کا اللہ کے حوالہ۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔........امام احمد رحمہ اللہ نے حدیث

روایت کی ہے کہ اپنا ایمان تازہ کرلیا کرو۔عرض کیا گیا یارسول اللہ! ایمان کس طرح تازہ کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کثرت سے کہا کرو۔

ف: ان احادیث سے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی بڑی فضیلت ثابت ہوئی۔حضرات صوفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی کی مشق کے طرح طرح کے طریقے نکالے۔اب اس مقام پر چند امور قابل تحقیق ہیں۔

تحقیق اقرار کے شرط وشطر ہونے کی

ایمان میں تحقیق کا وجود تو سب اہل حق کے نزدیک ضروری ہے لیکن اقرار اور عمل میں گفتگو ہے۔اقرار میں گفتگو یہ ہے کہ آیا ایمان کا شطر ہے یا شرط یعنی ایمان میں داخل ہے یا خارج۔نظر دقیق میں یہ اختلاف محض اختلاف عنوان ہے کیونکہ اس پر سب متفق ہیں کہ بدوں اقرار کے وجود ایمان کا ممکن نہیں تو معلوم ہوا کہ شطر وشرط بالمعنی الاصطلاحی مراد نہیں ہے ورنہ کوئی شے بدون وجود جز وشرط کے ممکن الوجود نہیں ہوتی بلکہ جس نے شرط کہا ہے اجرائے احکامِ ظاہرہ کے لیے کہا ہے اور جس نے رُکن کہا ہے اس نے تصریح کردی ہے کہ یہ رُکن زائد قابل سقوط ہے سو معنوں میں دونوں قائل متفق ہیں کہ اقرار موقوف علیہ حقیقت ایمان کا نہیں لیکن احکام بدوں اقرار کے جاری نہ ہوں گے،اسی کو کسی نے شرط کہہ دیا کسی نے "شطر ولا مشاحة فی الاصطلاح"

تحقیق اعمال کے شرط وشطر ہونے کی

اور عمل میں گفتگو یہ ہے کہ یہ ایمان میں داخل ہے یا خارج اس میں بھی نظر تحقیق سے اختلاف لفظی ہے کیونکہ جنہوں نے داخل کہا ہے اس کے وہ بھی قائل ہیں کہ اعمال صالحہ کے ترک کردینے سے ایمان سلب نہیں ہوتا۔پس معلوم ہوا کہ جنہوں نے داخل کہا ہے انہوں نے ایمان سے مراد ایمان کامل یعنی مقرون بالاعمال لیا ہے اور جنہوں نے خارج کہا ہے انہوں نے نفس تصدیق مراد لی ہے۔پس ایمان کے دو معنی ہوئے ایمان بالمعنی الاوّل دخول فی النار سے نجات دینے والا ہے اور ایمان بالمعنی الثانی خلود فی النار سے بچانے والا ہے۔

تحقیق زیادت ونقصان ایمان

ایمان زائد یا ناقص ہوتا ہے یا نہیں؟

حقیقت میں یہ اختلاف بھی لفظی ہے کیونکہ ایمان کامل مقرون بالعمل تو اعمال کی کمی و زیادتی سے زائد و ناقص ہوتا ہے اور نفس تصدیق چونکہ کیفیات سے ہے اور زیادت ونقصان کمیات میں ہوتا ہے وہ زائد ناقص نہیں ہوتی۔ البتہ زیادت ونقصان کبھی شدت وضعف پر بولا جاتا ہے۔ اس معنی کے اعتبار سے تصدیق میں بھی کمی زیادتی ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں جو زیادت وغیرہ الفاظ آئے ہیں وہاں زیادت بمعنی شدت ہے۔ اہل لغت کے نزدیک زیادت کا لفظ عام ہے۔ البتہ اہل اصطلاح کے نزدیک شدت وزیادت میں تبائن ہے۔ فارتفع الاشکال۔

تلاوتِ قرآن مجید

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید پڑھا کرو۔ پس بیشک وہ قیامت کے دن آوے گا، شفاعت کرتا ہوا اپنے پڑھنے والوں کے لیے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ اور بیہقی رحمہ اللہ نے حدیث نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت کی تمام عبادات میں افضل قرآن مجید کا پڑھنا ہے۔

اور امام احمد رحمہ اللہ نے حدیث روایت کی ہے کہ قرآن والے وہی اللہ والے اور اس کے خاص بندے ہیں اور حدیثیں فضائل تلاوت قرآن مجید میں وارد ہوئی ہیں۔

آداب ضروری تلاوت قرآن مجید

تلاوت قرآن کے بہت سے آداب ہیں، کچھ ظاہری کچھ باطنی، مختصر یہ ہے کہ جب قرآن مجید پڑھے باوضو ہو، پاک کپڑا ہو، جگہ پاک ہو وہاں بدبو نہ ہو، قبلہ رو ہو تو بہتر ہے، حرف صاف صاف پڑھے، جب بالکل دل نہ لگے اس وقت موقوف کردے، پڑھتے وقت دل حاضر ہو، اس کا سہل طریق یہ ہے کہ قبل از تلاوت کے یوں تصور کرے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمائش کی ہے کہ ہم کو کچھ قرآن سناؤ اور میں اس فرمائش کی تعمیل کے لیے پڑھتا ہوں اور ان کو سناتا ہوں۔ اس مراقبہ سے بے تکلف تمام آداب کی خود رعایت ہوجاوے گی۔

قرآن کے ساتھ برتاؤ

افسوس ہمارے زمانے میں اکثر عوام بلکہ خواص بھی قرآن مجید کی طرف سے بالکل بے توجہ ہو گئے ہیں۔ بعض لوگ تو اس کے پڑھنے پڑھانے کو نعوذ باللہ بیکار سمجھتے ہیں جو مر مار کر پڑھ بھی لیتے ہیں وہ اس کے یاد رکھنے کی فکر نہیں کرتے اور ہمیشہ جو پڑھتے رہتے ہیں ان کو اس کی تصحیح کا خیال نہیں رہتا۔ بعضے طالب علموں کے قرآن پڑھنے پر پورا پورا یہ شعر صادق آتا ہے۔

گر تو قرآن بدیں نمط خوانی ببری رونق مسلمانی

(اگر تو قرآن اس طریقے سے پڑھے گا تو مسلمانی کی رونق ختم کرے گا)۔

جو تصحیح بھی کر لیتے ہیں ان کو فہم معانی کی طرف التفات نہیں جو ترجمہ یا کوئی تفسیر بھی پڑھ لیتے ہیں وہ بھی تدبر و تفکر سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے جو اس مرحلہ کو بھی طے کر لیا تو عمل کا خیال نہیں اور یہ شکایت تو عام ہے۔ اکثر اہل علم قرأت سبعہ متواترہ سے ناواقف ہیں گویا بجز ایک قرأت کے دوسری قرأتیں شارع علیہ السلام سے منقول وثابت ہی نہیں۔

بہر حال خوب مل جل کر قرآن کو متروک کر دیا ہے۔ ڈرنا چاہیے کبھی قیامت کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں نہ فرماویں:

"یَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا" (الفرقان:۳۰)

"اے میرے پروردگار! بیشک میری قوم نے ٹھہرالیا تھا قرآن مجید کو ایک چھوڑی ہوئی چیز۔"

علم سیکھنا

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو بھلائی منظور ہوتی ہے اس کو دین کا علم اور سمجھ عنایت فرماتے ہیں۔ روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے اور ارشاد فرمایا کہ طلب کرنا علم کا فرض ہے ہر مسلمان پر۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

علم سکھانا

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص پوچھا جاوے کوئی علم کی بات پھر وہ اس کو چھپا لیوے لگام دے گا اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آگ کی لگام۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے سب فرشتے اور آسمان والے اور زمین والے یہاں تک کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور یہاں تک کہ مچھلی دُعائے خیر کرتی ہے اس شخص کے لیے جو لوگوں کو خیر کی یعنی دین کی تعلیم دیتا ہو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

فضائل علم دین و اقسام علم مفروض

یہ جو فضائل تعلیم و تعلم کے وارد ہیں یہ سب علوم دینیہ کے ساتھ خاص ہیں یا جو علوم ان علوم کے خادم ہیں اور جو فنون علوم دینیہ میں کچھ دخل نہیں رکھتے یا دخل رکھتے ہوں مگر کبھی ان کو خدمت علم دین کا ذریعہ نہ بنایا جاوے۔ تمام عمر ان ہی خرافات میں پھنسا رہے، ان کو ان فضائل سے کچھ تعلق نہیں، بلکہ ایسے علوم کی شان میں وارد ہوا ہے یعنی بعض علم بھی جہل ہے۔ شیخ فرماتے ہیں:

علمیکہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

(وہ علم جو راہِ حق نہیں دکھاتا وہ جہالت ہے)

اور اس علم دین میں دو مرتبے ہیں۔ ایک فرض عین دوسرا فرض کفایہ، فرض عین تو وہ ہے جس کی ضرورت واقع ہوئی ہو۔ مثلاً نماز سب پر فرض ہے تو اس کے احکام کا جاننا بھی سب پر فرض ہے۔ زکوٰۃ مالداروں پر فرض ہے اس کے احکام جاننا بھی ان ہی پر فرض ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس جو جو حالت ہوتی جاوے اس کے احکام کا سیکھنا فرض ہوتا جاوے گا۔

علماء پر کسب دُنیا نہ کرنے سے جو الزام ہے اس کا جواب

اور فرض کفایہ یہ ہے کہ ہر جگہ ایک دو آدمی ایسے ہونے چاہئیں جو اہل بستی کی دینی ضرورتوں کو رفع کر سکیں اور مخالفین اسلام کے شبہات و اعتراضات کا جواب دے سکیں۔

ایقاظ: یہ بات تجربہ سے ثابت ہوتی ہے کہ کسی شے میں پورا کمال بدوں کمال اشتغال کے حاصل نہیں ہوتا اور کمال اشتغال بدوں قطع تعلقات و حصول یکسوئی کے میسر نہیں ہوتا۔ سو علوم دینیہ میں تبحر اور اس کی پوری طور سے خدمت کرنی دوسرے اشتغال کے ساتھ عادتاً محال ہے۔ سو اکثر نادان ابناء زمان کا علماء دین پر یہ اعتراض کہ یہ لوگ اور کسی کام کے نہیں کس قدر کم فہمی کی دلیل ہے۔

سب طریقے حصول علم دین کے عوام کیلئے

تسہیل جو علم فرض عین ہے۔اس کے لیے عربی زبان کی تحصیل ضرور نہیں بلکہ فارسی یا اُردو میں مسائل وعقائد کا سیکھ لینا کافی ہے۔لوگوں کو چاہیے کہ کم از کم اپنے بچوں کو اتنا علم سکھلا دیا کریں کہ دو چار نسلوں کے بعد شاید دین سے ایسی اجنبیت نہ ہو جاوے کہ دین واسلام کے انتساب سے بھی عار آنے لگے۔خدا کے لیے اس طوفانِ بے تمیزی کے روکنے کی فکر کرو۔اگر کسی شخص کو کسی وجہ سے اُردو،فارسی پڑھنا بھی ممکن نہ ہو تو علماء کی صحبت میں اپنے عقائد ومسائل کی تصحیح کر لے اور اولاد کو بھی تاکید کرے کہ روزمرہ یا تیسرے چوتھے روز دس پندرہ منٹ کے لیے کسی خوش عقیدہ متقی محقق عالم کی صحبت سے فیض اُٹھایا کریں۔صحبت کے عجیب منافع وبرکات ہیں:

ہر کہ خواہد ہمنشینی باخدا گو نشیند درِ حضورِ اولیاء

یک زمانہ صحبتے بااولیاء بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

(جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم نشینی کرنا چاہے اس کو کہہ دو کہ وہ اولیاء اللہ کے حضور میں بیٹھے۔تھوڑا زمانہ اولیاء اللہ تعالیٰ کی صحبت میں رہنا سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دُعا مغز ہے عبادت کا۔روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے نزدیک دُعاء سے زیادہ قدر کی کوئی چیز نہیں۔روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ دُعاء نفع دیتی ہے اس بلا سے جو نازل ہو چکی ہے اور اس بلا سے بھی جو نازل نہیں ہوئی (جو مصیبت واقع ہو گئی ہے اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور جو واقع نہیں ہوئی وہ ٹل جاتی ہے) اپنے ذمہ لازم کر لو اے اللہ کے بندو دُعا کو۔روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی ایسا شخص نہیں جو دُعا مانگے مگر اس کو اللہ تعالیٰ یا تو اس کی مانگی چیز دیتے ہیں یا کوئی برائی اس سے روک دیتے ہیں جب تک کہ گناہ یا قطع رحم کی دُعا نہ کرے۔روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کرو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں کہ اللہ کی قبولیت کا یقین رکھو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل قلب سے دُعاء قبول نہیں فرماتے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ف: ان احادیث سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو دُعاء کی فضیلت اور تاثیر اکثر لوگ شدائد میں طرح طرح کی تدابیر کرتے ہیں مگر دُعا کی طرف مطلقاً التفات نہیں کرتے حالانکہ وہ اعظم تدابیر ہے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ دُعا کبھی بے کار نہیں جاتی یا تو وہی چیز مل جاتی ہے یا اور کوئی آنے والی بلا ٹل جاتی ہے یا موافق ایک روایت کے آخرت میں اس کے لیے جمع ہو جاتی ہے۔ بہر حال قبولیت ضرور ہوتی ہے۔ آج کل یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ ہماری دُعا قبول نہیں ہوئی اس سے یہ شبہ جاتا رہا۔

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ قبول دُعا کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ خلافِ شرع درخواست نہ ہو اور حضورِ قلب سے ہو اور قبولیت کا یقین ہو۔ آج کل ان سب شرائط میں غفلت ہے۔ اکثر یہ خیال نہیں ہوتا کہ ہم جو چیز مانگ رہے ہیں موجب ناخوشی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے تو نہ ہوگی، نہ حضورِ قلب میسر ہوتا ہے بلکہ حالت یہ ہے:

بر زبان تسبیح و در دل گاؤخر ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

(زبان پر سبحان اللہ ہو اور دِل میں گدھا اور گائے ہو، ایسی تسبیح کیسے اثر رکھتی ہے)

چونکہ اللہ تعالیٰ کی نظر قلب پر ہے، قلب کی بے التفاتی کی بالکل ایسی مثال ہے کہ کسی حاکم کی پیشی میں درخواست دی جاوے اور اس کی طرف پیٹھ کر کے کھڑے ہو جاویں۔ ظاہر ہے اس بے رُخی کا کیا اثر ہوگا، اور سب سے بڑی بلا یہ ہے کہ دُعاء کی قبولیت کا یقین نہیں ہوتا، تردد ہوتا ہے کہ دیکھئے منظور ہوگئی ہے یا نہیں، اس کی بعینہ ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص کسی حاکم کے یہاں نوکری کی تحریری درخواست دے۔ اوّل میں تو بہت خوشامد کے الفاظ ہوں اور اس کے ساتھ آخر میں یوں بھی لکھ دے کہ ''مجھ کو آپ سے اُمید تو نہیں ہے کہ آپ مجھ کو نوکری دیں گے۔''

ہر شخص جانتا ہے کہ ایسی مہمل درخواست کا کیا اثر ہوگا۔ بجز اس کے کہ نامنظور ہو بلکہ عتاب اور اُلٹا عتاب وعقاب ہونے لگے۔ اسی طرح جب دل میں قبولیت دُعا کا یقین نہ ہو تو اللہ تعالیٰ تو دل کی کیفیات پر مطلع ہیں، دل میں تردد رکھنا ان کے نزدیک ایسا ہی ہے جیسے حکام مجازی کے روبرو زبان یا قلم سے تردد کا اظہار کرنا، پھر ایسی دُعا کیسے قبول ہونے کے لائق ہے۔

اور من جملہ شرائط قبول دُعا کے یہ بھی ہے کہ خوراک و پوشاک حرام سے بچے۔ اس شرط کو آج کل بالکل محال سمجھ رکھا ہے اور روزی حلال کو عنقا قرار دے رکھا ہے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ شریعت مطہرہ نے وجوہ وطرق معیشت حلال میں بہت وسعت دی ہے جو چیز موافق فتویٰ علمائے شرع کے حلال ہو وہ حلال ہے اور تقویٰ کا درجہ تو بہت بڑھا ہوا ہے وہ مقام صدیقین کا ہے، عوام کے لیے فتویٰ پر عمل کر لینا جائز ہے۔

ذکر اللہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال اس شخص کی جو ذکر کرتا ہو اپنے رب کا اور اس شخص کی جو نہ ذکر کرتا ہو، مثال زندہ اور مُردہ کی سی ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ کلام مت کیا کرو بجز ذکر اللہ کے کیونکہ زیادہ کلام بجز ذکر اللہ کے قساوتِ قلب کا سبب ہے اور سب سے زیادہ دُور اللہ تعالیٰ سے وہ قلب ہے جس میں قساوت ہو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز کے لیے صیقل ہے اور دلوں کا صیقل ذکر اللہ ہے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے۔

عربی طریقۂ تصوف

ان احادیث سے ذکر اللہ کی بزرگی کس درجہ ثابت ہوتی ہے۔ صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے طریقہ کی خوبی اس سے ظاہر ہے کہ ان کو اس کا نہایت اہتمام ہے۔ اس کے طرح طرح کے طریقے سوچ سوچ کر تعلیم فرماتے ہیں۔ یہ ذکر اوّل زبانی ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ خود قلب میں اثر

پہنچتا ہے۔اس سے بالطبع اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔اس سے بے تکلف اطاعت ہونے لگتی ہے اور جو جو آثار و احوال پیدا ہوتے ہیں کرنے والے کو خود معلوم ہو جاوے گا۔

غرض ذکر اللہ عجب چیز ہے۔کسی شیخ کامل سے اس کا طریقہ دریافت کر کے کم و بیش ہر شخص کو اس کام کا اہتمام ضروری ہے۔

استغفار

ذکر اللہ میں استغفار بھی داخل ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم خدا کی میں استغفار کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ۔روایت کیا اس کو بخاری نے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص لازم کر لے استغفار کو اس کے لیے اللہ تعالیٰ ہر تنگی سے نجات کی سبیل اور ہر فکر و غم سے کشادگی کر دیں گے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی پہنچاتے ہیں جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔روایت کیا اس کو احمد اور ابو داؤد اور ابن ماجہ نے۔

لغو اور ممنوع کلام سے بچنا

سہل بن سعد سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ذمہ دار ہو جائے میرے واسطے اس چیز کا جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے یعنی زبان اور جو اس کی ٹانگوں کے بیچ میں یعنی شرمگاہ۔میں اس کے لیے ذمہ دار ہوں بہشت کا۔(بخاری)

عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا۔پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! نجات کی کیا صورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور تمہارا گھر تمہاری گنجائش والا ہونا چاہیے یعنی گھر سے بلاضرورت مت نکلو اور اپنی خطا پر روتے رہو۔روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے۔

آفاتِ زبان

من جملہ آفاتِ عظیمہ کے زبان کی آفت ہے کہ بظاہر نہایت خفیف ہے اور حقیقت

میں نہایت ثقیل۔ اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سنبھالنے کے لیے بہت تاکید فرمائی ہے کیونکہ اکثر آفتیں زبان کی بدولت نازل ہوئیں جب تک زبان نہیں چلتی نہ کسی سے لڑائی ہو نہ جھگڑا نہ عدالت نہ خصومت اور جہاں یہ چلی سب کچھ آموجود ہوا۔ بزرگوں نے حدیثوں سے اس کی آفات مستنبط کر کے ان کو ایک جگہ جمع کردیا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں نہایت تفصیل سے اس مضمون کو لکھا اور اُردو میں حضرت مولانا مفتی عنایت احمد صاحب رحمہ اللہ نے اس مضمون کو اپنے رسالہ ضمان الفردوس میں بقدر کافی تحریر فرمایا ہے۔ اس رسالہ کا دیکھنا بلکہ اپنا وظیفہ بنالینا ہر شخص کے لیے ضروری ہے۔

راقم الحروف اس مقام پر صرف ان گناہوں کے جو زبان کے متعلق ہیں شمار کرتا ہے اور تفصیل اور وعید کو کتابیں مذکورین پر حوالہ کرتا ہے۔ یہاں لکھنا سب کا تطویل ہے اور تحصیل حاصل بھی وہ سب آفات موافق شمار امام غزالی رحمہ اللہ کے بیس (۲۰) ہیں۔

(۱) کلام کرنا ایسے امر میں جس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ (۲) حاجت سے زائد کلام کرنا۔ (۳) بیہودہ باتوں میں خوض کرنا مثلاً غیر عورتوں کی حکایتیں بیان کرنا یا فساق و فجار و ظالموں کی حکایت محض دلچسپی کے بیان کرنا، جیسا کہ اکثر بیٹھکوں میں ہوتا ہے۔

(۴) بحث و مباحثہ کرنا (۵) لڑائی و جھگڑا کرنا (۶) کلام میں تکلف و تصنع کرنا (۷) فحش گالیاں بکنا (۸) بدزبانی کرنا (۹) لعنت کرنا کسی پر یعنی پھٹکار ڈالنا۔ یہ عادت عورتوں میں بہت ہوتی ہے۔ (۱۰) گانا اور شعر پڑھنا جو خلاف شرع ہو جیسا آج کل کثرت سے یہی ہے۔ (۱۱) حد سے زیادہ خوش طبعی کرنا۔

(۱۲) استہزاء کرنا جس میں دوسرے کی تحقیر ہو یا وہ برا مانے۔ (۱۳) کسی کا راز ظاہر کردینا (۱۴) جھوٹا وعدہ کرنا (۱۵) جھوٹ بولنا، البتہ جہاں ضرورتِ شدیدہ ہو اور دوسرے کی حق تلفی نہ ہوتی ہو وہاں اجازت ہے۔

(۱۶) غیبت، یہ سب سے بڑھ کر ہم لوگوں کی غذا ہو رہی ہے اور اس سے بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہم تو سچ کہہ رہے ہیں، پھر غیبت کہاں ہوئی۔ یہ شبہ بالکل مہمل ہے کیونکہ غیبت تو جب ہی ہوتی ہے جب وہ بات سچ ہو ورنہ بہتان ہے۔ البتہ

جس شخص سے کسی کو دینی یا دُنیوی مضرت پہنچنے کا اندیشہ ہے۔اس کا حال بیان کر دینا جائز ہے۔

(۱۷) چغل خوری کرنا، ہر گروہ میں جا کر اس کی سی باتیں بنا دینا۔

(۱۸) کسی کے منہ پر اس کی تعریف یا خوشامد کرنا۔البتہ اگر اس کی تعریف سے مخاطب کو خود بینی پیدا نہ ہو بلکہ امرِ خیر کی اور زیادہ رغبت پیدا ہو جاوے تو مضائقہ نہیں۔

(۱۹) بول چال میں باریک غلطیوں کا لحاظ نہ رکھنا، مثلاً اکثر لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اوپر خدا نیچے تم، بری بات ہے اس میں شبہ مساواتِ خالق و مخلوق کا ہوتا ہے۔

(۲۰) علماء سے ایسے سوالات کرنا جن سے اپنی کوئی ضرورت متعلق نہیں۔

طریق حفظ لسان

علاج اس کا یہ ہے کہ جب کوئی بات کہنے کا ارادہ ہو تو بے تامل نہ کہہ ڈالے، کم از کم دو تین سیکنڈ یہ سوچ لے کہ میں جو بات کہنا چاہتا ہوں، میرے مالک حقیقی کو ناخوش کر دینے والی تو نہیں ہے۔اگر پورا اطمینان ہو تو بولنا شروع کرے مگر ضرورت کے موافق اور اگر ذرا بھی خلجان ہو تو خاموش رہے۔ان شاء اللہ تعالیٰ سہولت سے سب آفات سے بچ جائے گا۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ کیا خوب فرماتے ہیں ؎

مزن بے تامل بگفتار دم نکو گوئی گر دیر گوئی چہ غم

(اللہ تعالیٰ توفیق بخشے)

الحمد للہ! کہ اس مقام پر وہ شعبے جو زبان سے متعلق ہیں ختم ہوئے۔

تیسرا باب

ان شعبوں کے بیان میں جو باقی جوارح سے متعلق ہیں اور وہ چالیس شعبے ہیں۔ سولہ تو مکلف کی ذاتِ خاص سے متعلق ہیں۔

(۱) طہارت حاصل کرنا۔ اس میں بدن، جامہ، مکان کی طہارت، وضو کرنا، غسل کرنا، جنابت سے، حیض سے، نفاس سے سب کچھ داخل ہو گیا۔

(۲) نماز کا قائم کرنا، اس میں فرض و نفل و قضا سب آ گیا۔

(۳) صدقہ، اس میں زکوٰۃ، صدقہ فطر، طعام، جود، طعام اکرام مہمان سب داخل ہے۔ (۴) روزہ، فرض و نفل (۵) حج و عمرہ (۶) اعتکاف، شب قدر کا تلاش کرنا اس میں آ گیا۔ (۷) اپنے دین کو بچانے کیلئے کہیں بھاگ نکلنا، اس میں ہجرت بھی آ گئی۔ (۸) نذر پوری کرنا (۹) قسم کا خیال رکھنا (۱۰) کفارہ ادا کرنا۔ (۱۱) بدن چھپانا نماز اور غیر نماز میں (۱۲) قربانی کرنا (۱۳) جنازہ کی تجہیز و تکفین و تدفین (۱۴) دَین ادا کرنا ۃ

(۱۵) معاملات میں راست بازی کرنا اور غیر مشروع معاملات سے بچنا۔ (۱۶) سچی گواہی ادا کرنا اور اس کو پوشیدہ نہ کرنا اور چھ (۶) اپنے اہل و توابع کے متعلق ہیں۔

(۱) نکاح سے عفت حاصل کرنا (۲) اہل و عیال کے حقوق ادا کرنا، اس میں غلام، نوکر، خدمت گزار سے نرمی و لطف کرنا بھی آ گیا۔

(۳) والدین کی خدمت اور ان کو ایذا نہ دینا (۴) اولاد کی پرورش کرنا (۵) ناتہ داروں سے سلوک کرنا (۶) آقا کی اطاعت کرنا، اور اٹھارہ عام لوگوں سے متعلق ہیں۔

(۱) حکومت سے عدل کرنا (۲) مسلمانوں کی جماعت کی اطاعت کرنا (۳) حکام کی اطاعت کرنا (۴) لوگوں میں اصلاح کر دینا۔ اس میں خوارج اور باغیوں کے ساتھ قتال

کرنا بھی داخل ہے کیوں کہ فساد کا دفع کرنا اصلاح کا سبب ہوتا ہے۔

(۵) نیک کام میں مدد دینا (۶) نیک بات بتلانا (۷) بری بات سے منع کرنا (۸) جہاد کرنا۔ اس میں سرحد کی حفاظت بھی آ گئی ہے۔ (۹) امانت ادا کرنا، اس میں خمس نکالنا بھی داخل ہے۔ (۱۰) قرض دینا کسی حاجت مند کو۔

(۱۱) پڑوسی کی خاطر داری کرنا (۱۲) خوش معاملگی (۱۳) مال کو اس کے موقع میں صرف کرنا، اس میں فضول خرچی سے بچنا بھی آ گیا۔ (۱۴) سلام کا جواب دینا۔

(۱۵) چھینکنے والے کو جواب دینا یعنی جب الحمدللہ کہے تو جواب میں یرحمک اللہ کہنا۔

(۱۶) لوگوں کو ضرر نہ پہنچانا (۱۷) لہوو باطل سے بچنا (۱۸) ایذا دینے والی چیز جیسے کانٹا ڈھیلا راہ سے ایک طرف کر دینا۔ ۱۶، ۶ اور ۱۸ کا مجموعہ چالیس ہوا۔ مثل شعب مذکورہ کے ان شعب کے بھی مختصر فضائل اور متعلقات کے لیے چند فصلیں منعقد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اتمام فرماویں۔

طہارت اور ہر قسم کی صفائی

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ طہارت نصف ایمان ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف: اس میں ہر قسم کی صفائی داخل ہوگئی۔ چنانچہ ارشاد ہوا پانچ چیزیں فطرت سلیمہ کا مقتضا ہیں۔ (۱) ختنہ کرنا (۲) اُسترہ لینا (۳) لبیں ترشوانا (۴) ناخن کٹانا (۵) بغل کے بال اُکھاڑنا (افضل ہے اور منڈانا بھی جائز ہے کیوں کہ مقصود ازالہ ہے۔ ۱۲ عفی عنہ) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

اور ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک صاف ہیں، صفائی کو پسند کرتے ہیں۔ سو اپنے گھروں کے آگے میدانوں کو صاف رکھا کرو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

دیکھئے شریعت مطہرہ نے صفائی کی کیسی تعلیم فرمائی۔ افسوس ہم لوگ شریعت پر عمل چھوڑ کر غیر قوموں سے ہنسواتے ہیں اور شریعت پر اعتراض کراتے ہیں کہ ان کی شریعت اصلاح معاش کے لیے کافی نہیں اور دوسری قومیں ہمارے اُصول و احکام لے لے کر اپنی طرف نسبت کرتی ہیں اور فخر کرتی ہیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) سادگی سے رہو مگر صاف رہو۔

کپڑا، مکان، بدن سب ستھرا رہے۔ میلا پن نہایت ذلت اور دوسرے کی ایذاء کا سبب ہے۔

فصل: عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز نماز کا ذکر فرمایا کہ جو شخص نماز پر محافظت کرے یعنی اس کو ہمیشہ برعایت شرائط وارکان پڑھتا رہے، اس کے لیے وہ نماز قیامت کے روز روشنی اور برہان اور سبب نجات ہو جاوے گی اور جو شخص اس پر محافظت نہ کرے گا نہ وہ اس کے لئے نور ہوگی نہ مہربان نہ نجات اور وہ شخص قیامت کے دن فرعون و قارون و ہامان و ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ روایت کیا اس کو احمد اور دارمی نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کرو اپنی اولاد کو نماز کا جب وہ سات برس کے ہو جاویں اور ان کو نماز کے لیے مارو جب وہ دس برس کے ہو جاویں، علیحدگی کر دو ان کے درمیان خوابگاہوں میں یعنی جب وہ ہوشیار ہو جاویں تو ان کو علیحدہ علیحدہ بستر پر سلاؤ۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

ف: نماز کی فضیلت اور اس کے ترک پر وعید کے بارے میں بے شمار احادیث موجود ہیں۔ اکثر لوگ نماز میں بہت غفلت کرتے ہیں، طرح طرح کے بہانے پیش لاتے ہیں۔ بڑا عذر کم فرصتی کا ہوا کرتا ہے۔

صاحبو! اگر عین ہجوم کاروبار کے وقت پیشاب یا پاخانہ کا دباؤ پڑے، اس وقت کیا کرو اپنا کام کرتے رہو یا سب چھوڑ چھاڑ بمپولیس دوڑے جاؤ۔ پھر افسوس کیا نماز کی اتنی بھی ضرورت اور قدر نہیں ہے سب سے بڑھ کر افسوس یہ ہے کہ بعض درویش اس کو ضروری نہیں سمجھتے اور دوسرے عوام اور جاہلوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

درویشی تو اس واسطے اختیار کیا کرتے ہیں کہ پہلے سے زیادہ عبادت و طاعت میں مشغولی ہوگی جو کام دین کا پہلے دُشوار تھا، وہ آسانی سے ہونے لگے گا نہ یہ کہ جو لنگڑا لنجا نماز روزہ تھا، وہ بھی رُخصت کر دیا۔ اس سے بڑھ کر رنج کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن مجید کی آیات میں تحریف کر کے اپنے مطلب کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

صاحبو! تفصیلی جواب تو طالب علموں کے سمجھنے کے قابل ہے۔ ان بیچاروں سے اتنا پوچھ لینا کافی ہے کہ قرآن مجید جن پر نازل ہوا وہ زیادہ سمجھتے تھے یا تم پھر وہ تو عمر بھر نماز پڑھتے رہے، پھر تم نے کس بنا پر نماز چھوڑ دی۔ بات یہ ہے کہ یہ بھی نفس کی شرارت ہے کہ بزرگی کے پردے میں لذت نفس کو پورا کیا جاتا ہے یا اثنائے سلوک میں کوئی دھوکہ ہو گیا ہے جس کا منشاء جہل اور دوسروں سے اپنے کو بڑا سمجھنا ہے ورنہ کسی کامل جامع شریعت وحقیقت سے رجوع کرتے غلطی نکل جاتی۔ اللہ تعالیٰ سب آفات سے محفوظ رکھے۔ جو لوگ اب نماز کی طرف متوجہ ہوں ان کو پچھلی ناغہ نمازیں قضا کرنی چاہئیں، وہ صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتیں اور قضا کے لیے یہ ضروری نہیں کہ فجر کی قضا فجر کے وقت ہو ظہر کی قضا ظہر کے وقت ہو یہ کچھ ضرور نہیں بجز تین وقتوں کے اور تمام اوقات میں قضا جائز ہے وہ تین وقت یہ ہیں: (۱) آفتاب نکلتے وقت (۲) جب آفتاب برابر ہو۔ (۳) جب آفتاب چھپنے لگے۔ البتہ اس میں اکثر لوگوں کو آسانی ہوتی ہے کہ ایک ایک ادا نماز کے ساتھ ایک ایک نماز پڑھ لیا کریں۔

صدقہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ دیتا ہو قیامت کے روز اس کا مال ایک گنجے سانپ کی شکل بنا دیا جاوے گا جس کی آنکھوں پر نقطے ہوں گے۔ (ایسا سانپ بڑا زہریلا ہوتا ہے) وہ اس کے گلے میں بمنزلہ طوق کے ڈالا جاوے گا، پھر وہ اس شخص کی دونوں باچھیں پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، تیرا خزانہ ہوں، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "ولا تحسبن الذين يبخلون. الآية" (اس میں بھی مال کے طوق ہونے کا ذکر ہے) روایت کیا اس کو بخاری نے۔

زکوٰۃ نہ دینے والوں کے خیالات کی عقلی طور پر اصلاح

اکثر مالدار زکوٰۃ دینے میں کوتاہی کرتے ہیں، ڈرتے ہیں کہ روپیہ کم ہو جاوے گا۔ صاحبو! اوّل تو اس کا تجربہ ہو چکا ہے کہ زکوٰۃ وصدقہ دینے سے مال کبھی کم نہیں ہوتا۔ اسوقت

اگر کسی قدر نکل جاتا ہے تو کسی موقع پر اس سے زیادہ اس میں آ جاتا ہے۔ حدیث شریف میں بھی یہ مضمون موجود ہے۔

دوسرے اگر بالفرض کم ہی ہو گیا تو کیا ہے آخر اپنے حظوظِ نفس میں ہزاروں روپیہ خرچ کر ڈالتے ہو وہ بھی تو کم ہی ہوتا ہے۔ سرکاری ٹیکس اور محصول میں بہت کچھ دینا پڑتا ہے اور نہ دو تو باغی، مجرم قرار دیئے جاؤ۔ آخر اس میں بھی تو گھٹتا ہے۔ پھر اس کو خدائی ٹیکس سمجھو۔

تیسرے یہ کہ یہاں گو کم ہوتا ہوا نظر آتا ہے مگر وہاں جمع ہو جاتا ہے۔ آخر ڈاک خانہ میں بینک میں روپیہ جمع کرتے ہو، تمہارے قبضہ سے تو نکل ہی جاتا ہے مگر اطمینان ہوتا ہے کہ معتبر جگہ ہے نفع بڑھتا رہتا ہے۔ اسی طرح صاحب ایمان کو خداوند جل شانہ کے وعدوں پر اعتماد کر کے سمجھنا چاہیے کہ وہاں جمع ہو رہا ہے اور قیامت کے روز اصل مع نفع کے ایسے موقع پر ملے گا کہ اس وقت بہت ہی سخت ضرورت ہوگی۔ اس کے علاوہ حفاظتِ مال کے واسطے چوکیدار، نوکر رکھتے ہو، اس کو تنخواہ دینی پڑتی ہے باوجودیکہ یہ مقدار گھٹ جاتی ہے مگر اس ڈر سے کہ تھوڑی بچت کے واسطے کہیں سارا روپیہ چوری نہ ہو جاوے۔ یہ رقم صرف کرنا گوارا کرتے ہو۔ اسی طرح زکوٰۃ ادا کرنے کو مال کا محافظ سمجھو۔

حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے سے مال ہلاک ہو جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ نہیں مخلوط ہوتی زکوٰۃ کسی مال میں کبھی مگر ہلاک کر دیتی ہے وہ اس مال کو، روایت کیا اس کو شافعی رحمہ اللہ نے اور بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں اور حمیدی نے اور اس قدر انہوں نے اور زیادہ کیا ہے کہ تجھ پر زکوٰۃ واجب ہوئی اور تو نے اس کو نہ نکالا ہو۔

سو یہ حرام اس حلال کو ہلاک کر ڈالتا ہے سو اپنے مال کی حفاظت کے لیے اس کو چوکیداروں کی تنخواہ ہی سمجھ لیا کرو، پھر یہ ہے کہ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کو حاجت مندوں کیلئے کچھ نہ کچھ خرچ کرنا پڑتا ہو۔

کاش! اگر حساب کر کے خرچ کریں تو زکوٰۃ سہولت سے ادا ہو جاوے۔

صدقۂ فطر

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے آخر رمضان میں فرمایا کہ اپنے روزہ کا صدقہ نکالو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صدقہ مقرر فرمایا ہے ایک صاع خرما ہو یا جو یا نصف صاع گیہوں ہر شخص پر خواہ آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت بچہ ہو یا بوڑھا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے اور ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر کو اس واسطے مقرر فرمایا ہے کہ روزے لغو اور فحش سے پاک ہو جاویں اور غریبوں کو کھانے کو ملے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ صدقۂ فطر کے مفصل مسائل کتب فقہ سے لینا چاہئیں۔

مال میں علاوہ زکوٰۃ اور بھی حقوق ہیں

رفع غلطی: اکثر قانونی طبیعت کے لوگ یوں سمجھا کرتے ہیں کہ جب ہم نے زکوٰۃ ادا کردی، اب کوئی حق ہمارے ذمہ نہ رہا۔ پھر ان کی قساوت کی یہ حالت ہوتی ہے کہ کوئی غریب محتاج کیسا ہی بھوکا مرتا ہو اور ان بزرگ کے پاس ہزاروں روپیہ بھرا پڑا ہو مگر ان کو نہ اس پر رحم آتا ہے نہ اس کو ایک پیسہ دیتے ہیں اور اپنے زعم میں بڑے بے فکر بیٹھے ہیں کہ ہم زکوٰۃ تو ادا کر ہی چکے اب ہمارے ذمہ کوئی حق نہیں رہا۔ یہ خیال نہایت غلط ہے۔ خود حدیث میں موجود ہے: "اِنَّ فِی الْمَالِ لَحَقًّا سِوَی الزَّکٰوۃِ ثُمَّ تَلَا لَیْسَ الْبِرَّ" رواہ الترمذی وابن ماجۃ والدارمی یعنی مال میں اور بھی حق ہے سوا زکوٰۃ کے، پھر آپ نے تصدیق کے لیے یہ آیت پڑھی "لیس البر" الخ

وجہ تصدیق کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مال دینے کو فرمایا اس کے بعد زکوٰۃ دینے کا حکم فرمایا۔ سو معلوم ہوا کہ یہ مال کا دینا علاوہ ادائے زکوٰۃ کے ہے۔ اسی طرح احادیث کثیرہ سے اور حقوق کا ثبوت ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ حقوق مالیہ دو قسم کے ہیں، معین اور غیر معین۔ زکوٰۃ معین حق ہے جو خاص وقت میں خاص شرائط میں خاص مقدار کے ساتھ مقرر ہے۔

اور دوسرے حقوق غیر معین ہیں جن کا مدار اہل حقوق کی حاجت پر ہے اس کا کوئی ضابطہ نہیں۔ مثلاً ایک محتاج، سائل آیا جس کو ایک روپیہ کی ضرورت ہے اور ہمارے پاس حاجت سے زائد ایک روپیہ موجود ہے کیا ہمارے ذمہ اس کی دستگیری ضرور نہ ہوگی؟ بے

شک ضرور ہوگی۔ اسی طرح کسی کو قرض دے دینا کوئی چیز عاریۃً دے دینا کاموں میں اعانت کرنا یہ سب بقدرِ وسعت ضروری ہے۔

روزہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کے تمام اعمال کا یہ قانون ہے کہ ایک نیکی دس (۱۰) حصہ سے سات سو حصہ تک بڑھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سوائے روزہ کے کہ وہ خاص میرا ہے اور اس کی جزا میں خود دوں گا، میری خاطر سے اپنی شہوت کو اپنے کھانے کو چھوڑ دیتا ہے۔

روزہ دار کے واسطے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی افطار کے وقت، دوسری خوشی اپنے پروردگار کی ملاقات کے وقت اور البتہ روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک خوشبوئے مشک سے زیادہ پاکیزہ ہے۔

اور روزہ ڈھال ہے، اور جب تم میں کوئی روزہ رکھے تو فحش باتیں نہ کرے اور شور وغل نہ مچاوے، اگر کوئی گالی گلوچ کرنے لگے یا لڑنے لگے تو یوں کہہ دینا چاہیے کہ بھائی میرا تو روزہ ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے۔

روزوں میں کوتاہی کرنے والوں کی اصلاح

اور بے شمار حدیثیں روزہ کے فضائل اور ترک روزہ کی برائی میں وارد ہیں۔ افسوس! اس زمانے میں اکثر اہل تنعم روزہ سے جی چراتے ہیں، کہتے ہیں بھوک پیاس کی تاب نہیں ہوتی۔ بڑے تعجب کی بات ہے اگر حکیم صاحب کسی بیماری میں فرمائیں کہ چار وقت کا فاقہ کرنا نہیں تو مرجاؤ گے تو حضرت چار وقت کی جگہ احتیاطاً پانچ وقت کا فاقہ خوشی سے کرنے کو تیار ومستعد ہو جاویں گے۔ افسوس! خدا کا حکم حکیم کے حکم کے برابر بھی نہ ہوا۔ افسوس حیات اخرویہ کی قدر حیات دنیویہ کے برابر بھی نہ ہوئی۔ یا اللہ! ہمارے بھائیوں کو نیک سمجھ نصیب فرما اور نفس وشیطان کے غلبہ کو ان سے دفع فرما۔

تقسیم روزہ تین طرح پر ہے:

(۱) فرض: رمضان شریف کا اور نذر کا اور کفارہ کا اور قضا کا اور بدل ہدی کا۔

(۲) نفل: جس میں شش عید ذی الحجہ کے نو دن یوم عاشورہ کے، شعبان کی پندرہویں معین ہیں۔ (۳) اور باقی غیر معین ممنوع، عید، بقرہ عید، تین روز بقر عید کے۔

حج و عمرہ

حضرت ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کے لیے یہ چیزیں حج سے مانع نہ ہوں کھلی محتاجی یا ظالم بادشاہ یا کوئی بیاری جس سے جا نہ سکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو اس کو اختیار ہے خواہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ روایت کیا اس کو دارمی نے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں تو وہ قبول فرماتے ہیں۔ اگر یہ لوگ استغفار کرتے ہیں تو وہ مغفرت فرماتے ہیں۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حج کرنے یا عمرہ کرنے کو یا جہاد کرنے کو گھر سے نکلا پھر وہ راہ ہی میں مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ثواب حاجی اور معتمر اور غازی کا لکھتے ہیں۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں)

حج کے متعلق بعض غلط خیالات کی اصلاح

روپیہ والے اکثر حج میں بھی کوتاہی کرتے ہیں، کوئی اپنے کاروبار کا بہانہ کرتا ہے، کوئی سمندر سے ہول کھاتا ہے، کوئی بدوؤں کو ملک الموت سمجھتا ہے۔

صاحبو! یہ تمام حیلے بہانے محض اس وجہ سے ہیں کہ حج کی وقعت دل میں نہیں۔ حاضری دربارِ خداوندی کو ضروری نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت سے دل خالی ہے ورنہ کوئی چیز بھی سدِ راہ نہ ہوتی۔ ادنیٰ سی مثال سے عرض کرتا ہوں۔

اگر ملک مکہ معظمہ اپنے پاس سے خرچِ راہ بھیج کر آپ کی طلبی کا ایک اعزازی فرمان

آپ کے پاس بھیجیں۔ قسم کھا کر فرمایئے آپ جواب میں یہ فرمائیں گے کہ صاحب میرے مکان میں کوئی کاروبار دیکھنے والا نہیں میں نہیں آ سکتا یا مجھے تو سمندر سے ڈر لگتا ہے اس لیے معذور ہوں یا راہ میں فلاں مقام پر لوٹ مار ہوتی ہے۔ میں جانا خلافِ احتیاط سمجھتا ہوں۔ جنابِ عالی! کوئی حیلہ کرنے کو دل نہ چاہے گا۔ تمام ضرورتیں اور عذر چولہے میں ڈال دو گے اور نہایت شوق و مسرت سے جس طرح بن پڑے گا۔ افتاں و خیزاں دوڑے جاؤ گے اور ساری مشکلیں آسان نظر آئیں گی۔

بات یہ ہے کہ ارادہ سے تمام کام سہل ہو جاتے ہیں اور جب ہمت اور ارادہ ہی پست کر دو تو آسان کام بھی مشکل نظر آتے ہیں۔ بالخصوص بدوؤں کا بدنام کرنا بالکل ہی ناواقفیت ہے جو لوگ حج کر کے آئے ہیں اور کسی قدر حالات واقعیہ کی تحقیق کا شوق بھی ان کے دل میں ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ بدوؤں کی کوئی نئی حالت نہیں ہے نہ کوئی نیا واقعہ پیش آتا ہے جو اتفاق ہندوستان میں پیش آتے ہیں اور جو اسباب ان کے پیش آنے کے ہیں وہی اتفاقات و اسباب وہاں ہیں یہاں گاڑی بانوں کو دیکھ لیجئے کہ ان کو ذرا بات چیت سے کھانے سے تمباکو سے ذرا خوش رکھئے غلام بن جاتے ہیں اور اگر سختی کیجئے، گالی دیجئے کہیں گاڑی اُلٹ دیں گے کہیں پریشان کریں گے علیٰ ہذا باوجود اس انتظام شدید کے بارہا تھوڑے ہی میدان میں اسٹیشن سے شہر کو آتے ہوئے حادثے ہو جاتے ہیں۔ وارداتیں ہوتی ہیں، ایسا ہی وہاں سمجھ لیجئے بلکہ وہاں کی حالت کے اعتبار سے تو کچھ بھی نہیں ہوتا کیونکہ وہاں کوئی چوکی نہیں، پہرہ نہیں، پھر واقعات کی کمی بالکل تعجب ہے اور جس قدر ہوتا ہے وہ بھی مسافرین کی بے انتظامی و بے احتیاطی سے ہوتا ہے ورنہ ہر طرح سے سلامتی ہے عافیت ہے۔

اکثر لوگوں کو ان واقعات کے سخت معلوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اجنبی ملک اجنبی زبان اس لیے برداشت نہیں ہوتی اور سب گفتگو کے بعد میں کہتا ہوں اچھا سب کچھ ہوتا ہے، پھر کیا ہوا۔ ایک آدمی کسی کے عشق میں تمام ذلت و کلفت گوارا کرتا ہے۔ کیا خدائی محبوب کا اتنا بھی حق نہیں۔

اے دلِ آں بہ کہ خراب از مئے گلگوں باشی بے زر و گنج بصد حشمت قارون باشی

در رہِ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجان شرطِ اوّل قدم آنست کہ مجنون باشی

(اے دل یہ بہتر ہے کہ (محبت کی) شراب سے مست ہو جائے، بغیر سونے اور خزانے کے قارون سے زیادہ بارعب ہو جائے۔ لیلےٰ (محبوب) کی راہ جس میں جان کو بہت خطرے ہیں اس کی شرط اوّل یہ ہے کہ تو مجنون ہو جائے)۔

مشورۂ حجاج (نصیحت)

حجاج کو چند اُمور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

اوّل: سفر میں خصوصاً جہاز میں نماز قضا نہ کرے۔ بڑی بری بات یہ ہے کہ ایک فرض کے لیے اتنے فرض اُڑا دیئے جائیں۔ دوم: سفر میں نہ کسی سے تکرار کریں نہ کسی پر اعتماد۔ سوم: مطوف ایسے شخص کو مقرر کریں جو مسائل حج بخوبی جانتا ہو اور امین اور خیر خواہ ہو۔ چہارم: خرچ کافی لے جاویں اور خرچ کرنے میں نہ بخل کریں کہ طرح طرح کی مصیبت جھیلنی پڑے نہ اسراف کریں کہ محتاج ہو کر پریشان ہوں۔ پنجم: قافلہ سے باہر ہرگز کسی وقت نہ جائیں۔ ششم: بدوؤں کو کہ قلیل پر قانع ہو جاتے ہیں خوش رکھیں۔ ہفتم: اس سفر کو سفر عشق سمجھیں۔

اعتکاف

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے عشرۂ اخیر کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں اعتکاف کرتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔ روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معتکف کے حق میں فرمایا کہ وہ تمام گناہوں سے رُکا رہتا ہے اور اس کو نیکیوں کا اتنا ثواب ملتا ہے جیسے تمام نیکیاں کرنے والے کو۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

غرض اعتکاف

فائدہ اعتکاف سے بقول اہل تحقیق یہ ہے کہ شب قدر کو اس میں تلاش کیا جائے کیونکہ اکثر احادیث کے موافق یہ شب عشرۂ اخیرہ میں ہوتی ہے اور اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ چنانچہ:

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رمضان شریف کا مہینہ داخل ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ مہینہ تمہارے پاس آ گیا ہے اور اس میں ایک شب ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے (یہی شب قدر ہے جو اس سے محروم رہا وہ تمام خیر سے محروم رہا اور اس کی خیر سے وہی محروم رہے گا جو بالکل محروم ہی ہو۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

بعض لوگ اعتکاف کے یہی معنی سمجھتے ہیں کہ دس روز تک مسجد میں مقید رہے چاہے وہاں بیٹھ کر دُنیا بھر کے خرافات میں مشغول رہے ایسا اعتکاف تو محض صورتِ بے معنی ہے۔ مغز اعتکاف کا ذکر و فکر و مشغولی عبادت اور توبہ و استغفار و انتظار صلوٰۃ وغیرہا اُمور ہیں اپنے اوقات ان اُمور میں مشغول رکھنا چاہیے اور طاق راتوں میں شب قدر کا غالب احتمال ہے جس قدر ممکن ہو اس میں شب بیداری کرے اور یہ ضرور نہیں کہ تمام شب جاگے خواہ زبان بھی لڑکھڑائے، رکوع سجدہ میں سہو بھی ہوتا جائے، نیند کے جھونکے سے گر بھی پڑے۔ اگر ایسی حالت ہو تو تھوڑی دیر کے لیے سو رہنا چاہیے۔ شریعت کا یہ حکم نہیں ہے کہ اپنے کو ہلاک کر ڈالو بلکہ اصلی منشاء یہ ہے کہ غفلت و کاہلی و اعراض و نسیان نہ ہونا چاہیے۔ اُدھر کی دُھن لگی رہے اور اپنی کوشش بھر کوتاہی نہ کرے اور تکان کے وقت بے تکلف آرام کرے، ایسا آرام بھی عبادت سے درجہ میں کم نہیں ہے۔

ہجرت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے ہی دنوں میں ایسی حالت ہو جائے گی کہ مسلمان کا سب سے بہتر مال بکریاں ہوں گی جن کے پیچھے پیچھے پھرتا ہو، پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور بارش کے موقعوں پر اپنے دین کو لیے ہوئے بھاگا پھرتا ہے فتنوں سے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہجرت منہدم کر دیتی ہے ان گناہوں کو جو اس سے پہلے ہو چکے ہوں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف: اگر کسی شہر میں یا کسی محلہ میں یا کسی مجمع میں دین کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو

وہاں سے بشرط قدرت علیحدگی واجب ہے۔ البتہ اگر یہ شخص عالم مقتداء ہے اور لوگوں کو اس سے دینی حاجت واقع ہوتی ہے تو ان میں رہ کر صبر کرے اور اگر کوئی اس کو پوچھتا ہی نہیں نہ ان کی اصلاح کی اُمید ہے تو بھی بہتر ہے کہ ان سے علیحدہ ہو جائے۔

وفاءِ نذر

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص نذر کرے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا تو اطاعت کرنا چاہیے اور جو نذر کرے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو نافرمانی نہ کرے۔ روایت کیا اس کو بخاری رحمہ اللہ نے۔

یعنی جو نذر موافق شرع کے ہو اس کو پورا کرے اور جو شرع کے خلاف ہو اس کا پورا کرنا جائز نہیں۔ مثلاً کسی نے منت مانی کہ میرا بیٹا اچھا ہو جائے تو ناچ کا جلسہ کروں گا، یہ بیہودہ نذر ہے اس کا پورا کرنا جائز نہیں ہے۔

بعضے مروّج اور ممنوع نذریں

اسی طرح اس زمانے میں بہت سے اُمور مکروہ و بدعت کی نذر مانی جاتی ہے۔ عوام بالخصوص مستورات اس میں زیادہ مبتلا ہیں۔ امام حسینؓ کا فقیر بنانا کسی کے نام کی چوٹی رکھنا یا بالی پہنانا کسی مزار پر غلاف بھیجنا، شیخ سدو کا بکرا کرنا خدائی رات کرنا جیسی آج کل ہوتی ہے۔ مشکل کشا کا روزہ رکھنا اور بہت سی واہی تباہی باتیں مشہور و معروف ہیں جن کی شریعت میں کچھ بھی اصل نہیں بلکہ کلیتہً یا جزئیتہً ممانعت آئی ہے۔ بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض لکھے پڑھے لوگ ان رسوم کے حامی و ناصر ہیں۔ بالخصوص شیخ سدو کے بکرے کو حلال و طیب سمجھنے والے تو بکثرت ہیں۔

صاحبو! قرآن مجید میں صاف لفظ "وَما اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" موجود ہے۔ اہلال عربی لغت ہے کتب لغت میں دیکھنا چاہیے۔ حلت و حرمت مسئلہ فقہیہ ہے۔ کتب فقہ درمختار وغیرہ میں ملاحظہ فرمانا چاہیے اور اہلال کی بعض تفاسیر میں جو ذبح کے ساتھ تفسیر کی ہے باعتبار عادت اس زمانے کے ہے۔ بعض آیات میں جو تحریم سے نہی آئی ہے وہ بمعنی ارتکاب سبب حرمت ہے نہ اعتقادِ حرمت۔ فافہم

حفظِ یمین و آداب آں

فرمایا اللہ جل شانہ نے "وَاحْفَظُوْا اَیْمَانَکُمْ" یعنی سنبھالا کرو اپنی قسموں کو۔ حفظ میں کئی چیزیں آگئیں۔

اوّل یہ کہ غیر اللہ کی قسم نہ کھائے۔ چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے جو شخص غیر اللہ کی قسم کھاتا ہے مشرک ہو جاتا ہے۔

مراد شرکِ عملی ہے یعنی یہ مشرکوں کا عمل ہے۔ اکثر آج کل بیٹے کی باپ کی قسم کھایا کرتے ہیں۔ اس سے بہت احتیاط چاہیے یا بعض لوگ یوں قسم کھاتے ہیں کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو ایمان مجھ کو نصیب نہ ہو، اس کی بھی سخت ممانعت آئی ہے۔ حدیث میں ہے کہ اگر جھوٹا ہے تب تو ایمان جاتا رہا اور اگر سچا ہے تب بھی صحیح وسلامت اسلام کی طرف نہ آوے گا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

دوم یہ کہ اللہ کی قسم کھاوے تو سچ کھاوے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خدا کی قسم مت کھاؤ مگر جس حالت میں سچے ہو۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے)

سوم یہ کہ زیادہ قسم نہ کھائے اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کی بے حرمتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نون میں حلاف کو اوصافِ ذم میں یاد فرمایا ہے۔

چہارم یہ کہ اگر شرع کے موافق کسی امر پر قسم کھائی ہے تو اس کو پورا کرے اور اگر خلافِ شرع ہے مثلاً کسی گناہ پر قسم کھائی ہے کہ فلاں پر ظلم کروں گا یا کسی کا حق تلف ہوتا ہے مثلاً قسم کھائی کہ باپ یا بھائی یا کسی اور مسلمان سے نہ بولوں گا یا فلاں حق دار کو کچھ نہ دوں گا۔ ایسی قسم کو توڑ ڈالے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی بات پر قسم کھائے اور پھر دوسری بات اس سے اچھی نظر آئے تو اپنی قسم کا کفارہ دے اور اس کام کو کرے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ پنجم یہ کہ کسی کا حق مارنے کے واسطے پھیر اور پیچ کی قسم نہ کھائے۔ البتہ اگر اس پر ظلم ہوتا ہو تو جائز ہے۔ مثلاً

تمہارے ذمہ زید کا کچھ روپیہ آتا ہے تو تم قسم اس طرح کھانا چاہو کہ جھوٹی بھی نہ ہو اور روپیہ بھی نہ دینا پڑے۔ مثلاً یوں کہو کہ میرے پاس تمہارا روپیہ نہیں ہے اور تمہارا مطلب یہ ہو کہ اس وقت ہماری جیب میں نہیں ہے یہ حیلہ گناہ ہے۔ البتہ اگر کوئی ظالم چور، ڈاکو تمہارے گھر کا دفینہ خزینہ بجبر دریافت کرے تو اس وقت ایسی تاویل سے قسم کھالینا کہ میرے پاس تو ایک اَدھی بھی نہیں ہے، مجھے کیوں تنگ کرتے ہو تو یہ جائز ہے بلکہ اکثر علمائے محققین کے نزدیک ایسے وقت میں صریح جھوٹ بھی جائز ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم کھلانے والے کی نیت پر قسم واقع ہوتی ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

رفع غلطی و کفارہ قسم واقسام آں

کفارہ کی کئی قسمیں ہیں۔ کفارہ یمین، کفارۂ قتل، کفارۂ ظہار، کفارۂ رمضان۔ یہ سب قسمیں قرآن و حدیث میں مذکور ہیں:

کفارۂ یمین: کفارۂ قسم کو کہتے ہیں یعنی اگر قسم ٹوٹ جاوے تو یا دس مسکین کو کھانا دو وقت پیٹ بھر کر کھلا دیوے یا ان کو ایک ایک جوڑا کپڑا دے دے یا ایک غلام آزاد کرے۔ ان تینوں میں اختیار ہے جو چاہے ادا کرے۔ جب ان تینوں امر سے عاجز ہو اور قدرت نہ رکھتا ہو اس وقت تین روزے لگا تار رکھے۔ اکثر لوگ تین روزوں پر ٹال دیتے ہیں۔ اگرچہ کھانا کھلانے کی استطاعت رکھتے ہوں، یہ جائز نہیں اس سے کفارہ ادا نہ ہوگا اور اگر دس مسکین کو فی مسکین نصف صاع گیہوں جو ۸۰ کے سیر سے پونے دو سیر ہوتے ہیں یا اس کے دام دے دے تب بھی بجائے کھلانے کے ہے۔

کفارۂ قتل: اگر بھول چوک سے کوئی خون ہو جاوے تو اس میں علاوہ دیت یعنی خون بہا کے جس کے احکام و مقدار کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ ایک غلام آزاد کرنا واجب ہے اور اگر اس پر قدرت نہ ہو تو دو ماہ کے متواتر روزے رکھے یہ توبہ کی تکمیل کیلئے ہے۔

کفارۂ ظہار: اگر بیوی کو اپنے محرمات ابدیہ میں سے کسی کے عضو محرم کے ساتھ تشبیہ دی جاوے اس کو ظہار کہتے ہیں۔ وہ عورت اس پر حرام ہوتی ہے جب تک کہ کفارہ نہ دے۔

کفارہ اس کا یہ ہے کہ اوّل ایک غلام آزاد کرے۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہوتو دو ماہ لگاتار روزے رکھے۔ اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو ساٹھ مسکین کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلاوے۔ اب وہ عورت بدستور حلال ہو جاوے گی۔

کفارۂ رمضان: کوئی روزہ قصداً بلا عذر افطار کر دیا جاوے تو علاوہ قضاء کے کفارہ بھی دینا پڑے گا اور یہ کفارہ اور اس کی ترتیب بالکل مثل کفارۂ ظہار کے ہے۔

تنبیہ: روزوں میں لگاتار ہونا شرط ہے، اگر ایک روزہ بھی خواہ بعذر یا بلاعذر درمیان میں رہ جائے تو از سرِ نو پھر سلسلہ شروع کرنا پڑے گا۔ البتہ عورت کے لیے حیض کا آ جانا عذر مقبول ہے مگر شرط یہ ہے کہ پاک ہوتے ہی فوراً شروع کر دے۔ اگر پاک ہونے کے بعد ایک روز کی بھی غفلت ہوگی تو پھر از سرِ نو شروع کرنا پڑے گا اور نفاس عذر نہیں ہے یعنی بعد فراغ نفاس پھر از سرِ نو شروع کرنا پڑے گا۔

بدن چھپانا

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر یقین رکھتا ہو وہ حمام میں بے لنگی باندھے نہ جائے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

اور حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (ہمارے چھپانے کا بدن ہم کس موقع پر چھپا دیں اور کس موقع پر ویسے ہی چھوڑ دیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے اپنے ستر کو محفوظ رکھو بجز بی بی کے یا لونڈی کے۔ اُنہوں نے سوال کیا کہ کبھی ایک شخص دوسرے کے پاس رہتا ہے۔ (یعنی ہر وقت ایک جگہ رہنے سے محافظت مشکل ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم سے یہ بات ہو سکے تو اس کو کوئی نہ دیکھے تو ایسا ہی کرو۔ اُنہوں نے سوال کیا کہ کبھی آدمی تنہائی میں ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر اللہ تعالیٰ سے حیا کرنا مناسب ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

پردہ کے بہت ضروری احکام

یہ جو فرمایا کہ بے لنگی باندھے حمام میں نہ جاوے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حمام میں کئی کئی آدمی یکجا غسل کرتے ہیں، اس لیے پردہ واجب ہے اور لونڈی سے جو بے پردہ ہونے کی

اجازت دی اس سے مراد وہ لونڈی نہیں جو ہندوستان میں اکثر بڑے گھروں میں موجود ہیں کیونکہ یہ تو شرعی قاعدہ سے آزاد ہیں نہ اُن سے جبراً خدمت لینا جائز نہ ان سے خلوت اور صحبت کی اجازت، بالکل اجنبی آزاد عورت کے مثل ہیں۔

نوکروں کی طرح اُن سے برتاؤ کرنا چاہیے۔ خدمت بھی رضامندی سے (خواہ تنخواہ پر رضامند ہوں یا کھانے کپڑے پر) ہونا چاہیے اور ان کو اختیار ہے جس سے چاہیں نکاح کریں، جب چاہیں جہاں چاہیں چلی جائیں ان پر کوئی بس نہیں ہے۔

اور حدیث مذکور سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تنہائی میں بھی بلاضرورت برہنہ ہونا (خواہ کل بدن سے یا بعض بدن سے جس کا چھپانا مجمع میں واجب ہے) جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اور ملائکہ سے حیا کرنا چاہیے، کتب فقہ میں بدن چھپانے کے مسائل بہ تفصیل لکھے ہیں یہاں اس قدر سمجھ لینا ضرور ہے کہ مرد کو ناف سے گھٹنے تک بدن ڈھانکنا ضروری ہے اور عورت کو سر سے پاؤں تک۔ ہاں جس کو نامحرم کے روبرو کسی ضرورت سے سامنے آنا پڑتا ہو اس کو چہرہ اور دونوں ہاتھ گٹے تک اور دونوں پاؤں ٹخنے کے نیچے تک کھولنا جائز ہے۔ اس صورت میں اگر بدنگاہ سے کوئی دیکھے گا وہ گنہگار ہوگا۔ اس پر کوئی الزام نہیں لیکن اور تمام بدن موٹے کپڑے سے اور اس میں بھی بہتر یہ ہے کہ یہ کپڑا اسفید اور سادہ ہو، مکلف نہ ہو، ڈھکا ہونا چاہیے، خوشبو وغیرہ بھی نامحرم کے روبرو لگا کر نہ آنا چاہیے۔ زیور جہاں تک ممکن ہو چھپا ہوا ہو، بہت باتیں بالخصوص بے تکلفی اور لطف کی باتیں غیر محرم سے نہ کرے۔

خلاصہ یہ کہ جو چیز بضرورت جائز ہے وہ زائد از ضرورت ممنوع ہے۔ اے مردو! اور اے بیبیو! ان باتوں کی خوب احتیاط رکھو، دیکھو اللہ و رسول تم پر بہت شفیق ہیں جس چیز سے منع کیا ہے اس کے ماننے سے سراسر تمہارا ہی فائدہ ہے۔ اس زمانہ میں نہ بدن کا پردہ ہے نہ آواز کا پھر دیکھو طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، اللہ توفیق دے۔

قربانی

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ قربانی کیا چیز ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنت ہے، تمہارے

باپ ابراہیم علیہ السلام کی انہوں نے عرض کیا کہ پھر ہم کو اس میں کیا ملتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بال کے عوض ایک نیکی۔ اُنہوں نے عرض کیا اور اُون والے جانور میں یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں بھی ہر بال کے عوض میں ایک نیکی۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابن ماجہ نے۔

غلطی مہتممین مدارس در صرف قیمت چرم قربانی

اور بہت احادیث فضائل قربانی میں وارد ہیں اور گوشت پوست قربانی کا خواہ اپنے کام میں لائے، خواہ کسی کو ہدیۃً یا صدقۃً دے مالک کو اختیار ہے لیکن فروخت کر کے اپنے کام میں لانا جائز نہیں اور اگر فروخت کیا تو اس کا مصرف مثل زکوٰۃ کے ہے۔ اسی طرح جو مالک کا نائب ووکیل ہے اس کو بھی اس قاعدہ کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

اکثر مدارسِ عربیہ میں قربانی کی کھال کے داموں کو مہتمم جہاں مدرسہ میں ضرورت ہوتی ہے صرف کرڈالتا ہے یہ بے احتیاطی ہے، صرف مصارفِ زکوٰۃ میں اس کو صرف کرنا چاہیے۔

تجہیز وتکفین وصلوٰۃ ودفن

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اچھا کفن دے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ چلے بسبب ایمان اور طلب ثواب کے اور برابر اس کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اس پر نماز پڑھے اور اس کے دفن سے فارغ ہو جائے تو وہ شخص دو قیراط ثواب لے کر لوٹے گا۔ ایک ایک قیراط اُحد کے پہاڑ کے برابر ہے اور جو شخص اس پر نماز پڑھے اور قبل دفن چلا آئے تو اس کو ایک قیراط ملے گا۔ روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے۔

ف: اکثر لوگ جنازہ کی نماز اور اس کے ساتھ مقبرہ تک جانے میں کاہلی کرتے ہیں اور بہت بڑے اجر سے محروم رہتے ہیں۔ اس سستی کا یہاں تک نتیجہ ہوتا ہے کہ بعض جنازے کے ساتھ چار آدمی مصیبت سے ملتے ہیں۔ اگر مقبرہ دُور ہوا ن کو وہاں تک لے جانا موت ہوتا ہے۔

صاحبو! یہ سب مسلمانوں کے ذمہ حق ہے۔ اس میں کوتاہی کرنے سے کوئی اکیلا گنہگار نہ ہوگا۔ سب سے داروگیر ہوگی۔

ف: جو دُعائیں جنازہ کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئی ہیں ہم ان کو نقل کیے دیتے ہیں کہ ان کا پڑھنا جنازہ پر موجب اتباع سنت اور فائدہ بخش میت اور سبب افزونی ثواب مصلی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلاً خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ زَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ.

دیگر.... اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ. اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ ط

دیگر.... اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنِ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ط

دیگر.... اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَا شُفَعَآءَ فَاغْفِرْلَهٗ ط

ادائے دَین

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جانا سب چیز کا کفارہ ہو جاتا ہے مگر دَین۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

مقدمہ قرض میں بے احتیاطیاں

صاحبو! شہادت سے بڑھ کر کیا چیز ہے جب دَین اس سے بھی معاف نہ ہوا اور کس عمل

سے معاف ہوگا اس سے دَین کی بڑی سختی معلوم ہوتی ہے۔ اکثر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔ اس مقدمہ میں کئی بد پرہیزیاں ہوتی ہیں۔

پہلی: بلاضرورت کسی کا مدیون ہو جانا۔ اکثر ایسے ہی ہوتا ہے کہ فضولیات کے لیے قرض لیا جاتا ہے۔ بہت کم ایسا اتفاق ہوتا ہے جو مصیبت کے مارے قرض لیتے ہوں اور مصیبت زدوں کو ملتا کب ہے۔ اکثر مالدار اہل جائیداد کو ملتا ہے تو فرمایئے اس پر کیا بلا نازل ہوئی ہے کہ خواہ مخواہ بیٹھے بٹھلائے قرض دار ہوا' اور قرض داری بھی یا تو کسی شادی میں برباد کرنے کو یا کوئی عالی شان محل تیار کرنے کو یا رسوم غمی میں جو اکثر خلاف عقل اور خلاف شرع ہیں اُڑانے کو۔ غرض نام آوری کے کاموں میں صرف کرنے کو قرض ہوتا ہے۔ پھر خدا کے فضل سے نام بھی نصیب نہیں ہوتا اور اگر نام بھی ہوا تو اس کی کیا قیمت ہے اور پھر کل کو اس سے بڑھ کر جو بدنامی ہوگی اس کی کچھ پرواہ نہیں۔

دوسری: بد پرہیزی یہ کہ اپنے زیور یا جائیداد محفوظ رکھنا اور دوسروں سے قرض لینا۔ اکثر سودی قرض ملتا ہے چند روز میں دوگنے چوگنے ہو کر وہ تمام زیور اور جائیداد برباد ہو جاتی ہے اور خسارہ اور گناہ رہا کھاتے میں۔ بس اگر ایسی ہی ضرورت ہے تو ہرگز موجود چیز کی محبت نہ کرے، خدائے تعالیٰ پھر عطا فرمائیں گے اپنی راحت وعافیت کے مقابلے میں زیور و جائیداد کیا بلا ہے۔

تیسری: بد پرہیزی یہ کہ لے کر بے فکر ہو جاتے ہیں، یہ نہیں کہ اس کا خیال رکھیں تھوڑا تھوڑا ادا کرتے رہیں، اپنے بعض غیر ضروری مصارف کو روک کر اپنی آمدنی میں سے پس انداز کر کے کچھ کچھ پہنچاتے رہیں، بدنام ہوتے ہیں ذلیل ہوتے ہیں، نادہندہ مشہور ہو جاتے ہیں، اعتبار جاتا رہتا ہے، لوگ معاملہ کرتے ہوئے ڈرتے ہیں اور سب سے طرہ یہ کہ مواخذہ آخرت سر پر۔ البتہ جو سخت ضرورت میں قرض لے اور ادا کی پوری فکر ہو حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے دَین کے ذمہ دار ہیں خواہ دُنیا میں ادا کرادیں یا آخرت میں صاحب حق کو راضی کر دیں۔

صدق فی المعاملہ

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاجر سچا امانت دار ہمراہ ہوگا انبیاء اور صدیقین اور شہداء کے۔

روایت کیا اس کو ترمذی اور دارمی اور دارقطنی نے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر بائع ومشتری سچ بولیں اور اپنے اپنے مال کے عیب وصواب کو ظاہر کردیں تو ان کے لیے بیع میں برکت ہوتی ہے۔ اگر پوشیدہ رکھیں اور جھوٹ بولیں مٹادی جاتی ہے برکت ان دونوں کے معاملہ کی۔ روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے۔

حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ طلب کرنا کسب حلال کا فرض ہے، فرض معہود (نماز، روزہ وغیرہ کے) روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یارسول اللہ! کون سی کمائی سب سے زیادہ پاک ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دستکاری اور وہ تجارت جو دغا فریب سے خالی ہو۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں داخل ہوگا جنت میں وہ گوشت جو بڑھا ہوا حرام سے اور جو گوشت حرام سے بڑھا ہوا اس کے لائق تو دوزخ ہی ہے۔ روایت کیا اس کو دارمی نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اس شخص پر کہ نرم ہو بیچنے کے وقت اور خرید کرنے کے وقت اور اپنا حق مانگنے کے وقت۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

ف: اِن احادیث سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔

اوّل یہ کہ کسب حلال فرض ہے یعنی جس کے لیے کوئی طریق حلال معاش کا بجز کسب کے نہ ہو۔

دوسرے: یہ کہ سب کمائیوں میں بہتر دو چیزیں ہیں دستکاری اور تجارت یعنی غریبوں کے لیے دستکاری اور مالداروں کے لیے تجارت۔

تیسرے: یہ کہ معاملہ میں صدق وامانت کا لحاظ رکھیں، دغا فریب نہ کریں ورنہ اس میں برکت نہیں ہوتی۔

ہماری گواہی نہ چاہے تو خواہ مخواہ عدالت میں خود حاضر ہو کر گواہی دینا ضروری نہیں اور یہ حکم سچی گواہی کا ہے اور جھوٹی گواہی جیسا آج کل بکثرت رائج ہے بڑا گناہ ہے۔

حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے سو کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ جھوٹی گواہی کو شرک کے برابر قرار دیا گیا ہے (یعنی قرآن مجید میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تین بار فرمایا، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی "فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ الخ" یعنی بچو تم پلید چیز سے یعنی بتوں سے اور جھوٹی بات سے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

اس آیت میں شرک اور قول زور کو ایک جگہ لائے ہیں۔ سو معلوم ہوا کہ دونوں میں کچھ مناسبت ہے۔ اسی طرح جھوٹا مقدمہ نالش دائر کرنا یا جھوٹا حلف کرنا نہایت وبالِ عظیم ہے۔

حضرت ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دعویٰ کرے ایسے حق کا جو واقع میں اس کا نہ ہو سو وہ شخص ہم میں سے نہیں رہا اور اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص دعویٰ کرے ایسے حق کا جو واقع میں اس کا نہ ہو سو وہ شخص ہم میں سے نہیں رہا اور اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص قطع کرے حق کسی مسلمان آدمی کا (یہ قید اتفاقی ہے حق محترم سب کا برابر ہے) اپنے حلف سے سو یہ تحقیق واجب کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوزخ کو اور حرام کرے گا اس پر جنت کو، کسی شخص نے عرض کیا کہ اگر چہ وہ تھوڑی چیز ہو یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چہ پیلو کی لکڑی ہی کیوں نہ ہو۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

اسی طرح جھوٹے مقدمہ کا وکیل بننا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "ولا تکن للخائنین خصیما الخ"

تعفف بالنکاح

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے جماعت جوانوں کی جو شخص تم میں بی بی کو رکھ سکے (یعنی نان ونفقہ بھی اور صحبت پر بھی قادر ہو) تو وہ نکاح کرے کیونکہ اس سے نگاہ نیچی رہتی ہے اور شرم گاہ محفوظ رہتی ہے۔ (بخاری ومسلم)

ف: اور جس شخص کو قدرت یا حاجت نہ ہو اس کو نکاح کرنا ضروری نہیں ہے۔

ادائے حقوق عیال

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع کرو اس شخص سے جو تمہارے عیال میں ہو۔ روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے۔

اور ارشاد فرمایا سب سے افضل وہ دینار ہے جس کو آدمی اپنے عیال پر خرچ کرے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اور ارشاد فرمایا کافی ہے آدمی کو گنہگار ہونے کے لیے یہ کہ ضائع کردے اس شخص کو جس کی قوت اس کے ذمہ ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

ف: اگر آدمی کے پاس زیادہ مال نہ ہو تو غیروں کی نسبت عیال کا زیادہ حق ہے، ایسی سخاوت شرعاً محمود نہیں کہ اپنے تو ترستے رہیں، دوسروں کو بھرتا رہے۔ البتہ اگر سب کی خدمت کرسکتا ہے تو سبحان اللہ! اس سے بہتر کیا ہے۔

ف: اور غلام نوکر خدمت گار بھی عیال کے حکم میں ہیں۔ ان کی مدارات ومواسات بھی ضرور ہے۔ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں خادم سے کس قدر معاف کیا کروں؟ فرمایا ہر روز ستر مرتبہ۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

مراد یہ کہ ہر بات میں اس پر سختی کرنا اور اس سے تنگ ہونا نہ چاہیے جس آدمی سے بہت سی راحت پہنچتی ہے اگر ایک آدھ تکلیف بھی ہوجائے تو صبر کرے اور اس کو معذور سمجھے۔

خدمت والدین

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا والدین کے راضی

ہونے میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناخوشی والدین کی ناخوشی میں ہے۔(ترمذی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ سب سے بڑھ کر عمل کون سا ہے؟ فرمایا نماز پڑھنا اپنے وقت پر۔ انہوں نے عرض کیا پھر کون سا عمل؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماں باپ کی خدمت کرنا۔ انہوں نے عرض کیا کہ پھر کون سا عمل؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاد کرنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں۔ روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے۔

ف: اور بہت سی آیات واحادیث اس باب میں وارد ہیں۔ آج کل اس میں بہت کوتاہی کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ اور نیک توفیق عطا فرمائیں۔

تربیت اولاد

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کی تین لڑکیاں ہوں کہ ان کو علم وادب سکھلاوے اور ان کی پرورش کرے اور ان پر مہربانی کرے اس کے لیے ضرور جنت واجب ہو جاتی ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے ادب میں۔

اور بخاری نے ادب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جیسا تمہارے والد کا تم پر حق ہے اسی طرح تمہاری اولاد کا بھی تم پر حق ہے۔

ف: چونکہ اولاد سے طبعی محبت ہوتی ہے اس لیے اس حق کے بیان کرنے میں شریعت نے زیادہ اہتمام نہیں فرمایا اور لڑکیوں کو چوں کہ حقیر سمجھتے ہیں اس لیے ان کی تربیت کی فضیلت بیان فرمائی۔

صلہ رحم

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں داخل نہ ہوگا جو شخص ناتہ داروں سے بدسلوکی کرے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

اطاعت آقا

غلام جب خیر خواہی کرے اپنے آقا کی اور اچھی طرح بجالاوے عبادت اپنے پروردگار کی، سو اس کو دُوہرا ثواب ملے گا۔(بخاری)

حکومت میں عدل کرنا

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عرش کا سایہ عطا فرماویں گے۔ایک ان میں سے حاکم عادل ہے۔روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

اتباع جماعت

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم کو پانچ چیزوں کا حکم کرتا ہوں جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم فرمایا ہے۔سننا، ماننا، اشاعتِ دین کرنا، ہجرت کرنا، جماعت کے ساتھ رہنا، کیونکہ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی نکلا اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال پھینکا مگر یہ کہ پھر جماعت میں چلا آوے۔(روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی نے)

ف: یعنی عقائد و اعمال میں جماعت اہل حق کی متابعت کرے اور علامت اہل حق ہونے کی یہ ہے کہ وہ جماعت کتاب و سنت کے موافق چلتے ہوں اور موافقت کتاب و سنت کی کھلی علامت سلف صالحین کے ساتھ تشبہ ہے جس قدر صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رضی اللہ عنہم کے ساتھ مشابہت ہوگی اس کو کتاب و سنت سے زیادہ موافقت ہوگی۔

اطاعت حاکم

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور کہنا سنیو اور مانیو اگرچہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

ف: اگرچہ حبشی غلام قاعدۂ شرعیہ سے امام و خلیفہ نہیں ہوسکتا مگر شرع میں جس طرح امام خلیفہ کی اطاعت واجب ہے۔اسی طرح سلطان کی بھی یعنی جس کو تسلط و شوکت حاصل ہو جائے اور مسلمان اُس کے سایۂ رحمت میں امن و عافیت سے رہ سکیں۔سو سلطان ہونے کے لیے وہ شرائط نہیں جو امامت و خلافت کے لیے ہیں۔

البتہ اسلام شرط ہے لقولہ تعالیٰ ”وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ. الآیۃ“

اور اگر کافر حاکم سے معاہدہ ہو جاوے اس معاہدہ کا پورا کرنا واجب ہے۔لقولہ تعالیٰ ”وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ الخ“ البتہ اگر شرعی ضرورت اس عہد کے توڑنے کی ہو تو اس کو اوّل

اطلاع اس معاہدہ کے اُٹھ جانے کی کردے۔ لقولہ تعالیٰ "فَانۢبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰی سَوَآءٍ" ورنہ غدر کا سخت گناہ ہے۔ لقولہ تعالیٰ "اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ"

اصلاح باہمی

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اگر دو جماعتیں مسلمانوں میں سے لڑنے لگیں تو اصلاح کر دوان کے درمیان، پھر بھی اگر ایک زیادتی کرے دوسرے پر تو اس سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ لوٹ آوے خدائے تعالیٰ کی طرف۔ فقط

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ اوّل لڑائی کرنے والوں میں صلح کی کوشش کرو۔ دوسری یہ کہ اگر پھر بھی ایک ظلم پر کمر باندھے تو مظلوم کو تنہا مت چھوڑ دو بلکہ اس کی مدد کرو اور ظالم کے ظلم کو دفع کرو۔

اعانت کارِ خیر

فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کی مدد کرو نیک کام میں اور تقویٰ پر۔

ف: اس زمانے میں اگر کوئی شخص نیک کام کرنے کو کھڑا ہوتا ہے، لوگ اس کا سارا بوجھ اسی کے ذمے ڈال دیتے ہیں اور اس کا شخصی کام سمجھتے ہیں۔ کوئی اس کی بات تک نہیں پوچھتا۔ اس آیت سے تاکید معلوم ہوئی کہ سب کو اس کی مدد جس قدر اور جس طرح ممکن ہو کرنا ضروری ہے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے کہ نیکی کی طرف بلاتے ہوں اور اچھی بات کا حکم کریں اور بری بات سے روکیں اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص تم میں کوئی برائی دیکھے اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دینا چاہیے۔ اگر یہ قدرت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اپنے دل سے اس کو برا جانے اور یہ ایمان کا بہت ہی کمزور درجہ ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف: اس سے معلوم ہوا کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر بقدرِ استطاعت واجب ہے جو ہاتھ سے مٹا سکے جیسے حاکم گھر کا مالک کسی مجمع کا افسر وہ ہاتھ سے مٹا دے۔ جو زبان سے روک سکے

جیسے واعظ ناصح یا جس کی بات چلتی ہو وہ زبان سے کہے ورنہ خاموشی بہتر ہے، فتنہ وفساد سے کیا فائدہ، بس دل سے اس کو برا جانے اور اگر دل سے بھی نفرت نہ ہو تو ایمان کا خدا ہی حافظ ہے۔

واجب تو اتنا ہی ہے باقی اگر کسی شخص کو ہمت ہو اور باوجود خوف کے پھر بھی تمام مصائب وتکالیف کی برداشت کر سکے تو بہت بڑی اولوالعزمی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: "وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ط"

اقامتِ حدود

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، قائم کرنا ایک حد کا اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے بہتر ہے۔ چالیس دن کی بارش سے اللہ تعالیٰ کے ملک میں۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

اور ارشاد فرمایا قائم کیا کرو حدود اللہ کو اپنوں میں اور غیروں میں نہ پکڑے تم کو اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

حدود وہ سزائیں ہیں جو شریعت میں بعض معاصی پر مقرر ہیں، ان میں کسی کی رعایت جائز نہیں، وہ مثل نماز وروزہ کے فرض ہیں اس میں تصرف کرنا جیسے نماز روزہ میں تصرف کرنا اور جن افعال پر سزا مقرر نہیں اس میں سزا دینا تعزیر ہے۔ یہ حاکم کی رائے پر ہے۔

اس میں کمی کرنا کسی مصلحت سے رعایت ودرگزر کرنا جائز بلکہ بعض مواقع پر بہتر ہے جیسا کہ ایک حدیث میں مذکور ہے۔

اشاعت دین

اشاعت دین کرنا اور اس کی فضیلت میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔

ادائے امانت

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ ایمان نہیں جس میں صفت امانت داری نہیں۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔........اور طبرانی نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ خیر خواہی کرو علم میں کیونکہ علم میں خیانت کرنا مال میں خیانت کرنے سے سخت ہے یعنی کسی کو علم میں دھوکہ مت دو، غلط بات مت بتلاؤ جو نہ آتی ہو کہہ دو کہ ہم نہیں جانتے۔

قرض دینا

ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ صدقہ دینے سے دس گنا ثواب ملتا ہے اور کسی کو قرض دینے سے اٹھارہ گنا ثواب ملتا ہے۔ فقط وجہ اس کی ایک تو یہ ہے کہ صدقہ تو بدوں حاجت بھی مانگ لیا جاتا ہے اور قرض حاجت مند ہی مانگتا ہے۔

دوسری یہ کہ صدقہ دے کر بے فکری ہو جاتی ہے، قرض دے کر اس کی طرف التفات اور تعلق لگا رہتا ہے اور دیر میں وصول ہونے سے خصوصاً اپنی حاجت کے وقت وصول نہ ہو سخت کلفت ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس کا ثواب زیادہ ہے۔

نکتہ

اٹھارہ میں یہ ہے کہ اصل میں اس کا ثواب صدقہ سے مضاعف ہے۔ یعنی صدقہ میں ایک روپیہ کا ثواب برابر دس روپیہ کے ملتا ہے تو ان میں ایک ایک کی جگہ دو دو ملتے ہیں تو کل بیس روپیہ ہوئے لیکن چونکہ اس نے اپنا روپیہ وصول کر لیا، دو روپیہ اس میں گھٹ کر اٹھارہ رہ گئے۔ (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال)

مداراتِ ہمسایہ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہو اپنے پڑوسی کو نہ ستائے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کر و اپنے پڑوسی سے ہو جاؤ گے تم ایمان والے، روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ یہ بات حلال نہیں کہ خود پیٹ بھر کر کھالیوے اور پڑوسی بھوکا پڑا رہے۔

حسن معاملہ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تاجر لوگ قیامت کے دن فاجر ہو کر اُٹھائے جاویں گے مگر جس نے اللہ کا خوف کیا اور پاک معاملہ کیا اور سچ بولا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر

تقاضا کسی حق کا کیا اور بہت سختی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کی تنبیہ کا ارادہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو کچھ مت کہو، اس لیے کہ حق دار کو کہنے کا حق ہے اور اس کے لیے ایک اونٹ خرید دو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے اونٹ سے اچھا ملتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہی خرید کر دو۔ پس بیشک تم سب میں اچھا وہ شخص ہے کہ دوسرے کا حق اچھی طرح ادا کرے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

ف: صاحبو! آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش معاملگی دیکھی، آپ سے کوئی ذرا تقاضا کرتا ہے تو مزاج بگڑ جاتا ہے۔ افسوس بدنام کنندہ بزرگان ہم ہی لوگ ہیں۔

انفاق فی الحق

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ناپسند کیا ہے مال کا ضائع کرنا، روایت کیا اس کو شیخین نے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا" یعنی مال کو اُڑاؤ مت۔

قدر دانی مالِ حلال

مال حلال کی قدر کرنا چاہیے اس کو برباد نہ کرے مال پاس رہنے سے نفس کو اطمینان رہتا ہے ورنہ پراگندہ روزی پراگندہ دل۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں کوئی چیز کام نہ آئے گی۔ بجز دینار و درہم کے۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

یعنی جس کے پاس روپیہ ہوگا وہ حرام کسب سے، حسد سے، دین فروشی سے، سوال و ذلت سے، اُمراء کے دروازوں پر جانے اور ان کی خوشامد کرنے سے ظالموں کے ظلم و ستم سے اپنے دین و علم کو برباد و خوار کرنے سے بدولت مال کے بچا رہے گا، اس لیے ہاتھ تھام کر خرچ کرنا چاہیے، فضولیات میں خرچ نہ کرے۔ گو مباح ہی کیوں نہ ہو اور غیر مشروع میں خرچ کرنا تو صریح حرام ہے اس کا ذکر ہی کیا۔ خصوصاً جو لوگ اہل تعلق و محبوس اسباب ہیں ان کو تو یہ امر بہت ضروری ہیں بلکہ جس قدر آمدنی ہو اس میں سے جتنا ممکن ہو پس انداز کرتا

رہے تاکہ محتاجی پیری قحط وسختی کے زمانہ میں کام آوے۔اس میں کوئی گناہ نہیں اگر اچھی نیت ہوتو ثواب ہے جیسا وارد ہے۔

"نِعۡمَ الۡمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ"

جواب سلام وعطس

شیخین نے روایت کیا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کے حقوق مسلمان پر پانچ ہیں۔(ان میں دو یہ فرمائے)

(۱)سلام کا جواب دینا (۲)اور چھینکنے والے کو جواب دینا۔

ف: قرآن مجید میں ہے کہ جب تم کو کوئی سلام کرے تو اس سے اچھا جواب دو یا ویسا ہی لوٹا دو۔اس سے معلوم ہوا کہ سلام کے جواب میں سر ہلا دینا یا ہاتھ اُٹھا دینا کافی نہیں۔ اسی طرح سلام کا صیغہ حدیث شریف میں ہے۔

"اَلسَّلَامُ عَلَيۡكُمۡ" یا اس کے قریب قریب الفاظ آئے ہیں۔آداب، بندگی، کورنش، یہ سب بدعت سیہ ہے۔

خیر اگر کوئی سلام کے لفظ سے بہت ہی برا مانے تو اس کو حضرت سلامت یا تسلیم یا تسلیمات کہنے تک گنجائش معلوم ہوتی ہے۔چھینکنے والے کا جواب یہ معنی کہ جب کوئی چھینک لیکر "اَلۡحَمۡدُلِلّٰهِ" کہے تو اس کے جواب میں "يَرۡحَمُكَ اللّٰهُ" کہنا چاہیے۔

کسی کو ایذا وضرر نہ دینا

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: "لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ" نہ ایک طرف سے ضرر پہنچنا چاہیے نہ دونوں طرف سے۔روایت کیا اس کو دارقطنی نے۔

اور ارشاد فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان تو وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ بچے رہیں۔روایت کیا اس کو بخاری نے۔

ف: دوسری حدیث سے مسلمان کو پہلی حدیث سے عام مخلوق کو ضرر پہنچانے کو منع فرمایا۔گو وہ زبانی ہو مثلاً کسی کو گالیاں دینا غیبت وشکایت کرنا یا ہاتھ سے مارنا، ظلم کرنا

اجتناب عن اللہو

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی چیزیں لہو ولعب کی ہیں سب بیہودہ ہیں مگر ایک تو کمان سے تیر پھینکنا، دوسرے گھوڑے کو سدھانا۔ تیسرے اپنی بیوی سے ملاعبت کرنا۔ یہ تینوں کھیل فائدہ کے ہیں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ف: یعنی اکثر دل بہلانے کی چیزیں وقت عزیز کی ضائع کرنے والی اور لغو ہیں مگر یہ تینوں یا جو ان کے مثل ہو جس میں کوئی معتد بہ فائدہ ہو ان کا مضائقہ نہیں یہاں سے شطرنج، گنجفہ، چوسر اور ہزاروں لغویات کا حال معلوم ہوسکتا ہے بلکہ ان کے آثار مذمومہ میں اگر غور کر کے دیکھا جائے تو باطل سے بڑھ کر کسی لقب کے مستحق نہیں اور جو فائدے اس میں بیان کیے جاتے ہیں، عقلاء کے نزدیک یادُور مشت سے زیادہ ان کی وقعت نہیں ہے۔

راہ سے ڈھیلا پتھر ہٹا دینا

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص چلا جاتا تھا۔ راہ میں کوئی خاردار شاخ پڑی دیکھی اس کو ہٹا دیا تھا کہ چلنے والوں کو تکلیف نہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر کی اس کو بخش دیا۔ شیخین کی حدیث میں اس کو تمام شعب الایمان میں ادنیٰ فرمایا ہے اور اسی پر بفضلہ تعالیٰ خاتمہ ہو گیا شعب الایمان کے بیان کا۔

دُعا و شکر

یاالٰہی! صدقہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ اس رسالہ کو جس طرح اپنے فضل سے اتمام کو پہنچایا اسی طرح شرف قبولیت سے مشرف بھی فرمائیے اور مسلمانوں کے حق میں اس کو مفید و نافع کیجئے کہ اس کو سمجھ کر اور عمل کر کے اپنے ایمان کو کامل بناویں اور سب کے طفیل و برکت سے اس ناکارہ کو ایمان کامل بخش کر اس رسالہ کو وسیلہ نجات و ذریعہ اپنے قرب و رضامندی کا کیجئے۔

این دُعاء از من و از جملہ جہاں آمین باد

☆☆☆

بحمداللّٰہ سبحانہ و تعالٰی قد وقع الفراغ من تسویدھا الذی ھو تبییضھا لخمس عشر خلون من شھر اللّٰہ المحرم الحرام یوم الخمیس ۱۳۱۵ھ من الھجرۃ فی بلدۃ الکانفور مدرسۃ جامع العلوم الملحقہ بجامع البامدۃ صانھما اللّٰہ تعالٰی عن النصب والھموم ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم و تب علینا انک انت التواب الرحیم ولا تواخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربّنا ولا تحملنا مالا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکافرینo سبحان ربّک ربّ العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمدللّٰہ ربّ العٰلمینo (رواہ الترمذی)

ضمیمہ مفیدہ

قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم اکثر واذکرھا ذم اللذات یعنی الموت:

چونکہ تکمیل ایمان کی اعمال صالحہ واخلاق فاضلہ سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ رسالہ ہذا میں مذکور ہوا اور تحصیل ان اعمال واخلاق کی بوجہ نسیان آخرت وحب دُنیا کے دُشوار ہو رہی ہے اس لیے اس مرض کا علاج حدیث مذکور میں یہ فرمایا گیا کہ تم موت کو زیادہ یاد کیا کرو اس سے سب کام بن جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ موت کی یاد ہی ہے کہ اس کے سب اگلے پچھلے حالات متعلقہ پیش نظر کیے جاویں۔ اس لیے اس مضمون کا ایک قصیدہ سلیس حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ کے کلام سے نقل کرتے ہیں کہ اس کو گاہ گاہ مطالعہ کر کے سفرِ آخرت میں چست وچالاک ہوں۔

قصیدہ

روزے کہ زیر خاک تن ما پنہاں شود — آنہا کہ کردہ ایم یکا یک عیاں شود
یارب! بہ فضل خویش بخشائے بندہ را — آں دم کہ عازم سفر آں جہاں شود
بے چارہ آدمی کہ اگر خود ہزار سال — مہلت بیابد از اجل و کام ران شود
ہم عاقبت چو نوبتِ رفتن بدو رسد — باصد ہزار حسرت از اینجا رواں شود
فریاد ازاں زماں کہ تنِ نازنین ما — بر بستر ہواں فتد و ناتواں شود
اصحاب را چو واقعۂ ماخبر کنند — ہر دم کسے برسم عیادت رواں شود
وانکس کہ مشفق ست دلش مہربان ماست — درجستن دوابہ بر ایں و آں شود
وانگہ کہ چشم بررخ ما افگند طبیب — درحال ماچو فکر کند بدگماں شود
گوید فلاں شراب طلب کن کہ سودتست — مارا بداں ہُید لبے در زیاں شود

شاید کہ یک دور و زدگر ماند عمرما — واں یک دو روز برسر سود و زیاں شود
یاران و دوستان ہمہ در فکر عاقبت — کاحوال برچہ گونہ وحال از چساں شود
تا آں زماں کہ چہرہ بگردد زحال خویش — وآں رنگِ ارغوانی مازعفراں شود
واں رنج در وجود بنوعے اثر کند — کزلاغری بساں یکے ربسماں شود
در ورطۂ ہلاک فتد کشتی وجود — نیز ازعمل بماند و بے بادباں شود
آیدشہ ملائکہ در وقتِ قبض رُوح — چون بنگریم دیدہ ما خون فشاں شود
باید کہ درچشیدن آن جام زہر ناک — شیرینیٔ شہادت (کلمہ توحید) مادرزبان شود
یارب! مدد بخش کہ مارا وران زماں — قولِ زبان موافق قولِ جنان (بہشت) شود
ایمان ماز غارت شیطان نگاہ دار — تا از عذاب وخشم تو جان دامان شود
فی الجملہ روح و جسم زہم مفترق شوند — مرغ ازقفس برآید و درآشیان شود
جان از بود پلید شوو در زمین فرد — دَر پاک باشد او زبر آسمان شود
آوارہ در سرائے بیفتد کہ خواجہ مرد — دریم وزیر خانہ پر آہ و فغان شود
ازیک طرف غلام بگرید بہای ہائے — وزیک طرف کنیز بزاری کناں شود
دُرِّ یتیم گوہر یک دانہ راز اشک — جزع دو دیدہ پُر زعقیق یمان شود
تابوت و پنبۂ وکفن آرند و مردہ شوی — اوراد و ذِکر آن زکران تاکران شود
آرند نعش تالبِ گورو ہرکہ ہست — بعدازنماز بازسرخان (بمعنی اسباب) دمان شود
ہرکس رود بہ مصلحت خویش و جسم ما — محبوس ومستمند دران خاک دان شود
پس منکر و نکیر بہ پرسندِ حالِ ما — دین جملہ حکمہا زپے امتحان شود
گر کردہ ایم خیر و نماز خلافِ نفس — آن خاکدان تیرہ بما گلستاں شود
در جرم و معصیت بود وفسق کار ما — آتش و رفتد بہ لحدہم دُخان شود
یک ہفتہ یا دو ہفتہ کم وبیش صبح وشام — باگریہ دوست ہمدم و ہمداستاں شود
حلواسہ چارصحن شب جمعہ چند بار — بہر ریا بخانہ ہرگو رخالِ شود
واں مصرعہ یزکہ ازسدہ رست داشت — خواہد کہ باز بستۂ عقد فلاں شود

میراث گیر کم خرد آید بہ جستجوئے — بس گفتگوئے برسرِ باغ و دُکان شود
نامی زما بماند و اجزائے ماتمام — در زیر خاک باغم و حسرت نہاں شود
وانگاہِ چند سال برین حال بگذرد — آں نام نیز گم شود و بے نشاں شود
واں صورتِ لطیف شود جملہ زیرِ خاک — وان جسم زور مند کفے استخواں شود
از خاکِ گورخانہ ماخشتہا پزند — وان خاک وخشت دستکش گل گراں شود
دوران روزگار بما بگذرد بسے — گاہے شود بہار و دگر گہ خزاں شود
تار و زرستخیز کہ اصناف خلق را — تنہا زبہر عرض قرین رواں شود
حکم خدائے عزوجل کائنات را — در فصل ہر فیصلہ بکلی روان شود
از گفتن و شنیدن و از کرد ہائے بد — در موقف محاسبہ یک یک عیاں شود
میزان عدل نصب کنند زبرائے خلق — یک سرسبک برآید و یک سرگراں شود
ہرکس نگہ کند بہ بد و نیک خویشتن — آنجا یکے غمین و یکے شادماں شود
بندند باز برسرِ دوزخ پل صراط — ہرکس از و گذشتہ مقیم جناح شود
وآنکس کہ از صراط بہ لرزید پائے او — در خواری و عذاب ابد جاوداں شود
اشرار را حرارت دوزخ کند قبول — وابرار را بعنایت حق سائباں شود
بس روئے ہمچو ماہ زخجلت شود سیاہ — بس قد کہ ہمچو تیر زہیبت کماں شود
بس شخص بینوا کہ ورا از علو قدر — عشرتِ سرائے جنت اعلیٰ مکاں شود
بس پیر مستمند کہ دَر گلشن مُراد — بوئے بہشت بشنود نوجوان شود
مسکین اسیرِ نفس و ہوا کاندرانِ مقام — باصد ہزار غصہ قرین ہوان (خواری) شود
برگے کہ از برائے مطیعان کشد خدائے — عاصی چہ گونہ برسرآن برگِ خوان شود
خرم ولے کہ در حرم آباد امن و عیش — حق رابخوانِ لطف و کرم میہمان شود
این کار دولت ست نداند کے یقین — سعدیؒ یقین بجنت وخلدت چسپاں شود

(جمعہ ۲۳ ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ)

حُقُوقُ الاِسلام

حضرت حکیمُ الاُمت مُجدِد المِلت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العُلوم القرآنیۃ٬ واقف الاُسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاُسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مَولانا مُحمّد اَشرف علی التّھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

اس رسالہ میں مسلمانوں کے باہمی حقوق بیان فرمائے گئے ہیں۔فی زمانہ حقوق العباد میں بہت غفلت برتی جاتی ہے اور حق تلفی کی نوبت آجاتی ہے۔اس رسالہ میں والدین...اساتذہ...شیوخ...زوجین...حاکم ومحکوم ...ہمسایہ...میزبان ومہمان وغیرہ کے حقوق کا مفصل تذکرہ ہے جس کے مطالعہ سے باہمی حقوق کا علم حاصل ہوتا ہے۔

حُقوقُ الاِسلام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ شَرَّفَنَا فِیۡ کِتَابِہٖ بِقَوۡلِہٖ اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا وَاِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ الَّذِیۡ اَیۡقَظَنَا بِقَوۡلِہٖ مَنۡ کَانَتۡ لَہٗ مَظۡلَمَۃٌ لِاَخِیۡہِ مِنۡ عِرۡضِہٖ اَوۡ مَالِہٖ فَلۡیَتَحَلَّلۡہُ مِنۡہُ الۡیَوۡمَ قَبۡلَ اَنۡ لَّا یَکُوۡنَ دِیۡنَارٌ وَّلَا دِرۡہَمٌ اَیۡ یَوۡمَ الۡفَصۡلِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہِ الَّذِیۡنَ وَصَلُوۡا کُلَّ فَرۡعٍ اِلَی الۡاَصۡلِ

بعد حمد و صلوٰۃ واضح ہو کہ نقلاً و عقلاً یہ امر ثابت ہے کہ ہم لوگوں سے کچھ حقوق کا مطالبہ کیا گیا ہے جس میں بعض حقوق اللہ تعالیٰ کے ہیں اور بعض بندوں کے اور بندوں کے حقوق میں سے بعض دینی ہیں اور بعض دنیوی، پھر دنیوی میں بعضے حقوق اقارب کے ہیں۔ بعض اجانب کے اور بعض حقوق خاص لوگوں کے ہیں۔ بعض عام مسلمانوں کے بعض اپنے سے بڑوں کے ہیں۔ بعض چھوٹوں کے، بعض مساوی درجہ والوں کے وعلیٰ ہذا القیاس۔

اور بوجہ لاعلمی کے اکثر لوگوں کو بعضے حقوق کی اطلاع بھی نہیں اور بعض کو بوجہ بدعملی اُن کے ادا کرنے کا اہتمام نہیں، اس لیے دل نے چاہا کہ ایک مختصر تحریر اس باب میں جمع ہو جائے تو اُمید فائدہ کی ہے چونکہ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ کا رسالہ ''حقیقت الاسلام'' جس کا حوالہ احقر نے فروع الایمان میں دیا ہے۔ اس مضمون میں کافی ووافی تھا اس لیے اسی کا خلاصہ کر دینا کافی سمجھا گیا۔ البتہ بعض مضامین کہیں کہیں بضرورت بڑھائے گئے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور اس کا نام ''حقوق الاسلام'' رکھتا ہوں اور اس میں چند فصلیں ہیں اور ہر ایک فصل میں ایک ایک حق کا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حقوق

سب سے اوّل بندہ کے ذمہ اللہ جل شانہ کا حق ہے، جس نے طرح طرح کی نعمتیں ایجاد (پیدا کرنے اور باقی رکھنے کی ۱۲) وابقاء کی عنایت فرمائیں، گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لائے۔ ہدایت پر عمل کرنے کے صلہ میں طرح طرح کی نعمتوں کی اُمید دلائی، اللہ تعالیٰ کے حقوق بندوں کے ذمہ یہ ہیں (۱) ذات وصفات کے متعلق موافق قرآن وحدیث کے اپنا اعتقاد رکھے۔ (۲) عقائد واعمال ومعاملات واخلاق میں جوان کی مرضی کے موافق ہو، اختیار کرے اور جوان کے نزدیک ناپسندیدہ ہواس کو ترک کرے۔ (۳) اللہ تعالیٰ کی رضاومحبت کو سب کی رضاومحبت پر مقدم رکھے۔ (۴) جس سے محبت یا بغض رکھے یا کسی کے ساتھ احسان یا دریغ (ترکِ احسان ۱۲ ش) کرے سب اللہ کے واسطے کرے۔

پیغمبروں کے حقوق

چونکہ ذات وصفات ومرضیات ونامرضیات الٰہی کی شناخت ہم لوگوں کو بتوسط حضرات انبیاء علیہم السلام کے ہوئی اور ان کے پاس ملائکہ وحی لائے اس طرح بہت سے دنیوی منافع ومضار بذریعہ انبیاء علیہم السلام کے دریافت ہوئے اور بہت سے ملائکہ ہمارے فائدوں کے کاموں پر متعین ہیں اور باذن الٰہی ان کاموں کو انجام دے رہے ہیں اس لیے حضرات انبیاء علیہم السلام وحضرات ملائکہ علیہم السلام کا حق حق تعالیٰ کے حق میں داخل ہوگیا۔ بالخصوص سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان سب سے زائد ہم پر ہے اس لیے آپ کا حق بھی سب سے زائد ہے۔ وہ چند حقوق یہ ہیں:

(۱) آپ کی رسالت کا اعتقاد رکھے۔ (۲) تمام احکام میں آپ کی اطاعت کرے۔ (۳) آپ کی عظمت اور محبت کو دل میں جگہ دے۔ (۴) اور آپ پر صلوٰۃ پڑھا کرے۔ حضرات ملائکہ علیہم السلام کے یہ حقوق ہیں:

(۱) ان کے وجود کا اعتقاد رکھے۔ (۲) ان کو گناہوں سے پاک سمجھے۔ (۳) جب ان کا نام آئے علیہ السلام کہے۔ (۴) مسجد میں بدبودار (جیسے کچا لہسن، پیاز، مولی، پان، تمباکو

وغیرہ اسی طرح مسجد میں مٹی کا تیل جلانے یا دیا سلائی کھینچنے سے بھی بدبو پھیلتی ہے اس سے بھی اجتناب کریں ۱۲) چیزیں کھا کر جانے سے یا مسجد میں ریح صادر کرنے سے ملائکہ کو ایذا ہوتی ہے۔ اس سے احتیاط کرے اور بھی جن اُمور سے ملائکہ کو تکلیف و تنفر ہو، ان سے احتراز لازم سمجھے۔ مثلاً تصویر رکھنا یا بلاضرورت شرعی کتا پالنا یا جھوٹ بولنا یا جنابت میں براہِ سستی پڑا رہنا کہ نماز بھی برباد ہو جائے یا بلاضرورت شرعی یا طبعی برہنہ ہونا گو خلوت میں ہو۔

صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کے حقوق

حضرات صحابہ واہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو چونکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دینی اور دنیوی دونوں طرح کا تعلق ہے اس لیے آپ کے حق میں ان حضرات کے حقوق بھی داخل ہو گئے ہیں اور وہ یہ ہیں: (۱) ان حضرات کی اطاعت کرے۔ (۲) ان حضرات سے محبت رکھے۔ (۳) ان کے عادل ہونے کا اعتقاد رکھے۔ (۴) ان کے محبین (محبت رکھنے والے ۱۲) سے محبت رکھے اور مبغضین (بغض وعداوت رکھنے والے ۱۲) سے بغض رکھے۔

علماء اور مشائخ کے حقوق

چونکہ علماء ظاہر و باطن میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث اور مسند نشیں ہیں۔ اس لیے ان حضرات کے حقوق بھی حضور کے حق میں داخل ہیں وہ یہ ہیں: (۱) فقہائے مجتہدین وعلمائے محدثین واساتذہ ومشائخ طریقت ومصنفین دینیات کے لیے دُعاء خیر کرتا رہے۔ (۲) حسب قاعدہ شرعی ان کا اتباع کرے۔ (۳) جو ان میں زندہ ہوں ان سے تعظیم اور محبت سے پیش آئے، ان سے بغض ومخالفت نہ کرے۔ (۴) حسب وسعت و ضرورت ان حضرات کی مالی خدمات بھی کرتا رہے۔

والدین کے حقوق

یہ حضرات مذکورین تو دینی نعمتوں میں واسطہ تھے۔ اس لیے ان کا حق لازم تھا۔ بعضے لوگ دنیوی نعمتوں کے ذرائع ہیں۔ ان کا حق شرعاً ثابت ہے۔ مثلاً ماں باپ کہ ایجاد اور

پرورش ان کے توسط سے ہوتی ہے۔ان کے حقوق یہ ہیں: (۱) ان کو ایذا نہ پہنچائے اگر چہ ان کی طرف سے کوئی زیادتی ہو۔ (۲) قولاً وفعلاً ان کی تعظیم کرے۔ (۳) مشروع اُمور میں ان کی اطاعت کرے۔ (۴) اگر ان کو حاجت ہو مال سے ان کی خدمت کرے۔ اگرچہ وہ دونوں کافر ہوں۔

ماں باپ کے انتقال کے بعد ان کے حقوق

(۱) اس کے لیے دُعائے مغفرت ورحمت کرتا رہے۔نوافل وصدقات مالیہ کا ثواب ان کو پہنچاتا رہے۔ (۲) ان کے ملنے والوں کے ساتھ رعایت مالی وخدمت بدنی وحسن اخلاق سے پیش آوے۔ (۳) ان کے ذمہ جو قرض ہو اُس کو ادا کرے۔

(۴) گاہ گاہ ان کی قبر کی زیارت کرے۔

دادا، دادی، نانا، نانی کے حقوق

دادا، دادی، نانا، نانی کا حکم شرعاً مثل ماں باپ کے ہے۔پس اُن کے حقوق بھی مثل ماں باپ کے سمجھنا چاہیے۔اس طرح خالہ اور ماموں مثل ماں کے اور چچا اور پھوپھی مثل باپ کے ہیں۔ حدیث ”هل لك من خالة لو اعطيتها اخوالك ان عمه الرجل صنو ابيه“ میں اس طرف اشارہ آیا ہے۔

اولاد کے حقوق

جس طرح ماں باپ کے حقوق اولاد پر ہیں اسی طرح ماں باپ پر اولاد کے حقوق ہیں۔وہ یہ ہیں: (۱) نیک بخت عورت سے نکاح کرنا تاکہ اچھی اولاد پیدا ہو۔ (۲) بچپن میں محبت کے ساتھ ان کو پرورش کرنا کہ اولاد کو پیار کرنے کی بھی فضیلت آئی ہے۔بالخصوص لڑکیوں سے دل تنگ نہ ہونا، ان کی پرورش کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔اگر انّا کا دودھ پلانا پڑے تو خلیق اور دیندار انّا تلاش کرنا کہ دودھ کا اثر بچہ کے اخلاق میں آتا ہے۔ (۳) ان کو علم دین وادب سکھلانا۔ (۴) جب نکاح کے قابل ہوں اُن کا نکاح کردینا۔اگر لڑکی کا

شوہر مر جائے تو نکاح ثانی ہونے تک اس کو اپنے گھر آرام سے رکھنا، اس کے مصارف ضروریہ کا برداشت کرنا۔

دودھ پلانے والی انّا کے حقوق

انّا بھی بوجہ دودھ پلانے کے مثل ماں کے ہے۔ اس کے حقوق بھی وارد ہیں۔ وہ یہ ہیں: (۱) اس کے ساتھ ادب وحرمت سے پیش آنا۔ (۲) اگر اس کو مالی حاجت ہو اور خود کو وسعت ہو تو اس سے دریغ نہ کرنا۔ (۳) اگر میسر ہو تو ایک غلام یا لونڈی خرید کر کے اس کو خدمت کے لیے دینا۔ (۴) اس کا شوہر چونکہ اس کا مخدوم ہے اور یہ اس کی مخدومہ ہے تو اس کے شوہر کو مخدوم المخدوم سمجھ کر اس کے ساتھ بھی احسان کرنا۔

سوتیلی ماں کے حقوق

سوتیلی ماں چونکہ باپ کے قرین ہے اور باپ کے دوست کے ساتھ احسان کرنے کا حکم آیا ہے اس لیے سوتیلی ماں کے بھی کچھ حقوق ہیں۔ ماں باپ کے انتقال کے بعد ان کے تحت جو ذکر ہوا وہ کافی ہے۔

بہن بھائی کے حقوق

حدیث میں ہے کہ بڑا بھائی مثل باپ کے ہے۔ اس سے لازم آیا کہ چھوٹا بھائی مثل اولاد کے ہے۔ پس ان میں باہمی حقوق ویسے ہی ہوں گے جیسے مابین والدین واولاد کے ہیں۔ اسی پر بڑی بہن اور چھوٹی بہن کو قیاس کر لینا چاہیے۔

رشتہ داروں کے حقوق

اسی طرح باقی قرابت داروں کے بھی حقوق آئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے: (۱) اپنے محارم اگر محتاج ہوں اور کھانے کمانے کی کوئی قدرت نہ رکھتے ہوں تو بقدرِ کفالت ان کے نان نفقہ کی خبر گیری مثل اولاد کے واجب ہے اور محارم کا نان ونفقہ اس طرح تو واجب نہیں لیکن کچھ خدمت کرنا ضروری ہے۔ (۲) گاہ بگاہ اُن سے ملتا رہے۔ (۳) ان سے قطع

قرابت نہ کرے بلکہ اگر کسی قدر اُن سے ایذا بھی پہنچے تو صبر افضل ہے۔(۴)اگر کوئی قریبی محرم اس کی مِلک میں آ جائے تو فوراً آزاد ہو جاتا ہے۔

اُستاد اور پیر کے حقوق

اُستاد اور پیر چونکہ باعتبار تربیت باطنی کی مثل باپ کے ہیں اس لیے ان کی اولاد یا اقارب سے ایسا ہی معاملہ کرنا چاہیے جس طرح اپنے ماں باپ یا اقارب کے ساتھ "لا اسالکم علیه اجرا الّا المودّة فی القربیٰ" کی یہ بھی ایک تفسیر ہے۔اس مقام سے حضرات سادات کرام کا اکرام واحترام بھی معلوم کرنا چاہیے اور چونکہ شاگرد مرید مثل اولاد کے ہیں تو اپنے اُستاد کا شاگرد یا اپنے پیر کا مرید بمنزلہ اولاد اپنے باپ کے ہوا۔پس اس کے حقوق مثل بھائی کے سمجھے۔قرآن مجید میں "والصاحب بالجنب" جو آیا ہے اس میں بھی داخل ہے۔

شاگرد اور مُرید کے حقوق

چونکہ شاگرد ومُرید بمنزلہ اولاد کے ہے۔شفقت ودلسوزی میں اُن کا حق مثل اولاد کے ہے۔

زوجین کے حقوق

حقوق زوجین میں شوہر کے ذمہ یہ ہیں:(۱)اپنی وسعت کے موافق اس کے نان و نفقہ میں دریغ نہ کرے۔(۲)ان کو مسائل دینیہ سکھلاتا رہے اور عمل نیک کی تاکید کرتا رہے۔(۳)اس کے محارم اقارب سے گاہ بگاہ اس کو ملنے دے۔اس کی کم فہمی پر اکثر صبر و سکوت کرے۔اگر احیاناً ضرورت تادیب کی ہو تو توسط کا لحاظ رکھے اور زوجہ کے ذمہ یہ حقوق ہیں:(۱)اس کی اطاعت اور ادب وخدمت ودلجوئی ورضا جوئی پورے طور سے بجا لائے۔البتہ غیر مشروع امر میں عذر کر دے۔

(۲)اس کی گنجائش سے زیادہ اس پر فرمائش نہ کرے۔(۳)اس کا مال بلا اجازت خرچ نہ کرے۔(۴)اس کے اقارب سے سختی نہ کرے جس سے شوہر کو رنج پہنچے۔بالخصوص شوہر کے ماں باپ کو اپنا مخدوم سمجھ کر ادب وتعظیم سے پیش آئے۔

حاکم اور محکوم کے حقوق

حاکم ومحکوم کے حقوق میں حاکم میں بادشاہ ونائب بادشاہ اور آقا وغیرہ اور محکوم رعیت اور نوکر وغیرہ سب داخل ہیں اور جہاں مالک ومملوک ہوں وہ بھی داخل ہو جائیں گے۔ حاکم کے ذمہ یہ حقوق ہیں: (۱) محکوم پر دُشوار احکام نہ جاری کرے۔ (۲) اگر باہم محکومین میں کوئی منازعت ہو جائے عدل کی رعایت کرے، کسی جانب میلان نہ کرے۔ (۳) ہر طرح ان کی حفاظت وآرام رسانی کی فکر میں رہے۔ دادخواہوں کو اپنے پاس پہنچنے کے لیے آسان طریقہ مقرر کرے۔ (۴) اگر اپنی شان میں اس سے کوئی کوتاہی یا خطاء ہو جائے کثرت سے معاف کر دیا کرے۔

اور محکوم کے ذمہ یہ حقوق: (۱) حاکم کی خیر خواہی واطاعت کرے۔ البتہ خلافِ شرع اُمر میں اطاعت نہیں۔ (۲) اگر حاکم سے کوئی امر خلافِ طبع پیش آئے صبر کرے۔ شکایت و بددعا نہ کرے البتہ اس کی نرم مزاجی کے لیے دُعا کرے اور خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا اہتمام کرے کہ اللہ تعالیٰ حکام کے دل کو نرم کر دیں۔ ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے۔

(۳) اگر حاکم سے آرام پہنچے اس کے ساتھ احسان کی شکر گزاری کرے۔ (۴) براہِ نفسانیت اس سے سرکشی نہ کرے اور جہاں غلام پائے جاتے ہوں غلاموں کا نان نفقہ بھی واجب ہے اور غلام کو اس کی خدمت چھوڑ کر بھاگنا حرام ہے۔ باقی محکومین آزاد ہیں، دائرہ حکومت میں رہنے تک حقوق ہوں گے اور خارج ہونے کے بعد ہر وقت مختار ہیں۔

سسرالی عزیزوں کے حقوق

قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے نسب کے ساتھ علاقہ مصاہرۃ کو ذکر فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ساس، سسر اور سالے و بہوئی اور داماد اور بہو اور ربیب یعنی بیوی کی پہلی اولاد کا بھی حق کسی قدر ہوتا ہے۔ اس لیے ان تعلقات میں یہ بھی رعایت احسان واخلاق کے کسی قدر خصوصیت کے ساتھ رکھنا چاہیے۔

عام مسلمانوں کے حقوق

علاوہ اہل قرابت کے اجنبی مسلمانوں کے بھی حقوق ہیں۔ اصبہانی نے ترغیب وترہیب

میں بروایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حقوق نقل کیے ہیں۔(۱) بھائی مسلمان کی لغزش کو معاف کردے۔(۲) اس کے رونے پر رحم کرے۔(۳) اس کے عیب کو ڈھانکے۔(۴) اس کے عذر کو قبول کرے۔(۵) اس کی تکلیف کو دُور کرے۔(۶) ہمیشہ اس کی خیر خواہی کرتا رہے۔(۷) اس کی حفاظت ومحبت کرے۔(۸) اس کے ذمہ کی رعایت کرے۔(۹) بیمار ہوتو عیادت کرے۔(۱۰) مرجائے تو جنازے پر حاضر ہو۔(۱۱) اس کی دعوت قبول کرے۔(۱۲) اس کا ہدیہ قبول کرے۔(۱۳) اس کے احسان کے مکافات کرے۔(۱۴) اس کی نعمت کا شکریہ ادا کرے۔(۱۵) موقع پر اس کی نصرت کرے۔(۱۶) اس کے اہل وعیال کی حفاظت کرے۔(۱۷) اس کی حاجت روائی کرے۔(۱۸) اس کی درخواست کو سنے۔(۱۹) اس کی سفارش قبول کرے۔(۲۰) اس کی مراد سے نا اُمید نہ کرے۔

(۲۱) وہ چھینک کر الحمد للہ کہے تو جواب میں "یرحمک اللّٰہ" کہے۔(۲۲) اس کی گمشدہ چیز کو اس کے پاس پہنچادے۔(۲۳) اس کے سلام کا جواب دے۔(۲۴) نرمی وخوش خلقی کے ساتھ اس سے گفتگو کرے۔(۲۵) اس کے ساتھ احسان کرے۔(۲۶) اگر وہ اس کے بھروسہ قسم کھا بیٹھے تو اس کو پورا کردے۔(۲۷) اگر اس پر کوئی ظلم کرتا ہو اس کی مدد کرے۔ اگر اس پر کوئی ظلم کرتا ہو روک دے۔(۲۸) اس کے ساتھ محبت کرے، دُشمنی نہ کرے۔(۲۹) اس کو رُسوا نہ کرے۔(۳۰) جو بات اپنے لیے پسند کرے اس کے لیے بھی پسند کرے۔

اور دوسری احادیث میں یہ حقوق زیادہ ہیں۔(۳۱) ملاقات کے وقت اس کو سلام کرے اور مصافحہ بھی کرے تو اور بہتر ہے۔(۳۲) اگر باہم اتفاقاً کچھ رنجش ہوجائے تین روز سے زیادہ ترکِ کلام نہ کرے۔(۳۳) اس پر بدگمانی نہ کرے۔(۳۴) اس پر حسد و بغض نہ کرے۔(۳۵) امر بالمعروف ونہی عن المنکر بقدر امکان کرے۔(۳۶) چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی توقیر کرے۔(۳۷) دو مسلمانوں میں نزاع ہوجائے ان میں باہم صلح کرادے۔(۳۸) اس کی غیبت نہ کرے۔

(۳۹) اس کو کسی طرح کا ضرر نہ پہنچائے نہ مال میں نہ آبرو میں۔(۴۰) اگر سواری پر سوار نہ ہوسکے یا اس پر اسباب نہ لاد سکے تو اس کو سہارا لگادے۔(۴۱) اس کو اُٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے۔(۴۲) تیسرے کو تنہا چھوڑ کر دو آدمی باتیں نہ کریں۔

اور یاد رکھنا چاہیے کہ جن لوگوں کے حقوق اوپر مذکور ہو چکے ہیں وہ حقوق خاص ہیں اور ان حقوق عام میں وہ بھی شریک ہیں۔

ہمسایہ کے حقوق

اور جن میں علاوہ اس کے اور بھی کوئی صفت ہو اس کے حقوق اور زائد ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ہمسایہ کہ اس کے حقوق یہ ہیں (۱) اس کے ساتھ احسان اور مراعات سے پیش آئے۔ (۲) اس کے اہل وعیال کی حفظ آبرو کرے۔ (۳) وقتاً فوقتاً اس کے گھر ہدیہ وغیرہ بھیجتا رہے۔ بالخصوص جب وہ فاقہ زدہ ہو تو ضرور تھوڑا بہت کھانا اس کو دے۔ (۴) اس کو تکلیف نہ دے اور خفیف خفیف اُمور میں اس سے نہ اُلجھے۔ اس کی رفع تکلیف کے واسطے شریعت نے اس کے لیے حق شفعہ ثابت کیا ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ جیسے حضر میں ہمسایہ ہوتا ہے اس طرح سفر میں۔ یعنی رفیق سفر جو گھر سے ساتھ ہوا ہو یا راہ میں اتفاقاً اس کی معیت ہو گئی ہو۔ حدیث میں ایک کو جار مقام دوسرے کو جار بادیہ فرمایا ہے۔ اس کا حق بھی مثل ہمسایہ حضر کے ہے اس کے حقوق کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کی راحت کو اپنی راحت پر مقدم رکھے۔ بعض لوگ سفر ریل میں مسافروں کے ساتھ بہت کشمکش کرتے ہیں یہ بہت بری بات ہے۔

یتیموں، ضعیفوں کے حقوق

اسی طرح جو دوسروں کا دست نگر ہو جیسے یتیم و بیوہ یا عاجز وضعیف یا مسکین و بیمار و معذور یا مسافر یا سائل، ان لوگوں کے یہ حقوق زائد ہیں۔ (۱) ان لوگوں کی مالی خدمت کرنا۔ (۲) ان لوگوں کا کام اپنے ہاتھ پاؤں سے کر دینا۔ (۳) ان لوگوں کی دل جوئی وتسلی کرنا۔ (۴) ان کے حاجت وسوال کو رَد نہ کرنا۔

مہمان کے حقوق

اسی طرح مہمان کہ اس کے یہ حقوق ہیں۔ (۱) آمد کے وقت بشاشت ظاہر کرنا، جانے کے وقت کم از کم دروازہ تک مشایعت کرنا۔ (۲) اس کی معمولات وضروریات کا انتظام کرنا کہ

جس سے ان کو راحت پہنچے۔ (۳) تواضع وتکریم و مدارات کے ساتھ پیش آنا بلکہ اپنے ہاتھ سے ان کی خدمت کرنا۔ (۴) کم ازکم ایک روز اس کے لیے کھانے میں کسی قدر متوسط درجہ کا تکلف کرنا مگر اُتنا ہی کہ جس میں نہ اپنے کو تردد ہو نہ اس کو حجاب ہو اور کم ازکم تین روز تک اس کی مہمانداری کرنا۔ اتنا تو اس کا ضروری حق ہے۔ اس کے بعد جس قدر وہ ٹھہرے میزبان کی طرف سے احسان ہے مگر خود مہمان کو مناسب ہے کہ اس کو تنگ نہ کرے نہ زیادہ ٹھہر کر نہ بے جا فرمائشیں کر کے، نہ اس کی تجویز طعام ونشست وخدمت وغیرہ میں دخل دے۔

دوستوں کے حقوق

اسی طرح جس سے خصوصیت کے ساتھ دوستی ہو قرآن مجید میں اس کو اقارب ومحارم کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ اس کے یہ آداب وحقوق ہیں: (۱) جس سے دوستی کرنا ہو اوّل اس کے عقائد واعمال ومعاملات واخلاق خوب دیکھ بھال لے۔ اگر سب اُمور میں اس کو مستقیم و صالح پائے اس سے دوستی کرے ورنہ دُور رہے۔ صحبت بد سے بچنے کی بہت تاکید آئی ہے اور مشاہدہ سے بھی اس کا ضرر محسوس ہوتا ہے۔ جب کوئی ایسا ہم جنس ہم مشرب میسر ہو اس سے دوستی کا مضائقہ نہیں بلکہ دُنیا میں سب سے بڑھ کر راحت کی چیز دوستی ہے۔ (۲) اپنی جان ومال سے کبھی اس کے ساتھ دریغ نہ کرے۔ (۳) کوئی امر خلاف مزاج اس سے پیش آجائے اس سے چشم پوشی کرے۔ اگر اتفاقاً شکررنجی ہو جائے فوراً صفائی کر لے اس کو طول نہ دے۔ دوستوں کی شکایت حکایت کبھی لطف سے خالی نہیں مگر اس کو لے کر نہ بیٹھ جائے۔ (۴) اس کی خیر خواہی میں کسی طرح کوتاہی نہ کرے۔ نیک مشورہ سے کبھی دریغ نہ کرے۔ اس کے مشورہ کو نیک نیتی سے سنے اور اگر قابل عمل ہو قبول کرے اور یاد رکھنا چاہیے کہ ہندوستان میں جس طرح متبنّٰی بنانے کی رسم ہے کہ اس کو بالکل تمام احکام میں مثلِ اولاد کے سمجھتے ہیں۔ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ اثر تبنیت کا دوستی کے اثر سے زائد نہیں چونکہ اس کے ساتھ قصداً خصوصیت پیدا کی ہے اس لیے دوستی کے ضابطہ میں اس کو داخل کر سکتے ہیں۔ باقی میراث وغیرہ اس کو کچھ نہیں مل سکتی کیونکہ میراث اضطراری امر ہے۔ اختیاری نہیں کہ جس کو چاہا میراث دلوا دی جس کو چاہا محروم کر دیا۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں جو رسم عاق کرنے کی ہے یعنی کسی اولاد کی نسبت کہہ کر مرتے ہیں کہ اس کو میراث نہ دی جائے شرعاً محض باطل ہے۔ جیسا اوپر معلوم ہوا کہ میراث اضطراری امر ہے اختیاری امر نہیں۔

غیر مسلموں کے حقوق

جس طرح مشارکت قرابت یا اسلام سے بہت سے حقوق ثابت ہوتے ہیں، بعضے حقوق محض مشارکتِ نوعی کی وجہ سے ثابت ہو جاتے ہیں یعنی صرف آدمی ہونے کی وجہ سے ان کی رعایت واجب ہوتی ہے۔ گو مسلمان نہ ہو وہ یہ ہیں:

(۱) بے گناہ کسی کو جانی یا مالی تکلیف نہ دیں۔

(۲) بے وجہ شرعی کسی کے ساتھ بدزبانی نہ کرے۔

(۳) اگر کسی کو مصیبت، فاقہ و مرض میں مبتلا دیکھے اس کی مدد کرے، کھانا، پانی دے، علاج معالجہ کر دے۔

(۴) جس صورت میں شریعت نے سزا کی اجازت دی ہے۔ اس میں بھی ظلم و زیادتی نہ کرے اس کو تر ساوے نہیں۔

جانوروں کے حقوق

اسی طرح مشارکت جنسی سے بھی ان کی رعایت لازم ہے۔ وہ یہ ہیں:

(۱) جس جانور سے کوئی معتد بہ غرض متعلق نہ ہو اس کو قید نہ کرے، بالخصوص بچوں کو آشیانہ سے نکال لانا اور ان کے ماں باپ کو پریشان کرنا، بڑی بے رحمی ہے۔

(۲) جانور قابل انتفاع ہیں۔ ان کو بھی محض مشغلے کے طور پر قتل نہ کرے۔ اس میں شکاری لوگ بہت مبتلا ہیں۔

(۳) جو جانور اپنے کام میں ہیں ان کی خورد و نوش و راحت رسانی و خدمت کا پورے طور سے اہتمام کرے۔ ان کی قوت سے زیادہ ان سے کام نہ لے، ان کو حد سے زیادہ نہ مارے۔

(۴) جن جانوروں کو ذبح کرنا ہو یا بوجہ موذی ہونے کے قتل کرنا ہو۔ تیز اوزار سے جلدی کام تمام کردے، اس کو تڑپائے نہیں، بھوکا پیاسا رکھ کر جان نہ لے۔

خود اپنے پر عائد کردہ حقوق

یہ حقوق مذکورہ تو وہ تھے جو ابتداءً اس کے ذمہ لازم ہیں اور بعضے وہ حقوق ہیں جو انسان خود اپنے اختیار سے اپنے ذمہ کر لیتا ہے۔ ان میں بعض حقوق اللہ تعالیٰ کے ہیں اور وہ تین قسم کے ہیں۔

قسم اوّل: وہ حق جس کا سبب اطاعت ہے وہ نذر ہے۔ سو اگر عبادت مقصودہ کی نذر ہو تو اس کا ایفاء فرض و واجب ہے اور اگر عبادت غیر مقصودہ کی ہو تو ایفاء مستحب ہے اور اگر مباح کے ہو لغو ہے۔ اگر معصیت کے ہو ایفاء حرام ہے اور غیر اللہ کی نذر ماننا قریب شرک کے ہے۔

قسم دوم: جس کا سبب امر مباح ہے جیسا کفارۂ یمین مباح اور قضائے رمضان و مسافر و مریض کے لیے یہ حقوق واجب الادا ہیں۔

قسم سوم: جس کا سبب معصیت ہے جیسے حدود اور کفارات جو بلا عذر شرعی روزہ افطار کرنے سے یا قتل خطا یا ظہار سے واجب ہوتے ہوں۔ یہ حقوق بھی واجب الادا ہیں اور جن حقوق کا سبب اختیاری ہے۔ بعض ان میں حقوق العباد ہیں وہ بھی مثل تقسیم مذکور تین ہیں۔

قسم اوّل: جس کا سبب اطاعت ہو وہ وعدہ کا پورا کرنا ہے۔ یہ ضروری ہے اس میں کوتاہی کرنا علامت نفاق کی فرمائی گئی۔

قسم دوم: جس کا سبب امر مباح ہو وہ دین ہے اور جو مثل دین کے ہو، جس طرح مبیع کا تسلیم کرنا اور منکوحہ کا اپنے نفس کو سپرد کرنا اور شفیع کو جائیداد مطلوبہ دے دینا، قیمت ادا کرنا، مہر ادا کرنا، مزدور کی مزدوری دینا، عاریت اور امانت واپس کرنا یہ سب واجب ہیں۔

قسم سوم: جس کا سبب معصیت ہو، جیسے کسی کو قتل کر دینا، کسی کا مال چھین لینا یا چرا لینا یا خیانت کرنا یا کسی کی آبروریزی کرنا، سخت زبانی سے یا غیبت سے۔ ان اُمور کا تدارک اور معاف کرانا فرض ہے ورنہ آخرت کا بدلہ عبادت دینی ہوگی یا سزا جھیلنی پڑے گی۔

خاتمہ

جو حقوق اُن کے ذمہ ہوں، اگر وہ حقوق اللہ ہیں سو اگر عبادت سے ہیں تو ان کو ادا کرے۔ مثلاً اس کے ذمہ نمازیں یا کچھ روزے یا زکوٰۃ وغیرہ رہ گئی ہو ان کو حساب کر کے پورا کرے اور بصورت عدم گنجائش وقت یا مال ان کے ادا کرنے کا ارادہ دل میں رکھے جب وسعت ہو اس وقت کوتاہی نہ کرے اور اگر معاصی میں سے ہیں ان سے توبۂ صادق کرے، ان شاء اللہ تعالیٰ سب معاف ہو جائے گا اور اگر وہ حقوق العباد ہیں جو ادا کرنے کے قابل ہوں ادا کرے، معاف کرائے۔ مثلاً قرض یا خیانت وغیرہ اور جو صرف معاف کرانے کے قابل ہوں ان کو فقط معاف کرالے۔ مثلاً غیبت وغیرہ اور کسی وجہ سے اہل حقوق سے نہ معاف کراسکتا ہے نہ ادا کرسکتا ہے تو ان لوگوں کے لیے ہمیشہ استغفار کرتا رہے۔ عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں ان لوگوں کو رضامند کر کے معاف کرادیں مگر جب قدرت ایفاء یا استغفار کی ہو اس وقت میں دریغ نہ کرے اور جو حقوق خود اوروں کے ذمہ رہ گئے ہوں جن سے اُمید وصول کی ہو بہ نرمی ان سے وصول کرے اور جن سے اُمید نہ ہو یا وہ قابل وصول نہ ہوں جیسے غیبت وغیرہ، سو اگر قیامت میں ان کے عوض حسنات ملنے کی توقع ہے مگر معاف کردینے میں اور زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے، اس لیے بالکل معاف کردینا بالکل بہتر ہے۔ بالخصوص جب کوئی شخص معذرت ومعافی چاہے۔ فقط والسلام

مقالاتِ حکیمُ الامّت

4

فقہی احکام ومسائل اوردینی تحقیقات

کے متعلق حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے رسائل

صفائی معاملات

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ' واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ
مولانا محمد اشرف علی التھانوی
نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

خرید وفروخت... اجارہ واعادہ... رہن وبیع وغیرہ کے مسائل مع اصول و قواعد عام فہم اردو زبان میں تحریر فرمائے گئے۔ اگر اہل معاملہ اس پر عمل کریں تو عند الناس معاملات درست ہوں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

صفائی معاملات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ الذی ارسل الینا الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبًا عندھم فی التوراۃ والانجیل. یأمرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر، ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث، ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم. اللھم اجعلنا من الذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون. صلاۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ الذین یھدون بالحق وبہ یعدلون.

امابعد! نصوص صریحہ سے ثابت ہے کہ من جملہ اجزائے دین کے تصحیح معاملات بھی ہے، بلکہ بعض اعتبار سے یہ اہم الاجزاء ہے، مگر ہمارے زمانے میں سب سے زیادہ کوتاہی اور بے التفاتی اس مقدمہ میں واقع ہو رہی ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ جو صورتیں اس وقت کثیر الوقوع ہیں ان کے احکام مختصر اور سلیس عبارت میں جمع کردیئے جائیں تا کہ علم باعث عمل ہو۔ ومن اللہ التوفیق والاعانۃ.

خرید وفروخت کا بیان

مسئلہ (۱): آج کل عام رواج ہے کہ نرخ ٹھہرا کر خریدنے والا دام دیتا ہے اور بیچنے والا چیز دے دیتا ہے، مگر زبان سے ایجاب وقبول نہیں ہوتا، یہ درست ہے۔

مسئلہ (۲): جو شخص کوئی گھر فروخت کرے تو اس کی دیوار، چھت سب بیع میں داخل ہو جائیں گی، گو ان چیزوں کا علیحدہ علیحدہ نام نہ لیا جائے۔ اسی طرح جس شخص نے

کوئی زمین بیچی تو اس میں جس قدر درخت کھڑے ہیں، خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے، پھل دار ہوں یا بے پھل کے، سب بیع میں آجاویں گے، اگرچہ تصریحاً ان کا نام نہ لیا جائے۔ البتہ اگر صریح الفاظ سے کہہ دے کہ گھر کی دیواریں یا چھت یا زمین کے درختوں کو ہم نہیں بیچتے، اس صورت میں بیع میں داخل نہ ہوں گے، صرف زمین فروخت میں رہے گی۔

مسئلہ (۳): ایک درخت بیچا جس میں پھل لگ رہا ہے، تو اگر فروخت میں پھل کا بھی ذکر کیا ہو تب تو بیع میں داخل ہو کر خریدار کا ہو جاتا ہے، اور اگر اس کا نام نہیں لیا تو بدستور بیچنے والے کا رہے گا، اسی طرح جس زمین میں کھیتی کھڑی ہے اور وہ زمین فروخت کر دی تو اگر بیچنے میں تصریحاً کھیتی کا بھی نام لیا گیا، تب تو وہ بھی بک جائے گی اور اگر اس کا کچھ ذکر نہیں کیا تو بیچنے والے کی رہے گی۔ البتہ اس صورت میں بائع سے کہا جائے گا کہ اپنا پھل اور کھیتی کاٹ کر زمین خالی کر کے سپرد کرو۔

مسئلہ (۴): جب تک درخت پر پھل نہ آجائے اس وقت تک اس کے پھل کا بیچنا درست نہیں، یعنی یہ بیع بالکل باطل ہے۔

مسئلہ (۵): اور جب پھل نکل آئے اس کا بیچنا بالکل درست ہے، مگر یہ شرط ٹھہرانا کہ پھل نہ اتارا جاوے گا یا اس کا رواج ہونا جیسا کہ ہمارے ملک میں ہے، اس بیع کو فاسد کر دیتا ہے۔ البتہ جہاں دونوں امر نہ ہوں وہاں درخت پر باجازت مالکِ درخت کے چھوڑ دینا جائز ہے، لیکن اگر بعد بیچنے کے ان درختوں پر اور بھی پھل نکلا تو وہ نیا پھل حق بائع کا ہے، اور پہلا پھل حق مشتری کا۔ اس لئے یہ صورت بھی خلجان کی ہے، پس یا تو ایسے وقت خرید لے کہ تمام پھل آچکے یا یہ حیلہ کرے کہ پورے درخت خریدے تا کہ نیا پھل بھی اسی خریدار کا ہو، اور بعد ختم ہونے فصل کے اصلی درخت مالک کو واپس کر دے اور اس کے مقابلے میں جو قیمت ٹھہری ہو وہ اس سے پہلے واپس کرے۔

مسئلہ (۶): اور اگر وقتِ خرید پھل تمام نکل چکا، لیکن ابھی چھوٹا ہے اور بڑھنا باقی ہے تو مثل مسئلہ بالا کے بیع تو درست ہو گئی لیکن درخت پر پھل کا چھوڑنا اگر مشروط

یا معروف ہو تو عقد کو فاسد کرنے والا ہے، البتہ بلا شرط اور بلا عرف اگر مالک کی اجازت سے ہو تو جائز ہے، لیکن مالک جب چاہے اپنی اجازت سے رجوع کرسکتا ہے، مشتری کو بے چون وچرا پھل اتارنا واجب ہوگا۔

مسئلہ (۷): اور اگر پھل بڑھ بھی چکا مگر صرف پختہ ہونا باقی ہے تو بقولِ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس وقت یہ شرط ٹھہرانا بھی جائز ہے کہ تا پختگی درخت پر رہنے دیں گے، اور کفایہ میں ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ ہے، اور اگر شرط نہ ٹھہرے ویسے ہی اجازت ہو جاوے تو یہ بلا اختلاف جائز ہے۔ ہمارے دیار کے لوگ ایسے وقت بیچا کریں تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر معصیت سے محفوظ رہیں۔

مسئلہ (۸): خربوزہ، تربوز وغیرہ کا حکم بھی مثل پھلوں کے ہے، اگر خرید کے وقت پھل نہ نکلا ہو بلکہ کچھ پھل بعد خریدنے کے نکلے تو بیع فاسد ہو جاوے گی، اس کی تدبیر یہ ہے کہ صرف پھل نہ خریدے بلکہ مع بیلوں اور جڑ کے خریدے، تو جو کچھ پیدا ہوگا یا بڑھے گا خریدار کا ہوگا، ایسا ہی حکم اور تدبیر دوسری ترکاریوں میں جیسے میتھی وغیرہ میں کرے۔

مسئلہ (۹): اکثر لوگ زراعت خام چری کے واسطے خرید لیتے ہیں، یہ جائز ہے، مگر بعد کاٹ لینے کے یا جانور کے چرلینے کے جو کچھ بڑھے گا وہ بائع کا ہوگا، البتہ اگر مع جڑ کے خرید کرے جیسا کہ اوپر کے مسئلے میں بیان کیا گیا۔

تب پیداوار دوبارہ کی بھی اسی مشتری کی ملک ہے، مگر ان دونوں مسئلوں میں بائع کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ جب چاہے اپنی زمین خالی کرالے، اس کی تدبیر یہ ہے کہ اگر بائع کی اجازت پر اطمینان نہ ہو تو اس زمین کو ایک مدت معین کے لئے کرایہ پر لے لے، اس مدت میں اس کی تمام کارروائی ہو جاوے گی۔

مسئلہ (۱۰): بیع فاسد سے شئے مبیع میں جو حرمت وخباثت آجاتی ہے وہ صرف مشتری اول کے لئے ہے، اس کو واجب ہے کہ اس بیع کو فسخ کرے، اور جو شخص اس مشتری سے آئندہ خریدے یا مشتری اس کو بطور ہدیہ کے دے اس کو حلال ہے۔

اور بیع باطل سے جو حرمت آتی ہے وہ کبھی زائل نہیں ہوتی، جہاں تک اس کے لینے دینے کا سلسلہ پہنچے گا سب کے لئے وہ شے حرام رہے گی، پس یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ دام دینے سے حلال ہوگئی محض غلط ہے۔

مسئلہ (۱۱): اگر باغ کا پھل فروخت کیا، مگر ایک مقدار خاص پھل کی خواہ شمار کے حساب سے یا وزن کے حساب سے بیع سے مستثنیٰ کرلی، جس کو ہمارے اضلاع میں جنس کہا کرتے ہیں، یہ جائز ہے، مگر اس میں قرارداد ایسے طور ہونا چاہئے کہ باہم تکرار منازعت نہ ہو۔

خیارِ شرط یعنی جاکڑ کا بیان

مسئلہ (۱): بعض اوقات بیع ناتمام رہا کرتی ہے، اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ صرف قیمت دریافت کرکے دیکھنے دکھلانے کے لئے کی جاوے اور خریداری واقع نہ ہو، اس کو قبض علی سوم الشراء کہتے ہیں۔ اس میں اگر وہ شے مشتری کے پاس ضائع ہوجاوے تو بازار کی قیمت دینی پڑے گی، ٹھہرائی ہوئی قیمت کا اعتبار نہیں۔ اگر وہ شے مثلی ہے یعنی اس کا مثل کامل مل سکتا ہے تو وہ مثل دینا پڑے گا، جیسے: گیہوں چاول اس کا مثل ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بیع تو ٹھہر چکی یعنی بائع نے بیچ دیا اور مشتری نے خرید لیا، مگر بعد بیع کے بائع نے یا مشتری نے کہا کہ باوجود بیع ہوجانے کے مجھ کو ایک روز یا دو روز یا حد تین روز تک اختیار ہوگا، خواہ اس بیع کو باقی رکھا جائے، خواہ توڑ دیا جائے، اس کو خیارِ شرط کہتے ہیں، یہ بھی جائز ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مدت اختیار میں بیع کو توڑ دیا تو ٹوٹ جاوے گی، اب بدون رضامندیٔ طرفین واپسی نہیں ہوسکتی۔

اور اگر مدتِ اختیار کے اندر وہ چیز مشتری کے پاس ضائع ہوگئی یا ٹوٹ پھوٹ گئی تو اس کا بدلہ مشتری پر واجب ہوگا مگر اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اختیار مشتری کا تھا تب تو ٹھہرائی ہوئی قیمت دینی پڑے گی، اور اگر اختیار بائع کا تھا تو بازار کی قیمت یا اس شے کی مثل واجب ہوگی، جیسا کہ قبض علی سوم الشراء میں تھا۔

مسئلہ (۲): خیارِ شرط میں اگر بیع کو قائم رکھنا منظور ہو تو طرفِ ثانی کو اطلاع دینا ضروری نہیں، بس مدت گزر جانے سے بیع قطعی ہو جاوے گی، اور اگر بیع کو توڑنا منظور ہو تو طرفِ ثانی کو اطلاع دینا مدتِ مقررہ کے اندر ضروری ہے۔ ورنہ بیع بحال رہے گی۔

مسئلہ (۳): جس شخص کے لئے اختیار ٹھہرایا گیا ہے اگر وہ مدت مقررہ کے اندر مر جاوے تو بیع قطعی ہو جاوے گی، اس کے وارثوں کو بیع کے توڑنے کا اختیار حاصل نہ ہوگا۔

مسئلہ (۴): اگر مشتری و بائع کے سوا کسی تیسرے شخص کی رائے پر منظوری و نامنظوری بیع کی رکھی جاوے، یہ بھی جائز ہے۔

شئے مبیع میں عیب نکلنے کا بیان

حدیث: ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص کوئی چیز عیب دار بیچے اور اس عیب کو بیان نہ کردے تو وہ شخص ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں رہے گا۔ یا یوں فرمایا کہ ہمیشہ فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔

مسئلہ: اگر بعد خریدنے کے خریدار کو کسی عیب پر اطلاع ہوئی تو اس کو اختیار ہے خواہ رکھے، خواہ واپس کردے۔ البتہ اگر بیچنے کے وقت بائع نے یوں کہہ دیا کہ اس میں جو کچھ عیب ہو میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں، خواہ تم خریدو یا نہ خریدو، اور اس پر بھی خریدار رضامند ہوگیا، پھر خواہ کچھ ہی عیب اس میں نکلے، واپسی کا اختیار نہ ہوگا، اگرچہ عیبوں کا الگ الگ نام نہ لیا جائے۔

بیع باطل اور فاسد کا بیان

مسئلہ (۱): بعض جگہ دستور ہے کہ تالاب یا دریا کا ٹھیکہ ماہی گیروں کو دے دیا جاتا ہے اور دوسروں کو اس میں سے مچھلیاں نہیں پکڑنے دیتے، یہ بالکل حرام ہے اور ایسی بیع بالکل درست نہیں، محض باطل ہے۔ نہ وہ قیمت زمین دار کو حلال ہوگی، نہ ٹھیکے داروں کو جائز ہوگا کہ دوسروں کو مچھلیاں پکڑنے سے منع کریں، بلکہ سب کو مچھلیاں پکڑنے کا شرعاً حق حاصل رہے گا۔ البتہ وہ ٹھیکے دار اس میں سے پکڑ کر جو فروخت

کرے گا، چوں کہ پکڑنے سے اس کی ملک میں داخل ہوگئی، یہ بیع درست ہوگی، لیکن اگر کسی غیر نے مچھلیاں پکڑلیں اور ٹھیکے دار نے اس سے چھین کر فروخت کیں تو نہ ان کا بیچنا درست ہے، نہ ان کا خریدنا درست ہے اس کے لئے جس کو حال معلوم ہو۔

مسئلہ (۲): اسی طرح کھڑی ہوئی گھاس بیچنا درست نہیں، البتہ اگر اس شخص نے گھاس جمنے سے پہلے خاص کر گھاس جمنے کی نیت سے اپنی زمین کو پانی دیا ہو اور اس کا اہتمام کیا ہو تو حسب روایت ''ذخیرہ'' و ''محیط'' اس وقت وہ گھاس اس کی ملک میں داخل ہوگی، اور بیع بھی درست ہوگی، اور جس قدر خودرو نباتات غیر تنہ دار ہیں سب کا یہی حکم ہے اور جو درخت تنہ دار ہے جیسے شیشم، کیکر، ڈھاکہ اگرچہ خودرو ہو، بقول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس کا یہ حکم نہیں ہے، بلکہ اس کا بیچنا درست ہے۔ پس اکثر جگہ جو رواج ہے کہ زمین دار لوگ کھڑی گھاس بیچ ڈالتے ہیں یا دوسروں کو اس زمین سے گھاس کاٹنے سے منع کرتے ہیں یا رعایا سے چرائی کا عوض لیتے ہیں، یہ سب ظلم ہے۔

مسئلہ (۳): بعض لوگ جب سنتے ہیں کہ خودرو گھاس وغیرہ مملوک نہیں اور اس کا بیچنا درست نہیں، تو وہ لوگ یہ حیلہ کرتے ہیں کہ اگر ہماری گھاس مملوک نہیں تو زمین تو ہماری مملوک ہے، ہم اپنی زمین میں دوسرے شخص کو نہیں آنے دیتے، ہم کو اختیار ہے اور اس حیلہ سے گھاس روکتے ہیں، سو سمجھ لینا چاہئے کہ ایسی صورت میں حکم شرعی یہ ہے کہ اگر اپنی زمین میں کسی کو نہ آنے دے تو گھاس چھیل کر اس شخص کو دینا چاہئے۔ البتہ اگر دوسری پاس کی زمین سے اس کا کام چل سکے تو اس وقت روکنا جائز ہے، اگر وہ بھی روکے تو اس ظلم کے گناہ میں سب شریک ہوں گے۔

مسئلہ (۴): مردار کا کچا چمڑا اگر تازہ ہو تو اس کا بیچنا درست نہیں، اور اگر خشک ہوگیا ہو تو اس کا بیچنا درست ہے، کیوں کہ خشک ہوجانا دباغت ہے، یہی حکم ہے مردار کی ہڈی اور بال وغیرہ کا، مگر آدمی اور خنزیر کی کھال وغیرہ کی بیع درست نہیں۔

مسئلہ (۵): بعض لوگ کوئی چیز مثل گائے، بیل یا اور کچھ ایک معین قیمت سے ... تے ہیں اور جب قیمت ادا نہیں ہوسکتی تو بائع کے ہاتھ اس چیز کو کم قیمت پر بیچ

ڈالتے ہیں، یہ جائز نہیں۔ البتہ اگر ایسی ضرورت پیش آوے تو اس کا حیلہ یوں ہوسکتا ہے کہ اصل بائع مشتری کو تھوڑی دیر کے لئے معینہ سابق قیمت کے بقدر روپیہ بطور قرض دے دے اور مشتری اسی روپیہ کو اصل قیمت میں ادا کردے، اس کے بعد وہ چیز کم قیمت میں بائع کے ہاتھ بیچ ڈالے اور جو باقی رہے وہ اس کے ذمہ قرض رہے گا۔

مسئلہ (۶): اگر ایک مکان اس شرط پر فروخت کیا کہ ایک مہینے تک مثلاً خالی نہ کیا جاوے گا، بلکہ بائع اپنے قبضے میں رکھے گا، یہ شرط فاسد ہوگی، اور اس سے بیع بھی فاسد ہو جائے گی۔ البتہ اگر بیع میں یہ شرط نہیں ٹھہرائی بلکہ بیع بلا شرط رہی اور بعد بیع کے مشتری نے بہ خوشی بائع کو اجازت رہنے کی دے دی تو یہ درست ہے، اسی طرح جتنی شرطیں خلاف مقتضائے معاملے کے ہوں، ان کا یہی حکم ہے۔

مسئلہ (۷): بعض لوگ صرف خریداروں کو دھوکا دینے کی غرض سے جھوٹ موٹ خریدار بن جاتے ہیں اور دام بڑھا کر کہہ دیتے ہیں تاکہ ناواقف پھنس جائے، یہ فعل حرام ہے۔

مسئلہ (۸): دو شخص کسی سودے میں باہم گفتگو کر رہے ہیں اور ایک قیمت پر دونوں رضامند ہوگئے، صرف ایجاب و قبول ہی کی کسر رہ گئی، ایسی حالت میں دوسرے شخص کو جائز نہیں کہ زیادہ قیمت لگادے کہ ان کا سودا بگاڑ کر خریدے۔ البتہ ہنوز رضامندی نہیں ہوئی تو قیمت بڑھا دینا جائز ہے، جیسا کہ نیلام میں ہوتا ہے۔

مسئلہ (۹): بعضے لوگ جمع ہو کر کسی چیز پر چٹھیاں ڈالتے ہیں اور چندہ کر کے مالک کو قیمت ادا کر دیتے ہیں، پھر جس کا نام نکل آئے وہ چیز اس کی سمجھی جاتی ہے اور دوسروں کے سب نام برباد ہو جاتے ہیں، یہ حرام اور جوا ہے۔

مسئلہ (۱۰): آج کل بہت سی نئی نئی تجارتیں ایجاد ہوئی ہیں، مثلاً جان کا بیمہ اور شادی فنڈ وغیرہ، چوں کہ ان میں اکثر ربا اور قمار ہے اس لئے ان میں شرکت کرنا حرام ہے۔ البتہ اگر علمائے دین دار کی تحقیق سے کوئی صورت جائز ہو تو مضائقہ نہیں۔

مسئلہ (۱۱): بعد اذانِ جمعہ کے خرید و فروخت کرنا ممنوع ہے۔

مرابحہ (نفع پر بیچنا) اور تولیہ (برابر داموں پر بیچنا)

مسئلہ (۱): اس میں جتنا خرچ پڑا ہے اس کا جوڑ لینا اصل داموں میں درست ہے، مگر یوں نہ کہے کہ اتنے کو خرید کیا ہے، کیوں کہ یہ جھوٹ ہوگا، بلکہ یوں کہہ دے کہ اصل اور خرچ سب ملا کر اس قدر ہے۔

مسئلہ (۲): بعض لوگ ایسا کرتے ہیں، مال ایک جگہ سے خرید کر اپنے گھر میں بیوی یا کسی اولاد یا ملازم کے ہاتھ فرضی بیع کر ڈالتے ہیں اور پھر اسی سے یا اس نے جس کے ہاتھ اسی طرح بیع کیا ہو زیادہ قیمت پر خرید لیتے ہیں تا کہ نفع پر بیچنے کے وقت قسم کھانے کی گنجائش ہو کہ ہم نے اتنے میں خریدا ہے، یہ فعل بالکل حرام اور سخت دھوکا ہے، کیوں کہ خریدار اصل خرید کو دریافت کرتا ہے اور اس کے بتلانے کے وقت یہی سمجھتا ہے۔

مسائل متفرقہ

مسئلہ (۱): بعض لوگ استحکام وعدۂ بیع کے لئے ایک آدھ روپیہ پیشگی دے جاتے ہیں، اور اس کو ''بیعانہ'' کہتے ہیں، اور اگر کسی وجہ سے خریدار کی جانب سے وعدہ خلافی پیش آوے تو بائع وہ روپیہ واپس نہیں دیتا، یہ کسی طرح درست نہیں، گو وعدہ خلافی بلاوجہ بری بات ہے، مگر اس کا روپیہ مار لینے کا کوئی حق نہیں۔

مسئلہ (۲): بعض لوگ اس شرط سے بیعانہ لیتے ہیں کہ اگر اس سے زائد قیمت دینے والا نہ آیا تب تو یہ چیز تمہاری رہی، ورنہ تم کو بیعانہ واپس کر کے اس شخص کو یہ چیز دے دی جائے گی، تو اس میں تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ معاہدۂ مذکورہ بطور وعدۂ بیع کے ہو، بیع نہ ہو تب تو اس معاہدے کے یہ معنی ہوں گے ''ابھی تمہارے ہاتھ فروخت نہیں کرتے بلکہ انتظار دوسرے خریدار کا کرتے ہیں، اگر اس نے قیمت دی تو اس کے ہاتھ فروخت کر دیں گے، ورنہ اس قدر قیمت پر تمہارے ہاتھ فروخت کر دیں گے۔''

''معاملہ درست ہے، لیکن چوں کہ مان لیا گیا ہے کہ ابھی بیع نہیں ہوئی اس

لئے بائع اور مشتری دونوں اس معاہدے کی تکمیل نہ کرنے کے مختار ہیں، کوئی کسی کو مجبور نہیں کرسکتا، مثلاً اگر کوئی زیادہ کا خریدار نہیں آیا اور مشتری نے بھی نہ لینا چاہا تو بیعانہ واپس کردینا واجب ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ سردست بیع ہوگئی، مگر قطعی نہیں ہوئی بلکہ خیارِ شرط کے طور پر ہوئی، یہ بھی جائز ہے، مگر اس میں تمام احکام بیع خیار کے جاری ہوں گے، جن کا مفصل بیان اوپر گزر چکا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ بیع قطعی ہوگئی، پھر اس میں وہ شرط مذکور لگائی، سو چوں کہ یہ شرط فاسد ہے اس لئے یہ بیع نادرست رہے گی۔

مسئلہ (۳): اکثر لوگ ادھار سودا لینے والے کو گراں دیتے ہیں، مثلاً: نقد قیمت دینے والے کو روپیہ کا بیس سیر غلہ دیتے ہیں، اور جو شخص ہفتہ دو ہفتے کے بعد قیمت دے گا اس کو اٹھارہ سیر دیتے ہیں، یہ جائز ہے، اس کا کچھ مضائقہ نہیں، مگر یہ ضرور ہے کہ اول اس کی صفائی کرلی جائے کہ قیمت نقد ملے گی یا ادھار اور اگر بیع کو ملتوی کردیا اور بیع کرنے کے ساتھ یہ کہا کہ تم سودا لئے جاتے ہو، اگر ابھی قیمت دے جاؤ گے تو ایک روپیہ ورنہ سوا روپیہ، یہ البتہ جائز نہیں۔

مسئلہ (۴): اپنے مال کا اختیار ہے جس قدر نفع چاہیں اس میں حاصل کریں، اگر ایک پیسے کی چیز سو روپے کی فروخت کریں، اجازت ہے۔

بشرطیکہ خریدار سے کوئی دھوکا بازی نہ کریں، صاف کہہ دیں کہ میں اتنے کو فروخت کروں گا، خواہ لو یا نہ لو۔ البتہ اگر نفع پر فروخت کرنے کا معاہدہ ہوا ہے یا ایک شخص نے بذریعہ اشتہار زبانی یا تحریری اعلان کر رکھا ہے کہ میری دکان پر اکنی نفع مال ملا کرے گا، ان دونوں صورتوں میں زیادہ نفع لینا دھوکا اور حرام ہے۔

مسئلہ (۵): منقولات میں سے جو چیز خریدے جب تک اپنے قبضے میں نہ آجائے، دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہیں، پس قبل مال پہنچنے کے صرف نمونہ دکھلا کر معاملہ کرنا درست نہیں ہوگا۔

مسئلہ (٦): اگر روپیہ کی کوئی چیز فروخت کی اور خریدار نے بجائے روپے کے ایک روپیہ کے پیسے دے دیئے تو لے لینا جائز ہے، اسی طرح اگر باہم رضامندی ہو جاوے کہ اس روپے کا فلاں کپڑا یا اس قدر غلہ ہم کو دے دو، یہ بھی جائز ہے۔ لیکن چونکہ یہ مبادلہ ہے اس لئے ربا کی صورتوں سے ہمیں احتیاط کرنی چاہئے، مثلاً بیس روپے کسی کے ذمہ چاہئے اور بجائے اس کے بیس روپے کی اشرفی ادا کرنا قرار پایا، سو اس میں یہ واجب ہوگا کہ جس مجلس میں یہ تجویز قرار پائی ہے، اسی مجلس میں اشرفی لے لی جائے، یہ نہ ہو کہ تجویز طے کر کے علیحدہ ہو جاویں، پھر دوسرے موقع پر اشرفی لے لی جائے۔

مسئلہ (٧): بعد تکمیل بیع کے اگر قیمت میں کچھ رعایت کر دی جائے، خواہ بائع کی جانب سے، یعنی تخفیف کر دی جاوے، یا مشتری کی جانب سے، یعنی بڑھا دی جاوے، یہ درست ہے۔ اسی طرح جو مول لی ہے اس میں کچھ بیشی کر دی جاوے، یہ بھی جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اکثر جگہ جو دستور ہے کہ بعد سودا لینے کے بائع سے کچھ اور مانگ لیتے ہیں بعض اس کو رونگا کہتے ہیں اور بعضے اس کو لبھاؤ بولتے ہیں، اگر بائع خوشی سے دے دے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ (٨): بعضے لوگ جانوروں کو کھلانے کے لئے کچھ کھیتی گیہوں یا جو وغیرہ خرید لیتے ہیں، اس کو خوید کہتے ہیں، تو یہ جائز ہے، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا مگر بعضے جو یہ شرط ٹھہرا لیتے ہیں کہ بعد کاٹنے کے بائع اس کو دوبارہ پانی دے اور اس سے جو دوبارہ پیدا وار ہوگی اس کو بھی ہم ابھی خریدتے ہیں۔ سو اس صورت میں اول تو ایک جزو بیع کا موجود نہیں، دوسرے پانی دینا بائع کے ذمہ رکھا گیا ہے، جو شرط فاسد ہے، اس لئے بیع ناجائز ہے۔

مسئلہ (٩): بعض جگہ بوروں میں بھرا ہوا غلہ کسی خاص نرخ سے اس طرح خرید لیتے ہیں کہ مع بوروں کے وزن کر لیا، اور اس میں سے ایک بورا خالی کر کے تمام بوروں کو ہم وزن قرار دے کر حساب کر کے اس قدر منہا کر دیا، یہ جائز نہیں، کیوں کہ ممکن ہے کہ بوروں کے وزن میں کمی بیشی ہو، اگر ایسی ضرورت ہو تو اس کا طریقہ

یہ ہے کہ اس حساب سے جس قدر وزن غلہ کا قرار پایا ہے اس وزن سے معاملے کو متعلق نہ رکھیں بلکہ بالقطع یہ کہہ دیا جائے کہ اس مجموعۂ غلے کے یہ دام ہیں، خواہ بوروں میں جس قدر سمجھا گیا ہے اسی قدر ہو یا اس سے کم وزیادہ ہو، اور طرفین اس پر رضامند ہوجائیں، اس طرح درست ہے۔

مسئلہ (۱۰): بعض جگہ غلہ کھیتوں میں بھرا ہوتا ہے، صرف نمونہ دکھلا کر اس کو فروخت کردیتے ہیں، اور خریدار دوسرے کے ہاتھ اسی طرح فروخت کردیتا ہے، بعض اوقات یہ سلسلہ دور تک چلتا ہے، یہ جائز نہیں، لیکن دو شرط سے جائز ہوسکتا ہے۔

اوّل: یہ کہ گو اپنے حساب سے اس کو ایک خاص مقدار سمجھ رکھا ہے مگر معاملہ اس وزن پر نہ کریں۔ بلکہ یوں کہیں کہ جس قدر غلہ اس میں مدفون ہے وہ اتنے کا ہے۔

دوسرے یہ کہ خریدار اول اس کھتا پر قبضہ کرلے اور پھر وہ بھی خریدار آئندہ کے ہاتھ ان ہی شرطوں کے موافق فروخت کرے، لیکن اگر بتلائی ہوئی مقدار سے کچھ کمی بیشی نکل آئے تو کوئی جواب دہ نہیں ہے۔

سود کا بیان

اس کے مسائل بہت نازک ہیں، اکثر لوگ باوجود نیک نیتی کے اس گناہ میں مبتلا ہوجاتے ہیں، اس لئے اول ایک قاعدہ کلیہ لکھا جاتا ہے، اس کے سمجھ لینے سے سینکڑوں، ہزاروں صورتوں کا حکم معلوم ہوجائے گا، اس کے بعد چند فروعی مسئلے بطور تمثیل کے لکھے جاویں گے۔ اس قاعدہ کے لئے اول ایک تمہید سمجھنا چاہئے، وہ یہ ہے کہ جن چیزوں سے معاملہ متعلق ہوتا ہے وہ تین قسم کی ہیں یا تو وزن سے ان کا لین دین ہوتا ہے یا کسی ظرف سے ناپی جاتی ہیں، یا نہ تولی جاویں اور نہ کسی ظرف سے ناپی جاویں۔ مثلاً غلہ کہیں تول کر بیچنے کا دستور ہے، کہیں برتن میں بھر کر ناپنے کا، یہ چیزیں موزون اور مکیلی کہلاتی ہیں، اور چاندی اور سونا بھی موزون ہے، گو بوجہ معین ہونے

وزن سکہ کے روپیہ اشرفی کو کوئی نہ تولتا ہو، اور جو چیزیں گن کر بیچی جائیں یا گز وں سے ناپ کر وہ قسم سوم میں داخل ہیں، یعنی نہ موزون ہیں، نہ مکیلی ہیں۔ اس موزون و مکیلی ہونے کی صفت کو قدر کہتے ہیں، اب اس لفظ مختصر کو یاد رکھنا چاہئے۔

دوسرا امر یہ جاننا چاہئے کہ ہر شے کی ایک حقیقت ہوا کرتی ہے، مثلاً گیہوں کا گیہوں ہونا، چاندی کا چاندی ہونا، کپڑے کا کپڑا ہونا، اس کو جنس کہتے ہیں، یہ لفظ بھی یاد رکھنا چاہئے اب یہ دو لفظ یاد رکھنے کے قابل ہوئے، ایک قدر، دوسرا جنس، یہ دونوں لفظ آگے کام آویں گے۔ پس جن اشیاء میں مبادلہ واقع ہوتا ہے کبھی وہ قدر میں متحد اور مشترک ہوتی ہیں اور جنس میں مختلف، مثلاً گیہوں اور چنا کی قدریں تو مشترک ہیں، کیوں کہ دونوں موزون ہیں یا مکیلی، مگر جنس مختلف ہے، کیوں کہ ایک کی حقیقت گیہوں ہے اور دوسرے کی حقیقت چنا، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جنس میں تو اتحاد ہوتا ہے مگر قدر میں اتحاد نہیں ہوتا، مثلاً: تنزیب تنزیب کہ جنس یعنی حقیقت تو متحد ہے لیکن قدر یعنی مکیلی اور موزون ہونا بالکل ندارد ہے، جب قدر ہی نہیں تو اتحادِ قدر ہی کہاں، یا بکری بکری کہ جنس تو ایک ہے، مگر چوں کہ موزون اور مکیلی نہیں اس لئے نہ قدر ہے نہ اتحاد قدر، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قدر بھی متحد اور جنس بھی متحد، جیسے: گیہوں گیہوں کہ قدر بھی ایک اور جنس بھی ایک، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نہ جنس ایک نہ قدر ایک، جیسے: روپیہ اور کپڑا یا روپیہ اور جانور کہ نہ جنس ایک، نہ قدر ایک، پس یہ اشیاء چار قسم کی نکلیں:

۱ متحد القدر والجنس ۲ متحد القدر غیر متحد الجنس
۳ متحد الجنس غیر متحد القدر ۴ غیر متحد الجنس والقدر

جب یہ تمہید سمجھ میں آ گئی، اب وہ قاعدہ سمجھنا چاہئے، وہ قاعدہ یہ ہے کہ جو دو چیزیں متحد القدر والجنس ہوں ان کے مبادلے میں دو امر واجب ہیں، ایک یہ کہ دونوں وزن یا پیمانے میں برابر سرابر ہوں، دوسرے یہ کہ دونوں دست بہ دست ہوں، مثلاً اگر گیہوں گیہوں کو باہم بدلنا چاہیں تو نہ اس میں کمی بیشی درست ہے، یعنی ایک

طرف سیر بھر ہوں اور دوسری جانب سوا سیر، یہ درست نہیں، بلکہ دونوں طرف سیر سیر یا سوا سوا سیر ہونا ضروری ہے، اور نہ یہ درست ہے کہ ایک تو سرِ دست لے لے اور دوسرا کل یا پرسوں یا تھوڑی دیر کے بعد لے، بلکہ ایک مجلس میں دونوں کو اپنا اپنا حق لے لینا واجب ہے۔ اور جو چیزیں متحد القدر غیر متحد الجنس ہوں یا متحد الجنس غیر متحد القدر ہوں ان دونوں قسموں کا حکم ایک ہے، وہ یہ کہ ان میں کمی بیشی تو جائز ہے، مگر ادھار جائز نہیں، مثلاً: گیہوں اور چنا آپس میں بدلنا چاہیں، یہاں قدر ایک ہے اور جنس نہیں، یا بکری بکری بدلنا چاہیں، یہاں جنس ایک ہے مگر قدر ایک نہیں، کیوں کہ قدر کہتے ہیں وزن اور کیل کو، اور وہ یہاں ہے نہیں تو ان میں کمی بیشی تو جائز ہے۔

یعنی مثلاً: گیہوں سیر سیر بھر ہوں اور چنا دو سیر، یا ایک طرف ایک بکری، دوسری جانب دو بکریاں، یہ تو درست ہے، مگر ایک جانب نقد اور دوسری جانب ادھار ہو تو یہ جائز نہیں، دست بہ دست لین دین واجب ہے، اور جو چیزیں نہ متحد القدر ہوں نہ متحد الجنس، ان میں کمی بیشی بھی جائز ہے اور نقد، ادھار کا فرق بھی جائز ہے۔ مثلاً: سو روپے کا گھوڑا لیا تو یہاں نہ جنس متحد ہے نہ قدر، اس جگہ دست بہ دست ضروری ہے نہ برابری ہونا ضروری ہے، بس اس قاعدے کا حاصل چار قاعدے ہوئے۔

قاعدۂ اول: اشیائے متحد القدر والجنس میں برابری اور دست بہ دست ہونا واجب ہے۔

قاعدۂ دوم: اشیائے غیر متحد القدر و غیر متحد الجنس میں نہ برابری واجب ہے، نہ دست بہ دست ہونا واجب ہے۔

قاعدۂ سوم: اشیائے متحد الجنس و غیر متحد القدر میں دست بہ دست ہونا واجب ہے اور برابری ضروری نہیں ہے۔

قاعدۂ چہارم: اشیائے متحد القدر غیر متحد الجنس میں بھی مثل قاعدۂ سوم دست بہ دست ہونا واجب ہے، اور برابری ضروری نہیں۔

ان چاروں قاعدوں کے خلاف جب لین دین ہوگا، وہ شرعاً سود میں داخل ہے، مثلاً:

جس جگہ دست بہ دست ہونا واجب ہے، وہاں اگر ایک جانب بھی ادھار ہو سود ہو جاوے گا، اور جہاں برابری ضروری ہے، وہاں اگر کسی طرف کمی بیشی ہوگی، سود ہو جائے گا، اور جہاں برابری اور دست بہ دست ہونا دونوں واجب ہیں، وہاں ادھار سے بھی سود ہو جائے گا اور کمی بیشی میں بھی سود ہو جائے گا۔ چند مسائل جزئی معلوم کر لینا چاہئے۔

مسئلہ (۱): اکثر گھروں میں دستور ہے کہ گیہوں کا آٹا مکا کے آٹے سے بدل لیتے ہیں، یا خود گیہوں اور مکا کا مبادلہ کرتے ہیں، اگر دونوں دست بہ دست ہوں، جائز ہے، گو ایک کم ہو، دوسرا زیادہ، کیوں کہ قدر میں دونوں متحد ہیں اور جنس میں مختلف، اس لئے کمی بیشی درست ہے مگر ادھار درست نہیں۔

مسئلہ (۲): اکثر پرانے اور نئے گیہوں آپس میں بدلے جاتے ہیں، سو اس کے درست ہونے کی دو شرطیں ہیں، ایک یہ کہ دونوں برابر ہوں، دوسرا یہ کہ دست بہ دست ہوں، اگر چہ ایک جانب گیہوں بیش قیمت ہوں اور دوسری جانب کم قیمت، جب بھی زیادتی و کمی جائز نہیں، کیوں کہ یہاں جنس اور قدر دونوں متحد ہیں، اس لئے نہ کمی بیشی درست ہے نہ ادھار۔

مسئلہ (۳): اگر کسی مقام پر بوجہ اختلاف نرخ کے ایک جنس کی چیزوں کو کمی بیشی کے ساتھ بدلنا منظور ہو، مثلاً: ایک شخص کے پاس بیس سیر عمدہ والے گیہوں ہیں اور دوسرے کے پاس چالیس سیر خراب والے گیہوں ہیں، اور ان کو باہم بدلنا چاہتے ہیں، یہاں برابر بدلنے میں ایک کا نقصان ہے اور کمی بیشی بوجہ اتحاد کے جائز نہیں۔ اس کے جائز ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کے ہاتھ اپنے گیہوں بعوض روپے کے فروخت کر دے، گو روپیہ موجود نہ ہو جب وہ روپیہ اس کے ذمے واجب الادا ہو جاوے تو اس سے کہے کہ اس روپے کے عوض ہم کو یہ گیہوں دے دو اور وہ اپنی رضامندی سے دے دے، اس طرح درست ہو جاوے گا۔

مسئلہ (۴): بعض اوقات مستورات گیہوں کو گیہوں کے آٹے کے برابر بدلتی

ہیں، اور گیہوں کے ساتھ اس کی پسائی کی اجرت بھی دے دی جاتی ہے، یہ جائز نہیں۔ خواہ پسائی دیں یا نہ دیں، اسی طرح گیہوں اور ستو کا مبادلہ آٹے اور ستو سے جب کہ یہ ایک ہی قسم کے غلے سے ہوں، جائز نہیں، اگرچہ برابر سرابر اور دست بہ دست ہوں۔ اس کی وجہ عوام کی سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ البتہ اگر ایسی ضرورت واقع ہو تو وہی تدبیر مذکور کی جائے کہ ایک چیز کو داموں کے عوض فروخت کر دیں، پھر انہی داموں سے دوسری چیز خرید کر لیں۔

مسئلہ (۵): ادھار اس جگہ ناجائز ہے جہاں دو چیزوں میں ادلا بدلا مقصود ہو، جیسے اوپر کے دو مسئلوں میں کہ گیہوں یا مکئی یا پرانے اور نئے گیہوں میں مبادلہ واقع ہوا ہے، ان میں ادھار درست نہ ہوگا۔ اور جہاں ادلا بدلا مقصود نہ ہو، بلکہ اپنے پاس ایک شے کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے ادھار لینے سے محض یہ مقصود ہو کہ اس وقت اپنا کام نکال لیا جائے اور جب اپنے پاس ہوگا اس کو اس کا حق ادا کریں گے، اس صورت میں ادھار درست ہے، مگر اس کا حکم یہ ہے کہ جیسی چیز ادھار لی ہے، ویسی ہی اور اتنی ہی ادا کر دی جائے، نہ کمی بیشی کی شرط ہے اور نہ دوسری مجلس کا ٹھہرانا درست ہے، اور نہ اچھی بری کا فرق مقرر کرنا جائز ہے۔ مثلاً: ایک شخص کے پاس اس وقت آٹا نہیں، اپنے پڑوسی سے سیر بھر آٹا قرض لے لیا ہو، ظاہر ہے کہ اس کو خاص مبادلہ مقصود نہیں، کیوں کہ اگر اس کے پاس موجود ہوتا تو وہی پکا لیتا، بدلتا کیوں پھرتا؟ بلکہ محض اس وقت کی کارروائی مقصود ہے، اور جب اس کے پاس ہوگا، اس کا آٹا ادا کر دے گا، اس میں کوئی مضائقہ نہیں، مگر قرض لینے کے وقت یہ شرط ٹھہرانا کسی حال میں درست نہیں کہ ایک سیر کا سوا سیر، یا ایک سے زیادہ دیا جائے گا۔ اگر بالفرض کوئی ایسی شرط ٹھہرائی تو یہ سود ہوگا، کیوں کہ یہاں مبادلہ مقصود ہے، اور جوازِ مبادلہ کی شرائط یہاں مفقود ہیں۔

البتہ اگر محض رعایت کر کے جیسا لیا تھا اس سے اچھا کر دیا، یا دوسرے شخص نے رعایت کر کے اس سے گھٹیا قبول کر لیا، یا وقت مطالبے کے یہ کہا کہ ہمارے پاس گیہوں کا آٹا اس وقت نہیں ہے، اس کے عوض مکئی کا لے لو، خواہ کم ہو یا زیادہ، اور دوسرا

رضامند ہوگیا، اور جس وقت یہ رضامندی باہمی ہواسی وقت حساب بے باق کردیا جائز ہے، اگر بعد اس رضامندی کے نصف کا عوض غیر جنس سے دیا اور نصف حق باقی رہا تو جائز نہ ہوگا، اگر کسی شخص کے پاس بقدر نصف کے غیر جنس موجود ہو تو چاہئے کل کے معاوضے میں غیر جنس نہ ٹھہراویں بلکہ یوں کہیں کہ تم اپنے نصف حق واجب کے عوض یہ غیر جنس لے لو اور نصف کا مطالبہ بدستور باقی وقائم رہے گا، پھر اس نصف کے عوض اگر عین جنس دینا چاہیں تب تو کچھ کلام ہی نہیں، اور اگر غیر جنس دینا چاہیں تو اس کے لئے رضامندیٔ جدید کی ضرورت ہوگی، اور اس کے لئے بھی ضروری ہوگا کہ جس وقت باہم رضامندی ہوئی ہے اسی وقت بے باق کرلیا جاوے، غرض یہ کہ کل حق کے عوض غیر جنس کا طے ہوجانا اور پھر کچھ وصول ہونا اور کچھ رہ جانا جائز نہیں۔

مسئلہ (۶): اگر دستور ہے کہ سرسوں کے بدلے سرسوں کا تیل لیتے ہیں، تو اس کا حکم یہ ہے کہ سرسوں میں جو تیل نکلے گا اگر وہ بالیقین اس تیل سے کم ہو تب تو یہ مبادلہ درست ہے، اور اگر وہ تیل سرسوں میں سے نکلنے والا اس تیل سے زیادہ ہو یا برابر ہو، یا برابری اور کمی بیشی کا حال معلوم نہ ہو تو یہ مبادلہ درست نہیں، اور اگر ایسا ہی بدلنا ضروری ہو تو اس کے جواز کا حیلہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہے کہ سرسوں کو بعوض روپیہ یا پیسوں کے خرید کیا جاوے، پھر ان پیسوں یا روپے کا تیل خرید لیا جاوے، گو یہ روپیہ پیسہ نقد نہ دیا جائے، محض زبانی معاملہ بھی درست ہوجائے گا۔

مسئلہ (۷): اگر بینکوں میں سود کا لین دین ہوتا ہے، اس میں روپیہ داخل کر کے حصہ دار بن کر اس کا نفع لینا درست نہیں، کیوں کہ کارکنان بینک مالکان کے وکیل ہیں اور وکیل کا فعل مثل فعل مؤکل ہے، گویا اس روپے والے نے خود لین دین سود کا کیا، البتہ جس کارخانے میں سود کا لین دین نہ ہو اور نہ کوئی فاسد معاملہ ہو اس سے معاملۂ مضاربت کرنا درست ہے۔

مسئلہ (۸): بعض سودی بینکوں میں روپیہ امانتاً جمع کردیتے ہیں اور اس کا نفع نہیں

لیتے، سوچوں کہ بالیقین بینک میں روپیہ بعینہٖ محفوظ نہیں رہتا، کاروبار میں لگا رہتا ہے، اس لئے وہ امانت نہیں رہتا، بلکہ قرض ہو جاتا ہے، گو اس شخص نے سود نہیں لیا، مگر سود لینے والوں کی اعانت قرض سے کی، اور اعانت گناہ کی، گناہ ہے، اس لئے داخل کرنا بھی درست نہیں۔

مسئلہ (۹): بعض لوگ اپنا روپیہ جو انہوں نے کسی تجارت کی کوٹھی میں جمع کیا ہے، کم یا زیادہ روپیہ کے عوض دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں، اس میں دو خرابیاں ہیں، ایک تو یہ کہ دست بہ دست نہیں، اور روپیہ کے عوض جو روپیہ فروخت کیا جائے اس میں دونوں امر شرط ہیں، اس لئے یہ جائز نہیں۔ اگر برابر سرابر روپے کے مقابلے میں دیا جائے تو بتاویلِ حوالہ یہ معاملہ درست ہے، اسی طرح نوٹ جو بکتا ہے وہ بھی حقیقت میں حوالہ ہے، وہ اسی شرط سے درست ہے کہ جتنے کا نوٹ ہو اتنے ہی کا فروخت ہو، ورنہ کمی بیشی سود ہو جائے گا۔

قاعدہ ضروریہ

قرض دینے والے کو قرض لینے والے سے قرض کے دباؤ یا رعایت سے جو نفع حاصل ہو وہ سود ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی شخص کسی کو قرض دے، پھر وہ قرض لینے والا اس شخص کو کچھ ہدیہ دے یا گھوڑے وغیرہ پر سواری دے تو اس شخص کو چاہئے کہ نہ سوار ہو اور نہ ہدیہ قبول کرے، ہاں اگر پہلے سے ان دونوں میں اس قسم کی رسوم جاری ہوں تو مضائقہ نہیں۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

اور ان ہی سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ایک شخص دوسرے کو قرض دے تو اس کو چاہئے کہ کوئی ہدیہ نہ لے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے اپنی تاریخ میں۔ اسی طرح ہے ''منتقی'' میں، اور ابو بردہ بن ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مدینہ طیبہ آیا اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ملا، اور انہوں نے فرمایا کہ تم ایسی سرزمین میں رہتے ہو جہاں سود کی کثرت ہے، تو جب

کسی شخص کے ذمے تمہارا کچھ حق ہو اور وہ تمہارے پاس بھوسہ، جو یا گھاس کی گٹھڑی بھیجے تو تم اس کو مت لینا، کیوں کہ یہ سود ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔ یہ تینوں حدیثیں مشکوٰۃ سے نقل کی گئیں، اس قاعدے سے بہت سے مسائل معلوم ہو سکتے ہیں، بطور تمثیل کے بعضے مذکور ہوتے ہیں۔

مسئلہ (۱۰): بعض مقروض دکان دار بوجہ رعایت قرضے کے قرض خواہ کو بلا نفع سودا دیتے ہیں، قاعدۂ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ یہ درست نہیں۔

مسئلہ (۱۱): اسی قاعدے سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ زمین داروں میں جو ایک عام عادت ہے کہ زمین صحرائی یا مکان رہن میں لے کر اس سے منتفع ہوتے ہیں، یہ ہرگز جائز نہیں، اور بعض کتابوں کی عبارت سے جو شبہ پڑ گیا ہے، وجہ اس کی غلط فہمی ہے۔ مقصود اس عبارت سے اباحت انتفاع نہیں ہے، کیوں کہ یہ عمل قاعدۂ مذکور کے خلاف ہے جس کو فقہاء رحمۃ اللہ علیہم قبول کر کے یہ کلیہ مقرر کر چکے ہیں کہ **کل قرض جر نفعا فھو ربا**، بلکہ معنی اس عبارت کے یہ ہیں کہ بدون اذنِ راہن اگر مرتہن منتفع ہو تو اس پر بوجہ غاصب ہونے کے ضمان لازم آتا ہے، اذن دینے سے ضمان لازم نہیں آوے گا، سو ضمان لازم نہ ہونے سے مباح وحلال ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ دیکھئے! چور کا ہاتھ کاٹا جانا ضمان کو ساقط کر دیتا ہے، مگر سرقہ کو مباح وحلال نہیں کرتا، چنانچہ ہدایہ اور اس کے حاشیہ غایۃ البیان کی عبارت نقل کی جاتی ہے:

وليس للمرتهن أن ينتفع بالرهن لا باستخدام ولا سكنى ولا لبس الا ان ياذن له المالک: لأن له حق الحبس دون الانتفاع، وليس له أن يبيع الا بتسليط من الراهن، وليس له أن يواجر أو يعير لأنه ليس له ولاية الانتفاع بنفسه، فلا يملک تسليط غيره عليه، فان فعل كان معتديًا، ولا يبطل عقد الرهن بالتعدى هداية

لان المالک رضى بحبسه لا بانتفاعه، فاذا استعمله بوجه من

الوجوه كان غاصبا وضمن قيمته بالغة ما بلغت، فان كان باذن المالک فلا ضمان عليها لأن الحجر لحقه، وقد رضى به

غاية البيان

قلت: قد سلک الاستخدام والسكنى واللبس والبيع والاجارة والاعارة فى سلک واحد حيث أجاز كل واحد منها بإذن المالک، وظاهر انه لايباح ثمن المرهون بعد بيع مع بقاء أصل الدين، فكذلک حكم سائر ماذكر.

اور اگر کسی عبارت میں حلت یا اباحت کا لفظ پایا جاوے تو وہ اس صورت میں ہے کہ وقت عقد کے نہ انتفاع کی شرط ٹھہری ہو، نہ وہاں اس کا رواج ہو، نہ قرض کا دباؤ ہو، بلکہ ابتداءً اور اتفاقاً تبرعاً اجازت انتفاع کی ہوجاوے، ایسی حالت میں انتفاع درست ہے، لیکن اس صورت میں وہ شے رہن سے خارج ہوجاوے گی محض عاریت رہ جاوے گی۔ چنانچہ اگر حالت استعمال میں وہ شے تلف یا خراب ہوجاوے تو ضمان لازم نہ آوے گا اور قرضے میں محسوب نہ ہوگا۔

قلت : وعليه يحمل حديث "الظهر يركب بنفقته...... الخ"

اس کو خوب سمجھ لینا چاہئے، بعض لکھے پڑھے لوگ اس آفت میں مبتلا ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے ہر بلا سے محفوظ رکھے۔

مسئلہ (۱۲): زمین داروں میں ایک معاملہ بنام بیع بالوفاء کے مشہور ہے اور اس لفظ کا استعمال دو صورتوں میں کرتے ہیں، جن میں ہر ایک کا جدا حکم ہے۔

ایک صورت تو یہ ہے کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تم ہماری زمین یا باغ سو روپے کے عوض میں رکھ لو، مثلاً ایک سال کے اندر میں نے زرِ رہن ادا کر دیا تو اپنی زمین وغیرہ واپس کرلوں گا، اور اگر اس مدت کے اندر روپیہ نہ دے سکا تو بس اسی روپیہ میں تمہارے ہاتھ بیع ہے۔ اس صورت کو بعض عوام بیع بالوفاء کہتے ہیں، مگر فقہاء رحمۃ اللہ علیہم کے کلام

میں جو یہ لفظ مستعمل ہے اس سے یہ صورت مراد نہیں، بلکہ اگلی صورت مراد ہے، بہرحال اس کا نام جو کچھ بھی رکھا جائے، حکم اس کا یہ ہے کہ یہ معاملہ بالکل باطل اور حرام ہے۔ بلکہ بوجہ تعلیق الملک بالخطر کے قمار میں داخل ہے، جس کی حرمت قرآن مجید میں منصوص ہے اور خاص اس صورت میں ممانعت حدیث شریف میں آئی ہے:

وعن سعيد بن المسيب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لايغلق الرهن من صاحبه الذى رهنه، له غنمه وعليه غرمه. رواه الشافعي مرسلا عنه، وروى مثله او مثل معناه لا يخالفه عن أبى هريرة متصلا. (مشكاة المصابيح)

کفایہ حاشیہ ہدایہ میں ہے: ذكر الكرخى عن السلف كطاوس وابراهيم وغيرهما انهم اتفقوا على ان المراد: لا يحبس الرهن عند المرتهن احتباسًا لا يمكن فكاكه بان يكون مملوكا للمرتهن، والدليل عليه ماروى عن الزهرى أن أهل الجاهلية كانوا يرتهنون ويشترطون على الراهن انه ان لم يقض الدين الى وقت كذا فالرهن مملوك للمرتهن، فابطل رسول الله صلى الله عليه وسلم ذلك بقوله: لا يغلق الرهن الخ. وقيل لسعيد بن المسيب قول الرجل: ان لم يأت بالدين الى وقت كذا فى الرهن، بيع بالدين، فقال: نعم.

دوسری صورت

جو بعض کتب فقہ میں مذکور ہے کہ رہن کیا ہی نہیں بلکہ اول ہی سے بیع کر دیا مگر مشتری سے جداگانہ وعدہ لے لیا یعنی بیع کے اندر شرط نہیں ٹھہرائی بلکہ اس سے علیحدہ مستقل وعدہ لے لیا کہ ہم ایک سال کے اندر مثلاً تم کو زرِثمن واپس کر دیں تو تم اس بیع کو فسخ کر کے یہ شے مبیع ہم کو واپس دے دینا۔ یہ صورت متقدمین علماء کے نزدیک تو جائز نہیں، کیوں کہ اصل مقصود رہن کرنا ہے، بیع کا محض حیلہ ہے، صرف اس غرض کے

لئے کہ منافع مرہون کے جائز ہوجاویں اور اگر بیع بھی کہا جاوے تب بھی مشروط ہے شرطِ فاسد کے ساتھ، اور گو لفظوں میں اس معاہدہ کو صیغۂ بیع سے جدا کر دیا گیا تاہم جانبین کا مقصود تو یہی ہے کہ بیع میں یہ شرط داخل رہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشتری اگر وعدہ خلافی کرے تو آپس میں تکرار ہوتا ہے۔ اور متاخرین نے کچھ تاویلیں کر کرا کر اس صورت کو جائز کہہ دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ (۱۴): بعض سودخوروں نے یہ حیلہ نکالا ہے کہ ان کے پاس کوئی شخص قرض مانگنے آیا، انہوں نے ایک رومال میں سو روپے باندھ کر کہا کہ یہ مجموعہ ایک سو پانچ روپے کا ہے، سو روپے کے عوض سو روپے اور رومال کے بدلے پانچ روپے۔ دوسرے شخص نے قبول کرلیا اور ادا کرتے وقت ایک سو پانچ روپے دے دیے، یہ بالکل حرام ہے کیوں کہ اصل مقصود یہ ہے کہ سو روپے کے عوض ایک سو پانچ روپے لوں، رومال کی بیع ہرگز مقصود نہیں، محض حیلے کے لئے صورت بیع کی اختیار کی ہے، اور اگر بیع کو مقصود بھی مان لیا جائے تب بھی چار پیسے کا رومال پانچ روپے کا صرف اس دباؤ سے خریدا ہے کہ اگر نہیں خریدتے تو قرض نہیں ملتا، اور اوپر یہ قاعدہ بیان ہوچکا ہے کہ جو نفع قرض کے دباؤ سے حاصل ہو وہ سود ہے، اس کی ممانعت حدیث شریف میں صاف آئی ہے:

قوله صلى الله عليه وسلم: لايحل سلف وبيع .... الخ. (مشكاة عن الترمذي وأبي داؤد والنسائي) اسی طرح جس جگہ چاندی کو چاندی کے بدلے یا سونے کو سونے کے بدلے کم وزیادہ کر کے بیچنا منظور ہو مگر حیلۂ جواز کے لئے کم جانب میں ایک پیسہ یا ایک پائی مثلاً ملالیں کہ جس کی قیمت اس قدر نہ ہو جس قدر دوسری طرف زیادہ مال ہے یہ بھی مکروہ ہے۔ **كذا في الوقائع**

اور معاملات میں مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے۔ **كذا قالوا.....**

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں ایسی بیع پہاڑ کے برابر گراں معلوم ہوتی ہے۔ **كذا في فتح القدير**

اسی طرح ایک صورت بیع عینہ کی ہے، وہ یہ ہے کہ زید نے عمرو سے دس روپے قرض مانگے، عمرو نے کہا: قرض نہیں دیتا مگر ہاں دس روپے کا مال بارہ میں لے جاؤ اور دس روپے کو کسی کے ہاتھ فروخت کر کے اپنی کارروائی کرلو، اور جب تمہارے پاس ہو بارہ روپے زرِ ثمن مجھ کو ادا کر دینا، یہ بھی مکروہ ہے۔ **كذا في الهداية**

سودخواروں نے یہ صورت اختراع کی ہے۔ **كذا في الكفاية**

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس کے حق میں بھی وہی الفاظ فرماتے ہیں جو اوپر مذکور ہوئے، اور حدیث شریف میں بھی اس کی مذمت آئی ہے، اور پیش گوئی فرمائی گئی ہے کہ جب تم ایسا کروگے ذلیل و خوار ہوگے اور غیر قومیں تم پر غالب آجائیں گی۔ **كذا في فتح القدير**

مسئلہ (۱۴): بعض لوگوں نے مرہون سے منتفع ہونے کا یہ حیلہ نکالا ہے کہ مثلاً اسّی روپے کو ایک زمین رکھی، اور راہن سے یہ شرط ٹھہرائی کہ یہ زمین ہم کو ایک روپیہ سالانہ کرایہ پر دے دو اور کرایہ زرِ زمین میں ادا ہوتا رہے گا، یہاں تک کہ اسّی برس میں روپیہ ادا ہو جائے گا اور زمین چھوڑ دی جائے گی اور اس کے قبل چھڑانا چاہیں تو اسی حساب سے جس قدر روپیہ باقی رہے گا وہ لے کر چھوڑ دیویں گے، چوں کہ ایک روپیہ سالانہ کرایہ پر زمین کو دینا محض اس قرضے کے دباؤ سے ہے اور اوپر یہ قاعدہ معلوم ہو چکا ہے کہ جو رعایت بوجہ قرض کے ہو وہ حرام ہے، اس لئے یہ معاملہ حرام اور انتفاع خبیث ہوگا۔

سلم یعنی بدنی کا بیان

اس کے جواز کی چند شرطیں ہیں: (۱) روپیہ پورا پیشگی دیا جائے۔

(۲) جس چیز پر معاملہ ٹھہرا ہے اس کو مصرح اور مشرح طور پر بیان کر دیا جاوے کہ پھر احتمال اختلاف کا نہ رہے۔ (۳) نرخ معین ہو جائے، مثلاً: کہا جائے کہ بیس سیر یا پچیس سیر کے حساب سے لیں گے، اور اگر یوں کہا کہ جو نرخ اس وقت ہوگا اس سے پانچ سیر مثلاً زیادہ لیں گے، یہ جائز نہیں۔

(۴) اور اگر اس چیز کے لادنے اور اٹھانے میں مشقت ہو تو اس کے ادا کرنے کی جگہ بھی بیان کرنا چاہیے، مثلاً: غلہ خرمن میں لیا جائے گا یا بائع کے مکان پر لیا جائے گا یا مشتری کے مکان پر پہنچا دیا جائے گا۔ (۵) کم از کم ایک ماہ کی میعاد مقرر ہونا چاہیے، اس سے کم نہ ہو، زیادہ کا مضائقہ نہیں۔

(۶) وقتِ معاملے سے وقتِ ادا تک وہ شے ہر وقت بازار میں میسر آتی ہو۔

مسئلہ (۱): اگر وقت پر وہ شے بہم نہ پہنچ سکے اور دونوں آدمی چاہیں کہ اس کے عوض دوسری چیز دے دی جاوے، یہ درست نہیں۔ پس دو بات کا اختیار ہے یا تو اپنا روپیہ لے لے اور پھر اس روپے میں جو چیز چاہے خرید کرے، یا مہلت دی جائے کہ جب وہ چیز میسر ہو وصول کی جائے۔

مسئلہ (۲): اگر صورتِ مذکورہ میں روپیہ واپس کیا جائے تو جس قدر روپیہ دیا تھا اتنا ہی لیا جاوے، بعض جگہ کا دستور ہے کہ اس وقت کا نرخ لگا کر روپیہ بڑھا کر وصول کرتے ہیں، یہ حرام اور سود ہے۔

مسئلہ (۳): زید نے عمرو کو روپیہ دے کر کوئی چیز بطور بدنی ٹھہرائی، اب بکر نے زید سے کہا: تم اتنا روپیہ ہم سے لے لو اور وہ چیز عمرو سے ہم کو دلا دو، یا یوں کہا کہ ادھار روپیہ ہم سے لے لو اور عمرو سے جو کچھ مال ملے گا اس میں ہمیں آدھے کا شریک کر لو، یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں۔

چاندی سونے کے مبادلے کا بیان

اس کے اکثر مسائل سود کے بیان میں مذکور ہو چکے ہیں، کچھ یہاں مرقوم ہوتے ہیں:

مسئلہ (۱): اکثر لوگ روپیہ دے کر ریز گاری لیتے ہیں، اس طرح کہ کسی قدر اس وقت لے لی اور کچھ دوسرے وقت، یہ جائز نہیں۔ اسی طرح اگر کچھ سودا لیا اور بقیہ ریز گاری دوسرے وقت لے لی، یہ بھی جائز نہیں۔

مسئلہ (۲): گوٹہ، ٹھپہ لچکا جو سچے کام کا ہو مثل چاندی کے ہے، اگر روپیہ سے خریدا جائے تو نہ ادھار درست ہے اور نہ کمی بیشی وزن میں درست ہے، اگر بوجہ تفاوت نرخ کے کم و بیش لینے کی ضرورت ہو تو کم جانب سے کچھ پیسے ملا لیے جائیں، جیسا پہلے معلوم ہوا۔

وکالت کا بیان

مسئلہ: زید نے عمرو سے کوئی معین شے خریدنے کے لئے کہا اور عمرو نے اس وکالت کو قبول کرلیا، اب عمرو کو جائز نہیں کہ اپنے لئے وہ شے خرید کرے۔ البتہ اگر زید کو اطلاع کردے کہ میں تمہارا وکیل نہیں بنتا، تم میرے بھروسے پر مت رہو اور اس کے بعد اسی شے کو اپنے لئے خرید کرے، یہ جائز ہے۔

صلح کا بیان

مسئلہ (۱): کسی شخص کے بیس روپے دوسرے شخص کے ذمے واجب ہوں اور وہ کہے کہ خیر تم پندرہ ہی دے دو، یہ جائز ہے۔

مسئلہ (۲): اور اگر بیس روپے میعادی واجب ہوں مثلاً کوئی مال بیس روپے کو خریدا تھا اور مہینہ دو مہینے کی مہلت واسطے ادائے زرِ ثمن کے ٹھہرائی تھی، اب یوں چاہتا ہے کہ وہ مجھ کو قبل از میعاد ادا کردے اور پانچ روپیہ مثلاً کم دے دے یہ درست نہیں۔

مسئلہ (۳): ایک شخص مرا اور اس نے ترکہ میں اسباب و نقد چھوڑا، اور اس کے وارثوں میں سے ایک شخص نے دوسرے وارثوں سے کہا کہ میں اپنا حصہ تقسیم کر کے لینا نہیں چاہتا، مجھ کو بالقطع ایک ہزار روپیہ مثلاً دے دو، اور تمام ترکہ سے دست برداری کرتا ہوں۔ یہ جائز ہے، مگر اس میں دو شرطیں ہیں:

ایک تو یہ کہ ترکہ میں اگر نقد روپیہ بھی ہے تو اس میں دیکھنا چاہئے کہ شرعاً اس کا کس قدر حصہ ہے؟ اگر ایک ہزار روپے سے کم بیٹھتا ہے تب تو یہ صلح جائز ہے، اور اگر اس کا حصہ ایک ہزار یا ایک ہزار سے زائد ہے، تب یہ صلح جائز نہیں۔

دوسرے یہ کہ اس کا حصہ جس قدر نقد روپے میں ہے اس مقدار روپے پر بالفعل اس کا قبضہ کرا دیا جائے، بقیہ میں اگر رہ جائے مضائقہ نہیں، اور یاد رکھو کہ زیور بھی نقد کے حکم میں ہے۔ اور اگر ورثہ میں کوئی نابالغ بھی ہے تو اس کے حق میں یہ صلح اگر زیادہ نقصان رساں نہ ہو تو جائز ہوگی، ورنہ اس کے حصے کے مقابلے میں جائز نہ ہوگی۔

مسئلہ (۴): اگر ایک شخص مرا، اس کا کچھ ترکہ تو موجود ہے اور کچھ روپیہ اس کا لوگوں کے ذمے واجب ہے، ایک وارث نے منظور کیا کہ جس قدر دین ہے وہ میرے حصے میں لگا دیا جاوے میں وصول کرلوں گا اور نقد ترکہ دوسرے ورثہ تقسیم کرلیں، یہ معاملہ جائز نہیں، بلکہ موجودہ ترکہ کو تقسیم کرنا چاہئے اور جس قدر دین وصول ہوتا ہے وہ بھی سب میں تقسیم ہوتا رہے گا۔

مضاربت کا بیان

یعنی زید نے عمرو کو کچھ روپیہ دیا کہ تم اس سے تجارت کرو، روپیہ ہمارا محنت تمہاری، اس میں جو کچھ بڑھے اس کو باہم تقسیم کرلیا کریں گے، اس کو مضاربت کہتے ہیں اور یہ شرعاً درست ہے۔

مسئلہ (۱): نفع کی تقسیم حصوں پر ہونا چاہئے، مثلاً نصف نفع رب المال یعنی روپے والے کا ہوگا اور نصف نفع مضارب یعنی کارکن کا، یا ایک تہائی ایک کا اور دو تہائی دوسرے کا، اور جس طرح طے ہو جائے، اور اگر کوئی خاص رقم نفع میں سے ایک کا حق ٹھہرایا جائے جیسا بعض لوگ کرتے ہیں کہ پانچ روپیہ ماہوار یا دس روپیہ ماہوار مال والے کو دیتے رہیں گے، باقی کارکن کو، یہ سود اور حرام ہے۔

مسئلہ (۲): اسی طرح اگر یوں طے ہوا کہ نفع میں دونوں شریک اور نقصان اگر ہو صرف کارکن پر پڑے، یا جس طرح نفع بھی دونوں کا اور نقصان بھی دونوں کا، یہ سب باطل اور ناجائز ہے، نقصان جب بھی ہو رب المال ہی پر ڈالا جائے گا، صرف

کارکن کی محنت برباد جائے گی، اس کے ذمے روپیہ نہ ڈالا جائے گا۔

مسئلہ (۳): مضارب یعنی کارکن کو اجازت نہیں کہ وہ روپیہ کسی دوسرے کو بطور مضاربت کے دیدے، البتہ رب المال اجازت دیدے تو مضائقہ نہیں۔

مسئلہ (۴): اسی طرح اگر رب المال نے کسی خاص شے کی تجارت کرنے کو کہا تو بدون اس کی اجازت کے مضارب کو جائز نہیں کہ کسی دوسری شے کی تجارت اس روپے سے کرے۔

مسئلہ (۵): اگر مضاربت میں کچھ ٹوٹا آوے تو اول نفع سے پورا کیا جاوے گا، اصل روپے کو باقی اور محفوظ سمجھیں گے۔ جب نفع سے زیادہ ٹوٹا ہوا اب اصل روپیہ پر ڈالا جاوے گا۔

مسئلہ (۶): مضارب اگر تجارت کیلئے سفر کرے، ضروری مصارف خورد ونوش وکرایہ سواری وغیرہ اسی تجارتی روپے سے صرف کرنے کا مستحق ہے مگر واپسی سفر کے وقت جو کچھ اس میں سے بچ جاوے اسے مالِ تجارت میں شامل کردے۔

ودیعت یعنی امانت رکھنے کا بیان

مسئلہ (۱): اگر امین نے پورے طور سے امانت کی حفاظت کی، اور پھر وہ ضائع یا خراب ہو جاوے تو امین پر تاوان نہ آئے گا۔

مسئلہ (۲): جس وقت مالک اپنی امانت لینا چاہے، امین کو واپس کردینا چاہئے۔ اور اگر مانگنے پر عذر کیا، توقف کیا اور اب وہ ضائع ہوگئی تو اس صورت میں اس امین پر تاوان لازم آوے گا۔

مسئلہ (۳): امانت کا استعمال کرنا بلا اجازت مالک کے گناہ ہے، مگر جب کہ مالک نے اجازت استعمال کی یا قرض دینے کی دے دی ہو تو اس وقت استعمال کی حالت میں نقصان آنے سے ضمان نہ آوے گا اور جب کہ بلا اذن مالک کے امانت میں تصرف کیا اور وہ امانت ایسی ہے کہ استعمال میں اس کو خرچ کرنا نہیں پڑتا جیسا کہ

کتاب، کپڑا یا گھوڑا کہ باوجود بقا کے استعمال میں آسکتے ہیں، تو ایسی شے میں اگر حالت استعمال میں نقصان آوے گا تو اس کا ضمان واجب ہوگا اور اگر حالت استعمال میں کسی طرح کا نقصان نہیں آیا اور بعد استعمال صحیح سلامت احتیاط سے امانت میں رکھ دیا تو اب نقصان آ جانے سے ضمان لازم نہ آوے گا، گو بلا اجازت استعمال کرانے کا گناہ اس پر رہا۔ اور اگر وہ شے ایسی ہے کہ اس کا استعمال یہی ہے کہ خرچ کر دیا جائے، جیسے روپیہ یا کوئی کھانے کی چیز، تو اس کے خرچ کرنے سے ہر حالت میں ضمان لازم ہوگا، اگر چہ اس کا بدل امانت میں رکھ دیا ہو۔ البتہ اگر وہ بدل مالک کے قبضے میں پہنچائے تو اب البتہ ضمان سے بری ہو جائے گا۔

عاریت یعنی مانگی چیز کا بیان

اگر عاریت دینے والے نے کوئی مدت بھی متعین کر دی ہے، مثلاً یہ کہا کہ ایک مہینے کے لئے تم کو یہ عاریت دی جاتی ہے، تو اس کہنے پر بھی اس کو اختیار ہے کہ اس میعاد کے قبل جب چاہے واپس کر لے، عاریت لینے والا انکار نہیں کر سکتا۔

مسئلہ (۱): عاریت کا حکم بھی امانت کا سا ہے، یعنی باوجود اگر احتیاطِ کامل کے خراب ہو جاوے ضمان لازم نہیں، اور بے احتیاطی میں ضمان لازم ہے۔

مسئلہ (۲): اگر عاریت دینے والے نے استعمال کا کوئی طریقۂ خاص یا مدت خاص معین کر دی تو عاریت لینے والے کو اس کے خلاف کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ (۳): اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک خالی زمین بطور عاریت کے مکان بنانے کے واسطے دی، اگر اس میں کوئی مدت مقرر نہیں کی گئی تب تو زمین دار کو اختیار ہے جب چاہے زمین خالی کرا لے اور اس کی عمارت اکھڑ دے، اور یہ بھی جائز ہے کہ عمارت کے دام عمارت والے کو مل جاویں جو دام اس کے گرنے کی حالت میں ہوں، اور اگر کوئی مدت معین کر دی تھی مثلاً دس سال کے لئے عاریت دی تھی تو اگر دس

برس کے اندر زمین خالی کرانا چاہے تو بوجہ مالک ہونے کے اس کا اختیار تو حاصل ہے اور دوسرے شخص کو زمین خالی کرنا پڑے گی، مگر چوں کہ اس شخص نے اس کو دھوکا د۔ ے کر اس کا نقصان کرایا اس لئے گناہ گار بھی ہوگا اور جس قدر اس کا نقصان ہوگا اس کی قیمت اس زمین دار سے دلائی جائے گی۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کھڑی عمارت کی قیمت دیکھی جائے گی کہ کیا ہے؟ مثلاً سو روپے کی قرار پائی، پھر گر جانے کے بعد جو ملبہ کی قیمت رہے گی اس کو دیکھیں گے، مثلاً پچاس روپے رہ گئے، تو ان دونوں قیمتوں میں جو تفاوت ہے مثلاً مثال مذکور میں پچاس روپے کا فرق ہے، یہ پچاس روپے زمین دار سے لے کر اس عمارت والے کو دلائے جائیں گے اور ملبہ بھی عمارت والے کا رہے گا

اگر زمین دار عمارت کے گروانے اور بنیاد کو کھدوانے میں زمین کا نقصان سمجھے گا اور عمارت کی قیمت دے کر زمین مع عمارت کے لینا چاہے، یہ اختیار بھی اس کو حاصل ہے، عمارت والے کو جائز نہیں کہ خواہی نہ خواہی اپنی عمارت اکھاڑ کر اس کی زمین کو نقصان پہنچاوے اور بعینہ یہی سب احکام جاری ہوں گے۔

جب کہ باغ یا ایک درخت لگانے کے لئے زمین عاریت دی ہو اور ابھی کھیتی کٹی نہیں کہ تقاضا شروع ہوا اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک کھیتی کٹ نہ جائے خالی کرانے کا اختیار نہیں۔ البتہ جس روز اس نے واپسی کا تقاضا شروع کیا ہے اس روز سے خالی ہونے تک اس زمین کا کرایہ حسب رواج و دستور کھیتی والے سے زمین دار کو دلایا جاوے گا تا کہ دونوں نقصان سے محفوظ رہیں۔

ہبہ یعنی کوئی چیز مفت بخش دینے کا بیان

مسئلہ (۱): ہبہ میں قبضہ شرط ہے، اگر زید نے زبانی کہہ دیا کہ میں نے یہ چیز ہبہ کی اور عمرو نے کہا کہ میں نے قبول کیا، مگر عمرو کا قبضہ نہیں ہوا تو یہ ہبہ صحیح نہیں ہوگا، اور وہ شے بدستور زید کی ملک میں رہے گی۔

مسئلہ (۲): اگر شئے موہوب یعنی جس چیز کا ہبہ کیا جاتا ہے مشترک ہو، یعنی دو تین آدمیوں کا اس میں ساجھا ہو اور ان میں سے ایک شریک اپنا حصہ کسی کو ہبہ کرنا چاہے تو دیکھنا چاہیئے کہ وہ تقسیم ہونے کے قابل ہے یا نہیں؟ اگر تقسیم ہونے کے قابل نہ ہو یعنی تقسیم کرنے سے اس کام کی نہ رہے جس کے لئے وہ شے موضوع ہے، مثلاً گھوڑا یا چکی یا چھوٹا حمام، تو ایسی چیزوں کا ہبہ باوجود مشترک رہنے کے جائز ہے، اگر وہ چیز تقسیم ہونے کی قابلیت رکھتی ہے جیسے: گھر، باغ یا غلہ تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اول تقسیم کرکے ہبہ کیا یا ہبہ کے بعد تقسیم کرکے قبضہ کرا دیا تب تو ہبہ درست ہو گیا اور اگر بالکل تقسیم ہی نہ کیا تو ایسی مشترک چیز کا ہبہ درست نہیں۔ البتہ اگر سب ساجھی رضامند ہو کر وہ شے ایک شخص کو ہبہ کر دیں اور وہ قبضہ کر لے تو درست ہے، اور اگر ایک شخص ایسی چیز بالاشتراک دو شخصوں کو ہبہ کر دے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درست ہے۔

مسئلہ (۳): جس چیز کو ہبہ کرنا چاہتا ہے اگر موہوب لہ یعنی جس شخص کو ہبہ کرنا چاہتا ہے وہ پہلے سے اس شے پر قابض ہو، خواہ یہ قبضہ بطور امانت کے ہو یا اور کسی طرح سے تو اس صورت میں قبضۂ جدید کی حاجت نہیں، یہی پہلا قبضہ کافی ہے۔

مسئلہ (۴): اگر نابالغ اولاد کو کوئی شے ہبہ کرے تو اولاد کا قبضہ ضروری نہیں، بلکہ باپ ہی کا قبضہ کافی ہے، ہبہ صحیح ہو جاوے گا۔

مسئلہ (۵): اسی طرح اگر غیر آدمی نابالغ کو کوئی چیز ہبہ کرنا چاہے اس میں بھی نابالغ کا قبضہ ضروری نہیں، باپ کا قبضہ کافی ہے اور اگر نابالغ سمجھ دار ہو تو وہ بھی قبضہ کر سکتا ہے، اور اگر نابالغ نے قبضہ نہیں کیا اور کسی دوسرے عزیز و اقارب نے اس کی طرف سے قبضہ کر لیا تو باپ کے ہوتے ہوئے دوسروں کا قبضہ کافی نہیں، البتہ اگر باپ مر گیا ہو تو اس وقت نابالغ جس کی پرورش و نگرانی میں ہو اس کا قبضہ صحیح ہو جاوے گا اور اگر باپ نے نابالغہ کی شادی کر دی ہو اور شوہر کے گھر بھیج دیا ہو تو اس وقت شوہر کا قبضہ بھی کافی ہو گا، کیوں کہ باپ نے جب شادی کر دی تو ایسے امور کا اختیار شوہر کو سپرد کر دیا، اور اگر شوہر کے گھر نہیں آئی تو شوہر کا قبضہ کافی نہیں۔

اجارہ یعنی کرایہ کا بیان

مسئلہ (۱): مادۂ اسپ پر نر کو بچہ لینے کیلئے جو ڈالا جاتا ہے اسکی اجرت ٹھہرانا اور لینا حرام ہے۔ البتہ اگر بطور احسان کے بلا جبر و شرط بلا پابندی دستور کچھ دیدے تو درست ہے۔

مسئلہ (۲): کسی شخص نے گائے یا بھینس دودھ پینے کے واسطے کرایہ پر لی کہ اتنا کرایہ دیں گے، اور دودھ اس کا نکال لیا کریں گے، یہ جائز نہیں۔

مسئلہ (۳): ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ ہم کو اپنی فلاں زمین بونے کے لئے دے دو اور اس کے بدلے ہماری زمین تم بویا کرو، اور ان زمینوں کا کرایہ یہی قرار پایا تو یہ درست نہیں، اگر ایسا معاملہ کرنا ہو تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ دونوں زمینوں کا کرایہ برابر مقدار روپیہ سے ٹھہراوے، آخر میں بوجہ مساوی ہونے دونوں کرایہ کی مقدار کے باہم مجرا ہو جاوے گا، نہ لینا پڑے گا نہ دینا، اسی طرح ایک گھر میں دوسرے گھر کے عوض رہنا یا ایک سواری کے عوض میں دوسری سواری کا استعمال کرنا یہ بھی جائز نہیں۔

مسئلہ (۴): اجیر یعنی مزدوری پر کام کرنے والے دو قسم کے ہیں۔

ایک اجیر مشترک کہ کسی خاص آدمی کے کام میں مقید نہیں بلکہ سب سے کام لے لیتا ہے اور ہر ایک کا کام پورا کر کے حوالے کرتا ہے اور اجرت لے لیتا ہے، جیسے رنگ ریز، دھوبی، درزی وغیرہ۔ دوسرا اجیر خاص جو وقتِ خاص میں ایک ہی شخص کے کام میں لگا رہتا ہے اور وقت پورا کر کے اپنی اجرت کا مستحق ہوتا ہے جس کو نوکر کہتے ہیں۔

مسئلہ (۵): اجیر مشترک کے پاس اگر کوئی نقصان ہو جائے تو دیکھنا چاہئے کہ اس کے عمل سے نقصان ہوا یا کسی دوسری جگہ اتفاق سے نقصان ہوا، مثلاً استری کرنے سے کپڑا پھٹ گیا یا پلہ دار کے سر سے بوجھ گر گیا، وعلیٰ ہذا۔ اس نقصان کا تاوان تو اجیر مشترک کے ذمے لازم ہوگا۔ اور اگر نقصان میں اس کے عمل کو کوئی دخل نہیں، مثلاً: چوری ہوگئی، اس کا تاوان لازم نہیں۔ البتہ اگر حفاظت سے نہیں رکھا تو اس بے احتیاطی کی وجہ سے ضمان لازم

ہوگا، جیسا کہ عام امانت کا حکم اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ اجیر خاص کے پاس جو نقصان ہو جائے خواہ اس کے عمل سے ہو یا بلا عمل مثلاً اس کے پاس سے چوری ہوگئی یا اس کے ہاتھ سے کوئی چیز گر کر ٹوٹ گئی، ان دونوں صورتوں میں تاوان لازم نہیں، ہاں! اگر احتیاط میں کمی کی ہو تو اس بے احتیاطی کی وجہ سے تاوان لازم آنا اور بات ہے۔

مسئلہ (۶): اپنے سوار ہونے کیلئے ٹٹو کرایہ پر لیا، بدون اجازت مالک کے دوسرے شخص کو سوار کرنا جائز نہیں۔ **مسئلہ (۷)**: گواہی پر اُجرت لینا جائز نہیں۔

مسئلہ (۸): اگر کسی کی مملوک زمین میں بارانی پانی جمع ہو کر تالاب ہو جائے وہ پانی اس شخص کی ملک نہیں، پس زمین داروں میں جو دستور ہے کہ چمڑہ دھونے والوں سے کرایہ لیتے ہیں، یہ جائز نہیں۔

مسئلہ (۹): اجیر مشترک کو جائز ہے کہ جس قدر مزدوری ٹھہری ہے اس سے کم میں کسی دوسرے سے وہ کام کرا کر جو مزدوری بچ جاوے وہ خود رکھ لے، مگر اجیر خاص کو جائز نہیں کہ اپنے عوض کسی کو کم تنخواہ پر مقرر کر کے بقیہ تنخواہ خود رکھ لے۔ البتہ اجیر مشترک میں بھی اگر شرط ٹھہر گئی کہ تم خود اپنے ہاتھ سے یہ کام کرنا دوسرے سے مت لینا، تب دوسرے شخص سے کام لینا جائز نہیں۔

مسئلہ (۱۰): کرایہ کے ٹٹو یا گاڑی میں جو اسباب لادا جاتا ہے اگر عام رواج و دستور سے زائد ہوگا تو گاڑی والے کی منظوری شرط ہے، بلا اس کی اطلاع و اجازت کے لے جانا جائز نہیں۔

شفعہ کا بیان

مسئلہ (۱): جس وقت شفیع کو خبر بیع کی پہنچی اگر فوراً منہ سے نہ کہا کہ میں شفعہ لوں گا، تو شفعہ باطل ہو جائے گا، پھر اس شخص کو دعویٰ کرنا جائز نہیں، حتیٰ کہ اگر شفیع کے پاس خط پہنچا اور اس کے شروع میں یہ خبر لکھی ہے کہ فلاں مکان فروخت ہوا اور اس

وقت اس نے زبان سے نہ کہا: میں شفعہ لوں گا، یہاں تک کہ تمام خط پڑھ گیا اور پھر کہا کہ میں شفعہ لوں گا تو اس کا شفعہ باطل ہو گیا۔

مسئلہ (۲): شفیع نے کہا کہ اگر مجھ کو اتنا روپیہ دے دو تو اپنے حق شفعہ سے دست بردار ہو جاؤں، تو اس صورت میں چوں کہ اپنا حق ساقط کرنے پر رضامند ہو گیا، اس لئے شفعہ تو ساقط ہوا لیکن چوں کہ یہ رشوت ہے اس لئے یہ روپیہ لینا حرام ہے۔

مسئلہ (۳): اگر ہنوز حاکم نے شفعہ نہیں دلایا تھا کہ شفیع مر گیا، اس کے وارثوں کو شفعہ نہ پہنچے گا، اور اگر خریدار مر گیا تو شفعہ باقی رہے گا۔

مسئلہ (۴): شفیع کو خبر پہنچی کہ اس قدر قیمت کو مکان بکا ہے، اس نے دست برداری کی، پھر معلوم ہوا کہ کم قیمت بکا ہے، اس وقت شفعہ لے سکتا ہے، اسی طرح پہلے سنا تھا کہ فلاں شخص خریدار ہے، پھر سنا کہ نہیں بلکہ دوسرا خریدار ہے، یا پہلے سنا تھا کہ نصف بکا ہے، پھر معلوم ہوا کہ پورا بکا ہے، تو ان صورتوں میں پہلے دست برداری سے شفعہ باطل نہ ہو گا۔

مزارعت یعنی کھیتی کی بٹائی اور مساقاۃ یعنی پھل کی بٹائی کا بیان

مسئلہ (۱): ایک شخص نے خالی زمین کسی کو دے کر کہا: تم اس میں کھیتی کرو، جو پیدا ہو گا اس کو فلاں نسبت سے تقسیم کر لیں گے۔ یہ مزارعت ہے اور جائز ہے۔

مسئلہ (۲): ایک شخص نے باغ لگایا اور دوسرے سے کہا کہ تم اس باغ کو سینچو، خدمات کرو، جو پھل آوے گا خواہ ایک دو سال یا دس سال تک، نصفا نصف یا تین تہائی تقسیم کر لیا جائے گا۔ یہ مساقاۃ ہے اور یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ (۳): اس معاملے کی درستی کے لئے اتنی شرطیں ہیں۔

۱۔ زمین کا قابل زراعت ہونا۔ ۲۔ زمین دار و کسان کا عاقل و بالغ ہونا۔

۳۔ مدتِ زراعت کا بیان۔ ۴۔ بیج کا بیان کر دینا کہ زمین دار کا ہو گا یا کسان کا۔

۵۔ جنس کاشت کا بیان کر دینا کہ مثلاً گیہوں ہوں گے یا جو۔

۶۔ کسان کے حصے کا ذکر ہو جانا کہ کل پیداوار میں کس قدر ہو گا۔

۷۔ زمین کو خالی کر کے کسان کے حوالے کرنا۔

۸۔ زمین کی پیداوار میں کسان اور مالک کا شریک رہنا۔

۹۔ زمین اور تخم ایک شخص کا ہونا اور بیل اور محنت وغیرہ امور دوسرے کے ہونے یا ایک کی فقط زمین ہو اور باقی چیزیں دوسرے کے متعلق ہوں۔

مسئلہ (۴): اگر ان شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو مزارعت فاسد ہو جائیگی۔

مسئلہ (۵): مزارعت فاسدہ میں سب پیداوار بیج والے کی ہوگی اور دوسرے شخص کو اگر وہ زمین والا ہے تو زمین کا کرایہ موافق دستور کے ملے گا، اور اگر وہ کاشت کار ہے تو مزدوری موافق دستور کے ملے گی، مگر یہ مزدوری اور کرایہ اس قدر سے زیادہ نہ دیا جائے گا جو آپس میں دونوں کے ٹھہر چکا تھا، یعنی اگر نصف پر مزارعت ٹھہری تھی تو کل پیداوار کے نصف سے زیادہ نہ دیا جائے گا۔

مسئلہ (۶): بعد معاملہ مزارعت کے اگر دونوں میں سے کوئی شرط کے بموجب کام کرنے سے انکار کرے تو اس سے بزور کام لیا جاوے گا لیکن اگر بیج والا انکار کرے تو اس پر زبردستی نہ کی جاوے۔.... **مسئلہ (۷):** اگر دونوں عقد کرنے والوں میں سے کوئی مر جاوے تو مزارعت بالکل باطل ہو جاوے گی۔

مسئلہ (۸): اگر مدتِ معینہ مزارعت کی گزر جاوے اور کھیتی پکی نہ ہو تو کسان کو زمین کی اجرت اس جگہ کے دستور کے موافق دینی ہوگی ان زائد ایام کے عوض میں۔

مسئلہ (۹): بعض جگہ دستور ہے کہ بٹائی کی زمین میں جو غلہ پیدا ہوتا ہے اس کو حسب معاہدہ باہم تقسیم کر لیتے ہیں اور جو اجناس چری وغیرہ پیدا ہوتی ہے اس کو تقسیم نہیں کرتے بلکہ بیگھوں کے حساب سے کاشت کار سے نقد لگان وصول کرتے ہیں، سو ظاہراً بوجہ اس کے کہ یہ شرط خلافِ مزارعت ہے ناجائز معلوم ہوتی ہے مگر اس تاویل سے کہ اس قسم کے اجناس کو پہلے ہی سے خارج از مزارعت کہا جاوے اور باعتبار عرف کے معاملہ سابقہ میں یوں تفصیل کی جاوے کہ دونوں کی مراد یہ تھی کہ فلاں اجناس میں

عقدِ مزارعت کرتے ہیں اور فلاں اجناس میں زمین بطور اجارہ دی جاتی ہے تو اس طرح جائز ہوسکتا ہے، مگر اس میں جانبین کی رضامندی شرط ہے۔

مسئلہ (۱۰): بعض زمین داروں کی عادت ہے کہ علاوہ اپنے حصہ بٹائی کے کاشت کار کے حصے میں سے کچھ اور حقوق ملازموں اور کمینوں کے بھی نکالتے ہیں، سو اگر بالقطع ٹھہرالیا کہ ہم دو من یا چار من ان حقوق کالیں گے تو یہ ناجائز ہے اور اگر اس طرح ٹھہرایا کہ ایک من میں ایک سیر مثلاً: تو یہ درست ہے۔

مسئلہ (۱۱): بعض لوگ اس کا تصفیہ نہیں کرتے کہ کیا بویا جاوے گا؟ پھر بعد میں تکرار قضیہ ہوتا ہے، یہ جائز نہیں ہے، یا تو اس تخم کا نام تصریحاً لے لے یا عام اجازت دے دے کہ جو چاہے سو بونا۔

مسئلہ (۱۲): بعض جگہ رسم ہے کہ کاشت کار زمین میں تخم پاشی کر کے دوسرے لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے، اور یہ شرط ٹھہرتی ہے کہ تم اس میں محنت و خدمت کرو، جو کچھ حاصل ہوگا ایک تہائی مثلاً محنتیوں کا ہوگا، سو یہ بھی مزارعت ہے جس جگہ زمین دارِ اصلی اس معاملے کو نہ روکتا ہو وہاں جائز ہے، ورنہ جائز نہیں۔

مسئلہ (۱۳): اس اوپر کی صورت میں بھی مثلِ صورت سابقہ عرفاً تفصیل ہے، بعض اجناس تو ان عاملوں کو بانٹ دیتے ہیں، اور بعض میں فی بیگھہ کچھ نقد دیتے ہیں؛ پس اس میں بھی ظاہراً وہی شبہ عدم جواز کا اور وہی تاویل جواز کی جاری ہے۔

مسئلہ (۱۴): اجارہ یا مزارعت میں بارہ سال یا کم و بیش مدت تک زمین سے منتفع ہو کر موروثیت کا دعویٰ کرنا جیسا کہ اس وقت رواج ہے، محض باطل اور حرام اور ظلم و غصب ہے، بدون طیبِ خاطر مالک کے ہرگز اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں، اگر ایسا کیا تو اس کی پیداوار بھی خبیث ہے اور کھانا اس کا حرام ہے۔

مسئلہ (۱۵): مساقاۃ کا حال سب باتوں میں مثل مزارعت کے ہے۔

مسئلہ (۱۶): اگر پھل لگے ہوئے درخت پرورش کو دے اور پھل ایسے ہوں کہ

پانی دینے اور محنت کرنے سے بڑھتے ہوں تو درست ہے، اور ان کا بڑھنا پورا ہو چکا ہو تو مساقات درست نہ ہوگی، جیسے مزارعت کہ کھیتی تیار ہونے کے بعد درست نہیں۔

مسئلہ (۱۷): اور عقدِ مساقاۃ جب فاسد ہو جائے تو پھل درخت والے کے ہونگے اور کام کرنیوالے کو معمول کے مطابق مزدوری ملے گی، جس طرح مزارعت میں بیان ہوا۔

بعض متفرق حرام وحلال چیزوں کا بیان

مسئلہ (۱): چاندی، سونے کے برتن میں کھانا پینا یا چاندی سونے کے چمچے سے کھانا یا سونے کی سلائی یا سرمہ دانی سے سرمہ لگانا یا ان کی سلائی سے عطر لگانا یا ان کے خاصدان میں پان رکھنا یا چاندی سونے کی گھڑی کا استعمال کرنا یا آئینہ جس کا گھیرا چاندی سونے کا ہو استعمال کرنا یا گھڑی میں چاندی سونے کی زنجیر لگانا، یہ سب حرام ہے۔

مسئلہ (۲): جس چیز میں چاندی سونے کی میخیں یا پتر جڑے ہوں، اگر اس جگہ کو بچا کر وہ چیز استعمال میں لائے تو درست ہے۔

مسئلہ (۳): اگر مجلسِ دعوت میں کوئی امر خلافِ شرع ہو، سو اگر وہاں جانے کے قبل معلوم ہو جاوے تو دعوت قبول نہ کرے۔ البتہ اگر قوی امید ہو کہ میرے جانے سے بوجہ میری شرم ولحاظ کے وہ امر موقوف ہو جائے گا تو جانا بہتر ہے اور اگر معلوم نہ تھا اور چلا گیا اور وہاں جا کر دیکھا، سو اگر یہ شخص مقتدائے دین ہے تب تو لوٹ آوے اور اگر مقتدا نہیں عوام الناس ہے، سو اگر کھانے کے موقع پر وہ امر خلافِ شرع ہے تو وہاں نہ بیٹھے، اور اگر دوسرے موقع پر ہے تو خیر بہ مجبوری بیٹھ جائے اور بہتر ہے کہ صاحب مکان کو فہمائش کرے، اور اگر اس قدر ہمت نہ ہو تو صبر کرے اور دل سے اسے برا سمجھے۔

مسئلہ (۴): مردوں کو ریشمی کپڑے پہننا حرام ہے، اسی طرح لڑکوں کو پہنانا، البتہ چار انگل چوڑی سنجاف ریشمی جائز ہے، اس سے زیادہ ناجائز ہے۔ اسی طرح اگر پھول بوٹے، پان وغیرہ ریشم کے بنے ہوئے ہوں مگر کوئی پھول بوٹا چار انگشت سے زیادہ نہ ہو تو

جائز، اور کلابتوں کا حکم بھی یہی ہے کہ چار انگشت تک اجازت ہے زیادہ ممنوع ہے۔

مسئلہ (۵): مخمل یعنی جس کپڑے پر ریشم کا رُوان جمایا ہو مثل ریشم کے سب احکام مذکور میں ہے...... **مسئلہ (۶)**: اگر تانا سوت ہو اور بانا ریشم تو درست نہیں اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا سوت ہو تو اس کا پہننا درست ہے۔

مسئلہ (۷): چاندی، سونے کے بوتام یعنی بٹن اور گھنڈی لگانا جائز ہے۔

مسئلہ (۸): مردوں کو انگوٹھی بجز چاندی کے جس کی مقدار وزن چار ماشہ سے کم ہو، درست نہیں اور عورتوں کو سونے کی بھی جائز ہے۔ اسی طرح عورتوں کے لئے گلٹ وغیرہ کا زیور جائز ہے۔

مسئلہ (۹): بعض جگہ ایسا برا رواج ہے کہ عورت سے عورت بالکل پردہ نہیں کرتی، برہنہ ہو کر کمر وغیرہ ملوا لیتی ہے یہ حرام ہے۔ البتہ اگر ناف سے گھٹنے تک کپڑا لپٹا ہو تو اس حالت میں عورت کو عورت کا بدن دیکھنا جائز ہے۔

مسئلہ (۱۰): کافر اور فاسق عورت سے بھی عورت کو مثل اجنبی کے پردہ کرنا واجب ہے، یعنی بجز چہرہ اور دونوں ہاتھ گٹے تک اور دونوں پاؤں ٹخنے کے نیچے تک، باقی بدن سر و بازو وغیرہ کھولنا اس کے رُوبہ رُو نا جائز ہے۔

مسئلہ (۱۱): بعض عورتیں اپنی خالہ زاد یا پھوپھی زاد یا ماموں زاد بھائی یا بہنوئی یا دیور وغیرہ کے روبرو سر کھلے یا چھوٹی آستین پہنے ہوئے یا باریک کپڑے پہنے یا عطر و خوش بو لباس یا سرمہ میں بسائے ہوئے آجاتی ہیں، یہ بالکل حرام ہے۔

مسئلہ (۱۲): زید کا قرض بذمہ عمرو واجب ہے، اور وہ اس کو حرام آمدنی سے ادا کرنا چاہتا ہے اور زید کو معلوم ہے، تو اس کے لئے حلال نہ ہوگا، اسی طرح حرام آمدنی والے کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرنا اور اسی آمدنی سے قیمت لینا یا ایسے شخص کا کوئی کام کر کے ایسی آمدنی سے اجرت لینا، ان سب کا یہی حکم ہے۔

مسئلہ (۱۳): غلہ خرید کر بھر کر رکھنا اور باوجود مخلوق کو تکلیف پہنچنے کے نہ بیچنا

اور زیادہ گرانی کا منتظر رہنا حرام ہے۔

مسئلہ (۱۴): اس زمانے میں بعض لوگوں نے پیرزادگی کو بھی ایک پیشہ بنالیا ہے، کچھ مصنوعی تعویذ گنڈے یاد کر لئے، دو چار شعبدے سیکھ لئے، ٹھگنے کو پیری مریدی بھی شروع کر دی، مریدوں سے فصلانہ اور دوسرے شخصوں سے بذریعہ مکر و فریب کے متفرق آمدنی حاصل کرتے ہیں، یہ پیشہ بدترین سب پیشوں کا ہے۔

البتہ اگر تعویذ و نقش موافق شرع کے ہو اور کوئی دھوکا بازی نہ کی جائے تو اس پر اجرت لینا جائز ہے اور اگر کسی شیخ کامل نے پیری مریدی کی اجازت دی ہو تو بغرض ارشاد و ہدایت کے بیعت لینا بھی درست ہے اور جو خلوص سے کچھ دے قبول کرنا بھی درست ہے مگر دنیا کے کمانے کے لئے یہ بھی نادرست ہے۔

پانی کے احکام

مسئلہ (۱): جس شخص کی مملوک زمین میں کنواں یا چشمہ یا حوض یا نہر ہو وہ دوسرے لوگوں کو پانی پینے سے، جانوروں کو پانی پلانے، یا وضو یا غسل و پارچہ شوئی کے لئے پانی لینے سے، یا دس پانچ گھڑے بھر کر اپنے گھر کے ایک آدھ درخت یا کیاری میں پانی دینے سے منع نہیں کر سکتا، کیوں کہ اس میں سب کا حق ہے، اور اگر اپنی زمین میں آنے سے روکنا چاہے تو دیکھا جائے گا کہ پانی لینے والے کا کام دوسری جگہ سے بآسانی چل سکتا ہے۔ مثلاً: کوئی دوسرا کنواں وغیرہ قریب ہے یا اس کا کام بند ہو جائے گا اور تکلیف ہوگی؟ تو اگر اس کی کارروائی دوسری جگہ سے ہو سکے تو خیر، ورنہ اس کو جس قدر پانی کی حاجت ہے تم خود نکال کر یا نکلوا کر اس کو حوالے کر دو۔ البتہ اپنے کھیت یا باغ کو پانی دینا بدون اس شخص کی اجازت کے دوسرے لوگوں کو جائز نہیں، اس سے ممانعت کر سکتا ہے، یہی حکم ہے خودرو گھاس کا، اور جس قدر نباتات بے تنا ہیں سب گھاس کے حکم میں ہیں، البتہ تنا دار درخت زمین والے کا مملوک ہے۔

مسئلہ (۲): اگر ایک شخص دوسرے کے کنویں یا نہر سے کھیت کو پانی دینا چاہے اور وہ اس سے کچھ قیمت لے تو جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ مشائخ بلخ نے فتویٰ جواز کا دیا ہے۔

مسئلہ (۳): جو پانی برتن یا مشک میں بھر لیا جائے اس میں دوسرے شخص کا کوئی استحقاق نہیں۔ البتہ اگر پیاس سے بے قرار ہو جاوے تو زبردستی بھی چھین لینا جائز ہے جب کہ پانی والے کی حاجت سے زائد موجود ہو اور یہ قیمت بھی نہ دیتا ہو۔

نشہ دار چیزوں کا بیان

مسئلہ (۱): جو چیز پتلی، بہنے والی، نشہ دار ہو خواہ شراب ہو یا تاڑی یا اور کچھ اور اس کے زیادہ پینے سے نشہ ہو جاتا ہو، اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے، اگر چہ اس قلیل مقدار سے نشہ نہ ہو، اسی طرح دوا میں استعمال کرنا خواہ پینے میں یا لیپ کرنے میں بھی ممنوع ہے، خواہ وہ نشہ دار چیز اپنی اصل ہیئت پر رہے، خواہ کسی تصرف سے دوسری شکل ہو جاوے، ہر حال میں ممنوع ہے۔ یہاں سے انگریزی دواؤں کا حال معلوم ہو گیا، جن میں اکثر اس قسم کی چیزیں ملائی جاتی ہیں۔

مسئلہ (۲): اور جو چیز نشہ دار ہو مگر پتلی نہ ہو بلکہ اصل سے منجمد ہو، جیسے تمباکو، جائفل، افیون وغیرہ، اس کا حکم یہ ہے کہ جو مقدار بالفعل نشہ یا اس سے ضررِ شدید ہو تو وہ حرام ہے اور جو مقدار نشہ نہ لائے، نہ اس سے کوئی ضرر پہنچے وہ جائز ہے۔ اور اگر ضماد وغیرہ میں استعمال کیا جائے تو کچھ بھی مضائقہ نہیں۔

رہن کا بیان

مسئلہ (۱): مرہون چیز سے مرتہن کا منتفع ہونا اگر چہ باجازتِ راہن ہو جیسا کہ آج کل رواج ہے، حلال نہیں۔ اس کا پورا بیان مسائل سود میں گزر چکا ہے۔

مسئلہ (۲): اگر زید نے عمرو سے کوئی زیور یا برتن وغیرہ عاریت لے کر رہن

کردیا اور عمرو اپنی ضرورت سے مرتہن کو روپیہ دے کر وہ شے چھڑالایا تو عمرو اس روپے کا مطالبہ زید سے کرسکتا ہے۔

مسئلہ (۳): بعضے لوگ حق مرتہنی کو بیع کر دیتے ہیں، یہ بالکل باطل ہے، اول تو حق مرتہنی کوئی قابل بیع چیز نہیں، دوسرے مرتہن کو کوئی تصرف کرنا مرہون میں جائز نہیں۔ البتہ اگر راہن رضامند ہو تو اس کی یہ صورت ہے کہ مرتہن ثانی بقدر زرِ رہن کے راہن کو قرض دے دے اور وہ مرتہن اول کو یہ روپیہ دے کر اپنا رہن چھڑالے اور پھر اس کو مرتہن ثانی کے پاس بعوض اس کے قرضے کے رہن رکھ دے۔

وصیت اور میراث کے احکام

مسئلہ (۱): تجہیز و تکفین بطریق متوسط وادائے دیون سے جس میں مہر بھی داخل ہے، جو بچے اس کی تہائی تک وصیت جائز ہے، زائد میں باطل ہے۔ البتہ بالغ ورثا صرف اپنے حصے میں زائد کی اجازت دے سکتے ہیں، اور نابالغ کے حصے میں نہ تو بالغوں کو حق اجازت ہے اور نہ خود نابالغ کی اجازت معتبر ہے۔

مسئلہ (۲): اسی طرح جس شخص کو کچھ میراث ملے گی اس کو کچھ زائد دینے کے لئے وصیت کرنا باطل ہے، اور بالغ ورثا کی اجازت اپنے حصے میں یہاں بھی درست ہے۔

مسئلہ (۳): وصیت کر کے اس سے رجوع کر لینا اور انکو منسوخ کر دینا جائز ہے۔

مسئلہ (۴): مرض الموت یعنی جس محلے یا شہر میں طاعون پھیل رہا ہو اس جگہ تندرست آدمی کا حکم بھی مثل مریض مرض الموت کے ہوگا، یعنی وہ شخص جو ہبہ وغیرہ کے قبیل پر کرے گا، وہ ثلث سے زائد میں جائز نہ ہوگا، اسی طرح وارث کے لئے جائز نہ ہوگا۔ بیماری میں یہ شخص جاں بر نہ ہو اور جاں بر ہونے کی ظاہراً امید بھی نہ ہو، ہبہ کرنا یا قرض معاف کرنا یا بہت ارزاں قیمت پر کوئی چیز فروخت کر ڈالنا یہ سب وصیت ہے، نہ ثلث سے زائد میں جائز ہے اور نہ وارث کے لئے جائز۔ اس سے معلوم ہوا کہ اکثر

عورتیں مرنے کے وقت جو خاوند کو مہر معاف کردیتی ہیں بالکل لغو ہے۔ البتہ اس عورت کے بالغ وارث اگر جائز رکھیں تو ان کے حصے میں معافی ہوجائے گی۔

مسئلہ (۵): بعد تقدیم مصارفِ تکفین وادائے قرض وانفاذِ وصیت جو مال بچے وہ سب ورثا کا حق مشترک ہے، خواہ کپڑا ہو یا برتن یا کتابیں یا اثاث البیت یا روپیہ یا جائیداد، سب مشترک ہے، ایک شخص کو اس میں تصرف کرنا خواہ اپنے قبضے واستعمال میں لاکر، خواہ دوسرے کو ثواب کے لئے یا دنیا کی مصلحت کے لئے دے کر، بالکل ناجائز ہے۔ اگر ایسا کیا گیا جس طرح ہندوستان میں عام رواج ہے کہ بعد میت کے جو سر پرست خاندان ہوتا ہے وہ کچھ ایصال ثواب کے نام سے کچھ فضول رسموں میں اس ترکہ سے صرف کرتا ہے، سو ایسا کرنے سے اس شخص کو اپنے حصے میں تمام روپیہ بھرنا پڑے گا۔ البتہ بالغ ورثا کے اتفاق سے جو صرف ہو وہ ان سب کے حصے پر پڑے گا، اور جن کی صاف اجازت نہیں یا جو نابالغ ہیں ان کا حصہ تقسیم میں پورا دینا پڑے گا۔

شرکت کا بیان

شرکت دو طرح کی ہے۔ ایک شرکتِ املاک کہلاتی ہے، جیسے ایک شخص مرگیا اور اس کے ترکے میں چند وارث شریک ہیں یا روپیہ ملا کر دو شخصوں نے ایک چیز خریدی یا ایک شخص نے دو شخصوں کو ہبہ کردی۔ اس کا حکم یہ ہے کہ کسی کو کوئی تصرف بلا اجازت دوسرے شریک کے جائز نہیں۔ دوسری شرکتِ عقود ہے، یعنی دو شخصوں نے باہم معاہدہ کیا کہ ہم تم شرکت میں تجارت کریں گے، اس شرکت کے احکام واقسام یہ ہیں۔

مسئلہ (۱): اس قسم کی ایک شرکتِ عنان ہے، یعنی دو شخصوں نے تھوڑا تھوڑا روپیہ بہم پہنچا کر اتفاق کیا کہ اس کا کپڑا یا غلہ یا اور کچھ خرید کر تجارت کریں، اس میں شرط ہے کہ رأس المال نقد ہو خواہ روپیہ یا اشرفی یا پیسے، سو اگر دونوں آدمی کچھ اسباب غیر نقد شامل کرکے شرکت سے تجارت کرنا چاہیں یہ شرکت صحیح نہ ہوگی۔

مسئلہ (۲): شرکتِ عنان میں جائز ہے کہ ایک کا مال زیادہ ہو، ایک کا کم، اور نفع کی شرکت باہمی رضامندی پر ہے، یعنی اگر یہ شرط ٹھہری کہ مال تو کم وزیادہ ہے مگر نفع برابر تقسیم ہوگا یا مال برابر ہے مگر نفع تین تہائی ہوگا تو بھی جائز ہے۔

مسئلہ (۳): اس شرکتِ عنان میں ہر شریک کو مالِ شرکت میں ہر قسم کا تصرف متعلق تجارت کے جائز ہے، بشرطیکہ خلافِ معاہدہ نہ ہو، لیکن ایک شریک کا قرض دوسرے سے نہ مانگا جائے گا۔

مسئلہ (۴): اگر بعد قرار پانے اس شرکت کے کوئی چیز خریدی نہیں گئی اور تمام مالِ شرکت یا ایک شخص کا مال تلف ہوگیا تو شرکت باطل ہوجائے گی اور اگر ایک شخص بھی کچھ خرید کر چکا ہے اور دوسرے کا مال ہلاک ہوگیا تو شرکت باطل نہ ہوگی، مال خرید دونوں کا ہوگا اور جس قدر اس مال میں دونوں شریک کا حصہ ہے اس حصے کے موافق زرِ ثمن اس دوسرے شریک سے وصول کرلیا جائے گا۔ مثلاً ایک شخص کے دس روپے تھے اور دوسرے کے پانچ، دس روپے والے نے مال خرید لیا تھا اور پانچ روپے والے کے روپے ضائع ہوگئے، سو پانچ روپے والا اس مال میں ثلث کا شریک ہے اور دس روپے والا اس سے دس روپے کا ثلث نقد واپس کرے گا، یعنی تین روپے پانچ آنے چار پائی، اور آئندہ یہ مال شرکت پر فروخت ہوگا۔

مسئلہ (۵): اس شرکت میں دونوں شخصوں کو مال کا مخلوط کرنا ضروری نہیں، صرف زبانی ایجاب وقبول سے یہ شرکت منعقد ہوجاتی ہے۔

مسئلہ (۶): نفع نسبت سے مقرر ہونا چاہئے، یعنی آدھا آدھا یا تین تہائی، مثلاً: اگر یوں ٹھہرا کہ ایک شخص کو سو روپے ملیں گے باقی دوسرے کو، یہ جائز نہیں۔

مسئلہ (۷): ایک قسم شرکت کی شرکتِ صنائع کہلاتی ہے اور اسے شرکت تقبل بھی کہتے ہیں، جیسے دو درزی یا دو رنگ ریز باہم معاہدہ کرلیں کہ جو کام جس کے پاس آوے اس کو قبول کرلے اور جو مزدوری ملے وہ آپس میں آدھوں آدھ یا تین تہائی یا

چوتھائی کے حساب سے بانٹ لیں، یہ جائز ہے۔

مسئلہ (۸): جو کام ایک نے لے لیا دونوں پر لازم ہو گیا مثلاً: ایک شریک نے ایک کپڑا سینے کے لئے لے لیا تو صاحب فرمائش جس طرح اس پر تقاضا کر سکتا ہے، دوسرے شریک سے بھی سلوا سکتا ہے۔ اسی طرح جیسے یہ کپڑا سینے والا مزدوری مانگ سکتا ہے، دوسرا بھی مزدوری لے سکتا ہے اور جس طرح اصل کو مزدوری دینے سے مالک سبک دوش ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر دوسرے شریک کو دے دی تو بھی بری الذمہ ہو سکتا ہے۔

مسئلہ (۹): ایک قسم شرکت کی شرکتِ وجوہ ہے، یعنی نہ ان کے پاس مال ہے، نہ کوئی ہنر و پیشہ ہے، صرف باہمی یہ قرار دیا کہ دکان داروں سے ادھار مال لے کر بیچا کریں، اس شرکت میں بھی ہر شریک ایک دوسرے کا وکیل ہوگا، اور اس شرکت میں جس نسبت سے شرکت ہوگی اسی نسبت سے نفع کا استحقاق ہوگا۔ یعنی اگر خریدی ہوئی چیزوں کو بالنصف مشترک قرار دیا گیا تو نفع بھی نصفا نصف تقسیم ہوگا، اور اگر مال کو تین تہائی ٹھہرایا گیا تو نفع بھی تین تہائی تقسیم ہوگا۔

بالوں کے متعلق احکام

مسئلہ (۱): پورے سر پر بال رکھنا نرمۂ گوش تک یا کسی قدر اس سے نیچے یا پورا سر منڈوا دینا سنت ہے، اور کترانا بھی درست ہے مگر سب کترانا اور آگے کی طرف کسی قدر بڑے رکھنا جو کہ آج کل کا فیشن ہے، جائز نہیں اور کچھ حصہ منڈوانا، کچھ رہنے دینا درست نہیں۔ اسی سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ آج کل بابری رکھنے یا چندیا کھلانی یا اگلے حصہ سر کے بال بغرض گولائی بنوانے کا جو دستور ہے، درست نہیں۔

مسئلہ (۲) اگر بال بہت بڑھا لئے تو عورت کی طرح جوڑا باندھنا درست نہیں۔

مسئلہ (۳): عورت کو سر منڈانا، بال کترانا حرام ہے، حدیث میں لعنت آئی ہے۔

مسئلہ (۴): لبوں کا کترانا اس قدر کہ لب کے برابر ہو جائے سنت ہے اور

منڈانے میں اختلاف ہے، بعضے بدعت کہتے ہیں، بعضے اجازت دیتے ہیں، لہٰذا نہ منڈانے میں احتیاط ہے۔.......... **مسئلہ (۵)**: مونچھ دونوں طرف دراز رہنے دینا درست ہے بشرطیکہ لبیں دراز نہ ہوں۔

مسئلہ (۶): داڑھی منڈانا، کترانا حرام ہے، البتہ ایک مشت سے جو زائد ہو اس کا کترا دینا درست ہے، اسی طرح چاروں طرف سے تھوڑا تھوڑا لے لینا کہ سڈول اور برابر ہو جاوے درست ہے۔

مسئلہ (۷): رخسارہ کی طرف جو بال بڑھ جاویں ان کو برابر کر دینا یعنی خط بنوانا درست ہے، اسی طرح اگر دونوں ابرو کسی قدر لی جائیں تو درست ہے۔

مسئلہ (۸): حلق کے بال منڈانا نہ چاہئے، مگر ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ (۹): ریش بچہ کے جانبین لب زیریں بال منڈانے کو فقہاء نے بدعت لکھا ہے، اس لئے نہ چاہئے، اسی طرح گدی کے بال بنوانے کو بھی فقہاء نے بدعت لکھا ہے۔

مسئلہ (۱۰): بغرض زینت سفید بال چننا ممنوع ہے، البتہ مجاہد کو دشمن پر رعب وہیبت ڈالنے کے لئے دور کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ (۱۱): ناک کے بال اکھیڑنا نہ چاہئے، قینچی سے کتر ڈالنا چاہئے۔

مسئلہ (۱۲): سینہ اور پشت کے بال کا بنانا جائز ہے، مگر خلاف ادب اور غیر اولیٰ ہے۔

مسئلہ (۱۳): موئے بغل میں اولیٰ تو یہ ہے کہ مونچنے وغیرہ سے دور کئے جائیں اور استرے سے مونڈنا بھی جائز ہے۔

مسئلہ (۱۴): موئے زیر ناف میں مرد کے لئے استرے سے دور کرنا بہتر ہے، مونڈتے وقت ابتدا ناف کے نیچے سے کرے، اور ہڑتال وغیرہ کوئی دوا لگا کر زائل کرنا بھی درست ہے۔ اور عورت کے لئے موافق سنت کے یہ ہے کہ چٹکی یا چمٹی سے دور کرے استرہ نہ لگائے۔

مسئلہ (۱۵): اس کے علاوہ اور تمام بدن کے بالوں کو مونڈنا اور رکھنا دونوں درست ہیں۔............ **مسئلہ** (۱۶): ہاتھ، پیر کے ناخن دور کرنا بھی سنت ہے البتہ مجاہد کے لئے دار الحرب میں ناخن اور مونچھ نہ کٹانا چاہئے۔

مسئلہ (۱۷): ہاتھ کے ناخن اس ترتیب سے کترانا بہتر ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرے اور چھنگلیا تک بالترتیب کترا کر بائیں چھنگلیا سے بالترتیب کٹاوے اور دائیں انگوٹھے پر ختم کرے اور پیر کی انگلیوں میں دائیں چھنگلیا سے شروع کرکے بائیں چھنگلیا پر ختم کرے، یہ ترتیب بہتر ہے اور اولیٰ ہے، اس کے خلاف بھی درست ہے۔

مسئلہ (۱۸): کٹے ہوئے ناخن اور بال دفن کر دینا چاہئے، اگر دفن نہ کرے تو کسی محفوظ جگہ ڈال دے، یہ بھی جائز ہے مگر نجس گندی جگہ نہ ڈالے، اس سے بیمار ہوجانے کا اندیشہ ہے۔............ **مسئلہ** (۱۹): ناخن کا دانت سے کاٹنا مکروہ ہے، اس سے برص کی بیماری ہوجاتی ہے۔....... **مسئلہ** (۲۰): حالت جنابت میں بال بنانا، ناخن کاٹنا، موئے زیرِ ناف دور کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ (۲۱): ہر ہفتے میں ایک مرتبہ موئے زیر ناف، موئے بغل، لبیں، ناخن وغیرہ دور کرنا، نہا دھو کر صاف ستھرا ہونا افضل ہے اور سب سے بہتر جمعہ کا دن ہے کہ قبل نماز جمعہ فراغت کر کے نماز کو جائے، ہر ہفتے نہ ہو تو پندرہویں دن سہی، انتہا درجہ چالیس دن، اس کے بعد رخصت نہیں، اگر چالیس دن گزر گئے اور امورِ مذکورہ سے صفائی حاصل نہ کی تو گناہ گار ہوگا۔

خیر خواہانہ تنبیہ

رسالۂ ہٰذا کے خطبے میں تصحیح معاملات کا اہم اجزائے دین سے ہونا اور اس میں کم توجہی کا گلہ عرض کیا گیا ہے، آخر میں اس تصحیح معاملات کے اعظم ثمرہ کہ اکلِ حلال ہے جتلانا اور غذائے حلال کے برکات اور غذائے حرام کے ظلمات کا جتانا مناسب معلوم

ہوا، اس لئے پانچ احادیث نبویہ کا خلاصہ، ترجمہ اور سات شعر مثنوی معنوی اور پندرہ شعر نان وحلوا کا خلاصہ جو اس مضمون کی شہادت دیتے ہیں، حوالۂ قلم ہوتے ہیں تاکہ ناظرین کو عبرت وتوجہ ہو اور غفلت مبدل بہ تنبیہ۔

مسند احمد اور شعب الایمان بیہقی اور سنن دیلمی میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ارشادات روایت کئے گئے ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ کسب حلال بھی نماز، روزہ، فرائض کے بعد فرض ہے، اور کسب حلال سے آدمی مستجاب الدعوات ہو جاتا ہے، اور ایک لقمۂ حرام بھی جو منہ تک جاتا ہے اس کے وبال سے چالیس روز تک دعا قبول نہیں ہوتی، اور اگر دس درہم کی پوشاک میں ایک درہم یعنی چار آنے کی بھی مقدار حرام مال ہو تو جب تک وہ لباس بدن پر رہتا ہے، نماز نہیں مقبول ہوتی، اور حرام مال سے نہ صدقہ خیرات قبول ہو، نہ اس سے خرچ کرنے میں برکت ہو، اور جو مرے پیچھے چھوڑ جاوے وہ اس کو دوزخ میں لے جانے کے لئے رہبر ہو جاتا ہے اور جو بدن حرام مال سے پلا ہو وہ جنت میں نہ جاوے گا بلکہ وہ دوزخ ہی کے لائق ہے۔

اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ حلال غذا کے خواص نور، کمال، علم، حکمت، عشق خدا، نیک خیالات، ہمت اور حضورِ قلب ہیں اور حرام غذا کے آثار دین سے دوری، نورِ عرفان کا سلب، غلبۂ نفس، اطاعت میں کم ہمتی اور دین کی بربادی ہے۔

حرام کی ہوس سے بچنے کا علاج قناعت، خوراک ولباس واخراجات میں سادگی اور تکلفات ونمائش کو ترک کرنا ہے۔ لہٰذا لازم ہے کہ وعیدات اور مذکورہ آثار پر نظر کر کے ہر انسان مذکورہ طریقہ کے مطابق اپنا علاج کرے۔

اِعدادُ الجُنَّۃ للتَّوقی عَنِ الشُبہۃ فِی اِعدادِ البِدعۃ والسُنَّۃ

حضرت حکیم الاُمّت مُجدّد المِلّت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العُلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ، راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاُسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مَولانا مُحَمَّد اَشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی کتاب ''ایضاح الحق الصریح'' کی ایک عبارت پر ایک صاحب کو شبہ تھا۔ اس شبہ کے ازالہ کیلئے حضرت رحمہ اللہ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا جس میں سنت و بدعت کی تعریف اور ان کے درمیان فرق کو تفصیل سے واضح فرمایا ہے۔

اِعدادُ الجُنّۃ للتّوقّی عَنِ الشُّبہۃِ فِی اِعدادِ البِدعۃِ والسُّنّۃِ

سوال: حضرت مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ایضاح الحق الصریح کی ایک عبارت نظر سے گزری اس سے ایک شبہ واقع ہوا لہٰذا اصل عبارت نقل کرنیکے بعد شبہ عرض کرتا ہوں ازالہ فرما کر تشفی فرمادی جاوے۔ (عبارت) استحسانات اکثر متاخرین از فقہاء وصوفیہ کہ بنا بر ظن حصول بعضے منافع دینیہ ومصالح شرعیہ بدون تمسک بدلیل از دلائل شرعیہ اصلی از اصول عبادات یا معاملات اختراع می نمایند تحدید اصلی از اُصول دینیہ بحدود خاصہ احداث میکنند یا ترویج امریہ کہ شامل در قرون سابقہ بود برروئے کاری آرند یا احتمال امریہ کہ دراں ازمنہ مروج بود بعمل می آرند مثل نماز معکوس ووجوب تقلید شخص معین از ائمہ مجتہدین ومثل تحدید ذکر کلمہ تہلیل باوضاع مخصوصہ از اعداد وضربات وجلسات وتحدید ماء کثیر بعشر فی العشر وترویج مسائل قیاسیہ وکشفیہ واستغراق بجمیع ہمت خود درآں واخمال ظاہر کتاب وسنت مگر بطریق تبرک وتیمن ہمہ از قبیل بدعت حقیقیہ است وانچہ در مقام عذر آں می گویند ہر چند کہ ایں امر محدث است اما مشتمل بر مصلحت از مصالح دینیہ است یا اصل آں در شرع ثابت است اگرچہ خصوصیت مذکورہ محدث باشد پس مجرد ایں عذر امور مذکورہ را از حد بدعات خارج نمی گردانند الخ (دوسری عبارت) اما تخریجات متاخرین فقہا مثل تحدید ما کثیر بعشر فی

العشر بنابر قیاس برزمین متعلقہ چاہ ومثل حکم بوجوب تقلید مجتہد معین از مجتہدین سابقین و حکم بالتزام بیعت شخصے معین از شیوخ طریقت بنابر قیاس براطاعت امام وقت والتزام بیعت اووامثال آں از تخریجات غیر محصورہ کہ منقول از متاخرین فقہاء وصوفیہ است و کتب فقہ وسلوک بآں مملو ومشحون است واکثر اتباع ایشاں ہمیں تخریجات محدثہ را احکام شریعت واسرار طریقت می انگارند ہمہ از قبیل بدعات است ودلائل ایشاں ہمہ از قبیل لطائف شعریہ ونکات مخلیہ است کہ ہرگز احکام مذکوررا از بدعت خارج نمی گرداند ودر دائرہ شریعت ایمانیہ وطریقہ احسانیہ داخل نمی کنند الخ۔

تقریر شبہ: وجوب تقلید شخصی التزام بیعت شخص معین یا التزام اصلاح از شخص معین تحدید اعداد درودووظائف باوضاع مخصوصہ وغیرہ ایسے امور جن کی نافعیت فی الدین عند المحققین مجرب ہے یہ تو ظاہر ہے کہ یہ امور فی ذاتہا مقاصد میں سے نہیں بلکہ دیگر مقاصد دینیہ ضروریہ کیلئے مقدمات ہیں اور خود فی ذاتہا ایسے دنیاوی محضہ بھی نہیں کہ جن پر ترتب اجر کی توقع نہ ہو اور یہ اُمور بہیأ تہا الکذائیہ زمانہ خیر القرون میں بھی پائے نہ جاتے تھے گو ان کا اطلاق عمومات نصوص کے ماتحت داخل ہے مگر تخصیصات کذائیہ ضرور محدث ہیں تو پھر ان میں اور دیگر بدعات میں جن کا اطلاق نصوص سے ثابت اور ہیئت کذائی محدث کیا فرق ہوگا۔ اگر محض دنیاوی ہیں تو دلائل شرعیہ سے ان کا ثابت کرنا کیوں کر درست ہوگا اور منکرین پر نکیر کرنا شرعاً کس طرح جائز ہوگا۔ الغرض اصل مسئلہ حقیقت اور حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات کا صحیح مطلب یا تحقیقی جواب تحریر فرما کر تشفی فرمادیجاوے۔ اپنی اصلاح کے لئے خصوص دعا کا طالب ہوں۔ والسلام

الجواب: فی ردالمختار سنن الوضوء ان کان مما واظب علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم او الخلفاء الراشدون من بعدہ سنۃ والا

ے صہ ۱۰۰ ج ۱ فی الدرالمختار بحث النیۃ

والتلفظ عند الارادة بها مستحب هو المختار و قيل سنة يعنى احبه السلف او سنة علماء نا اذلم ينقل عن المصطفےٰ ولا الصحابة ولا التابعين بل قيل بدعة فى ردالمحتار قوله قيل سنة عزاه فى التحفة والاختيار الى محمد وصرح فى البدائع بانه لم يذكره محمد فى الصلوٰة بل فى الحج فحملوا الصلوٰة على الحج قوله الخ اشاربه للاعتراض على المصنف بان معنى القولين واحد سمى مستحبا باعتبارانه احبه علماء نا وسنة با عتبار انه طريقة حسنة لهم لا طريقة للنبى صلى الله عليه وآله وسلم كما حرره فى البحر قوله بل قيل بدعة نقله فى الفتح وقال فى الحلية ولعل الاشبه انه بدعة حسنة عند قصد جمع العزيمة لان الانسان قد يغلب عليه تفرق خاطره وقد استفاض ظهور العمل به فى كثير من الاعصار فى عامة الامصار فلا جرم انه ذهب فى المبسوط والهدايه والكافى الى انه ان فعله ليجمع عزيمة قلبه فحسن فيندفع ما قيل انه يكره الخ وفى الدر المختار احكام الامامة و مبتدع اى صاحب بدعة وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لاالمعاندة بل بنوع شبهة فى ردالمحتار قوله اى صاحب بدعة اى محرمة والافقد تكون واجبة كنصب الادلة على اهل الفرق الضالة وتعلم النحو المفهم للكتاب و السنة و مندوبة كاحداث نحو رباط و مدرسة و كل احسان لم يكن فى الصدر الاوّل و مكروهة كزخرفة المساجد و مباحة كالتوسع بلذية الماكل والمشارب والثياب كما فى شرح الجامع الصغير للمناوى عن تهذيب النووى ومثله فى الطريقة المحمدية للبركوى.

ان عبارت سے امور ذیل مستفا ہوئے (اول) سنت کے کئی معنی ہیں منقول عن الرسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کما ذکرہ فی عبارۃ لا طریقۃ النبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم (۲) منقول عن الرسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم او الخلفاء الراشدین کما ذکر فی عبارۃ واظب علیہ الرسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم او الخلفاء الراشدون (۳) منقول عن الرسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم او الصحابۃ او التابعین کما فی عبارۃ اذ لم ینقل عن المصطفیٰ ولا الصحابۃ ولا التابعین (۴) منقول عن العلماء کما فی عبارۃ او سنۃ علماء نافی تفسیر السنۃ وفی عبارۃ انہ طریقۃ حسنۃ لھم ای العلماء اور چونکہ بدعت کے بھی کئی معنی ہوں گے یعنی سنت کے ہر معنی کے مقابل (۱) غیر منقول عن الرسول (۲) غیر منقول عن الرسول و الخلفاء (۳) غیر منقول عن الرسول او الصحابہ او التابعین (۴) غیر منقول عن العلماء اور یہ تعدد محض ظاہری ہے ورنہ حقیقت میں سنت کے معنی ہیں۔ ھی الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین کما ھو مذکور بعد العبارۃ الاولی باسطر اور یہ سب معانی سنت کو شامل ہیں اور بدعت کے معنی ہیں اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا لمعاندۃ بل بنوع شبھۃ یا بعنوان دیگر ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم من علم و عمل او حال الخ کذا فی الدرالمختار و ردالمحتار فی بحث الامامۃ قلت وھذا التلقی عام کان بلا واسطۃ او بواسطۃ الادلۃ الشرعیۃ کما ھو معلوم من القواعد وھذا المعنی الحقیقی البدعۃ مراد فی قولہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ الحدیث ای ادخل فی الدین ما ھو خارج من الدین والثابت

بالادلۃ داخل فی الدین لا خارج منہ.

پس سنت حقیقیہ و بدعت حقیقیہ جمع نہیں ہوسکتیں لیکن بدعۃ صوریہ سنت حقیقیہ کے ساتھ جمع ہوسکتی ہے چنانچہ تلفظ نیۃ الصلوٰۃ کو سنت کہا گیا ہے بعض معانی کے اعتبار سے کہ وہ معنی ایک قسم ہے سنت حقیقیہ کی اور بدعت بھی کہا گیا ہے بعض معانی سنت کے مقابلہ کے اعتبار سے اسی لئے حلیہ کی عبارت مذکورہ میں اس کو بدعت مان کر حسن کہا گیا ہے جو صریح ہے جواز اجتماع بعض اقسام بدعت مع السنۃ الحقیقیہ میں اور یہ اجتماع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول نعمت البدعۃ سے بھی متاید ہوتا ہے جیسا جزئی حقیقی تو کلی کے ساتھ جمع نہیں ہوتی مگر جزئی اضافی کلی کے ساتھ جمع ہوسکتی ہے اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بدعت حسنہ کی جو بعض اکابر نے نفی کی ہے اور مشہور اثبات ہے یہ نزاع لفظی ہے نافی نے اپنی اصطلاح میں بدعت کو حقیقی کے ساتھ خاص کیا ہے اور مثبت نے بدعت کو عام لے لیا ہے اور یہی راز ہے کہ صحابہ کو تو کسی امر کے منقول عن الرسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نہ ہونے سے اُس کے سنت ہونے میں تردد ہوتا تھا اور بعد کے حضرات کہ صحابہ یا تابعین سے منقول نہ ہونے سے تردد ہوتا تھا وھکذا حتی کہ ہمارے لئے وہ چیز بھی سنت ہوگی جو علماء راسخین نے اصول شرع سے سمجھا ہے اس سے بھی تعدد معانی سنت کی تقویت ہوگئی جب یہ مقدمہ ممہد ہو چکا اب مولانا کے کلام کی طرف متوجہ ہوتا ہوں ان دونوں عبارتوں میں جن چیزوں کو بدعت قرار دیا ہے ان کا بالمعنی الاعم بدعت ہونا تو منافی سنت نہیں لیکن بدعت حقیقیہ ہونا اس صورت میں صحیح ہے جب ان کو احکام مقصودہ فی الشرع سمجھا جاوے اس وقت ان پر بدعۃ حقیقیہ کا حکم کرنا صحیح ہوگا چنانچہ دوسری عبارت میں قول اس کا قرینہ ہے۔ ہمیں تخریجات محدثہ را احکام شریعت و اسرار طریقت می انگارند۔ اور عبارت اول کو اسی پر محمول کیا جاوے گا کیونکہ محکوم علیہ دونوں عبارات میں ایک ہی چیز ہیں بتفاوت یسیر لا یعتبرو

لایؤثر فی الحکم. پس مولانا کے کلام کی توجیہ سے فراغت ہوئی لیکن اگر کوئی شخص ان کو احکام مقصودہ فی الشرع نہ سمجھے اور اُن کے بدعت غیر بدعت ہونے کی تحقیق کا طالب ہو تو اُس کے لئے ایک ایک جزئی کی تفصیل کرتا ہوں اسی سے قواعد کلیہ بھی سمجھ میں آجاویں گے جن سے دوسرے امور غیر مذکورہ فی المقام کا بھی حکم معلوم ہو جاوے گا پس معروض ہے نماز معکوس کا دین سے کوئی تعلق نہیں وہ ایک قسم کا مجاہدہ ہے اور مثل معالجات طبیہ کے نفس کی تادیب کے لئے ایک معالجہ ہے اس درجہ میں اُس کو سمجھنا بدعت نہیں البتہ اگر اس سے کوئی بدنی ضرر کا اندیشہ ہو تو معصیت ہے ورنہ مباح مثل دیگر ریاضات بدنیہ کے اور اگر اس کو کوئی قربت سمجھے تو بدعت ہے۔

تقلید شخصی اس کو حکم مقصود بالذات سمجھنا بیشک بدعت ہے لیکن مقصود بالغیر سمجھنا یعنی مقصود بالذات کا مقدمہ سمجھنا یہ بدعت نہیں بلکہ طاعت ہے۔ تحدید کلمہ تہلیل الخ ذکر کو مقصود سمجھنا اور مطلق زیادت عدد کو زیادت اجر کا سبب سمجھنا اور اوضاع وضربات و جلسات کو از قبیل مصالح طبیہ سمجھنا بدعت نہیں اور خود ان کو قربات سمجھنا بدعت ہے۔ تحدید ماء کثیر۔ اس کو مقصود سمجھنا بدعت ہے اور عوام کے انتظام کے لئے بلاشبہ مطلوب بالغیر ہے ترویج مسائل قیاسیہ وکشفیہ واستغراق تجمیع ہمت خود درآں الخ اس میں ظہور مراد کا قرینہ خود اس کے بعد موجود ہے یعنی اخمال کتاب وسنت مگر بطریق تبرک وتیمن اس طریق پر بدعت ہونے میں کیا شبہ ہے لیکن اگر ہر چیز اپنے درجہ میں رہے تو وہ بدعت نہیں اور جو درجہ اعمال میں بدعت ہے اُس میں یہ عذر جو بعد میں مذکور ہے ظاہر ہے کہ نافع ومقبول نہیں جیسا مولانا نے فرمایا۔

حکم بالتزام بیعت

یہ جس پر مبنی کیا گیا ہے اُس اعتبار سے بیشک بدعت وزیادت فی الدین ہے اور اگر دوسری بناء صحیح ہو اور وہ بناء وہ ہے جس کے اعتبار سے طبیب کے اتباع شخصی کا

التزام کیا جاتا ہے اور اسی کے لوازم میں سے اس کا قائل ہونا بھی ہے کہ اس کے التزام کو ترک کر دینا یا دوسرے کے اتباع سے بدل دینا جائز ہے تو اس صورت میں کوئی وجہ نہیں بدعت ہونے کی۔ اس کے بعد تخریجات کی نسبت جو فرمایا ہے محمل اس کا وہی صورت ہے جب حدود سے آگے بڑھا دیا جاوے اعتقاداً یا عملاً آگے ان کے دلائل کے متعلق فرمایا ہے مراد ان سے وہ دلائل ہیں جو اکثر جہلاء کالعلماء نے ان مقاصد پر اختراع کئے ہیں نہ کہ دلائل صحیحہ جو بفضلہٖ تعالیٰ احقر کی تالیفات میں مذکور ہیں اس کے بعد تقریر شبہ میں سوال کیا گیا ہے کہ ان میں اور دیگر بدعات میں کیا فرق ہے اگر اہل بدعت اُن کو حدود سے نہ بڑھاتے تو یہ سوال سب اُمور میں تو نہیں بعض امور میں صحیح تھا لیکن مشاہدہ ہے کہ وہ ان بدعات کو داخل دین بلکہ عبادات منصوصہ سے بدرجہا زیادہ اور مؤکد خواہ اعتقاداً یا عملاً سمجھتے ہیں اور محتاطین سے اس قدر بغض رکھتے ہیں جتنا کفار سے بھی نہیں اور امور مذکورہ بالا کے اختیار کرنے والے ایسے غلو سے منزہ ہیں پس اسی سے دونوں قسم کے اعمال میں فرق ہے **الکلام علی سبیل التنزل فی المقام** جو توجیہ حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی ذکر کی گئی ہے اگر اس کو کوئی قبول نہ کرے تو اخیر جواب یہ ہے کہ مولانا نہ مجتہد تھے نہ اپنے سابق علماء سے فائق تھے۔

اگر ہم مولانا کا ادب تو ملحوظ رکھیں اور ان کے ارشاد کو حجت نہ سمجھیں تو ہمارے کسی التزام کے خلاف نہیں۔ غایت مافی الباب اُن کے اس ارشاد سے یہ مسائل بھی مختلف فیہ ہو جاویں گے جس میں نہ قائل پر ملامت نہ قائل کا اتباع واجب **واللہ اعلم ولقبت هذه العجالة باعداد الجنه للتوقی عن الشبهة فی اعداد البدعة والسنة . کتبت لسابع رمضان ۵۲ هجری.**

❁❁❁

صائبُ الکلام فی حُکمِ مناصِبِ الحرام

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الأسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الأسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی
نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

اس رسالہ میں اس مسئلہ کو واضح کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے منصب اور عہدے پر فائز ہے جس میں اس کو شریعت کے خلاف اُمور بھی انجام دینے پڑتے ہیں تو ایسی صورت میں اسے کیا کرنا چاہیے؟
کیا اس عہدہ کو چھوڑ دینا ضروری ہوگا یا نہیں؟

صائبُ الکلام فی حکمِ مناصبِ الحرام

السوال: ایک مسئلہ بہت سے دریافت کرنا چاہتا تھا اب کے زبانی بھی موقع نہ ملا۔ وہ یہ ہے کہ عدالتی عہدے خواہ تنخواہ دار ہوں مثلاً سب ججی، منصفی، ڈپٹی کلکٹری، تحصیلداری، خواہ بلاتنخواہ مثلاً آنریری مجسٹریٹ غیر مسلم حکومت کے تحت میں قبول کرنے جہاں فیصلے لامحالہ غیر اسلامی قانون کے مطابق کرنا پڑیں گے کہاں تک جائز ہے۔ بظاہر تو صورت، عدم جواز ہی کی معلوم ہوتی ہے لیکن اگر یہ عہدے سرے سے نہ قبول کئے جائیں تو امت اسلامیہ کے دوسرے مصالح فوت ہوتے ہیں جناب کی کسی تحریر میں کوئی قول اس باب میں نہیں دیکھا ورنہ الگ دریافت کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔

الجواب: میں نے اس کے متعلق لکھا تو ہے مگر اس وقت مقام مجھ کو بھی یاد نہیں اس لئے اس وقت جو ذہن میں حاضر ہے مختصراً عرض کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بعض افعال ایسے ہیں کہ شرعی کلی قانون سے حرام ہیں لیکن ضرورت میں مشرعاً ہی اُس کی اجازت دیدی جاتی ہے خواہ نصاً خواہ اجتہاداً، جیسے اکل میتۃ تناول خمر مخمصہ میں یا اکراہ میں یا اساغۃ لقمہ خاصہ کے لئے ایسے ہی افعال میں باقتضاء قواعد یہ مناصب مسئولہ عنہا بھی داخل کئے جاسکتے ہیں اگر چہ کوئی نقل جزئی اس وقت میری نظر میں نہیں مگر کلیات و نظائر سے تمسک ممکن ہے چنانچہ اس کی نظیر فقہاء نے ذکر کی ہے۔

دفع النائبة والظلم من نفسه اولیٰ الی قوله ویوجر من قام بتوزیعهم بالعدل وان کان الاخذ باطلا. قوله ویوجر من قام بتوزیعها

بالعدل ای بالمعادلة کما غیر فی القنیة ای بان یحمل کل واحد بقدر طاقته لانه لو ترک توزیعها الی الظالم ربما یحمل بعضهم ما لا یطیق فیصر ظلما علی ظلم ففی قیام العارف، بتوزیعها بالعدل تقلیل للظلم فلذا یوجر وهذا الیوم کالکبریت الاحمر بل هوانذ راہ (درمختار و رد المحتار قبیل باب المصرف، من کتاب الزکوٰۃ) نظیر ہونا ظاہر ہے کہ مقصود کا فی نفسہ غیر مشروع ہونا اور اہل کے ہاتھ میں ہونے سے اشد المفسد تین کا اخف المفسد تین سے متبدل ہو جانا دونوں میں مشترک ہے۔ البتہ کلام ضرورت میں ہے اور یہی اہم ہے سواس کی تحقیق یہ ہے کہ ضرورت کی عرفی دو قسمیں ہیں ایک تحصیل منفعت خواہ دینی ہو یا دنیوی خواہ اپنی ہو یا غیر کی دوسری دفع مضرت اسی تعمیم کے ساتھ، سو تحصیل منفعت کے لئے تو ایسے افعال کی اجازت نہیں مثلاً محض تحصیل (قوت ولذت کیلئے دوائی حرام کا استعمال یا اجتماع لاستماع الوعظ کیلئے آلات لہو وغنا کا استعمال ومثل ذلک اور دفع مضرت کیلئے اجازت ہے جبکہ وہ مضرت قواعد صحیحہ منصوصہ یا اجتہادیہ سے معتد بہا ہو اور شرعی ضرورت یہی ہے۔ مثلاً دفع مرض کیلئے دوائے حرام کا استعمال جبکہ دوسری دوا کا نافع نہ ہونا تجربہ سے ثابت ہو گیا ہو کیونکہ بدون اس کے ضرورت ہی کا تحقق نہیں ہوتا اور مثلاً مسئلہ منقولہ مذکورہ میں بضرورت دفع ظلم اشد کے توزیع کی کہ وہ بھی ظلم اخف ہے اجازت دی گئی۔ پس یہی تفصیل واقعہ مسؤل عنہا میں سمجھنا چاہیے کہ یہ مناصب فی نفسہ شرعاً حرام ہیں جس کی وجہ خود سوال میں بھی مذکور ہے اور اگر عمل کے ساتھ خاص یہ فساد عقیدہ بھی ہو کہ حکم قانونی کو بمقابلہ حکم شرعی کے مستحسن اور راجح سمجھا جاوے تو کفر ہے جس کو میں نے بیان القرآن سورۂ مائدہ آیت ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون کی تفسیر میں بیان بھی کیا ہے مگر اس وقت کلام صرف اُس درجہ میں ہے جو محض معصیت اور حرام ہے۔

پس فی نفسہ حرام ہونے کے بعد ان کو اگر جلب منفعت مالیہ یا جاہیہ کی غرض سے اختیار کیا جاوے تو کسی حال میں جائز نہیں اور اگر دفع مضرت کی غرض سے اختیار کیا جاوے کہ اُمت مسلمہ پر کفار کی طرف سے جو مظالم اور مضرات پہنچتے ہیں اہل مناصب بقدر امکان ان کو اگر دفع نہ کرسکیں تو کم از کم تقلیل و تخفیف کرسکیں تو اس صورت میں حکم جواز کی گنجائش ہے۔ واللہ اعلم۔

نوٹ: میں نے یہ مسئلہ کسی نقل جزئی سے نہیں لکھا استدلال سے لکھا ہے جس پر مجھ کو اعتماد نہیں اس لئے مناسب بلکہ واجب ہے کہ دوسرے علماء محققین سے بھی اطمینان کرلیا جاوے اور پھر بھی عمل کرتے وقت حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد نفعل و نستغفر کو معمول رکھیں۔

۳ رمضان ۵۵ ہجری

اَلْمَقالاتُ الْمُفِیْدَہ
فِیْ حُکْمِ اَصْوَاتِ الْاٰلاتِ الْجَدِیْدَہ

حضرت حکیم الاُمّت مُجدد المِلّت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العُلوم القرآنیۃ، واقف الأسرار الفرقانیۃ،
رأس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الأسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ
مَوْلَانَا مُحَمَّدْ اَشْرَفْ عَلِی التَّھَانَوِی
نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

ایک صاحب نے حضرت رحمہ اللہ سے ریڈیو سے متعلق سوال کیا تھا کہ اسے گھر میں رکھنا... اس کا کسی طور سے سننا... قرآن کریم کی تلاوت اس میں معاوضہ سے پڑھنا... اس تلاوت کو سننا کس حد تک درست ہے؟

حضرت نے اس کا تفصیل سے جواب تحریر فرمایا ہے

اَلمَقالاتُ المُفِیدَۃُ فِی حُکمِ اَصوَاتِ الاٰلاتِ الجَدِیدَۃ

......مشتمل بر دوفتوی......

تمہید ریڈیو کے متعلق خانقاہ امدادیہ سے اوّل کسی نے ایک استفتاء کر کے جو جواب حاصل کیا تھا چونکہ اس میں کچھ شبہ پیدا ہوا تھا اس لئے (استفتاء کرنے والے وصل بلگرامی مرحوم ہیں۔۱۲۔محمد شفیع) احقر نے دوسرا استفتاء کیا دونوں استفتاء مع جواب ذیل میں منقول ہیں۔

استفتاء اوّل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں آج کل ریڈیو کا رواج بہت ہو رہا ہے جس میں خبریں بھی ہوتی ہیں اور تقریریں بھی اور گانا بجانا بھی اور بعض اوقات خوش الحان قاریوں کا قرآن بھی اس میں سنایا جاتا ہے اور جو قاری خوش الحان ریڈیو پر قرآن پڑھتے ہیں ان کو معقول معاوضہ دیا جاتا ہے۔

پس بایں صورت ریڈیو گھر میں لگانا اور اس کا کسی طور سے سننا یا اس پر قرآن پڑھنا اور معاوضہ لینا یا ریڈیو سے قرآن سننا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: اگر کوئی ریڈیو لہو ولعب اور گانے بجانے سے بالکل پاک ہو یعنی اس کے کسی پروگرام میں بھی یہ خرافات نہ ہوں اور اس میں صرف کسی واعظ یا مقرر اسلام کی تقریر ہو یا خبریں ہوں تو ایسے ریڈیو پر قرآن پڑھنا اور اس سے قرآن سننا فی نفسہ جائز تھا گو قرآن پڑھنے کا معاوضہ لینا حرام ہی ہوتا اور جس ریڈیو میں گانا بجانا بھی ہو تو اس میں تو کسی طرح بھی نہ قرآن پڑھنا جائز ہے نہ سننا، بلکہ اس پر قرآن پڑھنا یا سننا قرآن کی بے

حرمتی کا سبب ہے کہ قرآن کے ساتھ تلاعب ہے یہ تو اس کا فی نفسہ حکم تھا جس میں تفصیل مذکور تھی، لیکن عوام الناس کا حدود میں رہنا عادۃً قریب ناممکن ہے اس لئے علی الاطلاق اس پر قرآن مجید سننے کو روکنا واجب ہے اور اسی تفصیل سے ریڈیو کو گھر پر لگانے اور کسی طور سے اس کے سننے کا حکم بھی معلوم ہو گیا کہ قسم اوّل کا لگانا فی نفسہ جائز اور قسم دوم کا حرام ہے مگر چونکہ قسم اوّل کا تحقق ہے ہی نہیں عام طور سے صرف قسم دوم ہی کا تحقق ہے اس لئے اس کا لگانا اور سننا علی الاطلاق حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

دستخط **الجواب صحیح**

(مولانا ظفر احمد عفا اللہ عنہ، از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ ۲۲ رمضان ۱۳۵۶ھ)

(اشرف علی عنہ ۲۳ رمضان ۱۳۵۶ھ)

استفتاءِ ثانی

سوال و جواب مندرجہ بالا کے بعد گزارش ہے کہ شاید جواب تحریر فرماتے وقت یہ ذہن میں تھا کہ ریڈیو مثل گراموفون کے ریکارڈ کے ہے جس میں ہر قسم کی آواز محفوظ ہو سکتی ہے اور جب چاہیں اس ریکارڈ کو کام میں لا سکتے ہیں اور ایسے ریکارڈ تیار ہو کر فروخت ہو سکتے اور خریدے جا سکتے ہیں اس لئے ضرورت اس امر کی ہوئی کہ ریڈیو کا مفہوم اور اس کی حقیقت بیان کر دی جائے اس کے بعد جو شرعی حکم ہو وہ تحریر فرما دیا جاوے ریڈیو کی حقیقت مثل ٹیلی فون کے ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ ٹیلی فون کی آواز صرف ایک شخص سُن سکتا ہے اور ریڈیو کی آواز جتنے سننے والے وہاں موجود ہوں سُن سکتے ہیں، گراموفون ایک کمپنی کے انتظام میں ہے جس کی غرض صرف تجارت ہے خواہ اس کے ریکارڈ لہو لعب گانے بجانے ہنسی مذاق کھیل تماشہ کے ہوں یا علمی مضامین یا قرآن شریف کی آیات کے ہوں لیکن ریڈیو کا محکمہ گورنمنٹ کے انتظام میں ہے اس میں جو کام ہوتا ہے فنی ترقی یا سننے والوں کی دلچسپی کی غرض سے خواہ وہ ہر قسم کا گانا بجانا ہی کیوں نہ ہو، اس میں ایک مرتبہ جو آواز سنائی دیتی ہے وہ دوسری مرتبہ نہیں سنائی جا سکتی اس میں سناتے وقت سنانے والے کا موجود رہنا اور اپنی زبان سے سنانا لازمی

ہے اور یہ کلام دوسری مرتبہ قائم نہیں رہ سکتا، اس میں قرآن شریف ہو یا حدیث وید کے اشلوک ہوں یا رامائن کا کوئی باب یا اس کا کوئی ٹکڑا علمی، فنی جذباتی، افادی مضامین ہوں یا تمدنی اور شعر وسخن کے، غرض ہر قسم کا مضمون خواہ کسی قسم کا ہو اور کسی زبان کا ہو، نثر ہو یا نظم، سنایا جا سکتا ہے محکمہ ایسے لوگوں کو جو محنت کرتے اور سناتے ہیں ایک مقررہ معاوضہ دیتا ہے اور ان کی قدر کرتا ہے، یہ مختصر حقیقت ہے ریڈیو کی، ایسی حالت میں ریڈیو لگانا، سننا، خواہ کسی قسم کا مضمون ہو یا اُجرت پر کوئی مضمون پڑھنا اور سنانا جس میں قرآن شریف اور ہر قسم کے مضامین نظم ونثر شامل ہیں جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: سوال میں جن تین آلات کا ذکر ہے وہ اپنی تین اغراض کے اعتبار سے قابل تحقیق ہیں، وہ تین آلات یہ ہیں، گراموفون، ٹیلی فون، ریڈیو اور تین اغراض یہ ہیں:

(۱) اصوات مباحہ (۲) اصوات محرمہ (۳) اصوات طاعات

اور ان تینوں اصوات کے بعض احکام مشترک ہیں اور بعض مخصوص غیر مشترک، احکام مشترکہ یہ ہیں کہ اصوات مباحہ مباح، اور اصوات محرمہ حرام، اور اصوات طاعات کی نفس ذات کا مقتضا تو اشتراک حکم ہی تھا مگر ایک عارض سبب اس میں تفصیل ہوگئی اور وہ عارض ان آلات کا لہو کے لئے موضوع ہونا یا نہ ہونا ہے اور وہ تفصیل یہ ہے کہ جو آلہ تلہی کے لئے موضوع ہے ان اصوات طاعت کے استماع کے لئے استعمال ناجائز ہے اور جو تلہی کے لئے موضوع نہیں اس کا استعمال اصوات طاعات کے لئے جائز ہے اب اس کی تعیین باقی رہی سو دو کی حالت تو ہمیں پہلے سے معلوم ہے یعنی ٹیلی فون کا تلہی کے لئے موضوع نہ ہونا اور گراموفون کا تلہی کے لئے موضوع ہونا، سوان کا حکم بھی ظاہر ہے کہ ٹیلی فون کا استعمال ان اصوات طاعت میں جائز ہے اور گراموفون کا ناجائز، اور قواعد سے یہ حکم ظاہر ہے مگر تبرعاً ایک خاص حدیث بھی اس کی تشئید وتائید کے لئے مع تقریر استدلال نقل کئے دیتا ہوں۔

حدیث یہ ہے:" فی المشکوٰۃ، باب اعلان النکاح الفصل الاوّل بروایۃ البخاری عن الربیع بنت معوذ بن عفراء قالت جاء النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فدخل حسین بن علی فجلس علی فراشی

کمجلسک منی و جعلت جویریات لنا یضربن بالدف و یندبن من قتل من أبائي یوم بدر اذ قالت احدھن و فینا نبی یعلم ما فی غدٍ فقال دعی ھذہ وقولی بالذی کنت تقولین، قال الشیخ الدھلوی رحمۃ اللہ علیہ فی اشعۃ اللمعات فی شرح الحدیث.

وگفتہ اند کہ منع آں حضرت ازیں قول بجہت آنست کہ کہ دروے اسناد علم غیب است بآنحضرت پس آں حضرت رانا خوش آمد وبعضے گویند بجہت آنست کہ ذکر شریف وے دراثنائے لہو مناسب نباشد۔ اھ۔ میں کہتا ہوں کہ گواس حدیث کی توجیہ میں دونوں احتمال ہیں اور غور کرنے توجیہ ثانی راجح بھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر احتمال اوّل اس کی بناء ہوتی تو ممانعت شدید زجر کے صیغہ سے ہوتی لیکن اس ترجیح سے قطع نظر کر کے بھی علماء اُمت کا دونوں کا تجویز کرنا واضح دلیل ہے دونوں بناؤں کے فی نفسہ صحیح ہونے کی گو یہاں متحقق ایک ہی ہو، پس دوسری توجیہ پر تقریر استدلال یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مجلس لہو میں ذکر طاعت پر نکیر فرمایا حالانکہ یہاں آلہ ذکر یعنی زبان لہو کے لئے موضوع نہیں صرف اقتران فی المجلس کو منع میں مؤثر قرار دیا، سو جہاں خود آلۂ ان اذکار کا لہو کے لئے موضوع ہو وہاں تو قبح وشناعت بہت زیادہ ہوگی، اس تقریر سے گراموفون اور ٹیلی فون میں قرآن مجید اور دیگر اذکار طاعات تعبدیہ کے استماع کا حکم ہوگیا کہ اوّل میں اس علت مذکورہ کی بناء پر عدم جواز ہے اور ثانی میں جواز جبکہ اور کوئی علت منع کی نہ ہو، سوان دونوں کی حالت تو ہم کو پہلے سے معلوم ہے اس لئے ان کا حکم بھی معلوم ہے باقی ریڈیو کی حالت اب تک معلوم نہ تھی اس لئے قبل تحقیق تو اس کے حکم میں تشقیق ہوگی یعنی اگر وہ گراموفون کے مشابہ ہے تو اس کا حکم گراموفون کے مثل ہے اور اگر وہ ٹیلی فون کے مشابہ ہے تو اس کا حکم ٹیلی فون کے مثل ہے، پہلے فتویٰ کی تصدیق کئے ہوئے مدت ہوگئی یاد نہیں اس کی کیا بناء ہوگی مگر غالباً اس وقت ذہن میں یہی ہوگا کہ وہ گراموفون کے مشابہ ہے جیسا کہ جواب کی بعض عبارات سے مفہوم بھی ہوتا ہے، اب دوسرے سوال میں اس کی حالت ٹیلی فون کے مشابہ ظاہر کی گئی ہے سو اگر ایسا ہے تو اس کا حکم ٹیلی فون کی مثل ہوگا یعنی

اس میں اصوات طاعت تعبدیہ کے استماع کا جواز، البتہ اگر باوجود آلہ تلہی نہ ہونے کے کوئی دوسرا عارض مانع جواز ہوگا تو اس عارض کے سبب پھر منع کیا جاوے گا۔

مثلاً قاری کو اُجرت دینا یا مسمع یا مستمع کا غیر طاعت کے قصد سے سنانا یا سننا جیسا فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ تاجر کا فتح متاع کے وقت ترویج سلعہ یا ترغیب مشترین کی غرض سے درود شریف پڑھنا یا حارس کا ایقاظ نائمین کی غرض سے تہلیل کا جہر کرنا ان سب عوارض کی وجہ سے ممانعت کا حکم کیا جاوے گا، یہ سب تفصیل اس بناء پر ہے کہ ریڈیو لہو کے لئے موضوع نہ ہو، لیکن اگر کسی وقت میں باوجود موضوع للتلہی نہ ہونے کے عام طور پر یا غالب طور پر لہو کے لئے مستعمل ہونے لگے تو اس وقت بھی اس کا حکم مثل موضوع للتلہی کے ہو جاوے گا کیونکہ اہل شہر کے اعتیاد بدرجۂ لزوم تشبہ کو بھی فقہاء نے احکام میں مؤثر مانا ہے بعض اہل خبرت سے سنا گیا ہے کہ اب اس کی حالت ایسی ہی ہوگئی ہے سوال کے بعض الفاظ سے بھی اس کا شبہ ہوتا ہے سو اس کو اہل استعمال تدین کے ساتھ خود دیکھ لیں اور یہ سب احکام ہیں آلات مذکورہ سوال کے ان کی مناسبت اور ضرورت وقت سے تھے ایک چوتھے آلہ کا حکم بھی لکھ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے گو اس سوال میں اس کا ذکر نہیں مگر دوسرے سائلین اس کے متعلق بھی سوال کرتے ہیں اور وہ آلہ ہے لاؤڈ سپیکر یعنی ''مکبّر الصوت'' جس میں آواز بڑھ جاتی ہے اس کا اجمالی حکم یہ ہے کہ تقریرات میں اس کا استعمال جائز ہے اور عیدین و جمعہ کے خطبہ میں بدعت اور تکبیرات صلوٰۃ میں اس کا اتباع مفسد صلوٰۃ، اس وقت سب کے دلائل کی گنجائش نہیں اور تکبیرات صلوٰۃ کے حکم مذکور کے دلائل میں احقر کا ایک مستقل رسالہ ہے (التحقیق الفرید فی آلۃ التقریب الصوت البعید) اس کا ملاحظہ کافی ہے یہ سب تحقیقات اپنے معلومات کے موافق لکھی گئیں اگر کسی کو اس سے زیادہ یا اس کے خلاف تحقیق ہو وہ اپنی تحقیق پر عمل کرے اور اگر ہم کو بھی مطلع کر دے تو ماجور ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم. تمت رسالۃ المقالات المفیدہ

کتبہ اشرف علی تھانہ بھون　　۱۵/محرم الحرام ۱۳۵۷ھ۔

الحکمُ الحقّانی فِی حزبِ الآغاخانی

حضرت حکیمُ الاُمّت مُجدد الملّت جامع الکمالات منبع الحسنات ماھر العُلوم القرآنیۃ، واقف الاُسرار الفرقانیۃ،
رأس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاُسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مَولانا مُحمّد اَشرف علی التّھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

یہ رسالہ ایک سوال کا جواب ہے جس میں فرقہ آغاخانی
یعنی خوجہ قوم کو مسلمان تصور کرنے کی تحقیق ہے اور ان کے ساتھ
مسلمانوں کا برتاؤ کرنے کے متعلق شرعی حکم کی وضاحت ہے۔

الحکم الحقانی فی حزب الآغاخانی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین صورت مسئولہ میں کہ ہمارے شہر کٹک میں ایک شخص اطراف بمبئی کا باشندہ قوم سے خوجہ سوداگر رہتا ہے اپنے آپ کو سر آغا خاں کا مرید اور پیرو ظاہر کرتا ہے۔ اتفاق سے اس کے ہاں ایک میت ہوگئی، تاجر مذکور نے اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہا۔ اس پر یہاں کے مسلمانوں میں کچھ کشمکش پیدا ہوگئی ہے ایک فریق کی رائے ہے کہ اُس کو مسلمانوں کے قبرستان میں ہرگز دفن نہ کیا جاوے کیونکہ سر آغا خاں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اور اپنی رائے کی تائید میں امور ذیل پیش کرتا ہے۔

نمبر: (۱) سر آغا خاں کی تصویر کی پرستش کرتا ہے۔

(۲) ہندوؤں کے مشہور اوتار کرشن کی مورت اپنے عبادت خانہ میں رکھ چھوڑی ہے۔

(۳) دیوالی جو ہندوؤں کا مشہور تیوہار ہے اس میں اپنے حساب کا بھی کھاتہ تبدیل کرتا ہے۔ علاوہ اس کے اور بھی بعض مراسم مشرکانہ ادا کرتا ہے۔ (۴) مثلاً اپنے کھاتہ کے ابتداء میں بجائے بسم اللہ الخ کے لفظ اوم لکھتا ہے۔ (۵) سر آغا خاں کے اندر خدائی حلول کا معتقد ہے۔ مسلمانوں کا دوسرا فریق کہتا ہے کہ وہ کلمہ گو ہے اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اس کو کسی طرح کافر نہیں کہہ سکتے خود تاجر صاحب سے جو دریافت کیا گیا تو اس نے بھی بیان کیا کہ میں مسلمان ہوں۔ کلمہ پڑھتا ہوں۔ عیدین کی نماز تم لوگوں کے ساتھ مل کر ادا کرتا ہوں۔ مسلمانوں کی ضروریات میں چندہ دیتا ہوں۔

فرق صرف یہ ہے کہ میں سرآغاخاں کو اپنا رہنما اور مرشد سمجھتا ہوں جیسے عام طور پر مسلمان کسی نہ کسی پیر کے مرید ہوا کرتے ہیں۔ وبس

فریق اوّل: اس تمام بیان کو تاجر مذکور کی ضرورت اور مصلحت وقت پر محمول کرتا ہے۔ اب حضور سے چند امور دریافت طلب ہیں۔

سوال اوّل: سرآغاخانیوں کے متعلق حضور کی کیا تحقیق ہے ان کو شرعاً مسلمان کہیں گے یا کافر۔

سوال دوم: اگر کافر ہیں تو تاجر مذکور کا اپنی صفائی میں یہ پیش کرنا کہ میں مسلمان ہوں کلمہ گو ہوں وغیرہ وغیرہ۔ اس بیان سے اُس کو مسلمان سمجھا جائیگا یا نہیں۔

سوال سوم: اگر نہیں تو ایک مدعی اسلام کی تکفیر کیسے ہوسکتی ہے۔ کافر اور مسلمان ہونے کا آخر معیار کیا ہے۔

سوال چہارم: بعض بہی خواہاں قوم کا خیال ہے کہ گو تاجر مذکور شرعی نقطہ نگاہ اسلام سے خارج ہوا لیکن اس وقت ہم مسلمانوں کو اتحاد قومی اور ترقی کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ایسے جھگڑے بکھیڑوں کو نکالنا مناسب نہیں یہ وقت نازک ہے۔ سب مدعیان اسلام کو مسلمان کہنا اور سمجھنا چاہیے ان کو اسلام سے خارج کر کے اپنی تعداد اور مردم شماری کو گھٹانا نہیں چاہیے۔ بہی خواہان قوم اور ہمدردان اسلام کا یہ خیال شرعاً کس قدر وقعت رکھتا ہے۔

سوال پنجم: سرآغاخانیوں کے معتقدات کا خواہ اسلام روادار ہو یا نہ ہو سردست یہ امر حل طلب ہے کہ خصوصیت کے ساتھ تاجر موصوف کا بیان اور دعویٰ اسلام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اُس کو کافر کہیں گے یا مسلمان سمجھیں گے۔ اور اُن کو مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ دی جاوے کیا معاملہ کرنا چاہیے۔

سوال ششم: جو نام نہاد مولوی تاجر مذکور کے میت کی نماز جنازہ پڑھتے اور اس کو مسلمان کہتے اور اور کہلواتے ہیں اور اس میں کوشش کرتے ہیں اُن کا کیا حکم ہے۔

نوٹ: اسی اثناء میں گجراتی زبان میں ایک استفتاء دستیاب ہو گیا جس میں اُن کے عقائد اور طریقہ نماز کا تذکرہ موجود ہے۔ مزید بصیرت کے لئے منسلک لفافہ ہذا ہے۔

طریقہ نماز یا اصول دعا تعلیم کردہ آغاخاں

نماز پڑھو، نماز پڑھو، نماز پڑھو خدا تم کو برکت دے۔ خدا کا نام لو، خداوند شاہ علی تم کو ایمان اور اخلاق دے۔ یا شاہ میری شام کی نماز اور دعا قبول کر۔ جو حق تم کو ملا میں اس کا واسطہ دیتا ہوں اے ہمارے آقا آغا سلطان محمد شاہ اس کے بعد سجدہ کرو۔ اور اگر رات کی نماز ہو تو اس طرح کہو۔ میری شام کی اور رات کی دعائیں۔ اگر صبح کی نماز ہو تو اس طرح کہو میری شام کی۔ رات کی اور صبح کی دعائیں۔ اس کے بعد سجدہ کرو۔ اور تسبیح پڑھو۔ اور حسب ذیل طریقہ پر دعا و درود پڑھو۔

تسبیح: میں اپنے گناہوں پر پچھتاتا ہوں۔ دو مرتبہ میں سر سے پاؤں تک تیرا قصوروار اور گنہگار ہوں اے غفور رحیم شاہ میرا گناہ معاف کر۔ پیر تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ بندہ دعا مانگتا ہے اے سچے شاہ تو منظور رکھنے والا ہے۔ میں شاہ کے اس فرمان کو سر اور آنکھوں پر رکھتا ہوں جو پیر کے ذریعہ مجھ کو ملا ہے یہ کہہ کر تسبیح زمین پر رکھ دو۔ اور نیچے بتایا ہوا ورد کرو۔

شھد، سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، الرحمن، ذی الجلال و الاکرام، ان تمام صفتوں سے بنا ہوا قدوس، سب پر طاقتور خدا۔ ایران کے ضلع چالدیا میں انسان کا جسم لے کر ستر باپ کی پیٹھ سے نکلا۔ اُنہتر خدا ہو جانے کے بعد سترہویں اوتار کے نطفہ سے۔ اڑتالیسواں امام، دسواں بے عیب اوتار ہمارا خداوند آغا سلطان محمد شاہ داتا۔ اس کے بعد سجدہ کرو، حق شاہ اچھا دنیا اور زمین کا شاہ خلیفہ اور، اور گدی کے جانشینوں کے نام کا وظیفہ کرو۔ دنیا اور زمین کے اچھوں کا نام یہ ہے۔ شاہ کے خلیفہ ابوطالب ولی کا نام حسب ذیل۔

(۱) ہمارا سچا خداوند شاہ علی (۲) ہمارا سچا خداوند شاہ حسین (۳) ہمارا سچا خداوند شاہ زین العابدین (۴) ہمارا سچا خداوند شاہ محمد باقر (۵) ہمارا سچا خداوند شاہ جعفر صادق (۶) ہمارا سچا خداوند شاہ اسمعیل (۷) ہمارا سچا خداوند شاہ محمد الی اسمعیل

(۸) ہمارا سچا خداوند شاہ رفیع احمد ہکذا الی، نمبر ۵، نمبر ۴۶، نمبر ۴۷ ہمارا سچا خداوند شاہ آغا علی شاہ نمبر ۴۸ ہمارا سچا خداوند شاہ آغا محمد شاہ داتا۔

اور اس وقت کی امامت کا مالک خداوند زمان۔ امام شیخ المشائخ۔ امامت کی طاقت رکھنے والا مانو۔ آغا سلطان محمد شاہ داتا، بیشمار، کروڑوں آدمیوں کا دستگیر، اس وقت کی امامت کا مالک، اے شاہ جو حق تم کو ملا ہے۔ بہ طفیل اس کے اپنے حضور میں میری دعا منظور کرائے ہمارے خداوند آقا سلطان محمد شاہ۔ (منقول از رسالہ تقویۃ الایمان بزبان گجراتی)

الجواب: اول چند مقدمات ممہد کرتا ہوں الف قال اللہ تعالیٰ، لقد کفر الذین قالوا ان اللہ هو المسیح بن مریم (ب) قال اللہ تعالیٰ ما جعل اللہ من بحیرة ولا سائبة ولا وصیلة ولا حام ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب (ج) قال اللہ تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار (د) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم: رواہ البخاری (ه) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایة المنافق ثلث رواہ الشیخان. زاد مسلم وان صام وصل ورحم انه مسلم (و) عن حذیفة قال انما النفاق کان علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ واله وسلم فاما الیوم فانما هو الکفر والایمان رواہ البخاری (ز) فی اللمعات فی شرح الحدیث ای حکمه بعدم التعرض لاهله والستر علیهم کان علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ واله وسلم لمصالح کانت مقتصرة

علی ذلک الزمان اما الیوم فلم یبق تلک المصالح فنحن ان علمنا انه کافر سراقتلناه حتی یومن اھ (ح) فی رد المحتار احکام المرتد تحت قول الدرالمختار لان التلفظ بها صار علامة علی الاسلام ما نصه افاد بقوله صار الی ان ما کان فی زمن الامام محمد تغیر لانهم فی زمنه ما کانوا یمتنعون عن النطق بها فلم تکن علامة الاسلام فلذا اشرطوا معها التبری لها فی زمن قاری الهدایة فقد صارت علامة الاسلام لانه لایاتی بها الاالمسلم الخ (ط) فی الدرالمختار احکام غسل المیت و محل دفنهم کدفن ذمیة جبلی من مسلم الخ (ی) فی مختصر المعانی بحث الاسناد ما نصه و قولنا فی التعریف بتاول یخرج نحو ما مر من قول الجاهل انبت الربیع البقل رائیاً الانبات من الربیع الخ وفیه بحث و جوب القرینة للاسناد المجازی ما نصه وصدوره عطف علی استحالة ای و کصدوره عن الموحد فی مثل الشاب الصغیر الخ. آیات وروایات وعبارات بالا سے یہ اُمور مستفاد ہوئے۔

اوّل: حلول کا قائل ہونا کفر ہے (آیت الف) ثانی جو رسوم اور عادات کفار کے ساتھ ایسی خصوصیت رکھتے ہوں کہ بمنزلہ اُن کے شعار کے ہو گئے ہوں اگر عرفاً وہ شعار مذہبی سمجھے جاتے ہوں وہ بھی کفر ہیں۔ آیت ب، اسی اصل پر فقہاء نے شد زنار کو کفر فرمایا ہے۔ ورنہ تشبہ بالکفار ہیں جو مستلزم رکون الی الکفار ہونے کے سبب معصیت وحرام ہے، آیت ج، جس طرح عادات مخصوصہ بالمسلمین دلیل اسلام ہیں۔

روایت د: بشرط یہ کہ کوئی یقینی دلیل کفر کی نہ ہو، ورنہ کفر ہی کا حکم کیا جائے گا لقوله تعالیٰ ان الذین یکفرون بالله ورسله ویریدون ان یفرقوا بین الله ورسله ویقولون نومن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین

ذلک سبیلا. اولئک هم الکفرون حقا اور اسلام کی وجہ واحد کو کفر کی وجوہ متعددہ پر ترجیح اسی وقت ہے جبکہ وہ وجوہ کفر محتمل ہوں متیقن نہ ہوں۔ (ثالث) موجبات کفر کے ہوتے ہوئے محض دعویٰ اسلام وصلوۃ وصیام واستقبال بیت الحرام ترتب احکام اسلام کے لئے کافی نہیں۔ جب تک ان موجبات سے تائب نہ ہو جاوے۔ روایت ہ، (رابع) باوجود ثبوت کفر کے اسلام ظاہر کرنے والوں کے ساتھ بنا بر مصالح اسلامیہ مسلمانوں کا سا برتاؤ کرنا (گو بعض اوقات ان کے کفر کا بھی ظہور ہو جاتا تھا کما نقل عنهم قولهم انومن کما امن السفهاء ونحوه مخصوص تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک کے ساتھ، اب وہ حکم باقی نہیں رہا۔ روایت وعبارات بلکہ بعض احکام کے اعتبار سے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخیر عہد میں معاملہ کالمسلمین میں تغیر ہو گیا تھا۔

چنانچہ آیت ولا تصل علی احدمنهم مات ابدا ولا تقم علی قبره میں مصرح ہے والنهی عن الزیارة یستلزم النهی عن الدفن فی مقابر المسلمین لان الدفن یستلزم الزیارة عادة. البتہ تعرض بالقتل والنہب کی ممانعت باقی رہ گئی تھی۔ خامس جو کافر اصول اسلامیہ کا بھی مقر ہو اس کے حکم بالاسلام کیلئے محض لفظ بکلمتی الشهادة کافی نہیں جب تک اپنی کفریات سے تبری کا اعلان نہ کرے۔ عبارت ح، سادس کافر کا مقابر مسلمین میں دفن کرنا جائز نہیں (عبارت ط) سابع جس شخص کا کفر ثابت ہو جاوے اس کے اقوال وافعال محتملہ الکفر والاسلام میں تاویل کرنے سے اس کا کفر مانع ہوگا۔ (عبارت ی) اب مقدمات کے بعد سب سوالات کا جواب ظاہر ہے مگر تبرعاً جدا جدا بھی عرض کرتا ہوں۔

سوال میں دو قسم کے اُمور مذکور ہیں۔ ایک قسم وہ جو یقیناً موجب کفر ہیں جیسے تصویر کی پرستش کرنا یا کرشن کی تصویر عبادت خانہ میں رکھنا جو شعار کفارہ ہے۔ یا بجائے بسم

اللہ کے لفظ اوم لکھنا کہ یہ بھی اُن کا شعار ہے۔ یا حلول کا قائل ہونا جو سوال کی تمہید اور ترکیب نماز کے آغاز میں مذکور ہے۔ اور دوسری قسم وہ جو صرف محتمل کفر ہیں جیسے دیوالی سے بھی کھاتہ کا حساب شروع کرنا یا مقتداؤں کو لفظ خداوند سے خطاب کرنا یا اُن سے دعائیں مانگنا۔ بس قسم اول پر تو حکم بالکفر ظاہر ہے۔ (للامر الاول والثانی اور قسم ثانی کا صدور اگر مسلمان سے ہوتا تو اس میں تاویل کر کے مباح یا معصیت پر محمول کیا جاتا مگر جب اس کا صدور کافر سے ہے تو تاویل کی ضرورت نہیں للامر السابع) اور ان کفریات کے ہوتے ہوئے کہ ایسے شخص کا دعویٰ اسلام کافی ہے نہ اس کا نمازی اور روزہ دار ہونا کافی ہے۔ نہ اُس پر نماز جنازہ جائز ہے نہ مقابر مسلمین میں دفن کرنا جائز ہے للامر الثالث و السادس، اور نہ مصلحت کے سبب کافر کو مسلمان کہنا یا اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کرنا جائز ہے، للامر الرابع والخامس، البتہ بلاضرورت کسی سے لڑائی جھگڑا کرنا بھی نہ چاہیے۔

اور ایسے مصالح کی بناء پر ایسی رعایت کرنا اُن مصالح سے زیادہ مفاسد کا موجب ہو جاتا ہے کیونکہ وہ مصالح تو محض دنیوی ہیں اور مفاسد دینیہ اُن مفاسد کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ان کفریات کے ہوتے ہوئے کسی کو مسلمان کہا جاوے گا تو ناواقف مسلمانوں کی نظر میں ان کفریات کا قبح خفیف ہو جاوے گا اور وہ آسانی سے ایسے گمراہوں کے شکار ہو سکیں گے تو کافروں کو اسلام میں داخل کہنے کا انجام یہ ہوگا کہ بہت سے مسلمان اسلام سے خارج ہو جاوینگے کیا کوئی مصلحت اس مفسدہ کی مقاومت کر سکے گی ایسے ہی مصالح و مضار کے اجتماع کا یہ فیصلہ فرمایا گیا ہے۔

قال تعالیٰ قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما۔ قال تعالیٰ یدعو لمن ضرہ اقرب من نفعہ، واللہ اعلم۔

تمت رسالۃ الحکم الحقانی ذی الحجہ ۱۳۵۱ ہجری

تصحیح العلم فی تقبیح الفلم

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ
مولانا محمد اشرف علی التھانوی
نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

اس رسالہ میں سینما یا بائی سکوپ میں خلفائے اسلام
یا شاہان و بیگمات اسلام کی متحرک تصاویر دیکھنے یا دکھانے
کا شرعی حکم بتلایا ہے اور اس کو ممنوع قرار دیا ہے۔

تصحیحُ العِلم فی تقبیح الفِلم[۱]

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں اگر بائسکوپ کے پردہ پر خلفائے اسلام، شاہان اسلام اور رہنمایان اسلام کی تصویریں متحرک بولتی گاتی اور ناچتی دکھائی جائیں اور خواتین اسلام کو بائسکوپ کے ذریعہ سے پبلک میں بے پردہ پیش کیا جاوے تو کیا شریعت اسلامیہ اس فعل کو جائز قرار دیتی ہے یا شریعت اسلامیہ کے نزدیک یہ فعل ناجائز ہے۔ اور کیا حکم دیتی ہے شریعت اسلامیہ اُن حضرات کے بارے میں جو اس فعل کے جواز کی حمایت میں پروپیگنڈا کرتے ہیں اور مسلمانوں کو متحرک تصاویر اور بولتی تصاویر کی طرف رغبت دلاتے ہیں۔ بینوا وتوجروا۔؟

الجواب: شریعت اسلامیہ میں جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً معصیت ہے، خواہ کسی کی تصویر ہو اور خواہ مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ ہو۔ فی جمع الفوائد عن الستة عن عائشة رضی اللہ عنها قدم النبی صلی اللہ علیه واله وسلم من سفر و قد سترت بقرام علی سهوة لی فیه تصاویر فنزعه وقال اشد الناس عذا با یوم القیامة الذین یتضاهون بخلق اللہ اور کسی مسلمان کی تصویر بنانا اور زیادہ معصیت ہے کہ اس میں ایسے شخص کو آلہ معصیت بنانا ہے جو اس کو اعتقاداً قبیح جانتا ہے اور اسی اصول پر حق تعالیٰ کی قسم معصیت پر کھانے پر خاص تشنیع فرمائی گئی ہے۔ فی تفسیر الجلالین ولا تجعلوا اللہ عرضة لایمانکم ای نصبالها بان تکثروا الحلف به ان لاتبرو او تتقوا وتصلحوا بین الناس فی

الکمالین نصبا ای علما للایمان فی القاموس النصب بضمتین کلما جعل علما ای تجعلوا الله معرضا لایمانکم.

اگر چہ اُس تصویر کی طرف کوئی امر مکروہ بھی منسوب نہ کیا گیا ہو محض تفریح و تلذ ذ ہی کیلئے ہو کیونکہ محرمات شرعیہ سے تلذ ذ بالنظر بھی حرام ہے۔ فی الدر المختار کتاب الاشربۃ و حرم الانتفاع بھا (ای بالخمر) ولوسقی دواب اولطین او نظر للتلھی اور اگر اس کی طرف کسی نقص یا عیب کو بھی منسوب کیا جائے تو اس میں ایک دوسری معصیت یعنی غیبت بھی منضم ہوگئی کیونکہ غیبت صرف کلام ہی میں منحصر نہیں نقوش قلم یعنی کتابت سے بھی ہوتی ہے اسی طرح اُس عیب کی ہیئت بنانے سے بھی ہوتی ہے بلکہ یہ سب سے اشد ہے۔

فی احیاء العلوم بیان ان الغیبۃ لا تقتصر علی اللسان اعلم ان الذکر باللسان انما حرم لان فیہ تفھیم الغیر نقصان اخیک وتعریضہ بما یکرہ فالتعریض بہ کالتصریح والفعل فیہ کالقول والاشارۃ والایماء والغمز والھمز والکتابت والحرکۃ وکلما یفھم المقصود فھو داخل فی الغیبۃ وھو حرام فمن ذلک قول عائشۃ رضی اللہ عنھا دخلت علینا امراء ۃ فلما ولت اومات بیدی انھا قصیرۃ فقال علیہ السلام اغتبتیھا (ابن ابی الدنیا و ابن مردویہ من روایۃ حسان بن مخارق و حسان وثقہ ابن حبان و باقیھم ثقات کذا فی تخریج العراقی باختلاف یسیر فی بعض الالفاظ) و ممن ذلک المحاکاۃ کان یمشی متعارجا او کما یمشی فھو غیبۃ بل ھو اشد فی الغیبۃ لانہ اعظم فی التصویر والتفھیم و لمارای صلی اللہ علیہ وسلم عائشۃ حاکت امراۃ قال مایسرنی انی حاکیت انسانا ولی کذا وکذا (تقدم

فی الأفة الحادیة عشر عن ابی داؤد و الترمذی و صححه کذافی تخریج العراقی) وکذلک الغیبة بالکتابة فان القلم احد اللسانین و ذکر المصنف شخصامعینا وتهجین کلامه فی الکتاب غیبة الخ.

اس طرح اُس منسوب الیہ کی تصویر کی کوئی خاص ہیئت بنانا بھی ایسا ہی ہے جیسے خود اس شخص کی طرف اُس وصف کو منسوب کرنا مثلاً مخدورات کی تصاویر کو بے پردہ ظاہر کرانافی تصحیح البخاری غزوة الفتح عن ابن عباس رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه واٰله وسلم لما قدم الی ان یدخل البیت فیه الألهة فامربها فاخرجت فاخرج صورة ابراهیم و اسماعیل فی ایدیهم من الازلام فقال النبی صلی الله علیه واٰله وسلم قاتلهم الله لقد علموا ما استقسما بها قط ثم دخل البیت الحدیث. اگر چہ وہ نقص یا عیب واقع میں بھی اُس میں ہو تب بھی اُس کی غیبت باقسامہا حرام ہے اور اگر واقع کے خلاف ہو تو غیبت سے بڑھ کر وہ بہتان ہے عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه واٰله وسلم اتدرون ما الغیبة قالوا الله ورسوله اعلم قال ذکر احد کم اخاه بما یکره فقال رجل ارایت ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیه ما تقول فقد اغتبته وان لم یکن فیه ما تقول فقد بهته. (جمع الفوائد عن ابی داؤد والترمذی)

اور جس کی طرف کوئی نقص یا عیب منسوب کیا گیا ہے۔ اگر علاوہ مسلمان ہونے کے اس میں اور کوئی وجہ بھی احترام کی ہو جیسے سلاطین اسلام میں ان کی اہانت اور زیادہ موجب انتقام خداوندی ہے۔ لحدیث من اهانه سلطان الله فی الارض اهان الله (ترمذی) اور جس کی تنقیص یا اہانت مذموم ہے اُس کی طرف جو چیزیں خصوصیت کے ساتھ منسوب ہیں اُن کی اہانت کا بھی وہی حکم ہے جیسے ان کی بیبیاں

وغیر ہا۔ چنانچہ کفار عرب حضرات صحابہؓ کی بیبیوں کے نام اپنے اشعار میں عشق بازی کے عنوان سے ذکر کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کو ایذاء قبیح میں شمار فرمایا۔

فی الجلالین ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم الیهود والنصاری ومن الذین اشرکوا من العرب اذی کثیرا من السب والتشبیب بنسائکم اور زوجیت یا قرابت کی نسبت تو بڑی چیز ہے۔ استعمال کی نسبت بھی حرمت تنقیص کے لئے کافی ہے جیسے کسی کے استعمالی کپڑے میں عیب نکالنا۔

فی احیاء العلوم بیان معنی الغیبة واما فی ثوبه فقولک انه واسع الکم طویل الذیل وسخ الثیاب اور اگر وہ مشتہاۃ کی ہو تو نظر بد کی معصیت کا اس میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور تصویر تو صاحب تصویر کی پوری حکایت ہے۔ اجنبیہ کے تو کپڑے کو بھی بد نفسی سے دیکھنا حرام ہے۔ **فی رد المحتار باب الحظر والاباحة مفاده ان رویة الثوب بحیث یصف حجم العضو ممنوعة ولو کثیفا لا تری البشرة منه وفیه بحث النظر الی الا جنبیة من المرأة اوا لما ء بخلاف النظر لا نه انما منع منه حیثیة الفتنة والشهوة و ذلک موجودههنا وفیه احکام سترا لعورة ان النظر الی ملاة الاجنبیة بشهوة حرام.** بالخصوص اگر غیر مسلموں کو خواتین مسلمات کی تصاویر کی طرف بد نفسی کے ساتھ نظر کرنے کا موقع دیا جاوے کیونکہ بد نفسی سے نظر کرنا شریعت میں ایک گونہ بدکاری ہے۔ بنص الحدیث اور ایسی بدکاری کہ مرد غیر مسلم ہو اور عورت مسلم بلکہ ایسے موقع پر نکاح بھی اس درجہ امر شدید ہے کہ اس کے احکام علماء مجتہدین کے لئے محل بحث ہو گئے ہیں اور جس کو مسلمان کے مرتد بنانے کی اور اسلام اور قرآن میں طعن کرنے کی اور حربیوں سے سازش کرنے کی برابر قرار دیا گیا ہے۔ نمونہ کے طور پر اس کے متعلق ایک روایت نقل کی جاتی ہے۔ **فی الدر المختار فصل الجزیة قلت**

و مذهب الشافعية ما في المنهاج وشرحه لابن حجر ولوزنى بمسلمة او اصابها بنكاح اودل اهل الحرب على عورة المسلمين اوفتن مسلما عن دينه اوطعن في الا سلام او القران الخ اوران سب سے بڑھ کر شناعت میں وہ صورت ہے جس میں مقتدایان دین کی اہانت ہو کہ در حقیقت وہ اہانت اسلام کی ہے جس کا تحمل کسی طرح طبعاً اور شرعاً ممکن نہیں۔

فی جمع الفوائد عن الكبير عن ابی امامة رفعة ثلثه لا يستخف بهم الامنافق ذوالشيبة في الاسلام و ذو العلم و امام مقسط وفيه عن الترمذی عن عبدالله بن مغفل مرفوعا الله الله فی اصحابی من اذا هم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی الله ومن اذی الله فيوشک ان ياخذه اور جب ایسی فلموں کے قبائح معلوم ہو گئے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ بقدر اپنی قدرت کے گو وہ قدرت حکومت سے استعانت ہی کے طور پر ہو ان کے انسداد میں کوشش کریں اور تماشا دیکھنے والوں کو ان قبائح پر مطلع کر کے شرکت سے روکیں ورنہ اندیشہ ہے کہ سب عقاب خداوندی میں گرفتار ہوں۔ ابو داؤد، مرفوعا ما من قوم يعمل فيهم بالمعاصی ثم يقدرون على ان يغيرو اثم لا يغيرون الا يوشک ان يعمهم بعقاب (مشكوة)

اور جب ساکتین کے لئے یہ وعید ہے تو ترغیب دینے والے کس درجہ کی وعید کے مستحق ہوں گے روی ابو داؤد عن النبی صلی الله عليه وسلم قال اذا عملت الخطيئة فی الارض من شهدها فكرهها كان كمن غاب عنها ومن غاب فرضيها كان كمن شهدها (ای باشرها وشارک اهلها) تمت الرسالة ۱۸ شعبان ۱۳۵۰ھ

متن دفع اللج فی شناعۃ فلم الحج

فلم حج کا حکم

السوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، آج بہت مجبور ہو کر اپنی پریشانی کی اطلاع عرض کرتا ہوں، کہ دو چار دن سے اُمرتسر میں ایک فلم (تماشہ کمپنی) آئی ہے جس میں حج کے ارکان وافعال کی تصویریں اور اُن کا معائنہ کرایا جاتا ہے، اُمرتسر کے کل اہل علم نے فتویٰ دیا کہ یہ تماشہ دیکھنا منع ہے اور ڈپٹی کمشنر سے درخواست کر کے اس تماشہ کو منع کرایا گیا، شہر کے بعض مسلمان اشخاص نے دوبارہ درخواست کر کے اس کو پھر جاری کرایا اور اشتہار دیا کہ علماء نے غلطی کی کہ اس کے دیکھنے سے منع کیا ہے، اس میں حج کا شوق پیدا ہوتا ہے، کوئی اُمر سوائے حجاج کی تصاویر اور حرکات وعبادات کے نہیں، اوران اُمور کا دیکھنا مباح اور ثواب ہے۔

اس اطلاع سے یہ غرض ہے کہ حضرت والا کوئی عنوان مؤثر اور کوئی آیت یا حدیث جس کی دلالت اس فلم اور تماشہ کی حُرمت پر ہو اس کی تعلیم فرماویں؟

الجواب

السلام علیکم! اب تو ایسے رنج وغم کا وقت ہی ہے کس کس چیز کو رویا جائے، پھر جب کہ اپنے ہی بھائیوں کے ہاتھوں غم کا سامان جمع ہو، میری حالت تو معلوم ہے کہ اب محنت کا کام نہیں ہوسکتا، مگر کچھ متفرق اُمور اجمالاً ذہن میں آئے انہی کو کوئی صاحب علم مع اُن اضافوں کے جو اُن کے ذہن میں آویں مبسوط اور مربوط کرلیں۔

(۱) فقہاء نے تصریح کی ہے کہ تعریف یعنی واقفین عرفات کی نقل بدعت ہے،

حالانکہ وہاں دوسرے منکرات نہیں۔ (۲) فلم کمپنی کا آلۂ لہو لعب ہونا ظاہر ہے، اور آلات لہو کو مقاصد دینیہ میں برتنا سخت اہانت واستخفاف ہے دین کا، حدیث میں جاریہ مغنیہ کا یہ کہنا وفینا نبی یعلم ما فی غدٍ منھی عنه قرار دیا گیا، چنانچہ بعض شراح نے یہ وجہ بھی لکھی ہے اور گو اس میں دوسرا احتمال بھی ہے، مگر اس توجیہ پر کسی نے نکیر نہیں کیا، تو اس وجہ کے مؤثر ہونے پر اجماع ہو گیا، گو اس محل میں متحقق نہ ہو، اور یہی مبنی ہے گراموفون سے تلاوت سننے کی ممانعت کا اور قرآن مجید میں جماعت کفار کی اس پر مذمت کی گئی ہے کہ اتخذوا دینھم لعبا ولھوا، اور دین سے اسلام مراد ہے کما صرحوا، حالانکہ وہ ان کا دین بالقوہ تھا، باعتبار وجوب قبول کے، سو جن کا دین بالفعل اسلام ہو، اُن کا اُس کے ساتھ تلعب کرنا کس قدر شنیع ہوگا۔ (۳) پھر اکثر افعال حج کے تعبدی غیر مدرک بالقیاس ہیں اور مخالفین اسلام بھی دیکھنے والوں میں شامل ہوں گے وہ تحریہ واستہزاء سے پیش آویں گے، اور یہ لوگ اس کا سبب بنیں گے۔ (۴) اس میں تصویروں کا استعمال اور اُن سے تلذذ ہوتا ہے، اور اس کے قبح میں کسی کو کلام نہیں، گو عابدین ہی کی تصاویر ہوں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام وحضرت اسماعیل علیہ السلام کی تمثال جو بیت اللہ کے اندر بنائی گئی تھیں اُن کے ساتھ جو معاملہ فرمایا ہے معلوم ہے۔

(۵) نیز اس سے اہل ھویٰ اس رسم کے جواز پر استدلال کریں گے، جو چند روز سے ایجاد ہوئی ہے کہ ایک خاص بقعہ میں جمع ہو کر حج کی نقل کرتے ہیں، ممکن ہے کہ ابتداء میں تحریک حج کی نیت ہو، مگر اب اچھا خاصا حج سمجھا جانے لگا ہے جس کے مفاسد میں سب کا اتفاق ہے، اُس میں اور اس میں فرق کس قدر سمجھایا جاوے گا اور جب اس عمل میں اباحت بھی نہیں تو اعتقاد ثواب تو قریب کفر ہوگا۔ نیز فقہاء نے جارس کے لئے رفع صوت بالتہلیل کو غرض ایقاظ میں استعمال کرنے کو معصیت فرمایا ہے، حالانکہ طاعت اور مباح میں اتنا بعد نہیں جتنا معصیت اور طاعت میں ہے اور معصیت یعنی فلم کو ترغیب حج کا ذریعہ بنانا کس قدر اشنع ہوگا۔ (النور رجب ۵۸ھ ص ۱۰)

زکوٰۃُ الفَرض فِی نَبَاتِ الارض

حضرت حکیمُ الامت مُجدّد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العُلوم القرآنیۃ، واقف الاُسرار الفرقانیۃ
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاُسرار الخفی منھا والجلی اعنی بہ
مولانا محمد اشرف علی التھانوی
نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

اس رسالہ میں عشر کے مسائل جمع فرمائے ہیں
معافی ولگانی ہر قسم کی زمینوں کا حکم تحقیق کر کے تحریر فرمایا ہے

زکوٰۃ الفرض فی نباتِ الارض

بعد الحمد والصلوٰۃ اس احقر کے پاس ایک مخدوم واجب الاحترام کا والا نامہ بحکم ضبط کر دینے مسائل عشر کے آیا امتثالاً للامر ان مسائل کو جمع کیا گیا اور حسب ایماء ان بزرگ کے اس کو ایک رسالہ قرار دے کر ایک مناسب نام بھی اس کا تجویز کر دیا گیا۔ اب اس سوال و جواب کی نقل کی جاتی ہے۔

سوال: گزارش یہ ہے کہ درباب عشر جو ہم لوگوں کے پاس زمینیں ہیں عجب خلجان رہتا ہے اکثر اس باب میں دریافت فرماتے رہتے ہیں۔ ایک قسم کی زمین معافی ہوتی دوسرے مضبطہ جن کا محصول گورنمنٹ انگریزی کو دیا جاتا ہے ان ہر دو قسم کی زمینوں کو کبھی مالک کاشت کرتا ہے یا اکثر غلہ یا روپیوں پر اجارہ دیتا ہے بعض دفعہ بٹائی پر کاشتکاران کو مالک دیتا ہے بعض کی آب پاشی بوجہ انہار گورنمنٹ روپیہ آب پاشی دے کر ہوتی ہے بعض کی چاہات سے ہوتی ہے بعض کی محض باراں ہوتی ہے۔ ان سب میں عشر یا نصف عشر ہے یا زمین معافی میں عشر ہے زمین مضبطہ میں نہیں ہے جو زمینیں اجارہ پر دی گئی ہیں ان میں کاشتکاران پر عشر عائد ہوگا یا مالکان زمین پر الحاصل اس مسئلہ کی اشد ضرورت ہے عموماً سب کو تساہل اس باب میں ہو رہا ہے۔

الجواب... الراویۃ الاولیٰ

فی الدرالمختار من باب العشر من الزکٰوۃ و تجب فی مسقی سماء ای مطر و سیح کنھر بلا شرط نصاب راجع للکل وبلا شرط بقاء وحولان حول لان فیه معنی المؤنة ولذا کان للامام اخذه جبراً و

يؤخذ من التركة و يجب مع الدين و فى ارض صغير و مجنون و مكاتب وما ذون ووقف وتسميته زكاة مجاز الاما فى مالا يقصد به استغلال الارض نحو حطب و قصب فارسى و حشيش و تبن و سعف و صمغ و قطران و خطمى واشنان وشجر قطن وباذنجان و بزربطيخ و قثاء و ادوية كحلبة و شونيز حتٰى لو اشغل ارضه بها يجب العشر و يجب نصفه فى مسقى غرب اى دلوٍ كبيرٍ ودالية اى دولاب لكثرة المؤنة و فى كتب الشافعية او سقاه بماء اشتراه وقواعدنا لا تاباه ولو سقى سيحاً وبالة اعتبر الغالب واستويا فنصفه و قيل ثلثة ارباع بالرفع مؤن اى كلف الزرع و بلا اخراج البذر لتصريحهم بالعشر فى كل الخارج الٰى قوله واخذ الخراج من ذمى الشترى ارضًا عشرية واخذ العشر من مسلم اخذها منه من الذمى بشفعة اوردت عليه لفساد البيع اھ.مختصراً فى ردالمحتار قوله وتبن بالباء الموحدة قال فى الفتح غير انه لو فصله قبل انعقاد الحب و جب العشر فيه لانه صارهوالمقصود.

الراوية الثانية

فى الدرالمختار ويؤخذ العشر عند الامام عند ظهور الثمرة وبدو صلاحها ، برهان الٰى قوله لا يحل الخ فى رد المختار واختلفوا فى وقت العشر فى الثمار والزروع فقال ابو حنيفة رحمة الله عليه و زفر يجب عند ظهور الثمرة ولامن عليها من الفساد فيه تحت قوله لا يحل فى الواقعات عن البزازية لا يحل الاكل من الغلة قبل اداء الخراج و كذا قبل اداء العشر الا اذا كان المالک عازمًا علٰى اداء العشر ـ اھـ و هوتقييد حسن.

الرواية الثالثة

فى الدرالمختار و يسقطان بهلاک الخارج فى ردالمختار

قوله ويسقطان اى العشر خراج المقاسمة الى قوله و فى البزازية هلاک الخارج بعد الحصاد لا يسقطه و قبله يسقط لو بافة لا تدفع كالغرق والحرق واكل الجراد والحر والبرد اما اذا اكلته الدابة فلا لامكان الحفظ عنها غالباً.

الرواية الرابعة

فى الدرالمختار ولو باع الزرع ان قبل ادراكه فالعشر على المشترى ولو بعده فعلى البائع.

الرواية الخامسة

والعشر على الموجر كخراج مؤظف وقال على المستاجر كمستعير مسلم وبقولهما نأخذ و فى المزارعة ان كان البذر من رب الارض فعليه ولو من العامل فعليهما بالحصة فى ردالمختار قوله كخراج مؤظف فانه على الموجر اتفاقاً الى قوله واما خراج المقاسمة وهو كون الواجب جزءً شائعا من الخارج كثلث وسدس ونحوهما فعلى الخلاف كذا فى شرح دارالبحار وكذا الخراج المؤظف على المعير ذخيره اى اتفاقاً بدائع اما العشر فعلى المستعير كما ياتى تحت قوله وبقولهما نأخذ فلا ينبغى العدول عن الافتاء بقولهمافى ذلک لانهم فى زماننا الٰى قوله والافبقولهما لما يلزم عليه من الضرر الواضح الذى لا يقول به احد و فيه تحت قوله وفى المزارعة لكن ما ذكر من التفصيل يخالفه ما فى البحر والمجتبٰى والمعراج والسراج والحقائق والظهيرية وَ غيرها. من ان العشر على رب الارض عنده و عليهما عندهما من غير ذكر هذا التفصيل و هوالظاهر لما فى البدائع من ان المزارعة جائزة عندهما

والعشر یجب فی الخارج والخارج بینهما فیجب العشر علیهما ـاهـالی قوله فکان ینبغی للشارح متابعة ما فی اکثر الکتب .

الروایة السادسة

فی الدر المختار و ثالثها خراج الی قوله حواه مقاتلونا فی ردالمختار الذی فی الهدایة وعامة الکتب المعتبرة انه یصرف فی مصالحنا کسد الثغور وبناء القناطر والجسور وکفایة العلماء والقضاة والعمال ورزق المقاتلة و ذراریهم ای ذراری الجمیع .

الروایة السابعة

فی الدرالمختار من باب المصرف ای مصرف الزکٰوة والعشر فی ردالمختار وهو مصرف ایضاً لصدقة الفطر والکفارة والنذر و غیر ذلک من الصدقات الواجبة کما فی القهستانی.

الروایة الثامنة

فی الدرالمختار باب العشر والخراج والجزیة ارض العرب وما اسلم اهله طوعاً او فتح عنوة و قسم بین جیش والبصرة ایضاً باجماع الصحابة عشریة الی قوله ویجب الخراج فی ارض الوقف والصبی والمجنون لو کانت الارض خراجیة والعشر لو عشریة ومر فی الزکٰوة فی ردالمختار تحت قوله وقسم بین جیش ولو قال بیننا اشمل ماذا قسم بین المسلمین غیر الغانمین فانه عشر لان الخراج لا یؤظف علی المسلم ابتداء ذکره القهستانی در منتقی.

الروایة التاسعة

فی ردالمختار عن الاسعاف و اذا دفع المتولی الارض مزارعة فالخراج والعشر من حقه (اهل الوقف ص: ۳۹۵، ج:۳) .

الرواية العاشرة

ولو احياه مسلم اعتبر قربه ماقارب الشئ يعطى حكمه۔

الرواية الحادية عشر

فى الدرالمختار ولا خراج ان غلب الماء على ارضه او انقطع الماء اواصاب الزرع آفة الى قوله فان عطلها صاحبها و كان خراجها مؤظفا او اسلم صاحبها او اشترى مسلم من ذمى ارض خراج يجب الخراج فى ردالمختار قوله ولا خراج الخ اى خراج الوظيفة و كذا خراج المقاسمة والعشر بالاولى لتعلق الواجب بعين الخارج فيهما۔

الرواية الثانية عشر

فى الدرالمختار ولا يؤخذ العشر من الخارج من الخراج لانهما لا يجتمعان فى ردالمختارى لو كان له ارض خراجها مؤظف لا يؤخذ منها العشر الخارج و كذالو كان خراجها مقاسمة من النصف و نحوه و كذا لو كانت عشرية لا يؤخذ منها خراج لانهما لا يجتمعان الخ.

الرواية الثالثة

عشر فى الدرالمختار ترك السلطان او نائبه الخراج لرب الارض اووهبه له ولو بشفاعة جاز عند الثانى جاز وحل له لو مصرفا والاتصدق به يفتى ولو ترك العشر لا يجوز اجماعاً و يخرجه بنفسه للفقراء ۔اھ۔ مختصراً فى ردالمختار قوله و حل له لو مصرفا كالمفتى والمجاهد والمعلم والمتعلم والذاكر والواعظ عن علم ولا يجوز لغيرهم وكذا اذا ترك عمال السلطان الخراج لا حد بدون علمه.

ان روایات سے مسائل ذیل ثابت ہوئے (اطلاع) جہاں لفظ عشر آوے گا عشر و

نصف عشر دونوں کو عام ہوگا۔ (۱) عشر یا نصف عشر ارض عشریہ میں جس کی تعریف عنقریب آتی ہے کل پیداوار میں واجب ہوتا ہے نہ اس میں کوئی نصاب شرط ہے اور نہ قرض وغیرہ مانع ہے نہ اخراجات زراعت کے اس میں منہا کئے جاتے ہیں البتہ جو لوگ کسی خاص حصۂ پیداوار پر زراعت میں کام کرتے ہیں ان کے حصہ کا عشر خود ان کے ذمہ ہے۔ (۲) نابالغ بچہ ومجنون کی زمین میں بھی عشر واجب ہے۔

(۳) ارض وقف میں بھی عشر واجب ہے۔ (۴) ہر پیداوار میں جس سے آمدنی حاصل کرنا مقصود ہو عشر واجب ہوتا ہے خواہ غلہ ہو خواہ پھل پس کھیت اور باغ دونوں میں واجب ہے۔ (۵) مقدار عشر میں تفصیل یہ ہے کہ جس کی آب پاشی بارش سے ہوئی ہو اس میں دسواں حصہ پیداوار کا واجب ہے اور جس کی آب پاشی چاہ سے یا نہر کے خریدے ہوئے پانی سے ہوئی ہو اس میں بیسواں حصہ واجب ہے اور اگر دونوں طرح ہوئی ہو تو غالب کا اعتبار ہے اور اگر دونوں طریقے مساوی ہوں تو بعض کے نزدیک بیسواں حصہ اور بعض کے نزدیک عشر کا تین ربع یعنی چالیس میں سے تین واجب ہے۔ (۶) خوید وغیرہ جو کاٹ لی جاتی ہے اس میں بھی عشر واجب ہے اور جو تیاری کے بعد غلہ سے بھوسہ نکلتا ہے اس میں واجب نہیں۔

(۷) جب پھل قابل اطمینان ہو جائے اس وقت کے حساب سے عشر واجب ہے۔

(۸) تیاری سے پہلے جس قدر خرچ کرے گا اس سب کا حساب یاد رکھے اس کا بھی عشر دینا پڑے گا۔ (۹) اگر پھل توڑنے سے پہلے یا کھیت کاٹنے سے پہلے کسی آفت غیر اختیاری مثل برف یا غرق یا حرق وغیرہ سے پھل یا غلہ ہلاک ہو جاوے عشر ساقط ہو جاتا ہے اور اگر چوری ہو جاوے یا جانور کھا جاوے۔ اس سے ساقط نہیں ہوتا۔

(۱۰) پکنے سے پہلے کھیت بیچ ڈالا تو اس کا عشر مشتری کے ذمہ ہے اور اگر پکنے کے بعد بیچا تو بائع کے ذمہ ہے۔ یہی حکم پھل کا ہے۔ (۱۱) جو زمین اجارہ پر دی جاوے اس کا عشر بقول صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے مفتیٰ بہ ہے کاشت کار کے ذمہ ہے کہ وہ پیداوار

کا مالک ہے اور اگر مزارعت یعنی بٹائی پر ہے تو مالک زمین و کاشت کار دونوں کے ذمہ ہے اپنے اپنے حصہ میں۔ (۱۲) عشر کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے۔ یعنی مساکین جو اُصول و فروع میں سے اور ہاشمی نہ ہوں اور زوج و زوجہ نہ ہو۔

(۱۳) عشری زمین وہ ہے کہ جب سے مسلمانوں نے اس کو مفتوح کیا تھا اس وقت تک برابر وہ مسلمان ہی کی مِلک میں چلی آئی ہو اور بروئے میراث یا بروئے خرید یعنی درمیان میں وہ غیر مسلم کی مِلک میں نہ آئی ہو جو ایسی نہ ہو وہ خراجی کہلاتی ہے۔

(۱۴) خراج کی دو قسم ہیں ایک مؤظف کہ اس کا لگان یا ایک مقرر مقدار ہے مثلاً روپیہ بیگھہ یا کم و بیش۔ دوسرا خراج مقاسمت کہ پیداوار کا کوئی حصہ کسی خاص نسبت سے لیا جاتا ہے۔ مثلاً نصف یا ثلث وغیرہ۔ (۱۵) خراجی زمین میں خراج واجب ہوتا ہے۔

(۱۶) لیکن خراج مؤظف تو قدرت انتفاع زراعت سے واجب ہو جاتا ہے باوجود امکان زراعت کے اگر زمین کو معطل چھوڑے رکھے گا یہ خراج واجب ہو جاوے گا۔ البتہ جب قدرت زراعت کی نہ ہو تب ساقط ہو جاتا ہے۔ اور خراج مقاسمت مثل عشر کے اس وقت واجب ہوگا جب واقع میں پیدا بھی ہو۔

(۱۷) اگر مسلمان کسی غیر مسلم سے زمین خرید لے وہ خراجی ہو گی۔

(۱۸) اگر مسلمان کسی غیر مسلم کے ہاتھ عشری زمین بیچ ڈالے وہ خراجی ہو جاوے گی۔

(۱۹) خراج کے مصارف مصالح عامہ ہیں اور علماء مدرسین و مفتیین و طلبہ کی خدمت بھی ان میں داخل ہے۔ (۲۰) عشر اور خراج دونوں ایک زمین میں واجب نہیں ہوتے۔

(۲۱) خراجی زمین سے عشر نہ نکالا جاوے گا۔ (۲۲) اسی طرح جس زمین میں عشر واجب ہے اگر اس سے خراج لیا جاتا ہو تو عشر ساقط نہ ہوگا۔ جس طرح مال تجارت سے انکم ٹیکس ادا کرنے سے زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی۔ (۲۳) خراج مؤظف بالاجماع مالک زمین کے ذمہ ہے۔ کاشت کار کے ذمہ نہیں البتہ خراج مقاسمت کا حکم مثل عشر کے ہے۔ (۲۴) اگر خراجی زمین کا محصول بادشاہ وقت کی طرف سے معاف ہو تب

بھی اگر وہ خراج مؤظف ہے تو وہ مالک زمین کے ذمہ رہے گا۔ آگے اس میں تفصیل ہے کہ اگر یہ شخص خراج کا مصرف ہے مثلاً مفتی ہے مدرس ہے واعظ ہے تو اس کو اپنے صرف میں لانا جائز ہے اور اگر مصرف نہیں ہے تو اس پر واجب ہے کہ مصرف میں اس کو پہنچاوے مدارس اسلامیہ کا مد چندہ اس کے لئے بہت مناسب ہے البتہ اگر انتفاع بالارض پر قدرت نہ ہو تو خراج ساقط ہے اسی طرح خراج مقاسمت میں تفصیل ہے۔

(۲۵) اور اگر بوجہ معافی ہونے کے اس کے محصول کی مقدار کی تعیین میں دشواری ہو تو اس کے قرب و جوار کی اراضی غیر معافی کا محصول معتبر ہے۔ (۲۶) ارض وقف کا بھی عشر یا خراج پیداوار سے نکال کر بقیہ کو مصارف میں صرف کیا جاوے گا۔

(**تنبیہ**): ارض خراجی میں خراج کا حق شرعی ہونا اب تک احقر کو بھی محقق نہ تھا۔ اب اس تحقیق کے بعد اراضی معافی کے متعلق یہ اَمر خصوصیت کے ساتھ قابل تنبیہ و اہتمام ہے کہ اس کے خراج کا قرب و جوار کی اراضی سے اندازہ کر کے مدارس اسلامیہ میں پہنچا دیا کریں ورنہ ان کے ذمہ یہ ایک حق شرعی واجب رہے گا اور عشر کے حق شرعی ہونے سے بے خبری یا انکار یا تو غفلت و غلطی عظیم ہے یہ کل تیرہ روایتوں سے اس کے مضاعف یعنی ۲۶ مسئلے ثابت ہوتے ہیں۔

وللّٰہ الحمد علٰی اتمام الجواب واللّٰہ اعلم بالصواب و عندہٗ ام الکتاب ضمیمہ فی ردالمختار تحت قول الدرالمختار یجب العشر مانصہ ثبت ذلک بالکتاب والسنۃ والاجماع والمعقول ای یفترض لقولہ تعالٰی وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ فان عامۃ المفسرین علٰی انہ العشر او نصفہ بینہ قولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما سقت السماء ففیہ العشر وما سقی بغرب او دالیۃ ففیہ نصف العشر ص۷۸ قلت و ایضاً لقولہ تعالٰی یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ۔ الآیۃ

اس عبارت میں تصریح ہے کہ عشر فرض ہے مثل زکوٰۃ کے قرآن سے اور

حدیث اور اجماع سے اور قیاس سے اس سے سمجھ لینا چاہئے کہ اس میں کوتاہی کرنا کیسی چیز ہے۔ واللہ الموفق۔ اشرف علی۔ (۱۰؍رجب ۱۳۳۴ھ)

عشری وخراجی نبودن الخ

سوال: (۱۰۶) اراضی عشری وخراج منحصر بہ دارالاسلام ہے یا غیر دارالاسلام میں بھی عشری وخراجی ہے۔

الجواب: فی ردالمختار باب الرکاز تحت قوله الدرالمختار فی ارض خراجية او عشرية .اه. بعد بحث طويل ما نصه ثم رأيت عين ما قلته فی شرح الشيخ اسمٰعيل حيث قال و يحتمل ان يكون احتراز اعما وجد فی دارالحرب فان ارضها ليست ارض خراج او عشر الخ. (ج:۲ص:۷۲ مصریہ ۱۲۹۴ھ۔ ۷؍صفر ۱۳۳۷ھ)

عشر بودن الخ

سوال: (۱۰۷) ہندوستان کی زمینوں کی پیداوار پر عشر فرض ہے یا نہیں۔

الجواب: فی ردالمختار عن شرح شيخ اسمٰعيل حيث قال ويتحمل ان يكون احتراز اعما وجد فی دارالحرب فان ارضها ليست ارض خراج او عشر (ج ۲ ص ۷۲) و فی الدرالمختار ارض العرب وما اسلم اهله طوعا او فتح عنوة و قسم بين جيشنا والبصرة عشرية اھ۔ (ج ۳ ص ۳۹۳)

اگر ہندوستان کو دارالاسلام مانا جاوے تو ظاہراً قسم ثالث میں داخل ہونے سے اس کی زمین مسلمانوں کے پاس ہے جب کہ کسی غیر مسلم سے حاصل نہ ہوئی ہو عشری ہے اگر غیر دارالاسلام ہے تو اس کی زمین نہ عشری ہے نہ خراجی ہے۔ (۲۱؍صفر المظفر ۱۳۴۰ھ)

تحقیق عُشر و خراج

تالیف

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

تحقیق عُشر و خراج

سوال: الامداد جلد : ۲، ص:۲۷ بابت ماہ محرم ۱۳۳۵ھ مضمون معنون بہ زکوٰۃ الارض میں ہے نمبر۳ خراج موَظف بالاجماع مالک زمین کے ذمہ ہے کاشتکار کے ذمہ نہیں البتہ خراج مقاسمۃ کا حکم مثل عشر کے ہے انتہیٰ۔ فقرۂ اخیرہ کا یہ مطلب ہے کہ رب الارض اور مزارع دونوں پر بحصتہما خراج مقاسمۃ واجب ہے۔ اس کی دلیل صراحتاً درورد میں میری سرسری نظر سے تو باوجود تلاش نہ گزری بلکہ برخلاف اس کے۔

چنانچہ درمختار کے اس قول (**وفی المزارعة ان کان البذر من رب الارض فعلیه و لو من العامل فعلیهما بالحصة**) کی شرح کے بالکل آخر میں شامی لکھتا ہے **ثم اعلم ان هذا کله فی العشر اما الخراج فعلی رب الارض اجماعاً کما فی البدائع شامی** ج۲ ص:۵۷۔ اس کے اوّل میں وجوب عشر کا حکم بالتفصیل مع الاختلاف بیان کر چکا ہے اور یہاں وہ تفصیل مذکورہ معتبرۃ فی العشر خراج سے مستثنیٰ کرتا ہے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ خراج مطلقاً رب الارض پر ہے مزارعت میں خراج موَظف ہو یا مقاسمۃ کا ہو حضرت والا مدظلہم عم فیضہم نے جو تفصیل لکھی ہے اور اس مطلق کو مقید کیا ہے اَز راہِ کرم اس کے ماخذ کی عبارت بعینہ سے مطلع فرماویں۔ تو باعثِ بصیرت و تشفی بندہ ہو اور رافع خدشہ۔ والسلام۔

الجواب: الامداد کی اسی جلد اسی نمبر صفحہ ۲۷ تحت الروایۃ الخامسۃ میں ردالمحتار کی یہ عبارت ہے **واما خراج المقاسمة وهو کون الواجب جزءاً شائعاً من الخارج کثلث و سدس ونحوهما فعلی الخلاف کذا فی شرح**

دار البحار میں اسی پر نمبر۲۳ کو متفرع کیا ہے اور مثل عشر کا مطلب یہ ہے کہ علی الخلاف ہے اب آپ نے بدائع سے جو عبارت نقل کی ہے ان دونوں عبارتوں میں تطبیق میں غور کیجئے میں نے اپنا ماخذ لکھ دیا۔ (۱۹؍ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ)

سوال: اس پر یہ خدشہ ہوسکتا ہے کہ عبارت مذکورہ شرح دار البحار کی دلیل عقد اجارہ کی ہے نہ کہ مزارعت (بٹائی) کی زیرا کہ شامی نے بھی اسی کو اسی مراد کے لئے لایا ہے۔ چنانچہ تحت **قوله کخراج مؤظف فانه علی الموجر الخ** کے لایا ہے اور خدام والا کی عبارت نمبر۳ حکم عقد مزارعت کا ظاہر کررہی ہے۔ چنانچہ لفظ کاشتکار اسی کی طرف مشیر ہے **فلم یصح الاستدلال بتلک العبارة علی ذلک** ہاں اگر خدام والا کی عبارت نمبر۳ سے حکم عقد اجارہ ہے تو کوئی خدشہ نہیں۔ پس دریں حالت اَزراہِ کرم حکم خراج عقد مزارعت (بٹائی) سے سرفراز فرمایئے گا کہ سب مالک زمین پر ہے یا مزارع پر بھی بالحصہ ہے جیسا کہ حکم عشر ہے۔ اگر دونوں پر مثل عشر ہے تو شامی کی اس عبارت (**ثم اعلم ان هذا کله فی العشر اما الخراج فعلی رب الارض اجماعاً کما فی البدائع**) کا کیا مطلب ہے۔

الجواب: کتاب دیکھنے کا وقت نہیں ملتا دوسرے علماء سے تحقیق کرلیجئے اور بعد حصول اطمینان اگر یاد رہے مجھ کو بھی اطلاع کردیجئے۔ مجھ کو بھی فائدہ ہوگا۔

اس کے بعد مستفتی نے دیوبند خط لکھا جو مع جواب ذیل میں منقول ہے پھر حسب درخواست اس جواب کی یہاں اطلاع کرکے ایک جزو کا یہاں سے استصواب کیا وہ استصواب مع جواب بھی منقول ہے۔

والمجموع هذا: بخدمت جناب مفتی دار العلوم دیوبند عم فیضہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ، جن سطور مسطورہ بالا پر خط مستطیل کھنچا ہوا ہے اَزراہِ کرم ان کے جواب مدلل سے واقف فرمانا اور نیز اس سے کہ خراج مقاسمت اگر محض مالک زمین پر ہے تو کل پیداوار کا خمس (جو کہ یہاں کا خراج ہے) اس سے لیا جائے گا یا جتنا حصہ اس

کا پیداوار میں مقرر ہے اس کا خمس لیا جائے گا امید ہے کہ ان چند سوالوں کا جواب دلائل کے ساتھ تحریر فرما کر مشکور فرمائیے گا کہ صورت مسئولہ میں حکم کیا ہے۔ والسلام۔

الجواب: شامی جلد ثالث باب العشر والخراج والجزیۃ میں درمختار کے قول وھو ای الخراج نوعان خراج مقاسمۃ الخ کے تحت میں ہے

وقد تقرر ان خراج المقاسمة كالعشر لتعلقه بالخارج و لهذا يتكرر بتكرر الخارج في السنة وانما يفترقان في المصرف فكل شيء يؤخذ منه العشر او نصفه يؤخذ منه خراج المقاسمة وتجري الاحكام التي قررت في العشر وفاقا وخلافا الخ۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ عبارت مذکورہ شامی ثم علم ان ھذا کلہ في العشر اما الخراج فعلى رب الارض اجماعا كما في البدائع میں خراج سے مراد خراج موظف ہے نہ کہ خراج مقاسمہ اور اسی مسئلہ کے تحت یہ عبارت شامی باب الرکاز ص ۵۵ میں ہے۔ ولهذا قال القهستاني بعد قوله في الارض خراج او عشر الاخر في ارضه سواء كانت جبلا وسهلا مواتا او ملكا واحترز به عن داره وارضه وارض الحرب ثم رأيت عين ما قلته في شرح الشيخ اسمعيل حيث قال وتقييد ان يكون احرازا انما وجد في دارالحرب فان ارضها ليست ارض خراج او عشر الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی اراضی نہ خراجی ہیں اور نہ عشری فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن۔ (۲/ربیع الثانی ۳۸ھ)

مخدومی مکرمی دامت برکاتہم و مرشدنا ومفتینا حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم بعد سلام مسنون علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ عرض ہے کہ حضور نے ملاحظہ فرما لیا جناب مفتی صاحب کا جواب جو بھیجا گیا ہے مرسل خدمت ہے اور جناب مفتی صاحب کا اخیر ارشاد کہ اس سے معلوم ہوتا ہے الخ فقط تحریر کیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ آپ کی رائے عالی اس کے موافق ہے یا نہیں والسلام۔

الجواب۔ ہاں صحیح ہے لیکن اگر کسی کے نزدیک یہ دارالاسلام ہوتو یہ حکم نہ ہوگا۔

سوال نمبر۲ جواب مسئلہ شرعی دادن براں صاحب ضروری اُمراست کہ از اہلِ ذکر ظاہری وباطنی ذات والا اند وبر ماسوال واجب است کہ عقل وعلم مایان ناقص است۔ درباره اراضی تمام ہندوستان وپنجاب وخصوصاً ڈیره غازی خان کہ سرحد اضلاع پنجاب است ایں ضلع قریب وماتحت کوه است مگر ضلع ہذا اکثر زمین صفاء از جمر است ضلع شامل صوبہ پنجاب جانب غربی دریا سندھ است عشری اندیا خراجی تمام کتب فقہ بناء عشری و خراجی برفتوحات اوّل داشتہ اند آں بطور علم الیقین ظاہر نمی شود مگر مولوی ہمایونی درفتاویٰ خود نوشتہ کہ ملک سندھ وہند خراجی است کہ محمد ابن قاسم ثقفی درخلافت ولید بوقت فتح خمس نہاده بطریق خراج **کما یشعر به رسائل مخدوم ابی الحسن الدأرهری رحمة اللّٰه علیه قال الشیخ الحسن فی بیان اراضی الهند والسنده فی ضمن راجا ویر الذی کان قبل نبوت عیسیٰ علیه السلام کانت خراجیة و خراجها الخمس و بعد الاسلام بقیت ایضاً خراجیة** ۱۲ فتاویٰ ہمایوں ودررسالہ الامداد بابت ماه شعبان ۱۳۳۴ھ تحریر است۔ اگر مسلمان کسی غیر مسلم سے خریدے وہ خراجی ہوگی۔ الخ۔ وودر تتمہ جلد اوّل فتاویٰ امدادیہ صفحہ ۵۰ کتاب الزکوٰۃ مرقوم است۔ جو زمینیں اس وقت مسلمانوں کی مِلک میں ہیں الخ وہ زمینیں عشری ہیں تا آخر۔ لہٰذا معروض جواب اُمور ذیل مفصل عنایت فرمایند۔

(۱) زمین ضلع ڈیره غازی خان پنجاب عشری است یا خراجی۔

(۲) تحریر مولوی ہمایونی صحیح است قابل اطمینان ست یا نہ مدلل تحریر فرمایند۔

(۳) جناب والا کہ در تتمہ جلد اوّل فتاویٰ امدادیہ صفحہ ۵۰ کتاب الزکوٰۃ فرق وتعریف عشری و خراجی تحریر فرمودند نقل کدام کتاب فقہ معتبر درج نہ فرمودند مہربانی فرموده از ماخذ آں اطلاع دہند کہ از کدام کتاب واز کدام عبارت ایں فرق وتعریف استخراج فرموده فتویٰ دادند۔

(۴) برمردماں اینجا خراج نہایت گراں است اکثر برابر تمام آمدنی اراضی می باشد

[illegible]

[illegible] سوال

[illegible]

[illegible] رد المحتار

قال في رد المحتار [illegible]

[illegible] في القنية [illegible] لان العرف لا [illegible] على

[illegible] ذكره القهستاني [illegible]

(ب) [illegible] الاسلام [illegible]

عطاء کردہ اند دراں وقت آنہاں یقیناً مصداق تعریف عشری بودند باز ایشاں بدیگراں منتقل شدند ارثاً یا شراءً او نحوہ الی وقتنا ھذا وہر جا کہ حال وسائط بالیقین معلوم نباشد استصحاب را حکم قرار دادہ خواہد شد پس آنچہ الحال بدست مسلماں ست وسائط را مسلمان قرار خواہند داد۔

(ج) تخلل کافر عشری را خراجی میکند کما صرحوا بہ پس بعد ایں مقدمات احکام منقولہ امداد الفتاویٰ و رسالہ الامداد ظاہر است۔

(۴) عشر و خراج از حقوق شرعیہ است پس چنانکہ انکم ٹیکس مسقط زکوٰۃ نیست ہم چنیں محصول سرکاری مسقط ایں حقوق نباشد و تکلیف مالا یطاق کہ در شرع مرفوع است مراد نفی تشریع است نہ نفی وقوع گو از غیر شارع بلا اذن شارع باشد خوب تامل باید کرد ایں مغالطۂ عظیمہ است کہ اثرش بر عقیدہ محتمل است البتہ اگر بقول بعضے کہ ارض دار الکفر نہ عشری است نہ خراجی نقلہ فی رد المحتار کسی تشبث کند امید کہ بحالت چنیں ابتلاء گنجائش باشد واللہ اعلم۔

(۲۸ / جمادی الثانی ۱۳۴۳ھ تمت رسالۃ النشر للعشر)

القول الاحکم فی
تحقیق التزام مالایلزم

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ
مولانا محمد اشرف علی التھانوی
نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

یہ رسالہ ایک صاحب کے سوالات اور حضرت رحمہ اللہ کے جوابات کا مجموعہ ہے جو التزام مالایلزم کی تعریف و تحقیق میں تحریر فرمایا گیا۔

القولُ الاحکم فِی تحقِیقِ اِلتزام مَالایَلزم

یہ مجموعہ ہے ایک صاحب کے سوالات اور احقر کے جوابات کا چونکہ اس کی مقدار معتد بہ ہوگئی ہے اس لئے ایک رسالہ کے عنوان سے اس کوملقب کردیا گیا۔

خط اوّل

سوال: التزام مالایلزم کی تعریف دو ہوسکتی ہیں۔

۱......کسی غیر ضروری چیز کو شرعی حیثیت سے یعنی دینی بات سمجھ کر ضروری قرار دے لینا اس تعریف سے بہت سا حصہ رسوم مباح کا مثلاً متعلقہ شادی، جیسے شادی میں سرخ ہی خط کا بھیجا جانا یا اس پر گوٹہ لپیٹنا، التزام مالایلزم سے خارج ہوا جاتا ہے، کیونکہ عوام بھی اس کو شرعی حیثیت سے ضروری نہیں سمجھتے، بلکہ غیر شرعی حیثیت سے اور دنیوی سبب سے یعنی پابندی رسم ورواج اور اندیشہ بدنامی سے کرنا ضروری خیال کرتے ہیں اور ہر دو فعل مذکور کچھ دینی امور نہیں، اگر ممانعت بسبب عقیدۂ نجس ہو تب بھی وجہ ممانعت التزام مالایلزم نہ ہوگا، حالانکہ اصلاح الرسوم مطبوعہ بلالی سیٹم پریس ساڈھورہ ضلع انبالہ دوسرے باب فصل ششم صفحہ ۴۵ سطر (۱) پر مرقوم ہے۔

''پھر اس میں ایک ضروری امر یہ بھی ہے کہ سرخ ہی خط ہو، اور اس پر گوٹہ بھی لپٹا ہو یہ بھی اسی التزام مالایلزم کی فہرست میں داخل ہے الخ''

۲......دوسری تعریف التزام مذکور کی یہ ہوسکتی ہے کہ کسی غیر ضروری چیز کو دنیوی

یعنی غیر شرعی حیثیت سے بھی ضروری قرار دے لینا، اس تعریف سے گو ہر دو فعل مذکور داخل التزام ہو جائیں گے مگر بہت سے دیگر امور مباحہ داخل التزام ہو کر ناجائز ہو جائیں گے، مثلاً تین مثالیں عرض ہیں۔

مثال (۲) میں فعل کے ضروری سمجھنے کی علت اندیشۂ بدنامی ہے، مثال (۳) میں اس فعل کے ترک کے ضروری سمجھنے کی علت پابندی رسم و رواج ہے، خواہ وہ سبب اندیشہ بدنامی ہی ہو، مگر باوجود اس کے اس کو داخل التزام نہیں کہا جاتا۔

مثال (۱) ایک شخص ایک ہی مکان کو بسبب اس کے کہ وہ زیادہ آرام دہ ہے یا ایک ہی لباس کو بسبب اس کے کہ وہ اس کو بھلا معلوم ہوتا ہے، اور ایک ہی غذا کو بوجہ اس کے کہ وہی اس کو زیادہ مرغوب ہے استعمال کرتا ہے اور وجوہ مذکورہ سے اسکے استعمال کو ضروری خیال کرتا ہے۔

مثال (۲) ایک غریب رئیس زادہ کے یہاں اتنی مہمانداری ہوتی ہے کہ بعض اوقات وہ اس سے تنگ آجاتا ہے (گو اس کو قرض وغیرہ کی ضرورت پیش نہیں آتی) (مگر وہ ہر مہمان کی مہمانداری کرنے پر اپنے کو مجبور سمجھتا ہے اور مہمانداری کو ضروری خیال کرتا ہے، تاکہ یہ لوگ خواہ مخواہ مجھے بدنام نہ کریں۔

مثال (۳) ہندوستانی شرفاء سواری حمار کو عموماً ناگوار سمجھتے ہیں اور اس کے ترک کو ضروری سمجھتے ہیں تاکہ مضحکہ خیزی نہ ہو کیونکہ رسم و رواج کے خلاف ہے، حالانکہ ترک سواری حمار غالباً ایک مباح امر ہے اور غیر ضروری تو یقیناً ہے۔

پس التزام مالا یلزم کی تعریف جامع و مانع ارشاد فرمائی جاوے، حاجی ...... صاحب نے جو منشی ...... صاحب علی گڑھی کے تجارت کے شریک ہیں مجھ سے ان مسائل میں گفتگو کرنا چاہی، میں نے بمصالح چند گفتگو سے معافی چاہ لی ہے، اور چاہ لوں گا مگر وہ مسائل کے رسائل دکھانے کے لئے سخت مصر ہیں پہلے تو انہوں نے منشی صاحب مذکور سے ہی مانگے تھے۔

چنانچہ منشی صاحب کا ارادہ بھی ہے کہ وہ بھی کوئی رسالہ ان کو دے دیں، اب حاجی صاحب مذکور نے مجھ سے اصرار کیا، چنانچہ میں نے اپنی اصلاح الرسوم ان کے دکھانے کے لئے نکالی، مدت کے بعد میں نے بھی اب پھر اس کو دیکھا تو یہ شبہ پیش آ گیا، گمان ہے کہ حضور کے اب کے مرتبہ کے جواب سے ہی میرا شبہ حل ہو جاوے گا، لہٰذا حضور کا غایت احسان ہوگا اگر جواب مرحمت ہوا، شرکت نکاح کے متعلق جو اب موصول ہو کر باعث احسان ہوا۔

الجواب: التزام مالا یلزم کی تعریف اس کے ترجمہ سے ظاہر ہے، البتہ اس کی دو قسمیں ہیں اگر اس کو اعتقاد میں دین سمجھا جاتا ہے تو وہ اقبح ہے، اور اگر دین نہیں سمجھا جاتا مگر پابندی ایسی کی جاتی ہے جیسے ضروریات دین کی تو وہ بھی قبیح ہے۔

گو قسم اول کے برابر قبح نہیں، جیسے ریا کی مذمت نصوص میں آئی ہے، اور اس کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک اعمال دین میں، یہ اقبح ہے، دوسرے اعمال دنیا میں یہ بھی قبیح ہے جس میں یہ وعیدیں ہیں من رای رای اللہ به و من سمع سمع اللہ به اور آیا ہے من لبس ثوب شهرة البسه اللہ ثوب الذل یوم القیامة اور جن امور مباح پر دوام ہے وہ مطلقاً اس میں داخل نہ ہوں گے، مثال اول میں داعی صرف راحت ہے نہ کہ اعتقاد ضرورت، مثال ثانی میں خوف مذلت داعی ہے نہ کہ اعتقاد ضرورت، مثال ثالث میں بھی یہی خوف مذلت ہے بخلاف سرخ خط کے کہ اس کے ترک میں کوئی ذلت و بدنامی بھی نہیں، پھر بھی اس کو لازم سمجھتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ خوف بدنامی الگ چیز ہے، اور التزام مالا یلزم الگ چیز، غایت مافی الباب اس کی وہ قسم جو دین ہونے کے اعتقاد سے کیا جاوے زیادہ اقبح ہے، اور جس کو دنیا سمجھ کر کیا جاوے وہ اس درجہ کا قبیح نہیں، مگر التزام دونوں میں مشترک ہے، ونظیره الریاء بقسمیه اس وقت اس سے زیادہ ذہن میں نہیں آیا، اگر اس پر کوئی شبہ ہو تو دوبارہ پیش کیجئے ورنہ کسی موقع پر اس خط کو یہاں بھیج دیجئے۔

خط دوم

سوال: ہدایت نامہ (جو کہ ہمراہ عریضۂ ہذا مرسل ہے) صادر ہوا، ریا کی مثال واقعی بہت ہی مناسب ومفید ہے۔ شبہ کا کچھ حصہ تو حل ہوگیا۔ مگر ہدایت نامہ کا کچھ حصہ باوجود مشرح اور عام فہم ہونے کے فہم ناقص میں نہ آسکا، لہٰذا کسی قدر شبہ اب بھی باقی ہے۔

(ہدایت نامہ کی اس عبارت کا خلاصہ جس پر شبہ ہے)

مثال اول میں داعی صرف راحت ہے نہ کہ اعتقاد ضرورت مثال ثانی وثالث میں داعی خوف مذلت ہے نہ اعتقاد ضرورت، بخلاف سرخ خط کے۔

شبہ، ذلت سے بچنا، اور حصول راحت، ان تینوں مثالوں میں ضروری چیز ہے، اور اس ضروری چیز کا موقوف علیہ مثال (۱) میں لباس خاص وغیرہ مثال (۲) میں مہمان نوازی، مثال (۳) میں ترک سواری کے ساتھ اعتقاد ضرورت کا وجود بھی ہوگیا، اور داخل التزام ہوگئیں، رہی یہ بات کہ مذکورہ ہرسہ مثالوں میں کہ اعتقاد ضرورت لباس خاص ومہمانداری وترک سواری حمار کی اصلی علت نہیں، بلکہ اصلی علت ہرسہ اشیاء کی حصول راحت اور خوف مذلت ہے، یہ تو سمجھ میں آگیا (وہ اس طرح کہ ہمیشہ ایک خاص ہی لباس پہننا ومہمان داری کو برابر قائم رکھنا اور کبھی ترک سواری حمار کو ترک نہ کرنا ان کی علت تو ہے اعتقاد ضرورت اور اس اعتقاد کی علت ہے، راحت و خوف مذلت، پس اصلی علت ہوئی راحت اور خوف مذلت)

مگر یہی بات سرخ خط اور اس پر گوٹے کی رسم میں نظر آتی ہے کہ اعتقاد ضرورت اصلی علت نہیں اس لئے کہ اس اعتقاد ضرورت کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہوگا، پس وہی اس سرخ خط اور گوٹے کی اصلی علت ہوسکتی ہے (بجائے اعتقاد ضرورت کے) بلکہ میرا شبہ یہ ہے کہ اعتقاد ضرورت کہیں بھی کسی چیز کی اصلی علت نہیں ہوسکتی، (بلکہ کسی نہ کسی علت کا معلول ہی ہوگا) پس جیسا ان تینوں مثالوں میں اعتقاد ضرورت اصلی

علت نہ تھا، اسی طرح اس سرخ خط اور گوٹے میں اعتقاد ضرورت اصلی علت نہیں، بلکہ اصلی علت کوئی دوسری چیز ہوگی، جس کا کہ یہ اعتقاد نتیجہ ہے، لہٰذا یہ سرخ خط وغیرہ بھی التزام سے خارج نظر آتے ہیں، باقی یہ بات کہ سرخ خط اور گوٹے کی علت اصلی پھر کیا چیز ہو سکتی ہے، سو اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ وہ اصلی علت دینی تو معلوم نہیں ہوتی جو نزد عوام بھی موجب قربت خیال کی جاتی ہو، بلکہ کوئی دنیاوی امر ہی ہو سکتا ہے جس کا تعین اس سرخ خط اور گوٹے کی رسم کی ابتدائی تاریخ پر غور کرنے سے ہو سکتا ہے۔ بظاہر حضور کے ارشادات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں یہ رسم بھی ہنود سے آئی ہے، اور ہنود کے یہاں اس کی ابتداء نیک شگون اور اس کے خلاف کو نحوست یا اس کو اظہار مسرت خیال کرنے کے سبب سے ہوئی، تو اصلی علت اس رسم کی عقیدہ نحوست یا اظہار مسرت (شاید) ہوئی نہ کہ اعتقاد ضرورت نیز ممکن ہے کہ نحوست و مسرت زمانہ ابتداء میں اس کی علت اصلی ہو، باقی زمانہ حال میں اس کی علت بالخصوص مسلمانوں کے اندر کوئی اور ہو، یعنی پابندی رسم و رواج کے سبب سے اس کو ضروری سمجھ کر کیا جاتا ہو۔

خلاصہ یہ کہ اس رسم خط گوٹہ کی علت اصلی اگر کوئی ناجائز شئے ہو، مثلاً عقیدۂ نحوست تب تو ان تینوں مذکورہ مثالوں میں اور اس رسم میں یہ فرق سمجھ میں آتا ہے کہ امور مذکورہ ہر سہ مثالوں کی اصلی علت تو ایک جائز فعل ہے، (یعنی راحت و خوف مذلت) اور اس رسم کی اصلی علت ایک ناجائز عقیدہ ہے۔ (یعنی عقیدۂ نحوست) لیکن پھر تعریف التزام نمبر (۲) معروضہ بعریضہ سابق میں اتنا اضافہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ''بشرطیکہ اس شئے کے ضروری سمجھنے کی علت کوئی ناجائز شئے ہو'' اور اگر سرخ خط اور گوٹہ کی اصلی علت کوئی ایسی شئے متعین ہوتی ہے کہ جو جائز ہے۔ مثلاً اظہار مسرت یا پابندی رسم رواج (جبکہ اس پابندی رسم و رواج کی علت محض خوف بدنامی اور ذلت ہو جو کہ اس کے ترک میں محتمل ہے) تو پھر امور مذکورہ ہر سہ مثالوں میں (یعنی لباس خاص کو ضروری سمجھنا، مہمانداری کی پابندی، ترک سواری حمار پر قائم رہنے کو ضروری

سمجھنا) اور اس سرخ خط اور گوٹہ کی رسم میں کوئی فرق ایسا سمجھ میں نہیں آیا کہ اس خط و گوٹہ کی رسم کو التزام مذکور سے خارج کہہ سکیں، حضور سے سلسلہ عرض معروض سے پہلے احقر براہین قاطعہ کا بھی مطالعہ کر چکا ہے، مگر تشفی نہیں ہوئی۔

الجواب: التزام مالا یلزم کی تعریف بدلنے کی ضرورت نہیں وہی تعریف صحیح اور محفوظ ہے جس کی طرف پہلے بھی اشارہ کیا گیا ہے، جس کی سہل تعبیر یہ ہے کہ غیر ضروری کو ضروری سمجھنا اور آپ نے جو شبہ کیا ہے کہ مثال نمبر ۱، ۲، ۳، ۴ میں اعتقاد ضرورت کا وجود بھی ثابت ہو گیا، اور داخل التزام ہو گئیں، سو میں نے جس ضرورت کے اعتقاد کی نفی کی ہے وہ ضرورت بالذات ہے، سو اس درجہ میں نفی اس کے اعتقاد کی ظاہر ہے، اور جس ضرورت کا آپ نے اثبات کیا ہے وہ ضرورت بالغیر ہے، اور اس کا اعتقاد مطابق واقع کے ہے، پھر داخل التزام کہاں ہوئیں، کیونکہ اس صورت میں مایلزم کا اعتقاد ہوا، لایلزم کا اعتقاد کہاں ہوا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس معنی کر یہ امثلہ مالا یلزم ہیں، اسکا تو التزام نہیں، اور جس معنے کے اعتبار سے التزام ہے، اسمیں وہ مالا یلزم ہیں، اول تو اس کی علت خود فاعلین کے نزدیک بھی متعین و معلوم نہیں، تا کہ اس علت کو دیکھا جاوے کہ وہ ضروری ہے یا غیر ضروری، پس ارتکاب اس کا ان کے زعم میں بھی کسی علت پر مبنی نہیں، جب علت ہی ان کے ذہن میں نہیں تو اس کا لزوم بھی ان کے ذہن میں نہیں، پس وہ علت مجہولہ مالا یلزم ٹھہری، پھر ضروری سمجھنا اس التزام مالا یلزم میں داخل ہو گیا، اور اگر زبردستی اس کی کوئی علت گھڑ بھی لی جاوے سو اگر وہ اظہار مسرت ہے تو اس کا غیر ضروری ہونا ظاہر، اور اگر وہ شگون ہے تو وہ بھی واقع میں غیر ضروری بلکہ اس کا عدم ضروری اور اس کا اعتقاد شعبہ شرک، پس مالا یلزم اس پر صادق تو اس کا ضروری سمجھنا یقیناً التزام مالا یلزم اور غالب یہی شق اخیر ہے، جیسا آپ نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے، ایک احتمال آپ نے اس میں یہ لکھا ہے کہ پابندی رسم و رواج اس کی علت ہو، سو ظاہر ہے کہ یہ بھی واقع میں غیر ضروری ہے، اس لئے پھر بھی یہ مالا یلزم ٹھہرا اور اس کا التزام، التزام مالا یلزم ہوا۔

اور آخر خط میں جو امثلہ مذکورہ اور سرخ خط میں کوئی فرق نہ ہونا لکھا ہے سو فرق

مشاہد ہے، کیونکہ اس کے ترک میں ذرا بھی بدنامی نہیں ہے، اور اگر فرض بھی کرلیا جاوے تو ہر بدنامی سے بچنا ضروری نہیں، تاکہ اس کے منی کو ضروری قرار دے کر اس کو مالا یلزم میں داخل کیا جاوے یوں تو ترک کفر بھی بدنامی ہے، اسی طرح یہ رسم جب واقع میں ماخوذ اہل جاہلیت سے ہے اور اس کا ترک عرف یعنی عادت عامہ میں موجب بدنامی بھی نہیں تو اس میں اور امثلہ میں فرق ظاہر ہے اور راز اس التزام مالا یلزم کے قبح کا یہ ہے کہ اس میں کذب ہے قلب کا جس کی ممانعت آیت لاتعدوا میں اور آیت لاتقف مالیس لک به علم میں ہے بلکہ آیت لم تحرم ما احل الله لک میں تو اس التزام کی مشابہت سے بھی نہی ہے، (اگر اور کچھ تحقیق کرنا ہو تو لکھئے) ورنہ اس مجموعہ کو نقل کے لئے پھر بھیج دیجئے۔

خط سوم

سوال: احقر نے حضور کے ارشادات پر شروع سے آخر تک بخوبی غور کیا، سو بحمد اللہ تعالیٰ سوائے ایک شبہ کے تمام شبہات حل ہوگئے، جو زبانی عرض کئے تھے، مگر حضور ہی کے ارشادات پر مکرر سہ کرر غور کرنے سے اسکا جواب بھی سمجھ میں آ گیا، لیکن تاوقتیکہ اس کی تصحیح نہ فرمائی جاوے موجب تشفی نہ ہوگا، لہٰذا وہ شبہ مع اس کے جواب کے ارسال خدمت ہے، اگر وہ غلط ہو تو حضور براہ کرام جواب سے مشرف فرمائیں۔

شبہ: حضور والا نے عریضہ دوم کے جواب میں (متعلق شبہ مندرجہ عریضہ اول) ارشاد فرمایا ہے کہ ”اور جس ضرورت کا آپ نے اثبات کیا ہے وہ ضرورت بالغیر ہے اور اس کا اعتقاد مطابق واقع کے ہے پھر داخل التزام کہاں ہوئیں الخ“ سو شبہ یہ ہے کہ اعتقاد مطابق واقع کے تو جب ہوتا جب کہ وہ چیز شرعاً یا عقلاً ضروری ہوتی مگر چونکہ مثال نمبر اول معروضہ بعریضۂ اوّل میں راحت بالخصوص زیادتی راحت شرعاً یا عقلاً کوئی ضروری چیز نہیں، پس اسکا موقوف علیہ یعنی ایک ہی مکان کی تخصیص بھی ضروری نہ ہوگی، پس اس ضروری بالغیر سمجھنے کا اعتقاد بھی خلاف واقع ہوگا، لہٰذا التزام مالا یلزم مصداق ٹھہر جائے گا۔

رفع شبہ

یہاں پر ضروری سمجھنے کے معنے یہ ہیں کہ ایک شخص ......ایک زیادہ آرام دہ مکان کو کم آرام دہ مکان پر قابل ترجیح سمجھتا ہے، اور اس کا یہ ترجیح کا اعتقاد عقلاً مطابق واقع کے ہے، لہٰذا بجائے مالا یلزم کے التزام مالا یلزم صادق آیا۔

(مثال نمبر اوّل ہی میں شبہ تھا بخلاف مثال دوم وسوم کے)

الجواب: عزیزم السلام علیکم، جواب موجہ ہے، اور ممکن ہے کہ مثال اول سے میری نظر چوک گئی ہو، صرف مثال دوم وسوم نظر میں رہی ہوں۔

خط چہارم

حضور کا والا نامہ بجواب عریضۂ احقر صادر ہوا، بفضلہٖ تعالیٰ اب التزام مالا یلزم کے متعلق کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔ **تمت رسالہ القول الاحکم** (تتمۂ خامسہ ص:۲۹۵)

تعیین التزام مالا یلزم

سوال: اُمور دنیاوی کے التزام مالا یلزم کے ممنوعیت کی عبارت جناب سے التماس کیا تھا مگر اب تک محروم ہوں۔

الجواب: التزام سے مراد مطلق التزام نہیں، بلکہ وہ مراد ہے جس کے ترک کو عیب اور موجب ملامت ولعن طعن سمجھا جائے اور اسکا حد شرعی سے تجاوز ہونا ظاہر ہے اور اس تجاوز کا منہی عنہ ہونا لاتعتدوا میں منصوص ہے۔

اور یہ التزام اس تجاوز کا سبب معین ہے۔ اسلئے یہ بھی ممنوع ہے، جس طرح فقہاء نے اس سائل کو دینا حرام لکھا ہے جس کو سوال کرنا حرام ہے، نیز منشاء اس تجاوز کا کبر و ریا ہے جس کی حرمت منصوص ہے، جس طرح ثوب شہرت سے نہی آئی ہے۔

۱۹ جمادی الثانیہ ۱۳۴۳ھ (ترجیح خامس ص:۱۵۲)

اِسکَاتُ المُنکَرِ لِلآفاتِ المُسکَرِ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ واقف الاسرار الفرقانیۃ
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

انسداد شراب نوشی کی تحریک کی تائید میں جناب خان بہادر وجیہ الدین صاحب
کی فرمائش پر ایک مضمون انسداد مسکرات کے بارے میں تحریر فرمایا تھا

اِسکَاتُ المُنکَرِ لِلاٰفَاتِ المُسکَرِ

بعد الحمد والصلوٰۃ احقر کے پاس آغاز ماہ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۴ھ میں مشفق مکرم جناب حاجی وجیہ الدین صاحب ممبر لیجسلیٹو اسمبلی کا ایک خط مع ان کی مطبوعہ تقریر مسمّٰی بہ انسداد شراب نوشی کے آیا جس میں مجھ سے اظہار رائے کی استدعا تھی، بنا ءعلیہ ایک مختصر مضمون لکھا گیا جو ذیل میں مع خط منقول ہے۔

نقل خط

انسداد شراب نوشی

سوال: مخدومی مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

غالباً جناب کو علم ہوگا کہ اس ناچیز کی تجویز متعلق انسداد مے نوشی اجلاس لیجسلیٹو اسمبلی میں پیش ہو کر باوجود گورنمنٹ کی سخت مخالفت کے ذرا سی ترمیم کے بعد کثرت آراء سے پاس ہو چکی ہے لیکن چونکہ ارکان گورنمنٹ کو رائے عامہ کا اظہار طرق مروجہ کے ذریعہ اب تک نہیں کرایا گیا اس لئے ہنوز روزِ اوّل ہے۔

اس ضرورت کو محسوس کر کے انسداد منشیات کے سچے حامی پادری اندرسن نے کلکتہ سے سفر اختیار کیا، اور ایک خاص جلسہ میں طے کرایا کہ اس تجویز کو نفاذ کرانے کے خاطر ضرور ہے کہ دارالسلطنت دہلی میں ایک کانفرنس بتواریخ ۲۹، ۳۰، ۳۱ جنوری ۲۶ء منعقد ہو، جس میں ملک کے مقتدر و مسلمہ نمائندگان شریک ہوں، تقاریر ہوں تحریری مضامین اور رسالے شائع ہوں، اور اس طرح ارکانِ حکومت پر ثابت ہو جاوے کہ اہلِ ہند کی متفقہ خواہش ہے کہ اُم الخبائث کا انسداد کلّی کر دیا جائے۔

جیسا کہ اس ناچیز نے اپنے ریزولیشن میں تفصیل کے ساتھ مطالبہ کیا ہے، اور جس کی ایک نقل بغرض واقفیت ملفوف ہے، کانفرنس کی شرکت کی دعوت تو پادری صاحب موصوف روانہ کریں گے، لیکن بندہ نے ایک رسالہ شائع کرنے کی خدمت اپنے ذمہ لی ہے جس میں ملکی ومذہبی مقتدر ومسلمہ حضرات کی پیش قیمت آراء جمع کی جاویں گی، اس لئے مستدعی ہوں کہ براہ کرم بہت جلد تائیدی مضامین روانہ فرما کر ممنون فرمادیں تاکہ رسالہ قبل از جلسہ تیار ہو کر شائع ہو سکے۔

مضمونِ احقر

الجواب: حامداً و مصلیاً، دنیا میں جتنے مضر افعال ہوتے ہیں خواہ وہ فاعل کی ذات تک محدود ہوں خواہ دوسروں تک متعدّی ہوں، پھر تعدیہ کی صورت میں خواہ ان کا ضرر رعایا تک پہنچے خواہ سلطنت تک، ایسے سب افعال کا سبب دو اَمر میں منحصر ہے، ایک عقل کا ضعف وفتور دوسرا کسی جذبۂ نفسانی کی قوت اور غلبہ جو باوجود عقل میں ضعف وفتور نہ ہونے کے بھی وہ جذبہ اپنی قوت سے عقل کے ساتھ مقاومت و مصادمت کر کے اس کو مغلوب کردے، اس مقدمہ میں تو کسی حکیم کو خواہ وہ کسی ملت کا متبع ہو یا نہ ہو کلام نہیں ہو سکتا، اور اس مسئلہ مسلمہ ومتفقہ اس کا لزوم بھی ظاہر ہے کہ اگر دنیا میں کوئی چیز ایسی ہو جس میں یہ دونوں اثر ہوں یعنی مزیل عقل بھی ہو اور مہیج مواد شر بھی ہو اس کے قبیح وواجب الانسداد ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ اب میں دعویٰ کرتا ہوں کہ اشیائے مسکرہ جس کا نام خواہ شراب رکھا جائے یا تاڑی کہا جاوے یا سیندھی کے لقب سے مشہور کیا جاوے سب ایسے ہی ہیں کہ ان میں یہ دونوں اثر ہیں، چنانچہ مشاہدہ ہے کہ اس کے استعمال سے عقل زائل یا ضعیف ضرور ہو جاتی ہے، بظاہر نظر تو صرف اس کے نشہ تک لیکن عندالتحقیق بعد نشہ اُترنے کے بھی، چنانچہ جو لوگ اس کے خوگر ہیں ان کی حالت عقلیہ قبل اس عادت کے اور بعد اس عادت کے دیکھ کر موازنہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے، اور اگر علی سبیل التنزل بقاء نشہ ہی تک ضعف عقل کو تسلیم کر لیا جاوے، تو اس ہی حالت میں بعض افعال ضعف عقل سے ایسے صادر ہو

جاتے ہیں جن کا ضرر تمام عمر تک گلو گیر رہتا ہے، تو اس کے وجوب انسداد کے لئے یہ بھی کافی ہے، اسی طرح اس کے استعمال سے شہوت وغضب کو یقیناً ہیجان وثوران ہوتا ہے، اور تمام مفاسد کا راس واساس ان ہی دو قوتوں کا اعتدال سے خارج ہو جانا ہے۔ پس جب اس میں یہ دونوں اثر ہوئے تو اس کے وجوب انسداد میں کس کو کلام ہو سکتا ہے اور یہاں سے مذہب اسلام کی اعلیٰ درجہ کی عقلی خوبی ثابت ہوتی ہے، کہ ایسی چیز کو جو کہ اُم المفاسد وابوالجرائم ہے، کیسے بلیغ اہتمام سے روکا ہے، اور اس انسداد سے دو طور پر خوبی ثابت ہوئی ایک یہ کہ ممانعت ایسی ہی چیز سے کی جس کی ممانعت فطرت سلیم بھی کرتی ہے، اور فطرت صحیحہ کے موافق ہونا کسی مذہب کا اس کی اعلیٰ درجہ کی خوبی ہے (مگر ہر فطرت صحیح نہیں ہوتی، اس پر اسلام کا منطبق ہو جانا ضروری نہیں، کما قیل ؎

نہ انجیر شد نام ہر میوۂ نہ مثل زبیدہ است ہر بیوۂ

دوسرے یہ کہ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ اکثر طبائع میں نرا فلسفہ جذبات نفسانیہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا، یہ قوت مذہب ہی میں ودیعت رکھی گئی ہے، تو گو مسکرات کا ضرر فلسفی دلائل سے ثابت ہے مگر اسلام نے اس مجرب اُصول کی رعایت فرما کر مذہب کے طور پر اس کو حرام کر دیا، تا کہ بالکلیۃ انسداد ہو جاوے (اور یوں کوئی مذہب ہی کی عقیدت یا عظمت کو دل سے نکال دے، اس کا تو علاج نہیں، جیسے کوئی دوا گو اکسیر کے درجہ کی ہو لیکن کوئی اس کا استعمال ہی نہ کرے تو اس سے اس کی خوبی میں کیا کمی ہو سکتی ہے) تو دوسری خوبی اسلام کی اس طرح ثابت ہوئی کہ اس کی حرمت کو مذہب قرار دیا، اور اس انسداد کے احترام کو جو میں نے اُوپر بلیغ کہا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس کے روکنے کے لئے اسلام نے دو عنوان اختیار کئے ہیں، ایک حاکمانہ دوسرا حکیمانہ، کیونکہ بعض طبائع پر مذہب کا اتباع غالب ہوتا ہے، ان پر حکیمانہ عنوان زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔

چنانچہ سورۂ مائدہ میں اس باب میں جو آیتیں ہیں ان میں سے پہلی آیت میں حاکمانہ عنوان ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور فلاں فلاں چیزیں یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم کو فلاح ہو''۔ اور دوسری آیت میں حکیمانہ عنوان ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

''شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہاری آپس میں (برتاؤ میں) عداوت اور (دِلوں میں) بغض واقع کردے (چنانچہ ظاہر ہے کہ شراب میں عقل نہیں رہتی، گالی، گلوچ، دنگا فساد ہو جاتا ہے، جس سے بعد میں طبعاً کدورت باقی رہتی ہے) اور (شیطان یوں چاہتا ہے کہ) اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے (جو کہ اللہ تعالیٰ کی یاد کا سب سے اچھا طریقہ ہے) تم کو باز رکھے (چنانچہ یہ بھی ظاہر ہے کہ شراب میں ہوش ہی بجا نہیں رہتے الخ جب یہ ایسی بُری چیزیں ہیں) سو (بتلاؤ) اب بھی باز آؤ گے''۔ بیان القرآن سے ترجمہ ختم ہوا۔

اس حکیمانہ عنوان میں اس فلسفہ کی طرف اشارہ ہے جو ابتدائے تقریر میں مذکور ہے ، یعنی اصل عقل یا کمال عقل کا زوال، اور جذباتِ نفسانیہ کا ہیجان و اشتعال، چنانچہ ترجمہ کی تقریر سے واضح ہو چکا، اور ظاہر ہے ایسے دو مؤثر عنوانوں کا جمع کرنا کتنی بڑی بلاغت ہے، پھر بلاغت میں دوسری ترقی یہ فرمائی کہ مضرتوں کی فہرست میں دو قسم کی مضرتوں کا ذکر فرمایا دنیوی مضرت کا بھی اور وہ بھی سب مضرتوں کی جڑ، یعنی باہم جنگ وجدل جو دنیوی مضرتوں میں سب سے بڑھ کر مضرت ہے۔

چنانچہ سب کا اتفاق ہے کہ تمام تمدنی ومعاشرتی وسیاسی مضرتوں کی اصل الاصول باہمی نااتفاقی ہے، اور دینی مضرت کا بھی یعنی اللہ کی یاد سے اور نماز سے محرومی جن کی عظمت اور اصل الطاعات ہونے کو اہل مذہب جانتے ہیں تو اس فہرست میں اس کا جامع المضار ہونا بتلا دیا، اور جامعیت کا موجب بلاغت ہونا ظاہر ہے، اس کے ساتھ تیسری ترقی کی طرف بھی اشارہ قریب بصراحت ہے، اس کی تقریر یہ ہے کہ دوسری نصوص میں اللہ کی یاد کی اور نماز کی خاص خاصیتیں مذکور ہیں۔

مثلاً ایک آیت میں ارشاد ہے کہ ''جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے (غصہ کا یا اور کسی اَمر کا) آجاتا ہے تو وہ (فوراً خدا کی) یاد میں لگ جاتے ہیں (جیسے استعاذہ ودعاء اور اللہ تعالیٰ کی عظمت وعذاب وثواب کو یاد کرنا) سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں (اور حقیقتِ اَمر اُن پر منکشف ہو جاتی ہے جس سے وہ خطرہ اثر نہیں کرتا۔ از بیان القرآن، یعنی وہ گناہ اُن سے صادر نہیں ہوتا،

اور مثلاً دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ اور دوسرے درجہ کے مسلمان ایسے لوگ ہیں کہ جب کوئی ایسا کام کر گذرتے ہیں جس میں (دوسروں پر) زیادتی ہو یا (کوئی گناہ کر کے خاص) اپنی ذات پر نقصان اُٹھاتے ہیں تو (معاً) اللہ تعالیٰ (کی عظمت اور عذاب) کو یاد کر لیتے ہیں، پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں۔

یعنی اس طریقہ سے جو معافی کے لئے مقرر ہے، کہ دوسروں پر زیادتی کرنے میں اُن اہلِ حقوق سے بھی معاف کراوے، الیٰ قولی) اور وہ لوگ اپنے فعل (بد) پر اصرار (اور ہٹ) نہیں کرتے، از بیان القرآن اور مثلاً تیسری آیت میں ہے کہ بے شک نماز (اپنی وضع کے اعتبار سے) بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک ٹوک کرتی رہتی ہے (یعنی بلسانِ حال کہتی ہے کہ جس معبود کی تو اتنی تعظیم کرتا ہے فحشا و منکر کے ارتکاب سے اس کی بے تعظیمی نہایت نازیبا ہے، از بیان القرآن، پہلی آیت میں اللہ کی یاد کی یہ خاصیت مذکور ہے کہ اگر طریق صحیح سے یاد ہو تو پھر جرائم کا صدور نہیں ہوگا۔ اور دوسری آیت میں اسی اللہ کی یاد کی یہ خاصیت مذکور ہے کہ اگر ابتداء میں یاد نہ رہنے سے جرم کا صدور ہو جاوے تو بعد صدور کے وہی یاد اس جرم کے تدارک و تلافی کا سبب ہو جاتی ہے، اور تیسری آیت میں نماز کی خاصیت مذکور ہے، کہ اگر نماز کی حقیقت میں بصیرت سے نظر کیا کرے تو وہ جرائم کی ابتداء و بقاء سے مانع ہو جاتی ہے۔

چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسے نمازی کا حال سُن کر جو چوری بھی کیا کرتا تھا، یہ ارشاد **ستنھاہ ما تقول رواہ احمد و ابن حبان و البیھقی کذا فی روح المعانی** یعنی وہ نماز اس عیب سے روک دے گی جو تم اس میں بتلاتے ہو، اسی بناء پر ہے کہ آپ کو وحی سے معلوم ہوگیا کہ یہ شخص بصیرت فی الصلوٰۃ سے کام لے گا اس لئے اس فعل کو چھوڑ دے گا اب ذکر و صلوٰۃ کی اُن خاصیتوں کو پیش نظر رکھ کر آیت مائدہ کا حاصل یہ ہوا کہ ذکر و صلوٰۃ جو کہ تمام معاصی و مفاسد کے صدور و اصرار کا قفل ہے، شراب ایسی بُری چیز ہے کہ اس قفل سے دور کرتی ہے، تو لامحالہ وہ کلید ہوئی تمام خرابیوں کی۔ خلاصہ یہ ہوا کہ شراب اس مادہ کو ضعیف کرتی ہے جو تمام شرور کو

روکنے والا تھا، یہ تیسری ترقی ہوئی کہ گو ظاہراً صرف ذکر وصلوٰۃ سے باز رکھتی ہے مگر بواسطہ تمام شرور کی طرف سے رہبری کرتی ہے، جن میں دنیوی مضار بھی آ گئے اور دینی بھی، تو جس چیز کو آیت مائدہ میں دینی مضرت بتلایا ہے وہ اپنے اثر سے دنیوی مضرتوں کا بھی سبب ہو گیا، یہ تو اسلام نے آیات سے اس کا انسداد فرمایا ہے، اور احادیث تو اس مادّہ میں بے شمار ہیں، کتب حدیث میں نکالنے سے معلوم ہو سکتا ہے، جن میں سے بعض حدیثیں حاجی وجیہ الدین صاحب کی تقریر معنون بہ انسداد شراب نوشی میں بھی مذکور ہیں۔ اور جن عقلی مضرتوں کو میں نے اجمالاً ذکر کیا ہے اس تقریر میں قدرے مفصل ہے، اسی لئے میں نے اجمال پر اکتفاء کیا۔

اب اپنی اس تقریر کو دو سوالوں کے جواب پر ختم کرتا ہوں۔ ایک سوال یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ شراب پیتے ہیں مگر ایسے اعتدال کے ساتھ کہ ان سے کوئی شرارت صادر نہیں ہوتی؟ جواب یہ ہے کہ مادّہ تو شر کا ان میں موجود ہے یعنی ضعفِ عقل بھی (جس کی طرف شروع تقریر میں بضمن مشورہ موازنہ اشارہ کیا گیا ہے) اور ہیجانِ جذبات بھی (جو کہ مشاہد ہے) تو یہ عدم صدور شر کا عارضی ہے جو قابل اعتبار نہیں، دوسرے تجربہ ہوا ہے کہ یہ اعتدال رہتا نہیں، تو پھر شر لازم ہے، تیسرے اس کو دیکھ کر دوسرا اختیار کرے گا، اور وہاں اعتدال نہ ہوگا، اور شر کا سبب بننا یہ بھی شر ہے، تو یہ کہنا غلط ہوا کہ اس شخص سے شر کا صدور نہیں ہوا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ بعض لوگ شراب نہیں پیتے اور شرارتیں کرتے ہیں، جواب یہ ہے کہ وہاں اور اسباب ہیں، اور عقل اور شرع ان سے بھی روکتی ہیں، سو ہم یہ تو دعویٰ نہیں کرتے کہ اس کے سوا اور کوئی سبب شر کا ہے ہی نہیں، ہمارا تو یہ دعویٰ ہے کہ یہ بھی بڑا سبب شر کا ہے، تو دوسرے اسباب کا وجود ہمارے اس دعوے میں مضر نہیں۔

ولنختم الكلام بالحمد لله المنعام والسلام على سيد الانام)

۱۶ / جمادی الاخریٰ ۱۳۴۴ھ (تتمہ خامسہ ص ۴۱۲)

قولُ السَّدادِ فِی الخِضَابِ بالسِّواد

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مَوْلانا مُحَمَّدْ اَشْرَفْ عَلِی التَّھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

اس رسالہ میں حضرت رحمہ اللہ نے یہ مسئلہ تفصیل سے تحریر فرمایا ہے کہ
سیاہ خضاب کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کن صورتوں
اور کن اوقات میں ہے؟ اور کن صورتوں میں جائز نہیں؟

قولُ السّدادِ فی الخضابِ بالسواد

حکم خضاب

سوال: اصلاح الرسوم باب اوّل فصل پنجم میں سیاہ خضاب کے متعلق جو بلیغ تحقیق ارقام فرمائی گئی ہے اس کے آخر میں یہ جملہ ہے "اگر کسی کو زیادہ تحقیق ہو حسبۃً للہ وہ اس رسالہ کے حاشیہ میں ثبت فرماویں" چنانچہ اس جملہ کے حاشیہ میں لکھا ہے "زاد المعاد میں تحریر ہے کہ خلفائے راشدین اور اجلّہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے خضاب سیاہ کیا ہے، یہ جواز کی دلیل کافی ہے" (عبدہ) (اصلاح الرسوم مطبوعہ رزاقی کان پور ۱۳۲۸ھ)

سوال یہ ہے کہ آیا زاد المعاد میں یہ روایت ہے یا نہیں، اگر ہے تو اصلاح الرسوم کی تحقیق کے مقابلہ میں اُس کا کیا درجہ ہے، اور باوجود صحت روایت کے خلفائے راشدین اور اجلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا سیاہ خضاب استعمال کرنا ترہیب و تخویف اعدائے دین کے لئے تھا یا محض زینت و جوانی کے اظہار کے لئے یعنی اوقاتِ جہاد کے علاوہ اور اوقات میں استعمال کرنا بھی ثابت ہے یا نہیں، نیز سیاہ خضاب اگر شرعاً ناجائز ہے تب بھی اس کی تجارت کیسی ہے؟

الجواب: چونکہ محشی پہچانے نہیں گئے، اس لئے زاد المعاد کی طرف مراجعت کی، چنانچہ حاشیہ کی چند کوتاہیاں ثابت ہوئیں، زاد المعاد کی ضروری عبارت یہ ہے:

فان قيل فقد ثبت فی صحيح مسلم النهی عن الخضاب بالسواد فی شان ابن ابی قحافه لما اتی به وراسه ولحيته كالنعامة بياضًا فقال غير وهذا الشيب وجنبوه السواد والكتم يسود الشعر فالجواب من وجهين

احدهما ان النهی عن التسوید البحت فاما اذا اضیف الی الحناء شی اخر کالکتم ونحوه فلا باس به فان الکتم والحناء تجعل الشعربین الا حمر والاسود بخلاف الوسمة فانها تجعله اسود فاحما، و هذااصح الجوابین.

الجواب الثانی ان الخضاب بالسواد المنهی عنه خضاب التدلیس کخضاب شعر الجاریة والمرأة الکبیرة تغرالزوج والسید بذلک و خضاب الشیخ یغر المرأة بذلک فانه من الغش والخداع فاما اذا لم یتضمن تدلیسًا ولا خداعًا فقد صح عن الحسن والحسین رضی اللّٰہ تعالٰی عنهما انهما کانا یخضبان بالسواد و ذکر ذٰلک ابن جریر عنهما فی کتاب تهذیب الآثار و ذکره عن عثمان بن عفان و عبداللّٰہ بن جعفر و سعد بن ابی وقاص و عقبة بن عامر والمغیرة بن شعبة وجریر بن عبداللّٰہ و عمر و بن العاص رضی اللّٰہ عنهم اجمعین و حکاه عن جماعة من التابعین منهم عمر و بن عثمان و علی بن عبدالله بن عباس و ابو سلمة بن عبدالرحمن ابن الاسود و موسٰی بن طلحة والزهری وایوب و اسمٰعیل بن معدیکرب رضی اللہ عنهم اجمعین و حکاه ابن الجوزی عن محارب بن دثار ویزید و ابن جریج و ابی یوسف و ابن اسحاق و ابن ابی لیلی و زیاد بن علاقة وغیلان بن جامع و نافع بن جبیر و عمرو بن علی المقدومی والقاسم بن سلام رضی اللّٰہ عنهم اجمعین (جلد ثانی فصل ادویةو اغذیة بیان کتم بحث خضاب اسود). وہ کوتاہیاں حاشیہ کی یہ ہیں:۔

اوّل: اس عبارت میں خلفائے راشدین میں سے صرف حضرت عثمان کا نام ہے۔

دوم: ہیئتِ نقل موہم ہے، کہ اس میں اختلاف نہیں، حالانکہ اختلاف مصرح ہے۔

سوم: اس قول کے مرجوح ہونے کو نقل نہیں کیا، حالانکہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے

اس کی تصریح کی ہے، کہ اس کے مقابل قول کو اصح کہا ہے پس یہ حاشیہ ایسا ہی دھوکہ کا ہے جیسے سیاہ خضاب۔ یہ تو حاشیہ کے متعلق تھا۔ اب نفس مسئلہ کے متعلق عرض ہے کہ احادیث نہی قولی ہیں اور روایات اباحت فعلی ہیں، اور قولی راجح ہوتی ہے فعلی پر، پھر احادیث قولیہ مرفوع ہیں اور احادیث فعلیہ موقوف یا اس سے بھی ادنیٰ، پھر احادیث نہی سنداً قوی ہیں اور روایات اباحت قوت میں اُن سے کم، پھر نہی میں لفظ سواد حقیقۃً کے لئے متعین ہے اور اباحت میں محتمل مجاز کو، کیونکہ ادنیٰ سواد کو بھی سواد سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، چنانچہ صحیح بخاری مناقب حسن وحسین رضی اللہ عنہم کے باب میں کان مخضوبًا بالوسمة آیا ہے، اور اس کی کوئی دلیل نہیں کہ وسمہ خالصہ تھا اور وسمہ مخلوط بالحناء وغیرہ کے لئے سواد لازم نہیں بلکہ اختلاف ترکیب وتقدیم وتاخیر سے مختلف الوان پیدا ہوسکتے ہیں، پس سواد محض کا دعویٰ بے دلیل ہے اور اگر کسی نے سواد کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اس کا یہی محمل ہوگا، پھر خود بخاری جلد اوّل باب هجرة النبی صلی الله علیه وسلم و اصحابه الی المدینة کی ایک حدیث میں حناء وکتم سے جو اکثر روایات میں وارد ہے سُرخ رنگ پیدا ہونا مصرح ہے، وہ حدیث یہ ہے:

قدم النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم المدینة فکان اسن اصحابه ابوبکر فغلفها بالحناء و الکتم حتی قنالونها (ای احمرّ)

پس اِن وجوہ سے روایاتِ اباحت معارض نہیں ہوسکتیں احادیث نہی کی، اور بعد تسلیم تعارض محرم کو ترجیح ہوتی ہے مبیح پر، پس قول راجح پر روایۃً ودرایۃً سواد خالص میں بجز مستثنیٰ صورتوں کے اصلاً گنجائش نہیں۔ واللہ اعلم

یہ تو سیاہ خضاب استعمال کرنے کے متعلق تحقیق تھی، لیکن تجارت اس کی اس لئے جائز ہے کہ بعض صورتیں نہی سے مستثنیٰ بھی ہیں، مشتری اُن صورتوں میں استعمال کرسکتا ہے لیکن پھر بھی یہ تجارت خلافِ اولیٰ ہے۔ **تمت رساله قول السداد**

(النور، ربیع الاوّل ۱۳۵۶ھ ص ۱۰)

اقتداء غیر مقلد...ضرورت تقلید
سنی شدن غیر مقلد...اقتداء شافعی

تالیف

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ، رأس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

اقتداء غیر مقلد...ضرورت تقلید
سنی شدن غیر مقلد...اقتداء شافعی

سوال: غیر مقلد کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ مسلمان ہونے کے لئے ایک مذہب حنفی یا شافعی وغیرہ ہونا ضرور ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس وجہ سے اور پیغمبر صاحب اور اصحاب اور اماموں کے وقت میں لوگ حنفی یا شافعی وغیرہ کہلاتے تھے یا نہیں، جو شخص بموجب قرآن وحدیث کے نماز ادا کرتا ہے، اور ہر مسئلہ میں مقلد ایک امام خاص کا نہ ہوا، اور سب اماموں کو برابر حق جان کر جس کا جو مسئلہ موافق حدیث کے سمجھے عمل کرے، تو وہ مسلمان سنت و جماعت سے ہے یا نہیں، اقتداء اس کی جائز ہے یا نہیں، حنفی مقتدی شافعی وغیرہ امام کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان فیض اقتران میں طرزِ عمل لوگوں کا یہ تھا کہ آپ کے قول وفعل کا سنتے دیکھتے اتباع کرتے، جو ضرورت ہوتی دریافت کر لیتے، اُصول واسباب وعلل احکام کے نہ کسی نے دریافت کئے نہ پورے طور سے بیان کئے گئے، نہ باہم اختلاف تھا نہ تدوین فقہ کی حاجت تھی، نہ جمع احادیث کی ضرورت تھی، بعد وفات شریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقائع قدیمہ میں چونکہ ایک صحابی کو کوئی حدیث نہ پہنچی یا پہنچی لیکن یاد نہ رہی یا یاد رہی مگر فہم معنی میں غلطی ہوئی۔ یا کسی قرینہ سے تاویل کی یا طریق روایت کو مقدوح سمجھا اور دوسرے صحابی کا حال اس کے خلاف ہوا، اور وقائع حادثے میں قیاس دونوں کے مختلف ہوئے، اور صاحب وحی

سے پوچھنا ممکن نہ تھا، ان وجوہ سے ان میں بعض فروع میں اختلاف پیدا ہوا، پھر وہ صحابہ اقطار و امصار مختلفہ میں منتشر ہو کر مقتداء و پیشوا ہوئے، اور تابعین نے ہر نواح میں خاص خاص صحابی کا اتباع کیا اور ان کے اقوال و افعال کو محفوظ رکھ کر مستند ٹھہرایا، اور طرزِ عمل ہر شہر کا ایک جداگانہ طریق پر ہو گیا۔

جب صحابہ کا زمانہ منقرض ہو گیا، تابعین مقتداء ہوئے اور اپنے ہم عصروں کو جو اُمور صحابہ سے یاد تھے ان کے موافق فتوے دیتے ورنہ تخریج کرتے، ان سے تبع تابعین نے، اسی طرح اخذ کیا، اس زمانہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کوفہ میں اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

اور اپنے ہم عصروں کے تابعین سے آثار و تخریجات محفوظ کر کے اپنے زمانہ میں کچھ آثار و تخریجات کے موافق کچھ خود استنباط فرما کر فتوے دیئے۔ اور بہت لوگوں نے ان کا اتباع کیا اور تلمذ حاصل کر کے ان کے اقوال و فتاویٰ کو جمع کر کے بعض بعض نواح میں شائع کیا، یہاں تک کہ ان اطراف میں وہ دستور العمل ٹھہر گیا، اس کا نام مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہوا۔

اس زمانہ کے اخیر میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے، انہوں نے بعض وجوہ تخریج کو مختل سمجھ کر بعض اُصول و فروع میں ترمیم کی، اور از سرِ نو بناء فقہ کی ڈالی، بہت لوگوں نے اس کو نقل کر کے مشتہر کیا، اور اس کا نام مذہب امام شافعی ہوا۔

یہ لوگ ارباب تخریج کہلاتے ہیں، اور بوجہ تورع و اتہام نفس اپنے کو جمع احادیث پر جرأت نہیں کرتے ہیں، نہ اس کا چنداں اہتمام تھا، بلکہ جو احادیث و آثار جن اطراف میں پہنچے ان کو کافی سمجھتے تھے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے تیزی و ذہانت و فطانت عنایت کی تھی، اس لئے فتویٰ پر جری تھے، ان احادیث سے استخراج کرتے اور فقہ کو بناء دین جانتے اور بوجہ میلان کے اپنے ائمہ و اصحاب و اہل بلد کی طرف اور اعتقاد عظمت شان ان کی کے اور اطمینان کے ان پر استخراج میں ان کی مخالفت نہ کرتے،

اور درصورت حدیث نہ ہونے کے ان کی تصریحات کو یا اُصول کو جو ان کے کلام سے ماخوذ ہیں، مدار اپنے فتوے کا ٹھہراتے، لیکن اگر کوئی قول اپنا یا امام کا مخالف کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ دیکھتے اس کو ترک کرتے اور یہی وصیت ائمہ اور ان کے اصحاب کی ہے، پس لوگوں کا یہی طور تھا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ پیدا ہوئے اور انہوں نے اور جو مثل ان کے تھے انہوں نے اس طرزِ عمل کو نا کافی اور خوض بالرائے کو مذموم اور سابقین کی رائے کو بخیال بعض احادیث کے بعض اطراف میں نا معتمد سمجھا، اور فتویٰ وتفقہ سے احتیاط کی، اور احادیث کی جمع وتدوین پر متوجہ ہوئے اور مختلف اقطار سے احادیث کو خواہ ان پر کسی نے عمل کیا ہو یا نہ کیا ہو، خواہ وہ مدینہ کی ہوں یا مکہ کی جمع کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ ایک ذخیرہ وافی مجتمع ہوا۔

پس ان لوگوں کا طرز عمل یہ ہوا کہ اوّل کتاب اللہ دیکھتے اگر اس میں حکم نہ ملتا یا ذات وجوہ ہوتا تو حدیث دیکھتے، اگر اس سے بھی اطمینان نہ ہوتا تو فتویٰ صحابہ وتابعین کا دیکھتے، اگر کہیں سے حکم نہ ملتا تو بناچاری قیاس کرتے اور قیاس کسی اصل پر مبنی نہ تھا، بلکہ اطمینان نفس اور شرح صدر پر یہ ابتداء ہے اہل حدیث کی چونکہ یہ صورت فقہ کی بہت مشکل ہے، اس لئے جب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ جس کو ایک لاکھ حدیثیں یاد ہوں وہ فقیہ ہوسکتا ہے یا نہیں، فرمایا نہیں، پھر پوچھا کہ اگر پانچ لاکھ حدیثیں یاد ہوں، فرمایا اس وقت اُمید کرتا ہوں، چونکہ امام احمد تخریج بھی کرتے تھے ان کی تخریجات مشہور ہوکر مذہب احمد بن حنبل نام ٹھہرا، ہر چند کہ اس وقت دو فریق ہوگئے تھے، اہل تخریج واہل حدیث لیکن ان میں کوئی معاندت یا مخاصمت نہ تھی بلکہ اکثر اہل حدیث سے اہل تخریج کو کوئی حدیث اپنے مذہب کے مخالف پہنچتی اپنا مذہب ترک کرتے ایسے ہی اہل حدیث کو اگر اپنی رائے کا مخالف ہونا صحابہ یا تابعین کے ساتھ معلوم ہوتا وہ اس کو ترک کرتے، اور ایک دوسرے کے پیچھے اقتداء کرتا، اور اپنے اپنے کام کو خدمت دین سمجھ کر انجام دیتے اور بزبانِ حال یہ کہتے۔

و من بدنی حب الدیار لاھلھا و للناس فیما یعشقون مذاھب

ہر کسے رابھر کارے ساختند میل او اندردلش انداختند

بھشت آنجاکہ آزارے نباشد کسے رابا کسے کارے نباشد

جب ان کا زمانہ گزر گیا دونوں فریق کے پچھلے لوگوں نے تہذیب وترتیب دونوں علموں یعنی فقہ وحدیث کی بوجہ احسن کی اہل تخریج نے مسائل میں توضیح وتصحیح وتنقیح و ترجیح وتالیف وتصنیف کی، اور جتنے آثار ملتے گئے، اورکلام ائمہ سے اُصول ماخوذ ہوتے ہوگئے، ان پر استنباط واستخراج کرتے رہے، اوراقوال ضعیفہ یا مخالفہ نصوص کی تضعیف وتردید کرتے رہے۔ یہ لوگ مجتہد فی المذاہب کہلاتے ہیں۔

اوراہل حدیث نے احادیث صحیحہ وضعیفہ ومرسلہ ومنقطعہ کو جدا جدا ملخص کیا اورفن اسماء الرجال وتوثیق وتعدیل وجرح رواۃ کوتدوین کیا، اس زمانہ میں صحاح ستہ وغیرہ مدوّن ہوئیں، پس روز بروز رونق وگرم بازاری ان دونوں پاک علموں کی ہوتی رہی، اورعلماء میں یہ دونوں فریق رہے، اورعوام جس سے چاہتے بلا تقیید وتعیین کسی امام یا مفتی سے فتویٰ پوچھ کرعمل کرتے اورجس فتوے میں تعارض ہوتا اس میں اعدل واوثق و احوط اقوال کواختیار کرتے، مأتہ رابعہ تک یہی حال رہا، بعد مأتہ رابعہ کے قضائے الٰہی سے بہت سے اُمور پرآشوب پیدا ہوئے تقاصرہمم یعنی ہمتیں ہرعلم میں پست ہونا شروع ہوئیں، جدال بین العلماء کہ ہرشخص دوسرے کی مخالفت کرنے لگا، تراجم بین الفقہاء کہ ہرفقیہ دوسرے کے قول وفتوے کو رَد کرنے لگا، اعجاب کل ذی رأی برائہ یعنی ہرشخص حتیٰ کہ قلیل العلم بھی اپنی رائے پراعتماد کرنے لگا، تعمق فی الفقہ والحدیث یعنی دونوں علموں میں افراط ہونے لگا، یعنی بعض فقہاء اپنے اُصول ممہدہ سے حدیث صحیح کو رَد کرنے لگے، اور بعض اہل حدیث ادنیٰ علت ارسال وانقطاع یا ادنیٰ ضعف راوی سے مجتہد کی دلیل کو باطل ٹھہرانے لگے، جورقضاۃ یعنی قاضی اپنی رائے سے جس پرچاہتے تعدی کرتے، تعصب یعنی اپنی جماعت کواُمورمتحملہ میں یقیناً

حق پر سمجھنا، دوسرے کو قطعاً باطل جاننا جب یہ آفتیں پیدا ہوئیں جو لوگ اس زمانہ میں معتدبہ تھے انہوں نے اتفاق کیا، کہ ہر شخص کو قیاس کرنے کا اختیار نہ ہونا چاہئے اور کسی مفتی کا فتویٰ اور قاضی کی قضاء معتبر نہ ہونا چاہئے، جب تک کہ متقدمین مجتہدین میں سے کسی کی تصریح نہ ہو چونکہ ائمہ اربعہ سے سابقین سے مذہب مشہور نہ تھا، لہٰذا ان کی تقلید پر اجماع کیا گیا، اور ترک التزام مذہب واحد میں ظن غالب تلاعب فی الدین وابتغاء رخص واتباع ہویٰ کا تھا، لہٰذا التزام مذہب معین کالابد کیا گیا اور بدون کسی غرض محمود شرعی کے اس سے انتقال وارتحال کو منع کیا گیا، اس وقت سے لوگوں نے تقلید پر اطمینان کر کے کچھ تو قوت استخراج کی کم تھی، کچھ توجہ نہ کی، قیاس منقطع ہو گیا، بہت لوگ اہل حدیث میں سے اس مشورت پُر مصلحت کے مخالف رہے مگر کسی پر لعن طعن نہیں کرتے تھے، نہ اہل تخریج ان سے کچھ تعرض کرتے تھے، یہاں تک کہ اس سے زیادہ فتنہ انگیز وقت آیا، اور دونوں فریقوں میں تشدد بڑھا، بعض مقلدین نے اپنے ائمہ کو معصوم عن الخطاء ومصیب وجوباً مفروض الاطاعت تصور کر کے عزم بالجزم کیا، کہ خواہ کیسی ہی حدیث صحیح مخالف قول امام کے ہو اور مستند قول امام کا بجز قیاس کے امر دیگر نہ ہو۔ پھر بھی بہت سی علل وخلل حدیث میں پیدا کر کے یا اس کی تاویل بعید کر کے حدیث کو رَدّ کریں گے، اور قول امام کو نہ چھوڑیں گے ایسی تقلید حرام اور مصداق قولہ تعالیٰ اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً الآیۃ اور خلاف وصیت ائمہ مرحومین کے ہے اور بعض اہل حدیث نے قیاس وتقلید کو مطلقاً حرام اور اقوال صحابہ وتابعین کو غیر مستند ٹھہرایا، اور ائمہ مجتہدین یقیناً خاطی وغاوی اور کل مقلدین کو مشرکین ومبتدعین کے ساتھ ملقب کیا، اور سلف پر طعن اور خلف پر لعن اور ان کی تجہیل وتضلیل وتحمیق وتفسیق کرنا شروع کیا، حالانکہ اس تقلید کا جواز مجمع علیہ اُمت کا اور داخل عموم آیت واتبع سبیل من اناب الی و آیۃ فاسئلوا اھل الذکران کنتم لاتعلمون، و آیہ وجعلنا ھم ائمۃ یھدون بامرنا و آیۃ اولئک الذین ھدی اللّٰہ

فبھداھم اقتدہ کے ہے اور ہر زمانہ میں استفتاء وفتویٰ چلا آتا ہے۔ اگر ہر مسئلہ میں نص شارع ضرور ہوتو استفتاء فتویٰ سب گناہ ٹھہرے، ان دونوں متشددین کے درمیان ایک فرقہ متوسط محقق پیدا ہوا کہ نہ مجتہدین کو یقیناً مصیب سمجھا، نہ قطعاً خاطی جانا بلکہ حسب عقیدہ شرعیہ المجتھد یخطی و یصیب دونوں اُمروں کا محل خیال کیا اور نہ ان کے محرم کو حرام جانا بلکہ حرام وحلال اسی کو اعتقاد کیا جس کو خدا اور رسول نے حرام و حلال کیا ہے لیکن چونکہ اپنے کو اس قدر علم نہیں کہ نصوص بقدر حاجت یاد ہوں اور جو یاد ہیں ان میں متعارضات میں تقدیم وتاخیر معلوم نہیں، اور نہ قوت اجتہاد یہ ہے کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دے سکیں، اور احکام غیر منصوصہ میں استنباط واستخراج کر سکیں، ایسے کسی عالم، راشد، تابع حق، مجتہد، مصیب فی غالب الظن کا اتباع اختیار کیا نہ اس اعتقاد سے کہ وہ شارع ہے، بلکہ اس وجہ سے کہ ناقل عن الشارع ہے، اور باوجود اتباع کے اس بات کا قصد مصمم رکھا کہ اگر نص مخالف قول امام وضعف مسلک اس کے علم کا ہو گیا تو حدیث کے مقابلہ میں قول امام کا ترک کروں گا، اور اس میں بھی مخالفت امام کی نہیں، بلکہ عین ان کے اَمر کی موافقت ہے، چنانچہ ہر زمانہ میں تصنیف واختیار و ترجیح وترک وفتویٰ چلا آیا ہے، یہ متوسط تقلید ہزاروں علماء ومشائخ واولیاء نے اختیار کی ہے، اس کے ابطال کے درپے ہونا تضیع اوقات ہے۔

ہمہ شیرانِ جہاں بستہ ایں سلسلہ اند روبہ از حیلہ چہ ساں بگسلد ایں سلسلہ را

پس نفس اتباع مجتہد کا تو عموم نص سے ثابت ہوا رہی یہ بات کہ ان چاروں ہی کا اتباع ہو، اور چاروں میں سے ایک ہی کا اور ایک کا کر کے دوسرے کا نہ ہو یہ بات اگر چہ بتکلف تحت مفہوم نص کے داخل ہو سکتی ہے، چنانچہ میں نے اس بارے میں ایک تحریر لکھی ہے، مگر صراحۃً منصوص نہیں، لیکن ادنیٰ تأمل سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے، لیکن اتباع مجتہد کے لئے اس کے اجتہاد کا علم ضروری ہے اور ظاہر ہے بجز ائمہ اربعہ کے تفاصیل جزئیات کے ساتھ کسی کا اجتہاد محفوظ نہیں، پھر مسائل متفق علیہا میں تو

سب کا اتباع ہو جاوے گا، پس مسائل مختلف فیہا میں سب کا اتباع تو ممکن نہیں، ضرور ایک کا ہوگا، پھر اس کے لئے وجہ ترجیح بجز ظن اصابت حق کے کیا ہو سکتا ہے، پھر یہ ظن یا تفصیلاً ہوگا یا اجمالاً، تفصیلاً یہ کہ ہر جزئی میں سب کے اقوال و دلائل کو دیکھ کر جو راجح ہو اس پر عمل کرے، اس میں علاوہ حرج کے اتباع مجتہد کا نہ ہوگا بلکہ اپنی تحقیق کا ہوگا وھو خلاف المفروض پس ضرور ہے کہ اجمالاً ہوگا۔

یعنی ہر امام کے مجموعۂ حالات پر نظر کر کے دیکھا کہ کس میں آثار اصابت کے ہیں پس کسی کو امام اعظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مجمل کی کیفیت سے ان پر ظن اصابت و رشد کا ہوا، کیونکہ بقول محققین بسبب تابعی ہونے کے تحت آیت **والذین اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه** کے داخل اور بتاویل اکثر شراح حدیث **قول رسول الله صلی الله علیه وسلم لو كان الايمان عند الثريا بلناله رجل من فارس الحديث او كماقال** کے مصداق اور بقول ابن حجر حدیث **ترفع زينة الدين مائة و خمسين** کے مشار الیہ اور ائمہ ثلثہ رحمہم اللہ کے مثنی علیہ اور عبداللہ ابن مبارک کی ان ابیات کے ممدوح ہیں۔

لقد زان البلاد و من عليها امام المسلمين ابو حنيفة
باحكام و اثار و فقه كآيات الزبور على الصحيفة
فما فی المشرقين له نظير ولا فی المغربين ولا بكوفة
يبت مشمر اسهر الليالی و صام نهاره لله خيفة
فمن كابی حنيفة فی علاه امام للخليفة والخليفة
رأيت العائبين له سفاها خلاف الحق مع حجج ضعيفة
وصان لسانه من كل افک وما زالت جوارحه عفيفة
يعف من المحارم والملاهی و مرضاة الا له له وظيفة
وكيف يحل ان يوذی فقيه له فی الارض اثار شريفة

ولقد قال ابن ادریس مقالا صحیح النقل فی حکم لطیفة
بان الناس فی فقه عیال علی فقه الامام ابی حنیفة
فلعنة ربنا اعداد رمل علی من رد قول ابی حنیفة
ای من ردّ محقّر الما قال من الاحکام الشرعیة

کسی کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ ظن ہوا کسی کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر کسی کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ پر، پس ہر ایک نے ایک کا اتباع اختیار کیا، جب ایک کا اتباع اختیار کرلیا، اب بلا ضرورت شدید یا وجہ قوی یا وضوح حدیث مخالف مذہب دوسرے کی اتباع میں شق اوّل یعنی ظن تفصیلاً عود کرے گی وقد ثبت بطلانہ پس ثابت ہوا کہ انہیں چاروں میں سے ایک ہی کی تقلید کرے۔

علٰی هذا اتفق اکثر علماء الاقطار والامصار سیما خیر البقامکة والمدینة حرسهما اللّٰه تعالٰی و هو الا حق بالاتباع وفیما دونه خطر وارتیاع ، اللهم ثبتنا علی سنة رسولک الا مین ثم علی حب الائمة المجتهدین لاسیما امام الائمة کاشف الغمة سراج الامة ابی حنیفة النعمان السّاعی فی الدین واحفظنا عن الافراط والتفریط اجمعین، آمین یا رب العالمین.

تقریر بالا سے جواب چاروں سوالوں کا واضح ہوگیا، کہ غیر مقلد کے پیچھے بشرطیکہ عقائد میں موافق ہو۔ اگرچہ بعض فروع میں مخالف ہو اقتداء جائز ہے، اگرچہ خلافِ اَولیٰ ہے، یہ جواب ہوا پہلے سوال کا اور حنفی شافعی ہونا جزو ایمان نہیں، ورنہ صحابہ و تابعین کا غیر مؤمن ہونا لازم آتا ہے لیکن جن وجوہ سبعہ مذکورہ بالا سے متقدمین نے ضروری سمجھا ہے ان وجوہ ومصالح سے حنفی وشافعی ہونا ضروری ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں چونکہ یہ مذاہب ہی نہ تھے اس لئے حنفی شافعی کون کہلاتا، البتہ ائمہ کے زمانہ میں یہ لقب مشہور ہوگیا تھا،

کما مر، یہ جواب ہوا دوسرے سوال کا، اور جو مقلد مذہب معین کا نہ ہو لیکن عقائد درست ہوں، تو مسلمان بھی ہے سُنی بھی ہے۔

مگر بوجہ مخالفت سوادِ اعظم کے کہ انہوں نے تقلید شخصی کو ضروری سمجھا ہے، چنانچہ ہم نے آخر تقریر میں اس کی دلیل بھی ذکر کی ہے خاطی ہے اور غالب ہے کہ وقت وقوع حوادث نادرہ کے عمل میں متحیر ہوگا، کیونکہ بدون اخذ اقوال علماء کے بقول امام احمد رحمۃ اللہ علیہ پانچ لاکھ حدیثیں یاد ہونی چاہئیں، نہ یہ کہ صحاح ستہ میں منحصر سمجھ کر۔

چو آں کرمے کہ در سنگے نہان است زمین و آسمان وے ہمان است

بے باکی سے مخالفت مجتہدین پر کمر باندھ لی، مگر اقتداء اس کی جائز ہے اگر چہ اَولیٰ نہیں، یہ جواب ہوا تیسرے سوال کا۔

اور جب مقلد کو غیر مقلد کی اقتداء جائز ہے تو ایک مقلد کو اگر چہ حنفی ہو دوسرے مقلد کی اگر چہ شافعی ہو اقتداء کیوں نہ جائز ہوگی۔ مگر اقتداء شافعی یا غیر مقلد میں ایک اَمر کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ اگر ایسے امام سے کوئی عمل مناقض وضو یا نماز کا بناء بر مذہب مقتدی پایا جاوے تو مقتدی کی نماز ہوگی یا نہیں۔

سو بعض متقدمین کی رائے تو جواز کی طرف ہے، مگر اکثر علماء نے احتیاطاً حکم فساد صلوٰۃ کا کیا ہے، وعلیہ الفتویٰ۔ پس ان کی اقتداء میں یہ دیکھ لے کہ اس کا وضو نماز بھی اپنے مذہب پر درست ہو گیا، یہ جواب ہوا چوتھے سوال کا۔

هذا ما اخذته من كلام بعض الافاضل مع اضفت اليه من بعض الدلائل والمسائل فليكن هذا آخر ما اردناه في هذا الباب والله اعلم بالصواب اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه والباطل باطلا وارزقنا اجتنابه بحرمة من سكن طابه وزار المشتاقون بابه، فقط.

ذی الحجہ ۱۳۰۴ھ (امداد، ج:۴، ص ۸۷)

حِفظُ الاِیمان

بَسطُ البَنان وتغییرُ العنوان

حضرت حکیمُ الاُمت مُجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العُلوم القرآنیۃ واقف الاَسرار الفرقانیۃ رأس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاُسرار الخفی مظہار الجلی اعنی بہ

مَولانا مُحمّد اَشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

اس رسالہ میں ''حفظ الایمان'' کے متعلق مخالفین کے بعض اعتراضات کے علمی جواب ہیں اور علم غیب پر تفصیلی بحث ہے۔ اہل علم کیلئے قابل مطالعہ ہے۔ البتہ عوام کی فہم سے بالاتر ہے۔ ''حفظ الایمان'' کی بعض عبارات کی تغییر کے متعلق بعض اصحاب نے درخواست پیش کی تھی۔ اس میں مناسب تغییر و جواب درخواست درج فرمایا گیا ہے۔

حِفظُ الایمان

بَسطُ البنان وتغییر العنوان

سوال: کیا فرماتے ہیں حامیانِ دین وناصرانِ شرع متین اس بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ سجدے کی دو قسمیں ہیں تعبدی اور تعظیمی۔ تعبدی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور تعظیمی کسی کے ساتھ مختص نہیں۔ لہٰذا تعظیماً سجدۂ قبور جائز ہے اور کہتا ہے کہ طواف قبور جائز ہے۔ دلیلِ جواز حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کا مقولہ ہے انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ صفحہ ۱۰ سطر ۱۲ در بیان ذکر کشف قبور فرماتے ہیں۔

"وبعدہٗ ہفت کرہ طواف کند ودراں تکبیر بخواند وآغاز از راست کند بعدہٗ طرف پایاں رخسارہ نہد۔ انتہیٰ"

اس سے طواف، سجدہ اور بوسۂ قبور سب کچھ جائز ہوگیا اور کہتا ہے کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں۔ بالذات اس معنی سے عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا اور بالواسطہ اس معنی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے۔ زید کا یہ استدلال اور عقیدہ وعمل کیسا ہے۔ بینوا توجروا!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: سوال اوّل۔ ظاہراً سجدۂ تعظیمی سے مراد سجدۂ تحیہ ہے اس صورت میں اس تقسیم میں گفتگو نہیں ہے۔ البتہ کلام اس میں ہے کہ سجدۂ تحیہ غیر اللہ کے لئے جائز ہے یا نہیں۔ سو زید مدعی جواز کی اس جواز سے کیا مراد ہے؟ آیا شرائع سابقہ میں جائز ہونے کا دعویٰ ہے یا شریعتِ محمدیہ میں؟ اگر شرائع سابقہ میں جائز ہونے کا دعویٰ ہے تو

اول تو خود اسی میں کلام ہے اور قصہ حضرت آدم علیہ السلام وحضرت یوسف علیہ السلام میں جو لفظ سجود آیا ہے اس میں احتمال ہے کہ محض جھکنا مراد ہو چنانچہ بہت سے مفسرین مثل جلال سیوطی وجلال محلی وغیرہما اس طرف گئے ہیں اور اگر شرائع سابقہ میں اس کا جائز ہونا تسلیم بھی کرلیا جائے تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہمارے لئے بھی جائز ہو۔ کیونکہ شرائع سابقہ کے بہت سے احکام منسوخ ہو چکے ہیں۔

جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بھائی بہن کا نکاح درست تھا اور اب حرام ہے۔ علیٰ ہذا بہت سے امور اس قسم کے ہیں بلکہ خود ہماری شریعت میں بعض امور اولاً جائز تھے، پھر حرام ہو گئے۔ جیسے شراب کا پینا کہ پہلے حلال تھا پھر حرام ہو گیا۔

بہر حال شرائع سابقہ میں جائز ہونے سے ہماری شریعت میں جائز ہونا لازم نہیں اور اگر مراد یہ ہے کہ شریعت محمدیہ میں جائز ہے تو اس پر دلیل لانا ضروری ہے سو تمام قرآن وحدیث میں ایسی دلیل کا پتہ نہیں اور اگر کہا جائے کہ شرائع سابقہ میں اس کا جائز ہونا جب ہماری شریعت میں بیان کیا گیا تو گویا ہماری شریعت نے بھی اس کو قائم رکھا۔ چنانچہ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ ہماری شریعت میں اس پر انکار نہ کیا گیا ہو اور اس کو ممنوع نہ قرار دیا ہو، ورنہ پھر جوازِ سابق یقیناً منسوخ ہوگا۔ اس لئے اس مسئلہ میں ہماری شریعت میں جو وارد ہوا ہے اس کو نقل کرتا ہوں۔ مشکوٰۃ میں ابوداؤد سے نقل کیا ہے۔

عن قیس بن سعد قال اتیت الحیرة فرأیتهم یسجدون لمرزبان لهم فرأیت رسول الله صلے الله علیه وسلم احق ان یسجد له فاتیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت انی اتیت الحیرة فرأیتهم یسجدون لمرزبان لهم فانت احق ان یسجدلک فقال لی ارأیت لومررت بقبری اکنت تسجدله فقلت لافقال لاتفعلوا کنت لوامرت احدا ان یسجد لامرت النساء ان یسجدن لازواجهن لماجعل الله لهم علیهن من حق.

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت قیس بن سعد صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مقام حیرہ پہنچا تو ان لوگوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم تو زیادہ تر سجدے کے مستحق ہیں۔ اس لئے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں حیرہ گیا تھا اور میں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ زیادہ تر سجدے کے مستحق ہیں۔ آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میری قبر پر تمہارا گزر ہو تو کیا اس کو بھی سجدہ کرو گے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں اس کو تو سجدہ نہ کروں گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا کام مت کرو یعنی مجھ کو سجدہ مت کرو، اگر میں کسی کو امر کرتا کہ کسی کے سامنے سجدہ کرے تو عورتوں کو امر کرتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں بوجہ اس حق کے جو ان پر اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے۔"

اب اس حدیث میں ذرا غور فرمایئے کہ صحابی نے جس سجدے کی اجازت چاہی تھی وہ سجدۂ عبادت تھا یا سجدۂ تحیہ۔ اگر سجدۂ عبادت کہا جائے تب تو ظاہر ہے کہ وہ شرک ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ صحابی نے شرک کرنے کی اجازت چاہی سو صحابہ کا تو بڑا رتبہ ہے جس کو ذرا بھی عقل اور دین ہو اس کو شرک کے جواز کا احتمال نہیں ہوسکتا کیونکہ کفر اور شرک عقلاً بھی قبیح (برا) بالذات ہے اور قبیح بالذات کا قبح منسوخ بھی نہیں ہوسکتا تو صحابی پر کب احتمال ہے کہ انہوں نے اس کو قابل جواز سمجھا ہو جب جواز کے قابل نہیں تو اجازت مانگنا کب ممکن ہے کیونکہ اجازت تو اسی کی مانگی جاتی ہے جس میں جائز ہونے کا احتمال ہو، پس اس سے ثابت ہوا کہ جس سجدہ کی اجازت چاہی تعبدی نہ تھا بلکہ سجدۂ تحیہ تھا۔ سو اب دیکھ لینا چاہئے کہ اس سجدۂ تحیہ کے اجازت چاہنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی یا ممانعت فرمائی سو لاتفعلوا صیغہ نہی کا نص ہے۔ باب تحریم میں پس صاف معلوم ہوا کہ یہ سجدۂ تحیہ ہماری شریعت میں حرام ہے۔ اب شرائع سابقہ کی حکایت جواز کے لئے حجت کافی نہ ہوئی یہ گفتگو تو زندہ، بزرگ کو

سجدہ کرنے کے باب میں تھی جس کا حرام ہونا اس حدیث سے ثابت ہوا ہے اور قبر کے سامنے تو سجدہ کرنا حدیث کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اور بھی زیادہ حرام ہے حتیٰ کہ وہی صحابی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کی اجازت مانگ رہے ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کیا میری قبر کو بھی سجدہ کرو گے تو انہوں نے معاعرض کیا کہ نہیں قبر کو تو نہ کروں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبر کو سجدہ کرنا اس قدر مذموم و قبیح ہے کہ اس میں ان کو تردد نہیں ہوا صرف سجدہ بحالت زندگی میں اشتباہ تھا جو رفع کر دیا گیا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ قبر کو سجدہ کرنا زندہ بزرگ کو سجدہ کرنے سے بھی زیادہ مذموم ہے، جب حدیث سے زندہ کو سجدہ کرنا ممنوع ٹھہرا تو قبر کو سجدہ کرنا بدرجۂ اولیٰ اس سے زیادہ حرام ہوگا۔ اور یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں گفتگو تھی جس میں آپ نہایت قوی حیاتِ برزخیہ کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں حیات حضرات انبیاء علیہم السلام خود اہل حق کا عقیدہ ہے اور موت ان کی صرف ظاہری اور ضعیف درجہ کی ہے، جب اس موت ضعیف کے طاری ہونے سے کہ حیات سے زیادہ بُعد نہیں ہوا ان کی قبور کو سجدہ کرنا حرام بلکہ زیادہ حرام تھا۔ جیسا ابھی بیان ہوا تو اوروں پر موت قوی طاری ہونے سے کہ حیات سے بہت زیادہ بُعد ہو جاتا ہے۔ ان کی قبور کو سجدہ کرنا زیادہ سے بھی زیادہ حرام ہوگا۔ یہ تو مسئلہ کا ثبوت تھا حدیث سے جو مدعی اجتہاد اور تارک تقلید پر بھی حجت ہے اور جو شخص ائمہ کا مقلد اپنے کو کہتا ہو اس کے لئے فتویٰ فقہاء کا بھی دلیل ہے اس لئے اس کو بھی نقل کرتا ہوں۔ درمختار میں ہے۔

وكذا ما يفعلونه من تقبيل الارض بين يدى العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضى به اثمان لأنه يشبه عبادة الوثن وهل يكفران على وجه العبادة والتعظيم كفروان على وجه التحية لا وصار اثمامرتكبًا لكبيرة.

اور اسی طرح جو لوگ زمین بوسی کرتے ہیں علماء اور سرداروں کے سامنے یہ حرام ہے اور کرنے والا اور راضی ہونے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں کیونکہ یہ عبادتِ بت کے

مشابہ ہے اور آیا وہ کافر ہو جائے گا یا نہیں سو اگر بطریق عبادت اور تعظیم ہو تب تو وہ کافر ہو جائے گا اور اگر بطور تحیہ وسلام کے ہو تو کافر تو نہ ہوگا گنہگار مرتکب گناہ کبیرہ کا ہوگا۔

جب زمین بوسی کو صرف مشابہت عبادت کی وجہ سے حرام کہا تو وہ سجدہ جس میں ہیئت (صورت) عبادت کی زیادہ ہے کیونکر حرام نہ ہوگا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس روایت میں عبادت اور تعظیم کا ایک حکم بیان کیا ہے کہ اس طور سے سجدہ کرنا کفر ہے پس زید کی تقسیم میں اگر تعظیم بمعنی تحیہ نہ لیا جائے جیسا ہم نے اس کی خاطر سے تاویل کردی تو سرے سے یہ تقسیم ہی درست نہ ہوگی بلکہ بوجہ اتحاد تعظیم وتعبد کے سجدۂ تعظیم کفر قرار پائے گا اور اگر باوجود دلائل حرمت قائم ہو جانے کے صرف نیت وقصد تحیت کو موجب جواز کہا جائے تو چاہیے کہ سب عبادات میں اسی طرح کی تقسیم کر کے غیر اللہ کے لئے جائز کہہ دیا جائے نماز کی بھی دو قسمیں ہو جائیں گی ایک بطور تعبد، دوسری بطور تحیہ اول کو غیر اللہ کے لئے حرام۔ ثانی کو جائز کہا جائے۔ اسی طرح روزہ اور حج اور جمیع عبادات کیونکہ سجدہ اور تمام عبادات اس امر میں متساوی الاقدام ہیں کیا کسی کو یہ جرأت ہوگی کہ نماز روزہ سب کو غیر اللہ کے لئے جائز کہہ دے اور اگر کسی صالح سے ایسا قول یا فعل کہیں منقول ہو تو اول تو تصحیح روایت کی حسب ضابطہ روایت کے ضروری ہے کیونکہ بعض باتیں بے اصل مشہور ہو جاتی ہیں۔ ثانیاً یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی بزرگ کے قول یا فعل سے شریعت کو بدل دیں بلکہ شریعت کے احکام اپنے حال پر رہیں گے حسن ظن کے مقتضا سے خود ان بزرگ کے قول وفعل میں غلبۂ حال یا خطاء اجتہادی کی تاویل کریں گے۔ ثالثاً عوام الناس تحیہ وتعبد میں فرق کی تمیز بھی نہیں رکھتے اور مسلمات میں سے ہے کہ ذریعہ حرام کا حرام ہوتا ہے اس لئے

ع کارِ پاکاں راقیاس از خود مگیر

ترجمہ: نیک لوگوں کے کاموں کو اپنے اوپر قیاس نہ کرنا چاہیے۔ فقط

هذا هو الحق وما ذا بعد الحق الا الضلال: فقط

جواب سوال دوم

حدیث میں ہے: الطواف حول البیت مثل الصلوٰۃ رواہ الترمذی والنسائی و الدارمی (طواف خانہ کعبہ کا مثل نماز کے ہے) اور ظاہر ہے کہ تشبیہ میں مشبہ بہ کا اشہر (بہت مشہور) اوصاف (وصف کی جمع) ملحوظ ہوتا ہے اور اسی کے اعتبار سے تشبیہ ہوا کرتی ہے جیسا اہل علم پر ظاہر ہے اور نماز کا اشہر وصف اس کا عبادت ہونا ہے، پس تشبیہ اسی وصف کے اعتبار سے ہوگی پس مدلول حدیث کا یہ ہے کہ جس طرح نماز عبادت ہے اسی طرح طواف بھی عبادت ہے اور عبادت کا غیر اللہ کے لئے حرام بلکہ کفر ہونا نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور ہر مسلمان کا عقیدہ ہے اور بہ نسبت زندہ کے مردہ کے ساتھ ایسے معاملات کا زائد تر حرام ہونا اوپر ثابت ہو چکا۔ پس واضح ہوا کہ طواف غیر بیت اللہ مطلقاً حرام ہے اور طواف قبور اور زیادہ حرام ہے، اب فتویٰ علماء کا دیکھئے۔

فی اللطائف الرشیدیه عن شرح المناسک لعلی القاریؒ ولا یطوف ای لایدور حول البقعة الشریفة لان الطواف من مختصات الکعبة المنیفة فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء

(یعنی طواف نہ کرے روضۂ منورہ کے گرد کیونکہ طواف خصوصیات کعبہ شریفہ سے ہے پس حرام ہے گرد قبور انبیا اور اولیاء کے)

اور جب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم وحضرات انبیاء علیہم السلام کی قبور شریفہ کا طواف ممنوع ہے جن کی حیات برزخیہ بہ نسبت حضرات اولیاء کے قوی تر ہے تو دوسرے اولیاء کی قبور کا طواف تو زیادہ تر ممنوع ہوگا۔ پس اس بناء پر طواف غیر اللہ مطلقاً حرام اور قبور انبیاء کا زیادہ حرام اور قبور اولیاء کا زیادہ سے زیادہ حرام جیسا جواب سوال اول میں اس کی تقریر مفصل مرقوم (لکھی جا چکی) ہو چکی ہے۔ رہ گیا مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا ارشاد سو اس میں کچھ حجت نہیں کیونکہ یہ طواف اصطلاحی نہیں ہے جو تعظیم و تقرب کے لئے کیا جاتا ہے اور جس کی ممانعت نصوص شرعیہ سے ثابت ہے بلکہ

طواف لغوی ہے یعنی محض اس کے گرد پھرنا صاحب قبر کے ساتھ روحی مناسبت پیدا کرنے کے واسطے اور تعظیم و تقرب کے قصد کے بغیر فیوض حاصل کرنے کے لئے اور وہ بھی عوام کے لئے نہیں جن کو فرق مراتب کی تمیز نہیں بلکہ اہل نسبت کے لئے جو جامع ہوں درمیان شریعت و طریقت کے۔ اس کی نظیر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قصہ میں وارد ہوئی ہے کہ جب ان کے والد مقروض ہو کر وفات فرما گئے اور قرض خواہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو تنگ کیا اور انہوں نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ باغ میں تشریف لا کر رعایت کرا دیجئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم باغ میں رونق افروز ہوئے اور چھواروں کے انبار لگوا کر بڑے انبار کے گرد تین بار پھرے۔ حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔ **طاف حول اعظمها بيدر الم جلس عليه رواه البخاري** (آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ڈھیر کے اردگرد پھرے، پھر اس پر بیٹھ گئے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ڈھیر پر بیٹھ گئے۔ اس میں ایسی برکت ہوئی کہ سب کا قرض ادا ہو گیا اور پھر بھی بہت کچھ بچ گیا۔ غرض اس قصہ میں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے گرد پھرنا کوئی طواف اصطلاحی نہ تھا، اس ڈھیر کی تعظیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقصود نہ تھی بلکہ اس میں اثر پہنچانے کے لئے اس کے چاروں طرف پھر گئے اسی طرح کشف القبور کے عمل میں جو طواف ذکر کیا ہے وہ بھی تعظیم کے لئے نہیں جیسا عوام الناس بلکہ بعض خواص کالعوام کرتے ہیں محض اثر لینے کے لئے اس کے چاروں طرف پھرے پس کجا (کہاں) طواف اصطلاحی جس کا دعویٰ جواز زید کرتا ہے اور کجا یہ طواف لغوی جو حجت پیش کرتا ہے۔ یہ تو ایسی بات ہے کہ قرآن مجید میں لفظ فما استمتعتم سے جس کے معنی لغوی مقصود ہیں متعہٴ اصطلاحی کو جائز کہنے لگے جیسا کہ اہل زیغ (گمراہ لوگ اس سے شیعہ مراد ہیں) نے کیا ہے یا قرآن مجید میں غلام کو عبد کہا گیا ہے محض اس لفظ کو دیکھ کر اس کے معنی عابد کے لے کر اس کے مالک کو معبود قرار دینے لگے اور شرک کے جواز کا دعویٰ کر

بیٹھے۔ حاصل یہ کہ محض اشتراک لفظی سے بلا دلیل کسی معنی کا مراد لے لینا اور اس پر اصرار کرنا محض مغالطہ ہے اور بالفرض والتقدیر طواف اصطلاحی ہی مراد ہو جو کہ بدلیل شرعی ممنوع ہے تب بھی کچھ حجت نہیں اس لئے کہ اس عبارت میں کہیں جواز کا نام تک بھی نہیں صرف کشف قبور کا ایک طریقہ بتلا رہے ہیں کہ اس طرح کشفِ قبور ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ طریقہ جائز ہو یا ناجائز اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ طریق ناجائز سے کشف کب ہوسکتا ہے۔ سو یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جو شریعت و طریقت ہر دو علم سے ناواقف ہو، ورنہ علماء ظاہر و باطن کے مسلمات سے ہے کہ کشف و خوارق اہل باطل سے بھی حتیٰ کہ کفار سے بھی صادر ہونا ممکن ہے چنانچہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

سئل ابویزید عن طی الارض فقال لیس بشیٔ فان ابلیس یقطع من المشرق الی المغرب فی لحظة واحدة وما هو عندالله بمکان وسئل عن اخراق الهواء فقال ان الطیر یخرق الهواء الخ.

ابو یزید رحمہ اللہ سے پوچھا گیا طے زمین کی نسبت، آپ نے فرمایا کہ یہ کوئی چیز کمال کی نہیں دیکھو ابلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کر جاتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی قدر نہیں۔ اور ہوا چیر کر اڑنے کی نسبت پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا پرندہ بھی اڑتا ہے۔ غرض مقصود طریق بتلانا ہے گو وہ ناجائز ہو۔ اس کی نظیر خود حضرت شاہ صاحب ممدوح کے کلام میں موجود ہے قول الجمیل میں، کشف وقائع کے طریق میں تحریر فرماتے ہیں:

ویضع مصحفًا مفتوحًا علٰی یمینه ومصحفا مفتوحًا علٰی یساره ومصحفًا کذٰلک بین یدیه ومصحفًا کذٰلک الخ.

یعنی ایک قرآن کھلا ہوا اپنی داہنی طرف رکھے اور ایک بائیں طرف رکھے اور ایک روبرو رکھے اور ایک پیچھے رکھے۔

تو اب چاہئے کہ قرآن کا پشت کی طرف رکھنا بھی خلاف ادب نہ ہو حالانکہ خود ہی

شاہ صاحب اس طریق کا ناپسند اور خلاف ادب ہونا تحریر فرماتے ہیں۔

وفی قلبی منه شیء کذا فیه من اساءة الادب بالمصحف.

یعنی میرے دل میں اس طریق سے خلجان ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید کی بے ادبی ہے۔

اور باوجود اس طریق کے مذموم ہونے کے پھر بھی اس کی خاصیت کشف دقائق (باریک باتیں) بتلائی ہے اس سے معلوم ہوا کہ کسی عمل کی خاصیت بیان کرنا دلیل اس کے جواز کی نہیں، اگر کہا جائے کہ بلا انکار نقل کرنا دلیل جواز ہے اور مع الانکار دلیلِ جواز نہیں سو عمل مصحف میں چونکہ نقل کر کے انکار بھی فرمادیا ہے اس لئے اس کو جائز نہ کہا جاوے گا اور طواف میں بلا انکار نقل فرمایا ہے اس لئے اس کو جائز کہا جائے گا۔ اس لئے جاننا چاہئے کہ اول تو غیر شارع علیہ السلام کا سکوت حجت نہیں۔ علاوہ اس کے یہ کہنا غلط ہے کہ شاہ صاحب نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

بعض احباب نے رسالہ تحفۃ الموحدین تصنیف حضرت شاہ صاحب بیان اشراک فی العبادات ص ۷ اسے نقل کیا ہے۔

''ارکانِ حج کہ اعظم عبادات است اگر بجائے دیگر ادا نماید کفر است صریح، باید کہ گرد قبرے یا خانہ سوائے کعبہ نگردند کہ می فرماید، ولیطوفوا بالبیت العتیق''

ترجمہ: حج بڑی عبادتوں میں سے ایک عبادت ہے لیکن اگر اس کے ارکان کی ادائیگی غلط جگہ پر کی جائے تو کفر ہے۔ خانہ کعبہ کے علاوہ کسی قبر یا گھر کا طواف نہ کرنا چاہئے کیونکہ اللہ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے فرمایا:

ولیطوفوا بالبیت العتیق (اور چاہئے کہ بیت اللہ کا طواف کرو)

رہا یہ کہ جس جگہ عمل نقل کیا جائے وہاں ہی انکار ہو یہ کوئی ضروری نہیں خود قرآن مجید میں بہت جگہ کفار کے اقوال وعقائد نقل کئے ہیں اور دوسری آیات میں انکار فرمادیا گیا ہے۔ رہا سجدہ اور بوسہ۔ اول تو اس عبارت میں اس کا پتہ نہیں سجدہ کے معنی ہیں ''پیشانی نہادن برزمین'' (پیشانی زمین پر رکھنا) اور بوسہ کے معنی ہیں ''لب نہادن بر چیزے''

(ہونٹ کسی چیز پر رکھنا) اور ''رخسارہ نہادن'' (رخسار رکھنا) کسی کے بھی معنی نہیں۔
قطع نظر اس سے تقریر مذکور میں اس کا بھی جواب ہو گیا کہ بیان خاصیت دلیل جواز نہیں۔ **فافهم و لا تزل**، واللہ اعلم۔ فقط۔

جواب سوال سوم

مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے ادراک کے لئے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو اسی بنا پر **لا یعلم من فی السموٰت و الارض الغیب الا اللہ** (اللہ کے علاوہ آسمان اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا علم کسی کو نہیں) اور **لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر** (ترجمہ: اے نبی! کہہ دو کہ، اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیا کرتا)۔ (اعراف)
وغیرہ فرمایا گیا ہے۔ اور جو علم بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہوگا۔ قرآن مجید میں لفظ ''راعنا'' کی ممانعت اور حدیث مسلم میں عبدی، وامتی وربی کہنے سے نہی وارد ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا اور اگر ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق اور رازق وغیرہما بتاویل اسناد الی السبب کے بھی اطلاق کرنا ناجائز نہ ہوگا کیونکہ آپ ایجاد اور بقائے عالم کے سبب ہیں بلکہ خدا بمعنی مالک اور معبود بمعنی مطاع کہنا بھی درست ہوگا اور جس طرح آپ پر عالم الغیب کا اطلاق اس تاویل خاص سے جائز ہوگا اسی طرح دوسری تاویل سے اس صفت کی نفی حق جل وعلا شانہ سے بھی جائز ہوگی یعنی علم غیب بالمعنی الثانی بواسطہ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت نہیں پس اگر اپنے ذہن میں معنی ثانی کو حاضر کر کے کوئی کہتا پھرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور حق تعالیٰ شانہٗ عالم الغیب نہیں۔ (نعوذ باللہ منہ) تو کیا اس کلام کو منہ سے نکالنے کی کوئی عاقل متدین اجازت

دینا گوارا کرسکتا ہے؟ اس بنا پر تو بانوافقیروں کی تمام تر بے ہودہ صدائیں بھی خلاف شرع نہ ہوں گی تو شریعت کیا ہوئی بچوں کا کھیل ہوا کہ جب چاہا بنالیا جب چاہا مٹادیا۔ پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) ومجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر غیب کو منجملہ کمالات نبویہ کیوں شمار کیا جاتا ہے جس امر میں مؤمن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالاتِ نبویہ سے کب ہوسکتا ہے اور التزام نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے۔ اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی وعقلی سے ثابت ہے۔ دلائل نقلیہ بے شمار ہیں۔ خود قرآن مجید میں آپ سے نفی کرنا علم غیب کی آیت **ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر** (ترجمہ) (اے نبی کہہ دو!) اگر میں علم غیب جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کرلیا کرتا (اعراف:۱۸۸) میں اور نفی کرنا آپ سے علم تعیین قیامت کی اور بہت سے علوم کی نفی صاف صاف مذکور ہے۔ احادیث میں ہزاروں واقعات آپ کے کتب ورسائل روانہ فرمانے کے مخبروں اور جاسوسوں سے اخبارِ غائبہ (پوشیدہ خبریں) دریافت فرمانے کے مذکور ہیں اگر یہ کہا جائے کہ علوم غیب تو آپ کو سب حاصل ہیں مگر استحضار ان کا آپ کی توجہ پر موقوف ہے، چونکہ بعض امور میں توجہ تام (پوری توجہ) نہ فرماتے تھے اس لئے بعض واقعات حاضر نہ ہوتے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ بہت سے امور میں آپ کا خاص اہتمام سے توجہ فرمانا بلکہ فکر وپریشانی میں واقع ہونا اور باوجود اس کے پھر مخفی رہنا ثابت ہے۔

قصۂ افک میں آپ کی تفتیش واستکشاف بابلغ وجوہ صحاح میں مذکور ہے مگر صرف توجہ سے انکشاف نہیں ہوا بعد ایک ماہ کے وحی کے ذریعہ سے اطمینان ہوا۔ دلیل عقلی یہ کہ علوم غیر متناہی ہیں اور غیر متناہیہ کا اجتماع محال ہونا ثابت ومقرر ہو چکا ہے اگر کسی کو ایسے الفاظ سے شبہ واقع ہو جیسا مشکوٰۃ میں دارمی کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مذکور ہے۔

فتجلت لی مافی السمٰوٰت والارض

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ مجھ پر کھول دیا گیا۔

یا مثل اس کے تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہاں عموم واستغراق حقیقی مراد نہیں کیونکہ اس کا استحالہ اوپر دلیل عقلی ونقلی سے ثابت ہو چکا ہے بلکہ عموم واستغراق اضافی مراد ہے یعنی باعتبار بعض علوم کے کہ وہ علوم ضروریہ متعلقہ بہ نبوت ہیں عموم فرمایا گیا پس اس کا مقتضیٰ صرف اس قدر ہے کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم وضروری ہیں وہ آپ کو تمام علم حاصل ہو گئے تھے، الفاظ عموم کا عموم اضافی میں مستعمل ہونا محاورات جمیع السنہ (زبانیں) میں بلانکیر جاری ہے اور خود قرآن مجید میں مذکور بلقیس کی نسبت فرمایا گیا ہے۔

واوتیت من کل شیء.

یعنی اس کے پاس تمام چیزیں تھیں۔

یہ ظاہر ہے کہ اس کے پاس اس زمانہ کی ریل اور تار، برقی لیمپ، گیس اور فوٹو وغیرہ ہرگز نہ تھے۔ وہاں بھی اشیائے ضروریہ لازمۂ سلطنت کا عموم مراد ہے پس ایسا عموم مثبت مدعائے زید ہرگز نہیں جو مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ زید کا عقیدہ اور قول سرتاسر غلط اور خلافِ نصوص شرعیہ ہے ہرگز ان کا قبول کرنا کسی کو جائز نہیں زید کو چاہئے کہ توبہ کرے اور اتباع سنت اختیار کرے۔

ومن اللہ التوفیق والھدایۃ ومنہ البدایۃ والیہ النھایۃ فقط.

کتبہ الاحقر محمد اشرف علی عفی عنہ — ۸ محرم الحرام ۱۳۶۹ھ

بَسطُ البَیانْ

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ اہل ہوا و ہوس کے شہرت حاصل کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی طریقہ اختیار کرنے کا ہمیشہ سے دستور چلا آتا ہے ایسے لوگوں سے جب کچھ بن نہیں پڑتا تو اچھوں کو برا کہنا اپنا پیشہ کر لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں ہمارا نام ہوگا۔ چنانچہ بریلی کے مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جو مصداق اس شعر کے ہیں۔

اگر دجال برروئے زمین ست ہمین ست وہمین ست وہمین ست

(ترجمہ: اگر سطح زمین پر کوئی دجال ہے تو وہ یہی ہے یہی ہے یہی ہے)

حضرات علمائے دیوبند و دہلی کو کافر کہنا شروع کیا اور ان حضرات کو مخاطب کر کے مجادلہ کے اشتہارات چھاپے، ان بزرگوں نے فضول سمجھ کر ان کی طرف التفات نہ کیا، بلکہ ایک دفعہ جب بریلی میں ایسے اشتہارات کے جواب لکھنے پر ان سے اصرار کیا گیا تو انہوں نے یہ کہہ کر پیچھا چھڑایا کہ ''آپ جیتے اور ہم ہارے'' فی الواقع یہ بہت عمدہ جواب تھا جو دیا جا سکتا تھا کیونکہ بزرگوں کا قول ہے۔

جوابِ جاہلاں باشد خموشی (ترجمہ: جاہلوں کا جواب خاموشی ہے)

لیکن اس سے بعض حضرات کو یہ دھوکا ہوا کہ وہ بزرگ حقیقت میں جواب سے عاجز ہیں۔ اس دھوکہ کے دور کرنے کے لئے مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے خاں صاحب کو اکثر کتابوں کا نہایت قابلیت سے جواب لکھا جس کا جواب الجواب آج تک خاں صاحب اور ان کی ذریات سے نہ ہو سکا البتہ شرم مٹانے کے لئے اتنا کہا گیا کہ مولوی اشرف علی تھانوی جن کی ہار جیت علماء دیوبند کی ہار جیت ہوگی ہم سے

مناظرہ کریں یا ہماری تحریروں کا جواب دیں۔ مولوی مرتضٰی حسن ہمارے مخاطب نہیں۔ اگرچہ حق آفتاب سے زیادہ ظاہر ہو چکا تھا، اور ہرگز ہرگز ایسی واہی تباہی باتوں کی طرف علماء حقانی کو توجہ کی ضرورت نہ تھی تاہم اتمام حجت کی غرض سے مولانا تھانوی تقریر وتحریر پر آمادہ ہوئے۔ بلند شہر میں مناظرہ ٹھہرا۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالٰی نے خاں صاحب کے پاس اپنی دستخطی تحریر بھیج دی کہ میں آپ سے مناظرہ کے لئے تیار ہوں اگر آپ کو منظور ہو تو مطلع فرمایئے۔

دجال نے بجائے یہ لکھنے کے کہ میں بھی مناظرہ کے لئے مستعد ہوں ایک بے سروپا خط مسمّی بہ ''ابحاث'' دھر گھسیٹا چونکہ یہ خط مولانا کی تحریر کا جواب نہ تھا اس لئے خود اہل بلند شہر نے تھانہ بھون بھیجنے سے انکار کیا جیسا کہ اس کی مفصل کیفیت رسالہ قاصمۃ الظہر فی بلند شہر میں مرقوم ہے اس کے بعد مرادآباد میں مناظرہ ٹھہرا (راقم الحروف اس زمانہ میں مرادآباد موجود تھا) یہاں خاں صاحب نے یہ چالاکی کی کہ پولیس والوں سے کہہ دیا کہ اہل دیوبند فساد کرانے آئے ہیں۔ اس وجہ سے پولیس نے یہ مناظرہ حکماً روک دیا جب مولانا نے خان صاحب کی یہ کیفیت دیکھی تو یقین ہو گیا کہ وہ ہرگز مناظرہ نہ کریں گے اور محض اتمام حجت کے لئے یہ رسالہ بسط البنان تحریر فرمایا۔

باسمہ تعالٰی حامدًا ومصلیا ومسلماً

بخدمت اقدس حضرت مولانا المولوی الحافظ الحاج الشاہ محمد اشرف علی تھانوی صاحب مدت فیوضکم العالیہ...... بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب (بریلوی) یہ بیان کرتے ہیں اور حسام الحرمین میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپ نے ''حفظ الایمان'' میں اس کی تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے، اس لئے امور ذیل دریافت طلب ہیں۔

(۱) آیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟

(۲) اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے؟
(۳) آیا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے؟
(۴) اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارۃً مفادِ عبارت ہے، نہ آپ کا مراد ہے تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا صراحۃً یا اشارۃً کہے اسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر؟ بینوا توجروا۔

بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ

الجواب

مشفق مکرم سلمہم اللہ تعالیٰ السلام علیکم۔ آپ کے خط کے جواب میں عرض کرتا ہوں۔
(۱) میں نے یہ خبیث (یعنی غیب کی باتوں کا علم الخ ۱۲م) مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا۔
(۲) میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا۔ چنانچہ اخیر میں عرض کروں گا۔
(۳) جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گزرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے۔
(۴) جو شخص ایسا (یعنی غیب کی باتوں کا علم الخ ۱۲) اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً، یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ یہ تو جواب ہوا آپ کے سوالات کا۔

اب آخر میں اس جواب کی تتمیم کے لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت کی مزید توضیح کروں جس کی بناء پر مجھ پر تہمت لگائی گئی ہے گو کہ وہ خود بھی بالکل واضح ہے۔ اول میں نے دعویٰ کیا ہے کہ علم غیب جو بلا واسطہ ہو وہ تو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور جو بواسطہ ہو وہ مخلوق کے لئے ہو سکتا ہے مگر اس سے مخلوق کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں اور اس دعوے پر دو دلیلیں قائم کی ہیں وہ عبارت دوسری دلیل کی

ہے جو اس لفظ سے شروع ہوئی ہے ''پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر'' مطلب یہ ہے کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔

یعنی محض اس بناء پر کہ آپ کو علوم غیبیہ بواسطہ حاصل ہیں آپ کو عالم الغیب کہنا اگر صحیح ہو تو اس سے اگر کل علوم غیر متناہیہ مراد ہوں تو وہ عقلاً ونقلاً محال ہے اور اگر بعض علوم مراد ہوں گو وہ ایک ہی چیز کا علم ہو اور گو وہ چیز ادنیٰ ہی درجہ کی ہو تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو وغیرہ کے لئے بھی حاصل ہے تو لفظ ''ایسا'' کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا علم واقع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے الخ نعوذ باللہ منہا بلکہ مراد اس لفظ ''ایسا'' سے وہی ہے، جو اوپر مذکور ہے یعنی مطلق بعض علم گو وہ ایک ہی چیز کا ہو اور گو وہ چیز ادنیٰ ہی درجہ کی ہو کیونکہ اوپر بھی مذکور ہو چکا کہ بعض سے مراد عام ہے اور عبارت آئندہ بھی اس کی دلیل ہے وہو قولہ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے پس اگر زید ہر مخفی ادنیٰ چیز کے علم حاصل ہونے کا بھی عالم الغیب کے اطلاق صحیح ہونے کا سبب بتلاتا ہے تو زید کو چاہئے کہ ان سب کو عالم الغیب کہا کرے کیونکہ ان کو بھی بعض مخفی چیزیں معلوم ہیں خود اس عبارت میں سرسری نظر کرنے سے مطلب واضح ہو رہا ہے پھر اس عبارت سے چند سطر بعد دوسری عبارت میں تصریح ہے کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم وضروری ہیں وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہو گئے۔ تھے انصاف شرط ہے جو شخص آپ کو جمیع علوم عالیہ شریفہ متعلقہ نبوت کا جامع کہے، اسے کیا وہ نعوذ باللہ زید وعمرو وصبی ومجنون وحیوانات کے علم کو مماثل آپ کے علم سے بتلا دے گا کیا زید وعمرو وغیرہ کو یہ علوم حاصل ہیں یہ علوم تو آپ کے مثل دوسرے انبیاء وملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں۔ اس تقریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ عبارت مذکورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مشابہ معاذ اللہ علم زید وعمرو وغیرہ کو نہیں کیا گیا اور لفظ ایسا ہمیشہ تشبیہ کے لئے نہیں آتا۔ بلغاء اہل زبان اپنے محاوراتِ فصیحہ میں بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے مثلاً تو کیا یہاں خدا

تعالیٰ کے قادر ہونے کو دوسرے کے قادر ہونے سے تشبیہ دینا مقصود ہے ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں بلکہ اس شق پر جو محذور لازم کیا گیا اس میں غور کرنے سے تو معلوم ہوسکتا ہے کہ مشابہت کی نفی کی گئی ہے چنانچہ بعض مطلق علوم غیبیہ کے مراد لینے پر یہ خرابی بتلائی ہے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے الخ یعنی اس صورت میں آپ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید وعمرو وغیرہ بھی اس صفت میں آپ کے شریک ومشابہ ہوجائیں گے، حالانکہ آپ کی صفات کمالیہ میں کوئی آپ کا شریک ومشابہ نہیں ہے اس لئے یہ شق باطل ہوئی۔ اوراگر بزعم معترض تشبیہ کے لئے بھی ہو تب بھی علم زید وعمرو وغیرہ کو علم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ مطلق بعض علوم سے جس کا ذکر اوپر ہے، بلکہ بفرض محال اگر علم رسولؐ سے بھی تشبیہ ہوتی تب بھی من کل الوجوہ نہ ہوتی بلکہ صرف اتنے امر میں کہ جس طرح مطلق بعض غیوب (غیب کی باتیں) کا حصول آپ کے لئے علت ہوگئی اطلاق عالم الغیب کے لئے اسی طرح مطلق بعض غیوب کا حصول دوسروں کے لئے علت ہوجائے گی اطلاق عالم الغیب کے لئے اگرچہ یہ دونوں بعض متغائر ہوں۔ ایسی تشبیہ میں بعض الوجوہ تو نص قرآنی میں موجود ہے۔

قل انما انا بشرٌ مثلکم. ان تکونوا تالمون فانهم یالمون کماتالمون○

اوّل میں مقبول کی ایک حالت کو غیر مقبول کی ایک حالت سے اور دوسرے میں غیر مقبول کی ایک حالت کو مقبول کی ایک حالت سے تشبیہ دی ہے۔ البتہ اگر کوئی صرف اس تشبیہ پر اکتفا کرکے وجوہِ تفاوت وتفاضل کو بیان نہ کرے تو بے شک قبیح ہے لیکن جب اس کا بھی ساتھ ساتھ بیان ہو جیسا قرآن مجید میں **مثلکم** کے بعد **یوحٰی الی** ہے اور **تالمون** کے بعد **وترجون من اللہ مالایرجون** ہے اور جیسا کہ تقریر مذکور میں کہ کلام متلاصق ومتناسق ہے آپ کا جامع علوم از ہمہ نبوت ہونا مصرح ہے یا طرز بیان تفاوت پر دال ہو، پھر کیا قباحت ہے اور جب کہ تشبیہ ہی نہ ہو تب تو شبہ کا کوئی موقع ہی نہیں، اور ایک شق یہاں اور محتمل تھی کہ آپ کو عالم الغیب تو کہیں مگر نہ تو تمام

غیر متناہی علوم کی بناء پر اور نہ مطلق بعض علوم کی بناء پر تا کہ اشتراک لازم آوے بلکہ بنا بر علوم وافرہ عظیمہ کے جو دوسروں کو حاصل نہیں تو یہ شق یہاں صراحۃً مذکور نہیں مگر اس کی طرف بھی مع جواب کے اس قول میں اشارہ کر دیا ہے کہ اگر التزام نہ کیا جائے تو نبی اور غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے یعنی اگر آپ کو عالم الغیب کہنے اور دوسروں کو عالم الغیب نہ کہنے کا التزام کیا جائے۔

مثلاً اسی کو اصطلاح قرار دیا جائے کہ علوم کثیرہ شریفہ کے عالم کو عالم الغیب کہا جائے اور علوم قلیلہ خسیسہ کے عالم کو عالم الغیب نہ کہا جائے تو شرعاً اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضروری ہے یعنی یہ ثابت کرنا چاہئے کہ عالم علوم شریفہ کثیرہ بر غیر شریفہ پر شریعت نے عالم الغیب کو اطلاق کرنے کی اجازت دی ہے پس جو شق مصرحاً موجود ہے جس میں وہ عبارت متنازع فیہا ہے اس میں بعض علوم سے مراد مطلق بعض ہے قطع نظر شریفہ وقلیلہ وکبیرہ سے، پس وہاں وہ ہی شخص مخاطب ہے جو مطلق بعض علوم کے حصول کو سبب بناتا ہے عالم الغیب کے صحت اطلاق کا۔ اور ظاہر ہے کہ اس شخص پر وہ محذور قطعاً لازم ہے جو وہاں لازم کیا گیا ہے، اور جو شق اشارۃً مذکور ہے وہاں وہ شخص مخاطب ہوگا جو بعض خاص علوم کو سبب بنائے عالم الغیب کی صحت اطلاق کا، اور اس شق مذکور اشارۃً پر خود وہ محذور ہی نہیں لازم کیا جو کہ شق مصرح (صراحت کی گئی) پر ہے تا کہ اس بحث کی گنجائش ہو کہ علوم شریفہ کثیرہ کی بنا پر اطلاق کرنا عالم الغیب کا مستلزم نہیں علوم خسیسہ کی بناء پر عالم الغیب کے اطلاق کرنے کو بلکہ اس شق مذکور اشارۃً پر محذور ہی دوسرا ہے جو ابھی بیان ہوا کہ شرعاً اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضروری ہے خوب سمجھ لیا جائے اور جاننا چاہئے کہ مجیب (جواب دینے والا) ہونے کی حیثیت سے ہمارے ذمہ اتنا بھی نہ تھا جتنا بیان کیا گیا، صرف بعض شبہ پیدا کرنے والی چیزوں کے رفع کرنے کی غرض سے یہ زیادتی گوارا کی گئی، باقی اس سے زیادہ تو کسی درجہ میں بھی ہمارے ذمہ نہیں ہے مگر ہم تبرعاً تین امر اس کے متعلق اور

بیان کئے دیتے ہیں۔ اول اصل مسئلہ کی دلیل سمعی قطع نظر اس سے کہ آپ کو عالم الغیب کہنا جائز ہے کہ نہیں جس کی بحث اوپر مذکور ہوئی کیونکہ سوال میں مقصود اصل مسئلہ کی تحقیق نہیں ہے بلکہ عالم الغیب کے اطلاق کو پوچھا ہے اسی کا جواب دیا گیا ہے۔ اب اصل مسئلہ لکھتا ہوں۔ قرآن مجید میں ہے کہ آپ فرما دیجئے۔

ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء

اگر میں علم غیب جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کرلیا کرتا اور کوئی مضرت ہی مجھ پر واقع نہ ہوتی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع غیوب الی یوم القیامۃ کا علم مستلزم ہے دوام عافیت و عدم مس ضرر کو اور ظاہر ہے کہ عین وقت وفات تک مس ضرر ضرور ہوا چنانچہ خود مرض بھی اس کا ایک فرد ہے پس عدم مس آخر عمر تک مرتفع رہا تو علم جمیع غیوب مذکورہ آخر عمر تک بھی منتفی ہوا۔ اگر کہا جائے کہ یہ منفی علم بالذات ہے جواب یہ ہے کہ جو تالی (بعد میں آنے والا) اس مقدم (پہلے آنے والا) پر مرتب کی گئی وہ دلیل ہے مقدم کے عام ہونے کی کیونکہ استکثار خیر مس مطلق کے لوازم سے ہے نہ کہ علم بالذات کے لوازم سے، یہ حکم بالکل بداہت عقل کے خلاف ہے کہ اگر آئندہ کا واقعہ خود منکشف ہو تو مس سوء نہ ہو اور جو خدا تعالیٰ کے بتلانے سے منکشف ہو تو مس سوء ہو اور حدیث شریف میں ہے کہ بعض اُمتیوں کی نسبت قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جائے گا۔

اِنَّکَ لَاتَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ.

آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا نئی باتیں ایجاد کیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے بعض ازمنہ تک بھی کہ آخر عمر سے بہت متاخر (بعد میں آنے والا) ہے آپ پر بعض کو نیات ظاہر نہیں ہوئے نہ بالذات نہ بالعطاء کیونکہ بالعطاء کے بعد آپ ان کو بلاتے صریح اس اطلاع کے بعد سحقاً سحقاً فرما دیا گیا گو ایسے دلائل بہت ہیں مگر ہم دو شواہد پر اکتفا کرتے ہیں۔ پس آیت وحدیث دونوں

سے معلوم ہوا کہ آخر عمر تک بھی بعض کونیات پوشیدہ نہ رہے کہ اس مقام پر یہ شبہ عائد ہوتا ہے کہ بعض آیات واحادیث واقوال بزرگانِ دین سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان وما یکون کا علم تھا۔ چنانچہ راقم نے مولانا کو یہ شبہ ایک عریضے میں تحریر کرکے جواب چاہا تھا جس کا مولانا نے حسب ذیل جواب دیا۔

عنایت فرمائے۔ بندہ مولوی مقصود حسن صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اس کا جواب خود حفظ الایمان میں کافی طور پر موجود ہے جو آپ جیسے فہیم کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اس عبارت کو پشت پر نقل کئے دیتا ہوں۔

نقل عبارت حفظ الایمان: اگر کسی کو ایسے الفاظ سے شبہ واقع ہوا ایسا۔ عموم مثبت مدعائے زید ہرگز نہیں اھ۔ اس پر اتنا اور اضافہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جواب مذکور کی ضرورت ان عبارات میں ہے جو قواعد شرعیہ سے حجت ہیں اور جو عبارت کہ حجت نہیں وہ نصوص نافیہ علم محیط کے ساتھ خود معارض ہیں کہ شرائط تعارض سے تساوی فی النبوت ہے پس جواب میں اتنا کافی ہے کہ راجح کے سامنے مرجوح ساقط ومتروک ہے اور ادب یہ ہے کہ مرجوح میں تاویل مناسب کی جائے سو اس کی ذمہ داری میں سب برابر ہیں صرف ہمارے ہی ذمہ نہیں۔ (محمد اشرف علی از تھانہ بھون)

آپ پر مخفی رہیں جن کا تعلق منصب نبوت سے نہ تھا۔ پس ہمارا دعویٰ ثابت ہوگیا اور مخالف دعویٰ کہ آپ کو آخر عمر میں تمام واقعات الیٰ یوم الآخرۃ میں سے کسی قسم کا علم مخفی نہ رہا تھا منتفی ہوگیا۔ رہا یہ کہ اس کا اعتقاد بطلان کے کس درجہ میں ہے سو مقام اس کی تفصیل کا متحمل نہیں مجمل یہ ہے کہ اس اعتقاد کی صورتیں مختلف ہیں بعض درجۂ بدعت ومعصیت میں ہیں جن میں انکار قطعی کا نہیں ہے اور بعض درجہ کفر کا ہے جن میں انکار قطعی کا ہے۔ امر ثانی بعض اکابر ملت مسلمہ علماء امت کے کلام سے اپنی عبارت کے مشابہ عبارتیں نقل کرتا ہوں کہ نظیر میں خاصہ ہے دفع استبعاد کا شرح مواقف کے موقف سادس مرصد اوّل مقصد اوّل میں فلاسفہ کے جواب میں ہے۔ قلنا (ہم کہتے

ہیں جو کچھ تم نے ذکر کیا وہ بعض اعتبار سے مردود ہے کیوں کہ تمام غیب کی باتوں پر اطلاع نبی کے لئے ضروری نہیں اور اسمیں ہم اور تم متفق ہیں اسی لئے سید الانبیاء (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر اور ومامسنی السوء اور بعض غیب کی باتوں پر مطلع ہوجانا ایک نبی ہی کی خصوصیت نہیں ہے۔) ماذکرتم مردود بوجوه اذالا طلاع علے جمیع المغیبات لایجب للنبی اتفاقا مناومنکم ولهذا قال سید الانبیاء ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء والبعض ای الاطلاع علی البعض لایختص به ای بالنبی.

(اور اس عبارت سے بھی اصرح اور اشبہ مطالع الانظار شرح طوالع الانوار للبیضاوی رحمہ اللہ کی عبارت ذیل جو ص ۴۰۰ طبع استنبول ص ۱۹۹ طبع مصر میں ہے۔

فذهب الحکماء الی ان النبی من کان مختصًا بخواص ثلث الاولٰی ان یکون مطلعًا علی الغیب بصفاء جوهرنفسه وشدة اتصاله بالمبادی العالیة من غیر سابقة کسب وتعلیم وتعلم الثانیة نحو بحیث الطبعیة الهیولٰی بعنصریة القابلة للصورة المفارقة الٰی بذل الثالثة ان یشاهد الملئکة علٰی صورة متخیلة ویسمع کلام الله تعالٰی بالوحی وقداورد علٰی هٰذا بانهم ان ارادوا بالاطلاع الاطلاع علے جمیع الغائبات فهو لیس بشرط فی کون الشخص نبیًا بالاتفاق وان ارادوابه الاطلاع علی بعضها فلایکون ذلک خاصة النبی اذما من احد الاویجوز ان یطلع علی بعض الغائبات من دون سابقة تعلیم وتعلم وایضًا النفوس البشریة بها متحدة بالنوع فلایختلف حقیقتها بالصفاء والکدرمما جاز فبعض جازان یکون لبعض اخریکون الاطلاع خاصة للنبی ۱۲ منه

انصاف درکار ہے کیا لاتخص کا وہی مفہوم نہیں جو عبارت حفظ الایمان کا ہے۔ میں

نے سنا ہے کہ میری دلیل کے مقدمات پر نقض کیا گیا کہ اس بناء پر چاہئے کہ آپ کو عالم بھی نہ کہیں کیوں کہ یہ مقدمات اس میں بھی جاری ہیں مگر مجھ کو حیرت ہے کہ اتنا صریح فرق معترض کے خیال میں نہ آیا، یہ نقض اس وقت واقع ہوتا ہے جب کہ آپ کو تو عالم خاص علوم عظیمہ مختصہ کی بناء پر کہا جاتا ہے اور اس میں یہ مقدمات جاری نہیں ہوتے اور اگر یہی جواب عالم الغیب کے اطلاق کا دیا جائے تو اس جواب کا بطلان اور شق مذکور میں اشارۃً گزر چکا ہے کہ یہ اطلاق عالم کا شرع میں وارد ہے اور عالم الغیب کا اس بناء پر اطلاق وارد نہیں فافترقا۔ دوسرے اگر اس جواب سے بھی قطع نظر کرلیا جائے تب بھی غایت مافی الباب ایک علمی سوال رہے گا جس کا اہل علم سے کچھ تعجب نہیں اہل علم کی یہ سنت مستمرہ (دائمی) ہے کہ علمی گفتگو کی جائے۔ افسوس تو جاہلانہ دسوقیانہ سب وشتم (برا بھلا) اور رمی بالکفر اور کھینچ تان کر بہتان باندھنے کا ہے اور مقصود اس مقام پر اسی کا دفع کرنا ہے جو بحمد اللہ بوجہ احسن حاصل ہوگیا اور اس پر بھی زبان اور قلم کو روکنا پسند نہ ہوگا تو میں اس کا انتقام خدا کے سپرد کر کے وہی کہوں گا جو حق تعالیٰ نے ایسے جاہلانہ ومعاندانہ جدال پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنے کا حکم فرمایا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ان جادلوک فقل اللہ اعلم بما تعملون اللہ یحکم بینکم یوم القیامۃ فیما کنتم فیہ تختلفون.

(اگر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑتے ہیں تو ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو، اللہ فیصلہ کرے گا تمہارے درمیان قیامت کے دن ان چیزوں میں جن میں تم اختلاف کرتے ہو۔)

اور یہ کہوں گا ع باخدا داریم کار وباخلائق کار نیست (ہم تو خدا سے سروکار رکھتے ہیں مخلوق کے ساتھ نہیں) اس لئے اب تک میں نے ایسے لغویات کے جواب کی طرف التفات نہیں کیا کیونکہ تجربہ سے اس پر کوئی معتد بہ نفع مرتب نہ ہونے کی وجہ سے اس کو اضاعت وقت سمجھتا ہوں اب جو آپ نے طریقہ کے موافق پوچھا میں نے اپنے

معلومات ظاہر کردیئے، اس سے یہ شبہ بھی نہیں ہوسکتا ہے کہ اب تک کیوں نہیں لکھا شاید اب رجوع کرلیا ہو، سو وجہ نہ لکھنے کی یہی تھی کہ کسی نے بھلے مانسوں کی طرح پوچھا ہی نہ تھا، باقی رجوع تو وہ ہے جو پہلے قول اور عقیدہ ہو اور اب اس کو ترک کر کے دوسرا عقیدہ اور قول اختیار کیا ہو۔ بفضلہٖ تعالیٰ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونے کے باب میں یہ ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مختصر بات یہ ہے کہ خدا کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے افضل ہیں۔

اب میں اس تحریر کو ختم کرتا ہوں اور لقب **بسط البنان لکف اللسان من کاتب حفظ الایمان** سے ملقب کرتا ہوں **والسلام علی من اتبع الھدیٰ**۔ کتبہ اشرف علی شعبان ۱۳۲۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تغییر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان

واقعہ تمہید یہ۔ ۱۷ صفر ۱۳۴۲ھ کو ایک خط حیدر آباد دکن سے جس کے کاتب کا عنوان از عامہ مخلصین حیدر آباد دکن تھا اور ذریعہ جواب منگانے کا ایک معین مولوی صاحب تھے آیا اس میں حفظ الایمان کی ایک مشہور عبارت کے متعلق (جس پر مہربانوں کا اعتراض مشہور ہے) رائے دی تھی کہ اس کی ترمیم کردی جائے اور مقتضیات ترمیم کا اجتماع اور موانع ترمیم کا ارتفاع ان جملوں میں ظاہر کیا تھا۔

نمبر (۱) ایسے الفاظ جس میں مماثلت علمیت غیبیہ محمدیہ کو علوم مجانین و بہائم سے تشبیہ دی گئی ہے جو بادی النظر میں سخت سوء ادبی کو مشعر ہے کیوں ایسی عبارت سے رجوع نہ کرلیا جائے۔......... نمبر (۲) جس میں مخلصین حامیین جناب والا کو حق

بجانب جواب دہی میں سخت دشواری ہوتی ہے۔

نمبر (۳) وہ عبارت آسمانی اور الہامی عبارت نہیں کہ جس کی مصدرہ صورت اور ہیئت عبارت کا بحالہ یا بالفاظہٖ باقی رکھنا ضروری ہو۔

نمبر (۴) یہ سب جانتے ہیں کہ جناب والا کسی دباؤ سے متاثر ہونے والے نہیں اور نہ کسی سے کوئی طمع جاہ ومال جناب کو مطلوب ہے بجز اس کے کہ عام طور پر جناب کی کمال بے نفسی کا اعتراف ہو اور حکیم الامت کی شان سے جو توقع تھی وہ پوری ہو سکے گی اور اس مشورہ کے ساتھ ہی یہ سوال بھی تھے کہ (۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ جزئیہ محمد یہ زید وعمرو وغیرہ کے مماثل ہیں یا نہیں اور نمبر (۲) جو شخص اس مماثلت کا قائل ہو اس کا کیا حکم ہے اور نمبر (۳) علوم غیبیہ جزئیہ محمد یہ کمالات نبوت میں داخل ہیں یا نہیں انتہیٰ المکتوب ملخصاً چونکہ یہ مشورہ اور سوال سب کا مبنی تھا دلالت علی المماثلت پر اور وہ خود منفی ہے۔ اس لئے اس خط کے جواب میں مشورہ نیک پر شکر گزاری کے ساتھ اس دلالت کی تقریر دریافت کی گئی کہ اس کے بعد جواب کا استحقاق ہو سکتا ہے اس خط کو دیکھ کر چونکہ مشورہ نیک تھا گو بناء ضعیف تھی یہاں بعض دینی خیر خواہوں اور اسلامی مصلحت اندیشوں نے سوال کو بدل کر پیش کیا چونکہ اس میں جو بناء بیان کی گئی واقعی تھی اس لئے جواب میں اس مشورہ کو قبول کر لیا گیا بوجہ نافع عام ہونے کے، وہ سوال وجواب ذیل میں مسئول ہے۔

سوال: حفظ الایمان کے سوال سوم کے جواب میں ایک شق میں یہ عبارت ہے ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے، تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے الخ'' اس عبارت پر بعض حضرات شبہ کرتے ہیں کہ اس میں نعوذ

باللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو مماثل اور مشابہ ٹھہرا دیا علوم مجانین و بہائم کے اور یہ استخفاف ہے اور یہ استخفاف کفر ہے اور اس شبہ کا جو جواب رسالہ بسط البنان میں لکھا گیا ہے وہ بالکل کافی وافی جامع مانع اور اساس شبہ کا بالکلیہ قاطع ہے جس کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معترضین کے شبہ کا منشاء دو امر کا مجموعہ ہے ایک یہ کہ عبارت ''ایسا علم'' میں ایسا کو تشبیہ کے لئے سمجھ گئے اور علم سے مراد علم نبوی سمجھ گئے حالانکہ یہ منشاء ہی ایسا بقرینہ مقام مطلق بیان کے لئے بھی آتا ہے جیسا بلغاء اہل لسان اپنے محاوراتِ فصیحہ میں بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے ظاہر ہے یہاں کوئی تشبیہ دینا مقصود نہیں اسی طرح علم سے مراد علم نبوی نہیں بلکہ مطلق بعض علوم غیبیہ مراد ہیں جو اس شق کے شروع ہی میں لفظ اگر کے بعد مذکور ہے یعنی یہ شق جو ایک قضیہ شرطیہ ہے اس کے مقدم کا وہ موضوع ہے یہ خلاصہ ہے بسط البنان کے اصل جواب کا بقیہ میں دوسرے احتمالات کا بھی قلع قمع کر دیا ہے جس کے بعد کسی شبہ کی خصوص شبہ مماثلت کی اصلاً گنجائش نہیں رہی اور مطلوب واضح ہو گیا کہ اگر مطلق بعض علوم کا حصول علت ہو باطلاق عالم الغیب کے صحیح ہونے کی تو جب علت مشترک ہے دوسرے مخلوقات میں بھی تو لازم آتا ہے کہ دوسرے مخلوقات کو بھی عالم الغیب کہیں اور لازم باطل ہے۔

پس ملزوم بھی باطل ہے اور اسی سے حیدر آباد کے تینوں سوال کا جواب بھی حاصل ہو گیا اول اور ثانی کا تو ظاہر ہے اور ثالث کا اس طرح کہ یہاں اس میں کلام ہی نہیں کہ حضور کے علوم غیبیہ جزئیہ کمالاتِ نبوت میں داخل ہیں، اس کا انکار کون کرتا ہے، نہ اس عبارت میں انکار ہے نعوذ باللہ یہاں تو صرف اس میں کلام ہے کہ آیا علوم جزئیہ کا حصول اطلاق عالم الغیب کے لئے صحیح ہے یا نہیں چنانچہ خود رسالہ حفظ الایمان ہی میں اس کی تصریح ہے کہ ''نبوت کے لئے جو علوم لازم وضروری ہیں وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہو گئے تھے۔'' جس سے بسط البنان میں بھی تعرض کیا گیا ہے۔

غرض ان تصریحات وتنقیحات کے بعد کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہی نہ کسی خلاف مقصود یا نعوذ باللہ سوء ادب کا اصلاً ابہام رہا پس اس کی بناء پر واقعی ترمیم عبارت کی۔

مطلق ضرورت نہیں لیکن اسلامی دنیا میں چونکہ ہر فہم کے لوگ ہیں یا کم از کم قصداً شبہ ڈالنے والے بھی موجود ہیں جو شبہ ڈالنے میں کچھ مصالح سمجھے ہوئے ہیں خواہ وہ مصالح دینیہ ہوں جیسا ان کا دعویٰ ہے یا دنیویہ ہوں جیسا واقع ہے اس لئے کم فہموں کی رعایت سے تاکہ نہ ان کو خود شبہ ہو نہ دوسرا کوئی شبہ ڈال سکے اگر اس عبارت میں ایسے طور سے ترمیم کردی جائے جس میں متون محفوظ رہے اور عنوان بدل جائے تو اُمید ہے کہ موجب اجر ہوگا گو یہ ترمیم درجہ ضرورت میں نہ ہوگی صرف درجہ استحسان ہی میں ہوگی آئندہ جو رائے ہو فقط از خانقاہ امدادیہ ۱۸ صفر ۱۳۴۲ھ وقت الاشراق۔

جواب: جزاکم اللہ تعالیٰ۔ بہت اچھی رائے ہے چونکہ اس کے قبل کسی نے واقعی بناء نہیں ظاہر کی اس لئے ترمیم کو دلالت علیٰ خلاف المقصود کے اقرار کے لئے مستلزم سمجھا اور اقرار بالکفر کفر ہے اس لئے ترمیم کو ضروری تو کیا جائز بھی نہیں سمجھا۔ اب سوال ہذا میں جو بناء بیان کی گئی ہے ایک امر واقعی ہے لہٰذا قبولاً للمشورۃ اس کو لفظ ''اگر'' کے بعد سے ''عالم الغیب کہا جاوے'' تک اس طرح بدلتا ہوں اب حفظ الایمان کی اس عبارت کو جو کہ اس سوال کے بالکل شروع میں مذکور ہے اس طرح پڑھا جائے ''اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے الخ اور ایسی عبارت بعینہا شرح مواقف کے موقف سادس مرصد اول مقصد اول میں فلاسفہ کے جواب میں ہے۔ والبعض ای الاطلاع علے البعض لایختص به ای بالنبی اور اسی کی مثل مطالع الانظار شرح طوالع الانوار للبیضاوی رحمہ اللہ میں ہے وان اراد وابه الاطلاع علے بعضها فلایکون ذٰلک خاصة النبی اذ ما من احد الا ویجوز ان یطلع علی بعض الغائبات الخ۔ یہ دونوں عبارتیں بسط البنان اور اس کے منہیہ میں مذکور ہیں اب اگر اس پر بھی کلام ہو تو میں پھر بدلنے کو تیار ہوں مگر شرح مواقف و مطالع الانظار کی عبارت بدلنے کے بعد۔ واللہ الموفق اشرف علی ۱۸ صفر ۱۳۴۲ھ وقت الضحٰی۔ فقط۔

اَلفِعلُ المُحَرَّم فِی فَصلِ المُحَرَّم

حضرت حکیمُ الاُمت مُجدد المِلت جَامِع الکمالات مَنبع الحسنات مَاهر العُلُوم القرآنیة، واقف الاُسرار الفرقانیة، رَاس المفسرین مقدام الراسخین صَاحب الشریعة والطریقة، بحر المعرفة والحقیقة کاشف الاُسرار الخفی منها والجلی اعنی بہ

مَولانا مُحمّد اَشرف علی التّھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

یہ رسالہ منکرات محرم کے متعلق جو چند سوالات کیے گئے تھے
یہ ان سوالات کے جوابات کا مجموعہ ہے

اَلفِعلُ المُحَرَّم فی فَصلِ المُحَرَّم

(از مولوی عبدالواحد صاحب تھانوی بتوضیح احکام شرعیہ متعلقہ بعض اعمال محرم بہ فرمائش حضرت اقدس مدظلہ)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

توضیح بعض احکام شرعیہ متعلقہ بعض اعمال محرم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ اٰلہ و اصحابہ ذوی الفضل الجسیم

امابعد! مقام پیران دھار، ملک مالوہ سے کسی بزرگ نے جن کا نام محمد عبداللہ الواحد سوداگر، صدر بازار شہر دھار معلوم ہوتا ہے سوالات ذیل حضرت اقدس حکیم الامت مجدد الوقت مولانا الحاج الحافظ الشاہ اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ العالی کی خدمت بابرکت میں بغرض جواب پیش کئے تھے۔

(۱) تعزیہ و براق بنانا اور اس کے ذیل میں جس قدر بھی فروعات ہوتے ہیں شرعاً کیسا ہے؟ (۲) تعزیہ پر فاتحہ کے واسطے روٹیاں اور کھانا یا شیرینی یا شربت لے جاتے ہیں اور وہاں فاتحہ دِلا کر تبرک کا تقسیم کرتے ہیں، شرعاً کھانا اس کا کیسا ہے؟

(۳) تعزیہ بنانے والے یا تعزیہ میں چندہ دینے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں آیا ہوتی ہے یا نہیں؟ (۴) تعزیہ بنانا یا تعزیہ میں چندہ دینا اور اس پر کھانا لے جا کر فاتحہ دلانا اگر گناہ ہے تو کس درجہ کا ہے؟

(۵) اکثر جاہل فقیر اپنی آمدنی کی غرض سے ایک اینٹ رکھ کر خالی قبر بنا دیتے ہیں

اور کسی بزرگ کے چلہ کے نام سے مشہور کرتے ہیں، مثلاً خواجہ صاحب کا چلہ، یا مدار کا چلہ، ایسی قبر کو توڑ کر مٹا دینا چاہئے یا قائم رکھا جاوے اور ایسی قبر پر جو خالی ہے فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اور توڑ کر مٹا دیا جائے تو شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۶) مسجد کے صحن میں اگر صحیح قبر موجود ہو اور مسجد کا صحن بڑھانے کی غرض سے اس کو زمین کے برابر کر کے قبر کا نشان مٹا دیا جائے تو ایسا جائز ہے یا کیا اور اس کا نشان مٹا کر صحن مسجد میں لے کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

ان سوالوں کے متعلق احکام شرعیہ کا اظہار اپنی قدیم تحریرات میں بالفاظ مختصر خود حضرت اقدس نے فرما دیا ہے، جو سائل اور دوسرے سمجھ دار اشخاص کے لئے ہر طرح کافی ووافی ہو سکتا ہے مگر عام لوگوں کی اصلاح کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان مختصر احکام کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ قلمبند کر دیا جائے، تا کہ عام لوگوں کو نفع پہنچے، اور ہر شخص ان احکام سے فائدہ اُٹھا سکے، لہٰذا حضرت ممدوح الوصف کی اجازت سے ہر ایک سوال کے متعلق حسب ذیل عرض کیا جاتا ہے۔ واللہ الموفق للصواب والیہ المرجع والمآب۔

(۱) تعزیہ اور براق وغیرہ بنانا ایسے افعال جن کو اسلام سے کچھ بھی مناسبت نہیں، اس لئے کہ ان میں سے براق وغیرہ تو جانداروں کی مورتی ہوتی ہیں، جن کا بنانا صریحاً بُت سازی ہے اور اسلام میں بُت بنانے کی سخت ممانعت آئی ہے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ یہ دین پاک بُت سازی اور بت پرستی کے مٹانے کے لئے ہی نازل فرمایا گیا ہے، بُت پرستی کی بُرائی سے تو ہر ایک مسلمان خواہ وہ کیسا ہی جاہل ہو واقف ہے، اور یہ سب جانتے ہیں کہ جو شخص بتوں کی پرستش کرتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے، اور مسلمان نہیں رہتا، لہٰذا اس کے بارے میں کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہے، لیکن بت سازی اور تصویریں بنانے اور اپنے گھروں میں رکھنے کی برائی سے شاید بعض اشخاص ناواقف ہوں، لہٰذا ان کی آگاہی کے واسطے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱)..... عن سعید ابن الحسن قال کنت عند ابن عباس اذ جاءہ

رجل فقال یا ابن عباس انی رجل انما معیشتی من صنعة یدی و انی اصنع هذه التصاویر فقال ابن عباس الا احدثک ما سمعت من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم سمعته من صور صورة فان اللّٰه معذبه حتی ینفخ فیه الروح ولیس بنافخ فیها ابدا، فربا الرجل ربوةً شدیدا و اصفر وجهه فقال و یحک ان ابیت الا ان تصنع فعلیک بهذا الشجر و کل شیٔ لیس فیه روح (رواه البخاری).

ترجمہ: "سعید بن ابی الحسن سے روایت ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں موجود تھے، کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے ابن عباس میں ایک ایسا شخص ہوں جس کی روزی کا دارومدار دستکاری پر ہے، اور میں یہ تصویریں بنایا کرتا ہوں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں تیرے سامنے وہ حکم نہ بیان کردوں جو میں نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی تصویر بنائے گا جناب باری عزاسمہ اس وقت تک اس کو عذاب فرماویں گے کہ وہ اس میں رُوح ڈالے حالانکہ وہ شخص اس میں کبھی بھی رُوح نہیں ڈال سکے گا، یہ سُن کر اس شخص نے (جو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا تھا) ایک لمبا سانس بھرا، اور اس کا منہ زرد ہوگیا، تب انہوں نے فرمایا کہ تیرے لئے خرابی ہو، اگر تو اس دستکاری کے بدون گذر ہی نہیں کرسکتا۔ تو ان درختوں اور دوسری ایسی چیزوں پر اکتفاء کر جن میں رُوح نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو مشکوٰۃ المصابیح باب التصاویر مطبوعہ مجتبائی پریس دہلی، ص:۳۸۶)

(۲) عن ابی طلحة قال قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لا تدخل الملائکة بیتًا فیه کلب ولا تصاویر. (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابی طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مکان میں کتا یا تصویر ہوتی ہے اس میں (رحمت الٰہی) کے

فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (کتاب مشکوۃ المصابیح باب التصاویر مطبوعہ مجتبائی پریس دہلی ص ۳۸۶)

اسی طرح اور بھی بہت سی حدیثیں موجود ہیں، جن میں تصویریں بنانے اور ان کو اپنے گھروں میں رکھنے کی ممانعت ہے، ایسی صورت میں براق وغیرہ جاندار چیزوں کی تصویروں کے بنانے کی برائی ہر شخص کے ذہن میں آسکتی ہے۔

اور چونکہ بت سازی اور تصویر کشی ایسے افعال ہیں کہ اگر وہ نہ کئے جائیں تو بت پرستی ہو ہی نہیں سکتی، لہٰذا عقلاً ان افعال (بت سازی اور تصویر کشی) کی ممانعت ایسی ہی ضروری ہے جیسی کہ بت پرستی کی، لہٰذا تعزیوں کے ساتھ براق وغیرہ تصویروں کا بنانا بروئے شرع شریف قطعاً ناجائز اور حرام ہے، اور اُمید ہے کہ ان کے حرام اور ناجائز سمجھنے میں کسی جاہل سے جاہل کو بھی تأمل نہ ہوگا۔

رہا تعزیہ کا بنانا اگرچہ وہ کسی جاندار کی تصویریں نہیں ہوتیں، لیکن تعزیہ داروں کو اپنے خیال ناقص میں حضرات شہدائے کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزار مہبط انوار کی تصویریں قرار دے کر وہ حرکات ناشائستہ عمل میں لاتے ہیں جن کی اجازت بروئے شرع شریف مسلمانوں کو ہرگز نہیں ہے۔ مثلاً:

(الف) کسی چیز کی صورت کے ساتھ اس چیز کا سا برتاؤ کرنا شرعاً درست ہوسکتا ہے نہ عقلاً، مثلاً کوئی شخص کسی شخص کے باپ سے صورۃً مشابہ ہو تو شخص اوّل کو شخص ثانی کی والدہ کے پاس محض اس مشابہت کی بناء پر آنے جانے کی شرع شریف میں ہرگز اجازت نہیں ہے، نہ شخص ثانی اس اَمر کو گوارا کرسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے اس خلاف عقل و دین اَمر کو اوہام شیعہ میں فرما کر ارشاد فرمایا ہے:

نوع شانزدہم: صورت چیزے را حکم آں چیز دادن و ایں وہم اکثر راہِ بت پرستاں زدہ و آنہا را در ضلالت افگندہ و اطفال خورد سال ہم دریں وہم بسیار گرفتار می باشند اسپاں وسلاح و دیگر چیزہا را از چوب و گل ساختہ خورسند می شوند و حقیقتاً اسپ وسلاح می انگار ند و دختران خورد سال پسران و دختران از جامہ ہائے منقش و ملون ساختہ باہم نکاح آں

می کنند وشادی مینمایند ودر شیعہ ایں وہم خیلے غلبہ کردہ قبور حضرات امامین (رضی اللہ عنہما) و حضرت امیر (کرم اللہ وجہہ) وحضرت زہراء (رضی اللہ عنہا) تصویر کنندہ وبگمان آنکہ ایں قبور حقیقۃ قبور مجمع النورآں بزرگواران است تعظیم وافر نمایند بلکہ نوبت بسجدات رسانند وفاتحہ خوانند وسلام ودرود رسانند ومکسر انہا منقش ومزین گرفتہ گرداگرد ایستادہ شوند ودر رنگ مجاوراں داد شرک دہند نزد عقل در حرکات طفلاں وحرکات ایں پیران نابالغ ہیچ تفاوت نیست۔ (ملاحظہ ہو تحفۂ اثناعشریہ باب یازدہم مطبوعہ نول کشور پریس، ص:۳۵۱)

(ب) کسی شخص کو یا اس کے جنازہ کو کوچہ بکوچہ لئے پھرا اور ڈھول بجا بجا کر تشہیر کرنا اور پھر لاٹھیاں مار مار کر اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ توڑنے کے بعد کسی کنویں وغیرہ میں ڈال آنا داخل تعظیم بھی نہیں ہے نہ شرعاً کسی زندہ یا متوفی بزرگ کے ساتھ ایسی نامعقول حرکت جائز ہوسکتی ہے مگر تعزیہ دار ہر سال اس ناشائستہ فعل کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہ اس توہین کو اپنی جہالت اور بے وقوفی کی وجہ سے حضرات شہداء کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تعظیم سمجھتے ہیں۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

کسی بزرگ نے اس قسم کے جاہلوں کی حرکات مذکورہ کے بارے میں کیا خوب فرمایا ہے:

ایں رافضیاں خارجی بد اعمال — بندند ز حالاتِ شہیداں تمثال
آں کار کہ تا حشر برو لعنت باد — یکبار یزیدؔ کرد وایں ہا ہر سال

بہرحال تعزیہ اور براق اور اس کے فروعات کا بنانا شرعاً ناجائز ہے، اور سوائے ہندوستان کے دیگر ممالک اسلامیہ میں اس قسم کی خرافات کا رواج بھی نہیں ہے، جس کی وجہ بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہاں کے جاہل مسلمانوں نے جب ہندوؤں کو ایام دسہرہ میں رام لیلا بناتے ہوئے دیکھا تو ایام عشرۂ محرم میں تعزیوں کا بنانا شروع کردیا، مگر غلطی کی یہ کہ ہندو لوگوں نے ان دس دنوں میں اپنے پیشوائے مذہب کے ساتھ توہین آمیز برتاؤ اختیار کرلیا، خداوند جل وعلیٰ ان لوگوں کو عقل سلیم عطاء فرماوے

کہ وہ اس حماقت سے باز آ کر اپنی عافیت کی فکر کریں، آمین۔

(۲) تعزیہ پر فاتحہ کے واسطے روٹیاں یا کھانا یا شیرینی یا شربت لے جانا اور وہاں فاتحہ دلا کر تبرکاً تقسیم کرنا بھی شرعاً ناجائز ہے، اور اسی طرح ان چیزوں کا کھانا اور پینا بھی درست نہیں، بلکہ ایسے مقام پر فاتحہ و درود پڑھنا بھی روا نہیں، چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: (الف) تعزیہ داری در عشرۂ محرم وساختن ضرائح وصورت قبور وغیرہ درست نیست۔ (فتاویٰ عزیزی جلد اوّل صفحہ ۸۶)

(ب) تعزیہ داری کہ ہیچو مبتدعاں می کنند بدعت است وظاہر است کہ بدعت حسنہ دراں ماخوذ نباشد بلکہ بدعت سیئہ است (فتاویٰ عزیزی جلد اوّل، صفحہ ۶۹)

(ج) دراں مجلس بہ نیت زیارت وگریہ وزاری حاضر شدن ہم جائز نیست زیرا کہ آنجا زیارت نیست کہ برائے او حاضر شود واین چوبہا کہ ساختہ اوست قابل زیارت نیستند بلکہ قابل ازالہ اند چنانچہ در حدیث آمدہ من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان (رواہ مسلم) (فتاویٰ عزیزی جلد اوّل، صفحہ ۶۹)

(د) فاتحہ و درود خواندن فی نفسہ درست است لیکن دریں قسم نوعے بے ادبی می شود زیرا کہ ایں محل قسم قابل ازالہ و نابود کردن است ونجاست معنوی دارد و فاتحہ و درود جائے باید خواند کہ پاک باشد از نجاست ظاہری و باطنی، پس شخصیکہ در پاخانہ تلاوت کلام اللہ کند و درود بخواند ملام و مطعون خواہد بود ہمچناں در مقامیکہ نجاست باطنی دارد و قابل ازالہ باشد در انجا ہم خواندن موجب ملامت و مطعونیت خواہد گردید کہ بے محل خواند۔ (فتاویٰ عزیزی جلد اوّل، مطبوعہ مجتبائی پریس دہلی، صفحہ: ۷۰)

(ھ) بسبب بردن آں طعام پیش تعزیہ ہا نہادن پیش تعزیہ وغیرہ تمام شب بلکہ پیش قبور حقیقۃً ہم تشبہ بکفار و بت پرستاں می دارد، پس ازیں جہت کراہت پیدا می کند (فتاویٰ عزیزی جلد اوّل، مطبوعہ مجتبائی پریس دہلی، صفحہ: ۷۱)

(۳) تعزیہ بنانے والے یا تعزیہ میں چندہ دینے والے اشخاص اگر ان افعال ناجائز کو جائز اور موجب ثواب سمجھتے ہیں تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

(الف) اگر مرتکب بدعت بدعت رانیک می فہمد وقربت خدا دراں می داند پس مرتکب آں خارج از دائرہ اسلام است چنانچہ از حدیث کہ در کتاب ابن ماجہ وارداست معلوم می شود، عن حذیفة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صاحب البدعة يخرج من الاسلام كما يخرج الشعرة من العجين، و صاحب البدعۃ عام است کہ خود بدعت را احداث کردہ باشد یا بدعت را احداث نہ کردہ باشد بلکہ دیگر احداث نمودہ وایں شخص مرتکب می شود وآنرا پسندی نماید ایں شخص را صاحب بدعت می نامند۔ (فتاویٰ عزیزی جلد اوّل، مطبوعہ مجتبائی پریس دہلی، صفحہ:۱۷)

ونیز در ابن ماجہ وارداست قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابى الله ان يقبل عمل صاحب بدعة حتى يدعه ومرتکب بدعت راضلال درحدیث وارد شدہ است اگر ضلالت او بایں حد رسیدہ کہ دراں وعید نار باشد پس آں شخص مرتکب کبیرہ است والا صغیرہ خواہد شد، وایں فرق در صورتے است کہ بدعت را مستحسن نمی فہمد۔ (فتاویٰ عزیزی جلد اوّل، صفحہ:۱۷)

پس جس صورت میں کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو ان کے پیچھے نماز ہرگز نہیں ہو سکتی، البتہ اگر وہ ان افعال کو گناہ سمجھتے ہیں، مگر وہ کسی مجبوری وغیرہ سے ان افعال میں شریک ہوتے ہیں تو وہ گنہگار ہیں تو کسی متقی و پرہیز گار شخص کی عدم موجودگی میں ان کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے، البتہ کوئی متقی اور پرہیز گار شخص موجود ہو تو ایسے لوگوں کو امامت نہیں کرنی چاہئے۔

(۴) تعزیہ بنانا اور تعزیہ میں چندہ دینا اور اس پر کھانا لے جا کر فاتحہ دلانا اگر ان افعال کو جائز سمجھ کر کرے تو جیسا کہ سوال نمبر ۳ کے جواب میں درج ہوا اسلام سے

خارج ہونے کا باعث اور گناہ کبیرہ ہے، ورنہ صرف گناہ ہے۔

(۵) اگر کوئی جاہل فقیر اپنی آمدنی کی غرض سے ایک اینٹ رکھ کر خالی قبر بنا دے اور اس کو کسی بزرگ کے چلے کے نام سے مشہور کر دے جیسے خواجہ صاحب کا چلہ یا مدار صاحب کا چلہ تو ایسی قبر دراصل قبر نہیں ہوتی نہ اس پر فاتحہ پڑھنا درست ہے، اور اگر اس کے توڑنے میں فتنہ و فساد کا احتمال نہ ہو تو صاحب قدرت کے لئے اس کا بھی مضائقہ نہیں، لیکن فتنہ و فساد کا احتمال ہونے کی صورت میں جیسا کہ سوال دوم کے جواب میں بذیل ضمن (ج) فتاویٰ عزیزیہ سے نقل ہوا۔ زبان سے برا کہنے یا دل سے برا جاننے پر اکتفاء کرنا کافی ہوگا گو اس کا انحصار اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے کی طاقت پر منحصر ہے عام طور سے اس کی اجازت نہیں۔

(۶) مسجد کے صحن میں اگر صحیح قبر موجود ہو اور مسجد کا صحن بڑھانے کے لئے اس قبر کو زمین سے برابر کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اس کے لئے یہ دیکھنے کی ضرورت ہوگی کہ مالک زمین نے وہ جگہ جس میں قبر ہے مسجد کے لئے وقف کی تھی یا قبر کے لئے اگر اس کا صحیح حال معلوم ہو سکے تو اس کے موافق عمل کیا جاوے، اگر وقف کی اصلیت کا پتہ حسب شرح صدر نہ مل سکے تو عام رواج کے موافق قیاس پر عمل کرنا ہوگا، اور عام رواج اور عمل یہی معلوم ہوتا ہے کہ زمین تو مسجد کے لئے وقف کی جاتی ہے۔

لیکن بعض لوگ تبرکاً احاطۂ مسجد میں دفن ہونے کی متولیان مسجد سے اجازت لے لیتے ہیں اگر یہی صورت ہو تو مسجد کا صحن بڑھانے کے لئے اس قبر کو زمین کے برابر کر دینے اور اس پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ زمین دراصل مسجد کی ہے، اور متولی یا کسی خادم مسجد کی اجازت سے کسی میت کے احاطہ مسجد میں دفن ہو جانے سے قبر کی جگہ مسجد کی ملکیت سے خارج نہیں ہو سکتی بلکہ مسجد کی ملکیت اس پر بدستور قائم رہتی ہے، اور ملک غیر میں دفن ہو جانے کی صورت میں مالک زمین کو اختیار ہوتا ہے کہ خواہ وہ اس قبر کو قائم رہنے دے یا میت کو وہاں سے نکلوا دے، یا زمین

کو برابر کردے، اور اس قطعہ زمین پر جس میں قبر بنی ہوئی تھی اپنا تصرف کرے، اسی طرح متولیان مسجد بھی اس قبر کے ساتھ یہی عمل کرنے کے مجاز ہوں گے، ملاحظہ ہوں علمائے دین کے اقوال جو اس کے متعلق کتب فقہ میں ہیں:

(الف) **اذا صح الوقف یزول عن ملک الواقف لا الی مالک ولا یجوز بیعه ولو مات لا یورث عنه۔** جب کوئی چیز صحیح طور سے وقف ہو جاتی ہے تو وہ چیز وقف کرنے والے کی ملک سے کسی اور کو مالک کئے بدون نکل جاتی ہے، اور اس کی خرید و فروخت ناجائز ہوتی ہے اور اگر وقف کرنے والا مر جائے تو کسی کو وارثاً نہیں پہنچ سکتی۔ (فتاویٰ قاضی خان جلد چہارم کتاب الوقف، صفحہ ۱۳۱)

(ب) **اذا جعل ارضه وقفا علی المسجد وسلم جاز ولا یکون له ان یرجع۔** جب کسی شخص نے اپنی زمین مسجد کے لئے وقف کر کے متولیان مسجد کے سپرد کر دی تو وقف جائز ہو جاتا ہے اور پھر وقف کرنے والے کو یہ حق نہیں رہتا کہ اس سے رجوع کر سکے۔ (فتاویٰ قاضی خان جلد چہارم کتاب الوقف، صفحہ ۱۳۷)

(ج) **فناء المسجد له حکم المسجد حتی لو قام فی فناء المسجد واقتدیٰ بالامام صح اقتدائه و ان لم یکن الصفوف متصلة ولا المسجد ملآنا۔** مسجد کا احاطہ مسجد کے حکم میں ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر احاطہ مسجد میں کھڑا ہو کر امام کی اقتداء کرے گا تو اس کی اقتداء صحیح ہو جائے گی اگرچہ صفیں بھری ہوئی نہ ہوں اور نہ مسجد بھری ہو۔ (فتاویٰ قاضی خان جلد چہارم کتاب الوقف، صفحہ ۱۳۸)

(د) **حکی عن الحاکم المعروف بمهرویة انه قال وجدت فی النوادر عن ابی حنیفة رحمة اللّٰه علیه انه اجاز وقف المقبرة والطریق کما اجاز وقف المسجد۔** حاکم معروف بمہرویۃ نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے نوادر میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت دیکھی ہے کہ انہوں نے مقبرہ اور راستہ کے لئے وقف کا ہونا جائز قرار دیا ہے جیسا کہ مسجد کے لئے وقف ہوتا ہے۔

(فتاویٰ قاضی خان جلد چہارم کتاب الوقف، صفحہ ۱۴۱)

(ھ)میت دفن فی ارض انسان کان المالک بالخیار ان شاء رضی بذالک وان شاء امر باخراج المیت و ان شاء سوی الارض وزرع فوقھا لان الارض ظھرھا و بطنھا مملوکۃ لہ۔ اگر کوئی مردہ کسی شخص کی زمین میں دفن ہوجائے تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے اس سے رضامندی ظاہر کردے یا میت کے نکالے جانے کا حکم دے یا زمین کو برابر کرکے اس پر کھیتی کرے اس لئے کہ زمین اُوپر اور نیچے سے اس کی ملک ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان جلد چہارم کتاب الوقف، صفحہ ۳۱۳)

(و)متولی المسجد اذا باع الدار الموقوفۃ و سکنھا المشتری ثم ان القاضی عزل ھذا المتولی و جعل غیرہ متولیا و ادعی المتولی الثانی علی المشتری واستحق الوقف واستردہ کان علی المشتری اجر مثل ھذا الدار۔ متولی مسجد نے کوئی ایسا مکان جو مسجد کے لئے وقف تھا بیع کردیا، اور بیع شدہ مکان میں خریدار نے سکونت کرلی، مگر اس کے بعد قاضی نے متولی سابق کو معزول کرکے اس کی جگہ دوسرا متولی مقرر کردیا، اور متولی ثانی نے خریدار پر دعوی کرکے وقف ثابت کیا، اور مکان واپس لے لیا تو مشتری کو اس مکان کا اجر مثل (یعنی کرایہ) بھی دینا پڑے گا۔ (فتاویٰ قاضی خان جلد چہارم کتاب الوقف، صفحہ ۳۱۵)

بہر حال اگر قبر کے لئے جداگانہ وقف کا ہونا ثابت نہ ہو تو عرف عام کے لحاظ سے وہ جگہ جس میں قبر بنی ہوئی ہے مسجد ہی کی سمجھی جاوے گی، اور گو کسی متولی سابق نے اس کے دفن کے لئے اجازت بھی دے دی ہو لیکن متولیان حال اس قبر کو زمین کے برابر کر کے مسجد کی توسیع کے مجاز ہیں۔ اس لئے کہ جو چیز جس کام کے لئے وقف ہو اس کے سوا دوسرے کام میں لانے کا کوئی متولی مجاز نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ خادم الطلبہ محمد عبدالواحد فاروقی تھانوی۔ ۴/ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ

(تتمۂ خامسہ ص: ۳۲۲)

❁❁❁❁

الاعتصام بحبل شعائر الاسلام

تالیف

حضرت حکیم الامّت مُجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
رأس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہاد الجلی اعنی بہ

مَولانا مُحمّد اَشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

الاعتصام بحبل شعائر الاسلام

بعد الحمد والصلوٰۃ احقر اشرف علی عرض رسا ہے کہ میں آغاز ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ میں گورکھپور تھا ایک روز جناب مولانا عبدالغفار صاحب نے ایک سوال دکھلایا جو گاوکشی کے متعلق تھا میں نے مولانا سے اس کا مبسوط جواب لکھنے کے لیے درخواست کی جس کو علامہ موصوف نے منظور فرمایا۔ پھر میں وسط جمادی الاولیٰ میں جب وطن پہنچا تو میرے پاس وہی سوال آیا جس کو میں نے جواب کے لیے مولانا حبیب احمد کیرانوی کے سپرد کردیا۔ دووجہ سے، ایک اس لیے کہ مجھ کو فرصت نہیں تھی، دوسرے اس لیے کہ وہ مجھ سے اچھا لکھیں گے۔ جب جواب ثانی تیار ہوا، اسی اثناء میں جواب اوّل کی نقل بھی میری استدعاء پر میرے پاس پہنچ گئی۔ چونکہ یہ دونوں جواب ماشاءاللہ کافی وافی شافی تھے، اوّل جواب کا لقب "**الاعتصام بحبل شعائر الاسلام**" دوسرے کا لقب "**تصلیة سقر لمانع تضحیة البقر**"

الجواب الاوّل الملقّب باعتصام بحبل شعائر الاسلام

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ....نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہِ الکریم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہنود کے خوش کرنے اور اتفاق پیدا کرنے کے خیال سے گائے کی قربانی یا روزمرہ کے لیے گائے کا ذبح بند کردینا کیسا ہے؟ ہندوستان کی حالت ملاحظہ فرماتے ہوئے حکم شرع سے مطلع فرمائیں؟

الجواب: محض ہنود سے اتفاق پیدا کرنے اور ان کے خوش کرنے کے لیے گائے کی قربانی کو موقوف کردینا اور ہمیشہ کے لیے گائے کی قربانی کا گوشت چھوڑ دینا

درست نہیں۔ اس لیے کہ گائے کا ذبح کرنا (قربانی کے لیے ہو یا محض کھانے کے لیے) شعائر اسلام سے ہے اور گائے کا ذبح نہ کرنا اور اس کے گوشت سے مذہبی حیثیت سے نفرت کرنا شعائر کفر سے ہے۔ اسلامی شعائر کو چھوڑ کر کفر کے شعار کو اختیار کرنا اور اس خیال سے خود ذبح کو چھوڑ دینا اور کسی کو ترغیب نہ دینا بلکہ ترک کی رغبت دلانا کہ مخالفین اسلام خوش رہیں مداراۃ ناجائز اور مداہنۃ فی الدین ہے۔ ہماری شریعت مطہرہ نے ہرگز اس کی اجازت نہیں دی ہے۔ یہاں تک تو اصل سوال کا جواب تھا۔ اب میں اس کی دلیل مختصر طور پر عرض کرتا ہوں۔ پہلے تمہیدی مقدمات ملاحظہ فرمائیے۔

تمہیدی مقدمات

اوّل: یہ امر تو مسلم ہے کہ بعض ماکولات وملبوسات محض مباح ہیں، ان میں اسلامی شعائر ہونے کو دخل نہیں، جیسے چاول، دال، آٹا، دودھ، دہی، گھی وغیرہ کھانا اور سوتی اونی کپڑا پہننا یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ہر ملت اور ہر مذہب کے لوگ استعمال کرتے ہیں، ان کو اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تاکہ شعائر اسلام سے کہے جائیں۔

دوم: بہت چیزیں شعائر اسلام سے ہیں، ان کو اسلام کے ساتھ خاص تعلق ہے اور بہت چیزیں شعائر کفر سے ہیں جن کو اہل کفر کے ساتھ خاص تعلق ہے، شعائر اسلام کی تمثیلیں یہ ہیں: ختنہ کرنا، نماز کے لیے اذان کہنا، گائے کی قربانی کرنا، گائے کے گوشت سے بحیثیت مذہبی نفرت نہ کرنا، زنار پہننے کو بڑی معصیت سمجھنا، ہنود کی طرح سر پر چوٹی نہ رکھنا وغیرہ اور شعائر کفر کی تمثیلیں یہ ہیں: زنار پہننا، سر پر خاص طور سے چوٹی رکھنا، گائے کو معبود یا مقدس ومعزز سمجھ کر ذبح نہ کرنا، گائے کے گوشت سے بحیثیت مذہبی نفرت کرنا اور اس کے ذبح کو روکنا اور رُک جانے سے بحیثیت مذہبی خوش ہونا، بت خانہ بنانا اور اس کی تعظیم کرنا، مسلمانوں کے ساتھ چھوت کا برتاؤ کرنا وغیرہ۔

سوم: ذبح کا اسلامی ذبیحہ بلکہ شعائر اسلام سے ہونا شرعی دلائل سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے: "ومن الانعام حمولة و فرشا كلو

مما رزقکم اللّٰہ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انه لکم عدو مبین. ثمانية ازواج من الضان اثنين ومن المعز اثنين قل آ الذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیه ارحام الانثیین نبؤنی بعلم ان کنتم صادقین ومن الابل اثنين ومن البقر اثنين" اس آیت سے حلت گاؤ کی بنص صریح ثابت ہے کسی اہل حق کو چون و چرا کی گنجائش نہیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ازواج مطہرات کی جانب سے گاؤ کی قربانی کی ہے۔ "عن جابر قال ذبح رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن عائشة بقرة رواہ مسلم کذا فی المشکوٰة"

"وعن جابر قال نحر النبی صلی اللّٰہ علیه وسلّم عن نسائه بقرة فی حجته" (رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ)......اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے گاؤ کی قربانی کی عام اجازت بھی دی ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے عام طور پر گائے کی قربانی کی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے: "عن جابر ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلّم قال البقرة عن سبعة والجزور عن سبعة"

اور ترمذی ونسائی وابن ماجہ میں ہے: "عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما قال کنا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلّم فی سفر فحضر الاضحی فاشترکنا فی البقرة سبعة وفی البعیر عشرة"

اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عام طور پر گاؤ کے ذبح کرنے اور اس کے گوشت کھانے کا تعامل بھی تھا۔ صحیح مسلم میں ہے:

"عن عائشة قالت اتی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم بلحم بقرة تصدق به علی بریرة فقال هو لها صدقة ولنا هدیة" اور گاؤ کی حلت پر اجماع اُمت بھی ہے۔ چنانچہ علامہ دمیری شافعی حیات الحیوان میں تحریر فرماتے ہیں:

"ویحل اکلها (ای البقرة) وشرب البانها بالاجماع اھ"

اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے (اگرچہ قرآن وحدیث میں منصوص ہونے کے بعد

قیاس کی ضرورت نہیں) کہ خاص گاؤ کا ذبح کرنا اسلامی ذبیحہ میں داخل ہو۔ اس لیے کہ اکثر اسلامی احکام تعلیم توحید اور اعلائے حق پر مبنی ہیں چونکہ بنی اسرائیل میں گوسالہ پرستی جو سراسر شرک ہی جاری ہوگئی تھی اور گوسالہ پرستی کے شرک میں اُمتِ سابقہ مبتلا ہو چکی تھی جس کا ذکر قرآن شریف میں یوں کیا گیا ہے "**وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر فاتوا علیٰ قوم یعکفون علی اصنام لھم قالوا یٰموسیٰ اجعل لنا الٰھًا کما لھم اٰلھۃٌ قال انکم قوم تجھلون**"

تفسیر کبیر میں ہے: "**قال ابن جریج کانت تلک الاصنام تماثیل بقرہ**" اھ اور تفسیر درمنثور میں ہے: "**اخرج ابن جریر و ابن المنذر عن ابن جریج فی قولہ تعالیٰ فاتوا علیٰ قوم یعکفون علی اصنام لھم قال تماثیل بقر من نحاس فلما کان عجل السامری شبہ لھم انہ من تلک البقرۃ فذلک کان اوّل شان العجل**" اھ۔ اس شرک کو شریعت الٰہی نے یوں مٹایا کہ ذبح گاؤ اور اس کی قربانی کو مشروع کر دیا اور گمراہوں کو یوں تعلیم دی کہ اے نالائقو! گائے کی مورت کو معبود اور مقدس کیوں سمجھتے ہو؟ اور اس کی پرستش کیوں جائز خیال کرتے ہو؟ دیکھو گائے کی تصویر کی کیا ہستی ہے؟

خود گائے ہی میں صلاحیت معبود ہونے کی نہیں ہے بلکہ وہ معمولی ماکولات سے ہے، بکری، بھیڑ، دُنبہ وغیرہ کی طرح اس کے گوشت پوست انسان کے لیے بنائے گئے ہیں، وہ معبودیت کے لیے ہرگز قابل نہیں بلکہ وہ معبود حقیقی پر نثار اور قربان کرنے کے قابل ہے۔ اس کو یا اس کی تصویر کو معبود یا مقدس خیال کرنا سخت جہالت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ذبح گاؤ کی مشروعیت ایک شرک جلی کے ابطال اور توحید کے اجراء و ابقاء پر مبنی ہے اس لیے اس کا مطابق قیاس کے ہونا ضرور قابل تسلیم ہے۔

یہاں تک تو گائے کے اسلامی ذبیحہ ہونے کا ثبوت تھا، اب میں اس کے اسلامی شعار ہونے کے متعلق گفتگو کرتا ہوں۔

ذبح بقر اسلامی شعار ہے اس کا ثبوت

صحیح بخاری میں ہے: "عن انس انه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلّم من صلّٰی صلٰوتنا واستقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی له ذمة الله وذمة رسوله فلا تخفروا الله فی ذمته رواه البخاری کذا فی المشکٰوة"

غور کرنا چاہیے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے (جو افصح العرب والعجم اور صاحب جوامع الکلم تھے) جملہ "وَ اکل ذبیحتنا" کیوں اضافہ فرمایا؟ اور ذبیحہ کو مقید باضافت کیوں کیا؟ بجائے "ذبیحتنا" کے "ذبیحة" کیوں نہ ارشاد فرمایا؟ اور واوٗ عاطفہ کے ساتھ وصل کیوں کیا؟ یاد رکھئے! یہ تینوں امر نکتہ اور فائدہ سے خالی نہیں، مجھ سے سنئے، اس جملہ سے سبق دینا ہے کہ خاص اسلامی ذبیحہ کا کھانا مثل ادائے اسلامی نماز و استقبال اسلامی قبلہ کے شعائر اسلام سے ہے، ان میں سے کسی کو مدارات غیر مذہب کے لیے نہیں چھوڑ سکتے اور ذمہ داری اللہ اور رسول کی ان تینوں امر کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اگرچہ وہ دونوں عملاً فرض ہیں اور اکل ذبیحہ فرض نہیں مگر شعائر ہونے کی حیثیت سے سب متساوی ہیں۔ "ولا منافاة بین کون الامرین متغائرین بوجه و بین کونهما متحدین برحه اٰخر" اور یہی مناسبت من حیث شعاریت عطف کرنے کا باعث ہے "لان الوصل بالعطف لابد فیه من المناسبة بین المعطوف علیه کما هو مصرح فی علم المعانی"

اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے "ذبیحتنا" فرمایا اس سے یہ بتلانا ہے کہ مطلق ذبیحہ کھالینا ذمہ داری خدا اور رسول کے لیے کافی نہیں بلکہ خاص اسلامی ذبیحہ کا کھانا شرط ہے اور پہلے آپ قرآن وحدیث وتعامل صحابہ واجماع وقیاس سے معلوم کر چکے ہیں کہ گاؤ اسلامی ذبیحہ میں داخل ہے۔ پس گائے کا ذبح کرنا اور اس کا گوشت کھانا بلاشبہ اسلام کی علامات سے ٹھہرا اور ہم اسلامی علامات ہی کو شعار اسلام اور شعائر

دین اور شعائر اللہ کہتے ہیں۔ الغرض حدیث نبوی سے ذبح گاؤ کا شعار اسلام سے ہونا بخوبی ثابت ہے۔ "وفیہ الکفایۃ لمن لہ درایۃ"

چہارم: ہنود کی مدارات (یعنی خاطر داری) اگر چہ عملاً ہو، اعتقاداً نہ ہو، اسی قدر جائز ہوسکتی ہے جس سے کوئی شعار اسلام نہ چھوٹ جائے اور مذہبی اُمور پامال نہ ہوں۔ حضرت عبداللہ بن سلام ؓ کے واقعہ سے اس کا استدلال ہوسکتا ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ آپ جب یہودیت سے تائب ہوئے مشرف باسلام ہوئے، یہ خیال گزرا کہ توریت سے اونٹ کے گوشت کی حرمت ثابت ہوتی ہے اور وہ بھی آسمانی کتاب ہے اور قرآن پاک سے اس کی حلت متحقق ہوتی ہے، کیا حرج ہے کہ احتیاطاً ہم اونٹ کا گوشت نہ کھائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کر گزرے، اللہ تعالیٰ نے اس احتیاط سے ان کو سختی سے منع کیا اور یوں آیت نازل فرمائی: "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطن انہ لکم عدوّ مبین" غور کیجئے ایسے خطرات وخیالات جو مزاحم ومناقض شریعت ہوں، ان کو اللہ تعالیٰ نے اتباع شیطان فرمایا، کیوں اس کی وجہ یہی ہے کہ اس سے شعار اسلام کا ترک لازم آگیا اور ترک شعار اسلام ممنوع ہے، باوجودیکہ یہود اہل کتاب تھے اور توریت آسمانی کتاب تھی اور اونٹ کے گوشت کی حرمت اس میں مذکور بھی تھی۔ اگر چہ قرآن شریف سے منسوخ ہوچکی تھی اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ صحیح العقیدہ بھی تھے، یعنی اونٹ کے گوشت کو مباح سمجھتے تھے، پھر بھی یہود کی مدارات یا توریت کے اس حکم کی عظمت (قصداً ہو یا التزاماً) خدا نے جائز نہ رکھی بلکہ سختی کے ساتھ اس کی ممانعت کردی کیونکہ عملاً حکم منسوخ کی تعظیم آتی تھی تو ہنود کی (جو اہل کتاب بھی نہیں اور ان کی کتاب آسمانی بھی نہیں) اتنی مدارات کرنا جو شعار اسلام کے ترک تک پہنچ جائے کب جائز ہوسکتا ہے۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں اس آیت مذکورہ کا شان نزول یوں لکھتے ہیں: "وکانوا یقولون ترک هذه الاشیاء مباح فی الاسلام و واجب فی

التوراة فنحن فترکها احتیاطا فکره اللّٰہ تعالیٰ ذلک منھم وامرھم ان یدخلوا فی السلم کافۃ ای فی شرائع الاسلام کافۃ ولا یتمسکون بشیء من احکام التوراة اعتقاد اله وعملا به لانها صارت منسوخة" اھ

جس طرح حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اونٹ کے گوشت کو مباح سمجھا اور تھوڑی یہ غلطی کی کہ اس کو شعار اسلام نہیں خیال کیا۔ اسی طرح گاؤ کا قصہ ہے۔ پس جس طرح وہ موردِ عتاب ہوئے یہ لوگ بھی موردِ عتاب ہوں گے۔ اس مقام پر جو شبہ ہوسکتا ہے اس شبہ کا جواب آگے چل کر ہم اخیر میں لکھیں گے۔ الغرض ایسی مداراۃ ہنود کی جو ترک شعار اسلام کا مستلزم ہو جائز نہیں۔

ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں: "والفرق بین المداهنة المنهية والمداراة المامورة ان المداهنة في الشريعة ان يرى منكر او يقدر على دفعه ولم يدفعه حفظا لجانب مرتكبه او جانب غير لخوف او طمع اولاستحياء منه او لقلة مبالات في الدين والمداراة يترک حظ نفسه وحق يتعلق بما له وعرضه فيسكت عنه دفعا للشرو وقوع الضرر منه قوله دارهم ما دمت في دارهم" اھ

پنجم: کسی امر موہوم یا مشکوک کی توقع پر (اگرچہ وہ امر مستحسن ہو) ہنود کے ساتھ ایسی مدارات کرنا جائز نہیں جس سے اسلامی ضرر متبادر اور بین ہو۔ اس کا ثبوت اس آیت سے ہوتا ہے "یایها الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیهم بالمودة وقد کفروا بما جاء کم من الحق" اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ جو جلیل القدر صحابی تھے اور غزوۂ بدر و خندق و دیگر مشاہد میں شریک بھی ہو چکے تھے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی مدح کی ہے۔ اُن سے یہ ذلت (ممکن ہے خطائے اجتہادی سے ہوئی ہو) ہوگئی تھی کہ آپ نے مدینہ سے کفار مکہ کو بطور مخبری کے ایک خط لکھ دیا تھا۔ اس توقع سے کہ ان

کے اہل وعیال مکہ میں تھے، اگر کفار مکہ خوش رہیں گے تو ان کو آرام دیں گے اور ان کی خبر گیری کریں گے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی الہام ربانی کی خبر ہوگئی اور وہ خط پکڑا گیا، اس پر وہ ماخوذ ہوئے، آپ نے صداقت کے ساتھ اقرار کیا اور خط لکھنے کی وجہ بیان کی۔ اس وقت آیت نازل ہوئی مگر چونکہ آپ بدری تھے اور آپ نے اپنے اعتقادِ کامل کا اظہار فرمایا اور یقین دلایا اور وجہ بھی معقول بیان کی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی ذلت معاف کردی۔

خیال فرمائیے ایسے جلیل القدر صحابی کہ ان کی شان میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا ہے: **"ما یدریک یا عمر لعل اللّٰہ تعالٰی قد اطلع علی اھل بدر فقال لھم اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم"** اھ۔ کیوں مورد عتاب ہوگئے، اس وجہ سے کہ اسلامی ضرر جو متبادر اور بین تھا اس کا لحاظ نہیں کیا اور اہل وعیال کے فائدہ کے لیے مخبری کردی۔ اگرچہ وہ استحصال نفع بذاتہ مذموم نہ تھا مگر مذہبی ضرر کی وجہ سے اس کا ترک کرنا لازم تھا کیونکہ اس نفع کا حصول ناجائز مدارات پر موقوف تھا، اس لیے ہمارے فقہائے کرام نے یہ قاعدہ تحریر فرمایا ہے **"کما فی الاشباہ والنظائر وراء المفاسد اولٰی من جلب المصالح فاذا تعارضت مفسدۃ ومصلحت قدم دفع المفسدۃ غالبا لان اعتناء الشان بالمنھیات اشد من اعتناءہ بالمامورات"** اھ۔

جب مقدمات ممہدہ معلوم ہوچکے تو اب میں صورت استدلال عرض کرتا ہوں۔

(الف) مقدمہ اوّل وثانیہ وثالثہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ گائے کا ذبح کرنا اور اس کا گوشت کھانا محض مباح ہی نہیں بلکہ اسلامی شعار ہے۔

(ب) اور مقدمہ رابعہ سے معلوم ہوا کہ ہنود کی ایسی مدارات جس سے اسلامی شعائر چھوٹ جائیں ممنوع وقبیح ہے۔ پس ان مقدمات اربعہ سے یہ نتیجہ نکلا کہ گاؤ کا ذبح نہ کرنا ہنود کے خوش اور اتفاق پیدا کرنے کے لیے جائز نہیں۔

(ج) اور مقدمہ خامسہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ بالفرض اگر چہ ذبح گاؤ کا بند کر دینا کسی فائدۂ موہوم پر مبنی ہوتا ہم جائز نہیں کیونکہ اس کے دینی و دنیوی نقصانات متبادر اور ظاہر ہیں اور وراء المفاسد اولی من جلب المصالح روشن دلیل ہے۔ ہاں اس جگہ چند شبہات قابل ذکر ہیں۔ ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ شبہات پیدا ہو جائیں۔

پہلا شبہ

مذہبی حیثیت سے گاؤ کی قربانی ہم نہیں بند کرتے بلکہ تمدنی اور اخلاقی حیثیت سے، اس لیے کہ ہم گائے کے ذبح پر مجبور نہیں، اعتقاداً ہم اس کو جائز سمجھتے ہیں، اگر ہنود کے خوش کرنے اور ان سے اتفاق پیدا کرنے کے لیے مباح فعل کو ترک کر دیں تو اس میں کیا حرج ہے جس طرح کوئی مسلمان بیماری یا عدم رغبت کے سبب سے یا کوئی ذاکر شاغل کسی خاص وظیفہ کے لحاظ سے کبھی گائے کا گوشت نہ کھائے اور بجائے گائے کے ہمیشہ بکری، دُنبہ، بھیڑ قربانی کرتا رہے، اس پر کوئی شرعی جرم نہیں عائد ہوسکتا، اسی طرح ہم بھی بے جرم کیوں نہ سمجھے جائیں گے۔

اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اخلاقی اور تمدنی حیثیت سے اونٹ کا گوشت نہیں چھوڑا تھا بلکہ مذہبی حیثیت سے کیونکہ ان کا احتیاط کرنا احکام منسوخہ کی توقیر کا مستلزم تھا اور ہمارا ترک ایسا نہیں، اس لیے ہمارے عمل کو ان کے عمل پر قیاس کرنا مع الفارق ہے۔ جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ جو شئے شرعاً مذہبی ہے اس کو تمدنی اور اخلاقی حیثیت سے تعبیر کرنا پھر اس کو چھوڑ دینا کہاں جائز ہے۔ عنوان اور تعبیر کے بدل دینے سے معنون معبر عنہ کی حقیقت نہیں بدل جاتی۔ مثلاً کسی بستی کے لوگ اذان یا ختنہ چھوڑ دیں اور یوں کہتے پھریں کہ مذہبی حیثیت سے نہیں بلکہ تمدنی (مثلاً یوں کہیں کہ بچوں کو ختنہ سے سخت تکلیف ہوتی ہے اس لیے ہم نے ختنہ موقوف کر دیا اور ہمارے جوار کے ہنود جو ہمارے ولی دوست ہیں اُن کو اذان کی آواز سے بہت تکلیف ہوتی تھی، صبح کی اذان سے صبح کی نیند اور ظہر کی اذان سے دن کے خواب استراحت میں خلل آتا تھا

اس لیے ہم نے اذان بند کردی۔۱۲منہ) حیثیت سے ہم نے چھوڑ دیا ہے یا کوئی مسلمان کسی بت کی ناجائز تعظیم کرے اور یوں کہے کہ مذہبی حیثیت سے نہیں بلکہ اخلاقی حیثیت سے یعنی فلاں راجہ صاحب کے خوش کرنے کے لیے تعظیم کرلیا کرتے ہیں تو کیا یہ جائز ہوسکتا ہے ہرگز نہیں۔ اسی طرح گائے کا ذبح کرنا چونکہ شعار اسلام سے ہے جیسا کہ پہلے ہم ثابت کر آئے ہیں، ہم کو ہرگز مجاز نہیں کہ اس کو اخلاقی اور تمدنی حیثیت کے سانچہ میں ڈھال کر کسی ہنود کے خوش کرنے کیلئے چھوڑ دیں۔

وہ مثل گھی دودھ کے محض مباح ہی نہیں ہے تاکہ وہ قابل ترک سمجھا جائے۔

اور کسی مسلمان کا مرض یا عدم رغبت یا خاص وظیفہ کے سبب سے گائے کا گوشت نہ کھانا اور کسی صحیح الاعتقاد مسلمان کا دُنبہ، بھیڑ کی قربانی پر اکتفا کرنا ہنود کی مدارات اور اتفاق کے لحاظ سے نہیں ہوا کرتا، تاکہ اس پر کوئی شرعی جرم عائد ہو۔ بخلاف صورت متنازعہ کے کہ ہنود کی ناجائز مدارات پر مبنی ہے، دونوں ترک کو یکساں خیال کرنا ہرگز صحیح نہیں، اگر آپ انصاف کریں گے تو دونوں کی وجدانی حالت بھی متغائر پائیں گے، یعنی مدارات کرنے والے کو عملاً ضرور گاؤ سے نفرت ہوگی۔ چاہے اعتقاداً نہ ہو بلکہ دوسروں کو ذبح کرنا بھی اس پر شاق اور ناگوار ہوگا کیونکہ مطلقاً ذبح گاؤ کو مدارات اور اتفاق کے خلاف سمجھتا ہے اور اس کی دلی کشش اس جانب ہوگی کہ گائے کا ذبیحہ کہیں نہ دیکھے، بخلاف ان لوگوں کے جو مرض وغیرہ کے سبب سے چھوڑ دیتے ہیں، ان کو نہ کبھی نفرت ہوگی، نہ کبھی اس کا خیال ہوگا۔ "فبینهما بون بعید"

رہا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس کے متعلق جو شبہ پیدا کیا گیا، وہ بھی صحیح نہیں کیونکہ یہ تو مسلم ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ صدق دل سے مشرف باسلام ہوچکے تھے اور اعتقاداً ہرگز مخالف اسلام نہ تھے۔ قرآن شریف کے الفاظ صاف بتلا رہے ہیں "یاایها الذین اٰمنوا الخ" میں لفظ "اٰمنوا" اور "کافة" ثبوت کے لیے کافی ہے، ہاں مخالفت اُن کی بعض اُمور میں عملاً تھی۔

اب غور کیجئے فریق اول (یعنی تارکین لحم شتر) اور فریق ثانی یعنی (تارکین لحم بقر مداراۃ ہنود) عملاً واعتقاداً مساوی ٹھہرے یا نہیں، جب دونوں مساوی ٹھہرے تو لامحالہ دونوں "لا تتبعوا خطوات الشیطن" کے حکم میں داخل ہوں گے۔ باقی رہی حیثیت کی مغائرت وہ بھی مضر نہیں۔ اس لیے کہ اصل وجہ عتاب کی ترک شعائر اسلام ہے۔ اسی لیے آیت نازل ہوئی ہے جس طرح لحم شتر شعائر اسلام سے ہے۔

اسی طرح لحم بقر بھی اگر چہ دونوں فریق کے منشائے ترک میں مغائرت ہے مگر منہی عنہ ہونے میں دونوں متحد ہیں کیونکہ فریق اوّل کے ترک کا منشاء احتیاط تھا مگر اس سے احکام منسوخہ توریت کی تبعیت یا عظمت لازم آ گئی جو منہی عنہ تھی اور فریق ثانی کے ترک کا منشاء مدارات ہنود ہے جس سے تعظیم وتوقیر شاستر ہنود ہے۔ نیز تقویت عقائد باطلہ ہنود لازم آتی ہے جو منہی عنہ ہے۔ "بل الثانی اقبح من الاوّل کما لا یخفی علی من تفطن و تامل" چونکہ دونوں منشا منہی عنہ ہونے میں مشترک ہیں باوجود تغائر حیثیت کے حکم میں اختلاف نہیں پیدا ہوسکتا۔ پس معلوم ہوا کہ اس جگہ باوجود تغائر حیثیت کے حکم یکساں ہے "و ھذا ما ادعیناہ وھھنا ابحاث شتی طویت عنھا کشحی لغرابة المقام و ایجاز الکلام" علاوہ بریں اہل اسلام خوب جانتے ہیں کہ ہنود کے مذہب میں گائے نہایت مقدس بلکہ دیوتا ہے اور ان کے جذبات دلی گائے کی عظمت اور پرستش کی جانب مائل ہیں۔ پس لامحالہ ترک ذبح سے ہنود کی خوشی اور مسرت قلبی محض مذہبی حیثیت سے ہوگی، نہ اخلاق اور تمدنی حیثیت سے کیونکہ ہمیشہ ان کی ممانعت مذہبی حیثیت سے ہوا کرتی ہے، نہ تمدنی حیثیت سے چاہے ممانعت بزور ہو یا خوشامد وتملق کے طور پر، پس جو لوگ ہنود کی خاطر داری سے متفق الرائے ہوکر ذبح بقر کو بند کردیں گے تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ لوگ ہنود کے جذبات دلی کے پودے کو سرسبز وشاداب کرتے ہیں اور اسلامی جذبات کو پامال وپژمردہ۔

پہلے شبہ کا جواب تو ہو چکا، اب دوسرا شبہ سنئے۔

دوسرا شبہ

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے واقعات پر اس واقعہ کو قیاس کرنا صحیح نہیں، اس لیے کہ ان کی مخبری ناجائز اور ضرر رساں تھی اور ہمارا فعل یعنی ترک ذبح جائز اور غیر مضر ہے، کجا وہ اور کجا یہ

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ جائز وناجائز سے کیا مراد، جواز وعدم جواز شرعی ونفس الامری، یا وہ کہ جس کو مرتکب فعل اپنے ذہن میں بطور فیصلہ کرکے سمجھ لے، اگر شق اوّل مراد ہے تو عدم جواز اور ضرر میں دونوں مشترک ہیں جس طرح وہ مخبری ناجائز ومضر، اسی طرح متفق الرائے ہوکر شعار اسلام کو ترک کردینا ناجائز ومضر، اور اگر شق ثانی مراد ہے تو جس طرح آپ نے ترک شعار اسلام کو مدارات ہنود کے لیے اپنے ذہن میں خود فیصلہ کرکے جائز سمجھ لیا۔ اسی طرح حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے فعل کو جائز غیر مضر سمجھ لیا تھا۔ دیکھئے وہ خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یوں بیان کرتے ہیں "**وقد علمت ان کتابی لن یغنی عنھم (ای اھل مکۃ) شیئًا**"

تیسرا شبہ

اچھا ہم اتفاق ہنود ومدارات غیر مذہب کا خیال چھوڑ کر دوسرے نقصانات جو متعدد ہیں بلکہ بعض مضر تر ہیں ان کی بنا پر ذبح بقر چھوڑ دیں گے اور اس قاعدہ پر عمل کریں گے۔ "**اذا تعارض مفسدتان روعی اعظمھما ضررا بارتکاب اخفھما کما فی الاشباہ**"

جواب: یہ شبہ مبحث سے خارج ہے، آپ جب وہ نقصانات اور بعض کا مضر تر ہونا قوی دلائل سے ثابت کرکے دوسرا سوال پیش کریں گے، اس کا بھی شرعی جواب سن لیں گے، اس وقت نہ اس شبہ کی ضرورت نہ ازالہ کی حاجت۔

باقی رہا منشائے مدارات ہنود یعنی اتفاق، اس سے کیا مراد ہے۔

اوّل: اتفاق کل مسلمانوں کا کل ہنود سے۔
دوم: یا اتفاق کل مسلمانوں کا بعض ہنود سے۔
سوم: یا اتفاق بعض مسلمانوں کا کل ہنود سے۔
چہارم: یا اتفاق بعض مسلمانوں کا بعض ہنود سے۔

یہ چار صورتیں ہوئیں اور ہر ایک کی دو دو صورتیں ہیں، اتفاق دائمی یا اتفاق تا زمان محدود کل آٹھ صورتیں ہیں۔ بالفرض اگر مان لیا جاوے کہ جملہ نزاعات و اختلافات فریقین کا قلع قمع فقط ترک بقر پر مبنی ہے تاہم ان اتفاقات مذکورہ سے بجز ایک صورت کے کوئی مفید نہیں۔ وہ کون سی صورت ہے، اتفاق کل مسلمانوں کا کل ہنود سے دائما اور ظاہر ہے کہ ایسا اتفاق عادۃً ممتنع الوجود ہے۔

پس نتیجہ یہ نکلا کہ جو اتفاقات ممکن ہیں (اگر ان کا امکان عادۃً مان لیا جاوے) وہ مفید نہیں اور جو مفید ہے وہ عادۃً ممکن نہیں، اس لیے ایسے اتفاق کی بناء پر شعار اسلام کو چھوڑ دینا بنائے فساد علی الفاسد ہے۔ "ھذا ما سنح لی بالبال واللّٰہ تعالٰی اعلم بحقیقته الحال و عندی فلیکن شان المومن کما قال اللّٰہ تعالٰی یایّھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء وحبذا ما قال"

البعیث بن حریث

وَلَسْتُ وَاِنْ قَرَّبْتُ یَوْمًا بِبَائِعٍ خَلَاقِیْ وَلَا دِیْنِیْ ابْتِغَاءَ التَّحَبُّبِ
وَیَعْتَدُّهٗ قَوْمٌ کَثِیْرٌ تِجَارَةً وَیَمْنَعُنِیْ عَنْ ذَاکَ دِیْنِیْ وَمَنْصَبِیْ

وھٰذا اٰخر الکلام فالحمد للّٰہ علی الاتمام اتمام ھذہ الرسالة المسماة بالاعتصام بحبل شعائر الاسلام والصلوٰة والسلام علی رسوله سید الانام وعلٰی اٰله واصحابه العز الکرام الی یوم القیام و انا عبدہ الراجی لطفه الابدی ابو الانوار محمد عبدالغفار الحنفی النقشبندی الاعظمی المئوی. (۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ)

الجَوابُ صَحِيحٌ وَالْمُجِيبُ نَجِيحٌ

ذبح البقر کے متعلق مؤلف علام نے جو تحقیق کی اور قوی دلائل سے اس کا اسلامی شعار ہونا ثابت فرمایا بہت صحیح ہے۔ اب اس سے زیادہ تحقیق کی چنداں ضرورت نہیں، میں بطور شہادت کے فقط چار نامی علمائے لکھنؤ کی عبارتیں مجموعہ فتاویٰ جناب مولانا عبدالحیؒ مرحوم ومغفور سے نقل کرتا ہوں، لکھنؤ فرنگی محل کے یہ چاروں مقدس علماء ہیں، ان کی عبارتیں یہ ہیں:..............اوّل: مولانا عبدالحیؒ لکھنوی مرحوم مغفور مجموعہ فتاویٰ ج۲ص:۲۸۶۔ پس ہندو کی ممانعت تسلیم موجب ان کے اعتقاد باطل کی تقویت اور ترویج کا ہوگا، اور یہ کسی طرح شرعاً جائز نہیں، اھ۔ وایضاً اور گاؤ کشی کے طریقہ کو کہ اہل اسلام کا طریقہ قدیمہ ہے ترک نہ کریں۔

دوم: مولانا عبدالحلیم لکھنوی مرحوم ومغفور ج:۲ص۲۸۴، بہرحال گاؤ کشی کو کہ شعار مسلمانی ہے ترک نہ کریں۔اھ

سوم: مولانا عبدالوہاب لکھنوی مرحوم ومغفور ج:۲،ص:۲۸۶، فی الحقیقت قربانی گائے کی ملت اسلامیہ میں شعار اسلام سے واقع ہوئی ہے اس کا موقوف کرنا بسبب ممانعت ہنود وموجب معصیت ہے بلکہ قائم رکھنے قربانی گائے میں مسلمانوں کو سعی و کوشش لازم ہے۔.............. چہارم: مولانا ابوالغنا محمد عبدالمجید صاحب لکھنوی عم فیضہ ج:۲ص۲۸۵، اس آئین دیرین کو کہ شعائر اسلام سے ہے ترک کرنا نہ چاہیے بلکہ اس طریقہ کے ابقاء میں سعی کرنا چاہیے۔اھ

ان چاروں علماء کی تحقیق سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ ذبح گاؤ شعائر اسلام سے ہے اور اسلامی شعار کا چھوڑنا نہ ہنود کی خاطرداری اور دل جوئی کے لحاظ سے جائز ہے نہ ان کی ممانعت سے، ان کی رعایت وہیں تک کی جاسکتی ہے جس کی شریعت میں اجازت ہو۔ جناب مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم اپنی تفسیر بیان القرآن ج:۱ص۱۰۷ میں تحریر فرماتے ہیں اسلام کامل فرض ہے اور اس کا

کامل ہونا جب ہے کہ جو امر اسلام میں قابل رعایت نہ ہو اس کی رعایت دین ہونے کی حیثیت سے نہ کی جاوے۔ اھ

"واللّٰہ تعالٰی اعلم کتبہ احقر العباد محمد عبدالحق سیوانی عفی عنہ، حال مدرس انجمن اسلامیہ گورکھپور"

خلاصہ رسالہ

(۱) گاؤ کی قربانی اور اس کا ذبح کرنا قرآن وحدیث وتعامل صحابہ واجماع و قیاس سے ثابت ہے۔ (۲) گاؤ کا ذبح محض مباح ہی نہیں بلکہ شعائر اسلام سے ہے۔ (۳) چونکہ گاؤ کی قربانی اور اس کا ذبح شعائر اسلام سے ہے ہنود کے اتفاق اور خوشی کے لیے بند کرنا درست نہیں۔ (۴) گاؤ کی قربانی اور اس کے ذبح کو تمدنی اور اخلاقی حیثیت قرار دے کر چھوڑ دینا بھی دُرست نہیں۔ (۵) کسی فائدہ موہوم کی بناء پر بھی اس کو ترک کر دینا درست نہیں۔ (۶) اتفاق ہنود جو منشائے ترک قرار دیا گیا ہے، عادۃً ناممکن ہے۔ (۷) ذبح بقر کے شعائر اسلام ہونے پر نامی علمائے لکھنؤ فرنگی محل کی شہادتیں۔

ملخصہ

(محمد متین طالب علم مدرسہ انجمن اسلامیہ گورکھپور ناقل رسالہ ہذا)

الجواب الثانی الملقب بہ تَصْلِیَۃُ سَقَرٍ لِّمَانِعِ تَضْحِیَۃِ الْبَقَرِ

"**اقول وبہ نستعین**" ہنود کی خوشامد اوران کے خوشنود کرنے کیلئے گائے کی قربانی کا ترک کرنا یا مطلقاً ذبح گاؤ کو بند کرنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ ترک ذبح بقر شعار کفار ہے اور مسلمانوں کا ترک کرنا اس شعار کفر کی ترویج میں اعانت ہے اور کسی شعار کفر کی ترویج میں مسلمانوں کی اعانت جائز نہیں ہے۔ دوسرے گو آج کل محض اس کو مصلحت وقت سمجھ کر چھوڑا جاتا ہے لیکن اس کے شیوع کے بعد نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں کے عقیدوں میں خلل آ جاوے گا اور وہ بھی اس کو مثل ہنود کے بُرا سمجھنے

لگیں گے اور یہ امر شرعاً مذموم ہے جس سے بچنا واجب ہے اس لیے جو امر مذموم کی طرف مفضی ہو اس سے بچنا بھی شرعاً واجب ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ ہندوؤں کے اختلاط نے نکاح بیوگاں پر کیا اثر کیا ہے اور علماء کو اس رسم قبیح کے مٹانے میں کس قدر دقتیں اُٹھانی پڑی ہیں اور ایک نکاح بیوگاں ہی پر کیا خصوصیت ہے اور بہت سی ہنود کی رسمیں ہیں جو مسلمانوں میں رائج ہوگئی ہیں جن کے مٹانے کے لیے علماء برسوں سے کوشش کر رہے ہیں مگر اب تک ان کو پوری کامیابی نہ ہوئی۔ پس اگر طریقہ گاؤ کشی متروک ہوگیا تو اس کا اثر دوسری رسوم سے زیادہ بُرا ہوگا، اس لیے اس میں کسی مسلمان کو حصہ نہ لینا چاہیے۔ تیسرے بہت سے غریب مسلمان ہیں جو مستقل طور پر بکرا نہیں کر سکتے بلکہ چند آدمی مل کر ایک گائے ذبح کر لیتے ہیں۔

پس اگر طریقہ گاؤ کشی کو بند کیا گیا تو ان کو نقصان پہنچے گا۔ چوتھے بہت سے لوگ گائے کے گوشت کے شائق اور عادی ہیں۔ پس گائے کشی کے انسداد میں سعی کرنا ان کو جبراً ان کے جائز حق سے محروم کرنا ہے۔ پانچویں اگر آج ان لوگوں کی خواہش سے جو صرف گائے کے ذبح کو بُرا سمجھتے ہیں، گائے کے ذبح کی ممانعت کی گئی تو کل کو ہندوؤں کا دوسرا فرقہ جو مطلقاً قتل حیوانات کو بُرا سمجھتا ہے، ان کی خواہش سے مطلقاً قربانی اور گوشت خواری ترک کرنی پڑے گی اور اس کا ضرر ظاہر ہے۔ چھٹے اگر اس ضرر کو بھی بالفرض برداشت کر لیا جاوے تو ہندوؤں کو ہماری اذانیں اور نمازیں اور مسجدیں، بلکہ ہمارا مسلمان ہونا بھی بُرا معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کی خاطر سے ان سب کو بھی خیر باد کہنا پڑے گا۔ ساتویں گو آج کل یہ کہا جاتا ہے کہ ہم ذبح بقر کو ناجائز نہیں سمجھتے لیکن اس رسم قبیح کے جاری ہونے کے بعد اگر ایک زمانہ کے بعد مسلمانوں کے عقیدوں میں تزلزل آ گیا اور علماء کو اصلاح عقیدے کے لیے نکاح بیوگان کی طرح اس سنت کے احیاء کی ضرورت ہوئی تو پھر اس مُردہ سنت کا جلانا ناممکن ہوگا کیوں کہ ہندو اس میں مزاحمت کریں گے اور جاہل مسلمان ان کے مددگار ہوں گے۔

الغرض ہندوؤں کے ساتھ ایسا اتفاق ہرگز جائز نہیں جس سے کسی اسلامی عقیدے میں خلل آنے کا اندیشہ ہو یا کسی شعار اسلامی میں خلل پڑے یا دوسرے مسلمانوں کو اس سے کسی قسم کا نقصان پہنچے یا اس میں کسی شعار کفر کی ترویج ہو اور گاؤکشی کے ترک میں یہ سب باتیں موجود ہیں۔ اس لیے اس میں ہندوؤں کی موافقت کسی طرح جائز نہیں بلکہ اس میں زوال ایمان کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو کوشش کرنا چاہیے کہ مسلمانوں کا ایک طریقہ جو ابتداء اسلام سے چلا آ رہا ہے اس کو قائم رکھنے میں امکانی کوشش کریں اور ناعاقبت اندیش اور نادان دوستوں کی بظاہر خوشنما تقریروں اور تحریروں سے دھوکا نہ کھاویں، گاؤکشی اور قربانی گاؤ کا مسئلہ نیا نہیں ہے بلکہ پہلے بھی ہندوؤں نے اس میں کوششیں کی ہیں مگر اگلے علماء نے اس کی ہرگز اجازت نہیں دی۔ اس وقت چند علماء فرنگی محل کے فتوی نقل کیے جاتے ہیں تاکہ مسلمانوں پر اس مسئلہ کی اہمیت ظاہر ہو۔ چنانچہ جناب مولوی عبدالحیٔ صاحب لکھنوی فرنگی محلی تحریر فرماتے ہیں:

''یہ ایک طریقہ قدیمہ ہے، زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتابعین و جملہ سلف صالحین سے تمام بلاد وامصار میں اس کی اباحت پر اجماع واتفاق ہے۔ تمام اہل اسلام کا ایسے امر شرعی ماثور قدیم سے اگر ہنود روکیں اور بنظر تعصب مذہبی منع کریں تو مسلمانوں کو اس سے باز رہنا درست نہیں ہے بلکہ ہرگاہ ہنود ایک امر شرعی قدیم کے ابطال میں کوشش کریں، اہل اسلام پر واجب ہے کہ اس کے ابقاء واجراء میں سعی کریں اور اگر ہنود کے کہنے سے اس فعل کو چھوڑیں گے تو گنہگار ہوں گے۔''

(بقدر حاجۃ منقول از صفحہ ۲۸۳ جلد ثانی مجموعہ فتاویٰ)

اور جناب مولوی عبدالوہاب صاحب والد بزرگوار مولوی عبدالباری صاحب لکھنوی فرنگی محلی تحریر فرماتے ہیں: ''فی الواقع جن بلاد میں رواج گاؤکشی بے قصد فتنہ و فساد کے جاری رہا اور اب کوئی قوم ہنود سے مانع ہے ان بلاد میں مسلمانوں کو رسم گاؤکشی کے باقی رکھنے میں کوشش لازم ہے۔'' اھ (الحاجۃ فتاویٰ مذکورہ صفحہ مذکور)

اور جناب مولوی عبدالحکیم صاحب فرنگی محلی تحریر فرماتے ہیں:

''جن بلاد وامصار وقصبات وقریات ودیہات ومواقعات ہندوستان میں رواج گاؤکشی کا طریقہ قدیمہ ہے بلاقصد فتنہ وفساد قدیم الایام سے چلا آرہا ہے اور اب کوئی ہندو بپاس تعصب مذہبی مانع ومزاحم ہے، ایسے مواقع میں مسلمانوں کو بپاس حمیت اسلامی ابقاءِ رسم گاؤکشی میں کوشش بلیغ لازم ہے زینہار ترک نہ کریں اور فقرۂ مسئول عنہا سے یہ مراد نہیں ہے کہ تقلید واتباع ہنود میں قطعاً گاؤکشی کہ ماثور قدیم ہے اور جس کی اباحت پر اجماع واتفاق جمیع اہل اسلام کا ازسلف تا خلف رہا ہے اور رہے گا۔ ممانعت ومزاحمت ہنود سے ترک ہوجاوے معاذ اللہ من ذلک، وہرگاہ فی زماننا ہنود اہل اسلام سے تعصب مذہبی وعداوت بہت ہے کہ شعار اسلامیہ سے روکتے ہیں۔ پس دریں صورت مسلمانوں کو بپاس حمیت اسلامی روکنے سے ہنود کے واسطے قربانی گاؤ کھانے گوشت گائے کے کہ طریقہ ماثورہ قدیم ہے رُکنا نہ چاہیے اور ان کی ممانعت کو تسلیم نہ کرنا چاہیے۔ بہرحال گاؤکشی کو کہ شعار مسلمانی ہے ترک نہ کریں، احیاناً اگر کسی منازعت میں احتمال فساد فیما بین ہو تو بذریعہ حکام وقت دفع کرنا اس کا بابقاءِ رواج قدیم واجب ہے اور بخوف فساد ہنود قربانی گاؤ سے لوگ باز نہ رہیں، اس میں کوشش بلیغ کو کام فرماویں ورنہ گنہگار ہوں گے۔'' (ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم واللہ غالب علی امرہ ھداکم اللہ الی سواء السبیل، ص ۴۰۴، فتاویٰ مذکور)

نیز مولوی عبدالحیؒ صاحب دوسرے فتویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

ازانجا کہ گائے کے ذبح کرنے کا جواز قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کو ذبح کیا اور اس کے گوشت کے حلال ہونے پر اور ذبح کے جائز ہونے پر خواہ بروز عید ہو یا کسی اور روز ہو، اتفاق ہے تمام مسلمانوں کا، کوئی مسلمان اس کے جوا[illegible] شبہ نہیں کرتا ہے۔ بناء علیہ جب کوئی مسلما[illegible]

عیدالاضحیٰ کے روز خواہ کوئی اور روز گائے ذبح کرے اور کوئی ہندو بنظر اپنے مذہب کے اس کو روکے تو مسلمان کو باز آنا درست نہیں ہے اور ہندوؤں کی ممانعت کو جو مبنی ہے اس کے اعتقاد باطل پر تسلیم کر لینا جائز نہیں ہے۔ ہماری شریعت میں بہ نسبت اور جانوروں کے گائے کی کچھ بھی عظمت ثابت نہیں ہے بلکہ یہ مثل اور جانوروں کے جواز ذبح میں ہے جو شخص اس کی عظمت کا خیال کرے اس کے اسلام میں فتور ہے۔ پس ہندوؤں کی ممانعت کو تسلیم کرنا موجب ان کے اعتقاد باطل کی تقویت اور ترویج کا ہوگا اور یہ کسی طرح شرعاً جائز نہیں ہے۔ (الیٰ آخر ما قال، مجموعہ فتاویٰ جلد دوم، ص ۳۸۵)

اس کی تائید اپنے الفاظ میں مولوی عبدالحلیم صاحب نے بھی فرمائی ہے۔ دیکھو مجموعہ فتاویٰ صفحہ ۳۸۶، جلد دوم، اور مولوی عبدالوہاب صاحب پدر مولوی عبدالباری صاحب نے اس کی تائید میں یہ عبارت تحریر فرمائی ہے۔

''فی الحقیقت قربانی گائے کی ملت اسلامیہ میں شعار اسلام سے واقع ہوئی ہے۔ اس کا موقوف کرنا بسبب ممانعت ہنود موجب معصیت ہے بلکہ قائم رکھنے قربانی میں مسلمانوں کو سعی و کوشش لازم ہے۔'' (مجموعہ فتاویٰ، ص: ۲۶۲، جلد دوم)

اسی مضمون کی تائید مولوی عبدالمجید صاحب فرنگی محلی و مولوی محمد نعیم صاحب و مولوی محمد اکرم صاحب نے بھی اپنے اپنے الفاظ میں فرمائی ہے۔ دیکھو مجموعہ فتاویٰ جلد دوم صفحہ ۲۸۷، چونکہ یہ تمام مضامین مجموعہ فتاویٰ میں مطبوع ہو چکے ہیں اس لیے ان کی عبارات کو نقل کرنا موجب تطویل سمجھ کو ترک کیا گیا جس کا جی چاہے مجموعہ فتاویٰ میں دیکھ لے۔ خلاصہ ان تمام فتاویٰ کا یہ ہے کہ کسی ہندو کی خاطر سے کسی ایک شخص یا کسی ایک مقام پر قربانی گاؤ کا ترک کرنا جائز نہیں ہے چہ جائیکہ تمام ہندوستان سے اس شعار اسلامی کو مٹا دیا جاوے۔ (نعوذ باللہ منہ) جو لوگ اس شعار اسلامی کے مٹانے میں ساعی ہیں اُن کے استدلال کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ گاؤ کشی شرعاً مباح ہے نہ کہ واجب اس لیے اس کا چھوڑنا جائز ہے لیکن ان لوگوں کو اتنی خبر نہیں کہ اگر کوئی مباح کسی

معصیت کا ذریعہ بن جاوے تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ پس ترک گاؤ کشی جس میں ایک شعارِ اسلامی کا مٹانا اور ایک شعارِ کفر کی ترویج اور مسلمانوں پر ناجائز دباؤ وغیرہ ہیں کیونکر ناجائز ہوگی۔ دیکھئے جس طرح قربانی گاؤ واجب نہیں ہے یوں ہی ہفتہ کے روز مچھلی کا شکار بھی واجب نہیں ہے مگر جس وقت حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یہودیت کو چھوڑ کر مسلمان ہوئے تو انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم ہفتہ کے ساتھ وہی معاملہ کریں جو ہم یہودیت کے زمانہ میں کیا کرتے تھے یعنی ہم اس روز مچھلی کا شکار نہ کریں۔ اس پر یہ آیت **"یاایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدوّ مبین"** نازل ہوئی۔ (کما فی الدر المنثور)

جس میں ان کو بتلایا گیا ہے کہ اسلام لانے کے بعد شعار یہود کا اتباع خلاف اسلام اور اتباع شیطان ہے۔ گو وہ اتباع صرف درجہ عمل میں ہو نہ کہ درجۂ اعتقاد میں، پس جب کہ اسلام کے بعد سبت کی عملی تعظیم یعنی اس روز قصداً مچھلی کا شکار نہ کرنا خلاف اسلام اور اتباع شیطان ہوا حالانکہ تعظیم سبت ایک وقت میں مامور من اللہ رہ چکی ہے تو ترک گاؤ کشی بقصد موافقت ہنود کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ پس اگر ایک شخص بھی اس قصد سے گاؤ کشی چھوڑے گا تو سخت گنہگار ہوگا۔ چہ جائیکہ تمام مسلمان گاؤ کشی چھوڑ کر عملاً ہندو ہو جاویں، مسلمانوں کو ہرگز ایسی جرأت نہ کرنی چاہیے اور ایسے خیالات سے توبہ کرنی چاہیے، مسلمانوں کے لیے کس قدر غیرت اور شرم کی بات ہے کہ ہندو کافر ہو کر اس کو جائز نہیں رکھتے کہ وہ مسلمانوں کی خاطر اپنے غلط خیال یعنی قبیح گاؤ کشی سے دستبردار ہو جاویں یا کم از کم مسلمانوں سے اس بارے میں تعرض نہ کریں اور مسلمان باوجود حق پر ہونے کے ہندوؤں کی خاطر اپنے ایک جائز طرزِ عمل کو چھوڑ کر جس کا جواز قرآن میں بضمن **"ومن الابل اثنین ومن البقر اثنین قل آالذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین ام کنتم**

شهداء اذ وصٰكم الله بهذا الأية" مذکور ہے ان جیسے بن جاویں افسوس صد افسوس۔ اس سے بھی زیادہ عجیب بات اور سنئے۔ اگر ہندو یہ کہیں کہ ہم تم سے اس وقت اتفاق کریں گے جب تم اپنی جائیدادیں اور مکانات وغیرہ ہم کو دیدو یا اپنے حقوق سے جوحکومت میں تم کو حاصل ہیں دستبردار ہو جاؤ تو یہی لوگ جو اس وقت گاؤ کشی کے ترک میں ساعی ہیں کبھی اس صلح پر رضامند نہ ہوں گے تو کیا شعار اسلامیہ اور احکام الٰہیہ کی اتنی بھی وقعت نہیں جتنی کہ جائیدادوں اور زمینوں وغیرہ کی کہ ان کو دے کر ہندوؤں سے صلح کی جاتی ہے۔ گو اس قدر تحریر ترک گاؤکشی کے عدم جواز کے لیے کافی ہے مگر بعض دیگر ضروری مضامین کا افادہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سو واضح ہو کہ جس طرح ہندوؤں نے گائے کو جو منجانب اللہ حلال ہے اپنی طرف سے حرام کر رکھا ہے۔ یوں ہی مشرکین مکہ نے بعض جانوروں کو اپنی طرف سے حرام کر رکھا تھا، حق سبحانہ اس تحریم ناجائز کی تردید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں "یآیها الناس كلوا مما فى الارض حلالاً طيبًا ولا تتبعوا خطوات الشيطان انه لكم عدوّ مبين، انما يامركم بالسوء والفحشاء وان تقولوا على الله مالا تعلمون" پس اس آیت میں جس طرح مشرکین مکہ کو حکم ہے کہ تم اپنی طرف سے حلال کو حرام کر کے شیطان کا اتباع اور خدا پر افترا مت کرو، یوں ہی ہندوں کو بھی حکم ہے کہ تم گاؤکشی کو ناجائز بتلا کر شیطان کی پیروی اور خدا پر بہتان نہ باندھو۔ چونکہ خدا نے اس کو حلال کیا ہے، اس لیے تم بھی حلال سمجھو اور کھاؤ۔ پس جبکہ خود ہندوؤں کو یہ حکم ہے کہ اس کو حرام نہ سمجھیں اور اس کے ساتھ حرام کا سا معاملہ نہ کریں تو مسلمانوں کو کب اجازت ہو سکتی ہے کہ وہ ہندوؤں کی موافقت کر کے عملاً افتراء علی اللہ اور اتباع شیطان میں حصہ لیں اور سنئے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے راہبوں کی روش کا اتباع کرنا چاہا تھا اور گوشت خوری اور نکاح وغیرہ کے ترک کا عزم کر لیا تھا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس روش کو ناپسند فرمایا اور فرمایا کہ

کیا ہو گیا ہے لوگوں کو کہ وہ ایسا ایسا کہتے ہیں، میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، سوتا بھی ہوں اور قیام لیل بھی کرتا ہوں، گوشت بھی کھاتا ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں (میری سنت یہ ہے) پس جو میری روش کو چھوڑے وہ مجھ سے نہیں ہے۔

اخرجہ البخاری و مسلم کما فی الدر المنثور اور عکرمہ وقتادہ سے مروی ہے کہ اسی واقعہ میں یہ آیت نازل ہوئی: **"یآیھا الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللّٰہ لکم ولا تعتدوا ان اللّٰہ لا یحب المعتدین"۔**

اب غور کا مقام ہے کہ گوشت خوری وغیرہ تمام اُمور مباحہ ہیں، واجب ان میں ایک بھی نہیں، مگر عزم ترک علی الدوام پر جو کہ عملی تحریم ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو کس قدر ڈانٹا اور حق سبحانہ نے کیسی تنبیہ فرمائی۔ پس جبکہ صحابہ عزم ترک مباحات علی الدوام پر جو کہ عملی تحریم ہے، ملامت کے مستحق ہوئے تو جو لوگ ارضاء ہنود کے لیے گائے کی عملی تحریم میں ساعی ہوں وہ کس درجہ حق سبحانہ کے یہاں معتوب اور ملام ہوں گے۔ خدا محفوظ رکھے جہل سے، اور لیجئے مشرکین نے کچھ مسلمانوں کو بہکایا تھا کہ تمہارے یہاں یہ مسئلہ ہے کہ اگر کوئی جانور اپنی موت مر جاوے تو حرام ہے اور جس کو تم ذبح کرو وہ حلال ہے۔

آخر یہ کیا بات ہے کہ جس کو خدا مارے وہ حرام اور جس کو تم مارو وہ حلال، بعض کمزور مسلمان اس دھوکہ میں آ گئے، حق سبحانہ ان کو تنبیہ فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں: **"مالکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللّٰہ علیہ وقد فصل لکم ما حرّم علیکم الخ"،** جس کا حاصل یہ ہے کہ جس چیز کو خدا نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے تم بھی اعتقاداً وعملاً اس کو حلال سمجھو اور مشرکین کے بہکاوے میں نہ آؤ۔ پس مسلمانوں کے لیے کب جائز ہو گا کہ وہ ہندوؤں کی نفرت سے متاثر ہو کر جس کو خدا نے حلال کیا ہے اس کو عملاً اپنے اوپر حرام کر لیں اور سنئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **"من صلی صلٰوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم**

الذی له ذمة الله و ذمة رسوله فلا تخفروا الله فی ذمته" (رواہ البخاری)

دیکھئے اس حدیث میں صلوٰۃ واستقبال قبلہ کے ساتھ اکل ذبیحہ مسلم کو اس شعائر و علامات اسلام سے قرار دیا ہے۔ پس اگر کوئی اس کا اہتمام کرے کہ میں مسلمان کا ذبیحہ نہ کھاؤں گا تو وہ ایک شعار اسلام کا تارک ہوگا حالانکہ اکل ذبیحہ مسلم فی نفسہ واجب نہیں یوں ہی گو ذبح بقر فی نفسہ واجب نہ ہو مگر چونکہ شعار اسلام ہے اس لیے اس کا باقی رکھنا واجب ہے، اگر کوئی ایک شخص بھی اس کے ترک کا عزم واہتمام کرے گا تو وہ شعار اسلام کا تارک ہو جائے گا، چہ جائیکہ پوری قوم اور پورا ملک اس کا اہتمام کرکے، اور اس کو مطلقاً ترک کر دے۔

پس خلاصہ یہ ہے کہ گائے کا گوشت کھانا اور اس کا ذبح کرنا خواہ قربانی کے لیے ہو یا فقط کھانے کے لیے از روئے قرآن وحدیث جائز ہے اور ہندوؤں کی خوشامد میں اس کا ترک کسی حال میں ایک شخص کے لیے بھی جائز نہیں چہ جائیکہ تمام ملک کے لیے، پس جو اس میں ساعی ہوگا وہ ایک شعار اسلام کے مٹانے اور شعار کفر کے رواج دینے اور گاؤ پرستی کا عقیدہ مسلمانوں کے دلوں میں جمانے اور ما احل اللہ کے عملاً تحریم اور اتباع شیطان وافتراء علی اللہ کا مجرم ہوگا۔ لہٰذا مسلمانوں کو ایسے فعل سے احتراز واجب ہے، ہندوؤں کے ساتھ اتفاق کی یہی صورت نہیں کہ مسلمان گاؤ کشی چھوڑ دیں بلکہ اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ مسلمان اپنے مذہبی شعار پر قائم رہیں اور ہندو اپنے شعار مذہبی کو قائم رکھیں، یعنی خود گاؤ کشی نہ کریں مگر مسلمانوں کی مزاحمت نہ کریں اور اگر ہندو اس پر رضامند نہ ہوں تو پھر مسلمانوں کو صاف کہہ دینا چاہیے۔ "یآیها الکافرون لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عابدون ما اعبد ولا انا عابد ما عبدتم ولا انتم عابدون ما اعبد لکم دینکم ولی دین" کیونکہ مسلمان آزاد نہیں ہیں کہ اپنی مرضی سے اور اپنے خیالی و وہمی منصوبوں کی بناء پر جس سے چاہیں صلح کرلیں اور جس سے چاہیں جنگ کرلیں اور جن شرائط پر چاہیں اتفاق کرلیں بلکہ وہ خدائی قانون کے ماتحت

ہیں اور وہ جو کچھ بھی کر سکتے ہیں، قانون الٰہی کے تابع ہو کر کر سکتے ہیں اور قانون الٰہی ان
کو ترک گاؤ کشی بغرض ارضاء ہنود کی اجازت نہیں دیتا۔ لہٰذا ان کو اس میں ہندوؤں کی
موافقت جائز نہیں ہے اور وہ اس کے خلاف کریں گے تو آخرت میں سخت سزا کے مستحق
ہوں گے اور دُنیا میں جو کچھ رسوائی اور ذلت ہوگی وہ الگ ہے۔

سخت افسوس کی بات ہے کہ اگر خدا کسی مسلمان کو دنیوی وجاہت عطا کرتا ہے اور کچھ لوگ اس کو بڑا ماننے لگتے ہیں تو وہ حمایت اسلام کے پردہ میں پہلا وار اسلام پر کرتا ہے اور اس کی شاخیں کاٹ کر پھینکنا شروع کرتا ہے بلکہ جڑ تک اکھاڑنے کی کوشش کرتا ہے، برخلاف ہندوؤں کے کہ جب ان کو اپنی قوم میں مقبولیت ہوتی ہے تو وہ مخالفت سے یا موافقت سے جس طرح بن پڑتا ہے اپنے مذہب کو تقویت پہنچانے کی فکر کرتے ہیں۔ پس مسلمانوں کو خدا و رسول سے شرمانا چاہیے، اور ہرگز کوئی کارروائی اسلام کے خلاف نہ کرنی چاہیے، سنا گیا ہے کہ بعض مقامات پر بعض لیڈران ہنود کے خوش کرنے کے لیے جاہل مسلمانوں نے اپنے ماتھوں پر تلک لگائے اور بعض دیگر مقامات پر دیگر کفریات کا ارتکاب کیا۔ پس جبکہ ابتدائے اتفاق میں مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ ماتھوں پر کفر کے نشانات لگاتے ہیں اور دیگر کفریات میں ہندوؤں کی شرکت کرتے اور شعائر اسلام کو مٹاتے اور شعار کفر کو رواج دیتے ہیں تو آگے چل کر ان کی کیا حالت ہوگی۔ غرض کہ یہ واقعات نہایت خطرناک ہیں اور ایک سخت امتحان کا مقام ہے، مسلمانوں کو نہایت احتیاط اور حزم سے کام لینا چاہیے اور اسلام کے نادان دوستوں یا ہوشیار دشمنوں کے خطرہ سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

یاد رہے کہ حقیقی عزت آخرت کی عزت ہے جس کا بدون حق سبحانہ کو خوش رکھے حاصل ہونا ناممکن ہے، رہی دُنیاوی عزت سو اوّل تو وہ کوئی چیز نہیں، اور اگر کچھ ہو بھی تو وہ بھی حق سبحانہ کے قبضہ میں ہے، تم ہزار ہندوؤں کی خوشامد کرو اور دُنیا کے لیے دین برباد کرو مگر خدا تم کو عزت نہ دینا چاہیں تم کچھ نہیں کر سکتے اور یہی ہندو جن کی خاطر آج

اسلام کی بیخ کنی کی جارہی ہے، وقت پر تم کو ذلیل کرنے کے لیے آمادہ ہو جائیں گے۔ پس مسلمانوں کو اپنے اسلام کی بچاؤ کی فکر چاہیے نہ کہ دُنیاوی عزت اور ارضاء ہنود کی اور "ان ینصر کم اللّٰہ فلا غالب لکم و ان یخذلکم فمن ذا الذی ینصر کم من بعدہ" کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

ہاں اگر اسلام کو محفوظ رکھ کر اور جائز تدبیر سے دنیوی عزت بھی حاصل ہو جاوے تو مضائقہ نہیں۔ مگر دُنیاوی عزت کے واقعی یا خیالی منصوبوں کی بناء پر اسلام کو ضرر پہنچانا اور افعالِ کفریہ کا ارتکاب کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا۔ حق سبحانہ ایسے ہی دین فروش اور دنیا خرید لوگوں کی نسبت فرماتے ہیں: "ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للّٰہ جمیعا وما علینا الا البلاغ. واللّٰہ اعلم بالصواب"

(کتبہ الراجی رحمت ربہ الصمد حبیب احمد الکیرانوی مقیم خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون)

التماس از اشرف علی

اس وقت دینی ضرورت ہے کہ ان جوابوں پر علماء سے دستخط کرا کر مسلمانوں میں بکثرت شائع کریں۔ چنانچہ لوگوں کے خیال میں منسوب الی العلم ہونے کے سبب میں بھی ذیل میں دستخط کرتا ہوں۔ وھو ہذا

احقر اشرف علی تھانوی نے یہ دونوں جواب دیکھے۔ بالکل صحیح اور حق صریح ہیں، قابل غور امر ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد:

"یحلفون باللہ لکم لیرضوکم واللّٰہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین" اور ارشاد ہے "یحلفون لکم لترضوا عنھم فان ترضوا عنھم فان اللّٰہ لا یرضٰی عن القوم الفاسقین" ان دونوں آیتوں میں تصریح ہے کہ اللہ و رسول کو ناراض کر کے جب مسلمانوں کو راضی کرنا بھی موجب عتاب و عقاب ہے تو اللہ و رسول کو ناراض کر کے کافروں کو راضی کرنا تو کس طرح موجب عتاب و عقاب نہ ہوگا۔ اس امر کو خفیف نہ سمجھیں، اس کا شدید ہونا دلائل شرعیہ سے

ثابت ہو چکا ہے، ”تحبونه هينا وهو عندالله عظيم“ اس فتاویٰ پر عمل کرنا واجب ہے اور اس کی مخالفت حرام ہے۔

تصحیح دیگر علماء

احقر نے دونوں رسالوں کو دیکھا، بحمداللہ دونوں جواب صحیح اور اثبات مدعا میں کافی وافی ہیں، بیشک گائے کے ذبح کرنے کو ترک کرکے جو کہ شعار دین سے ہے، ہنود کی موافقت کو اور اللہ اور رسول کی مخالفت کو کوئی مسلمان گوارہ نہیں کر سکتا۔

کتبہ: انوار الحق امروہی مدرس مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون

بعد الحمد والصلوٰۃ: یہ محتاج رحمت رب احد احقر الوریٰ بندہ ظفر احمد عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ میں نے رسالہ تصلیہ ستر کو بالتفصیل اور دوسرے رسالہ کو بالاجمال دیکھا، بحمداللہ دونوں جواب صحیح اور مقصود کی توضیح میں کافی ووافی ہیں، اللہ تعالیٰ مجیبین کو جزائے وافر عطا فرمادیں۔ جماعت علماء کو اس وقت اس رائے کا شدت کے ساتھ مقابلہ اور رد کرنا واجب ہے جو بعض اتفاق پرستوں نے ظاہر کی ہے کہ مسلمانان ہند کو گائے کی قربانی ترک کر دینا چاہیے۔

یہ لوگ محض ہنود کی خوشامد سے ایک اسلامی شعار کو باطل کرنا چاہتے ہیں۔ ”والله متم نوره ولو كره الكافرون يحلفون لكم لترضوا عنهم فان ترضوا عنهم فان الله لا يرضى عن القوم الفاسقين“ حق تعالیٰ دین اسلام کی نصرت کے لیے ہر زمانہ میں ایک جماعت کو کھڑا کر دیتے ہیں جو شعائر اسلامی کی حفاظت کرتی ہے، اس لیے جماعت اہل حق کو اس وقت شعار اسلامی کی حفاظت کے لیے کھڑا ہونا چاہیے اور تقریر و تحریر سے اس رائے کی پوری تردید کرنا چاہیے، بھلا جس اتفاق کی ابتداء اسلامی شعار کے ابطال سے ہو، اس میں فلاح و برکت کب ہو سکتی ہے، ”ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزاً عظيما“

والسلام ۲۰ جمادی الاخریٰ ۳۸ھ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

امابعد! الحمدو الصلوٰۃ:

احقر اہل الزمن احمد حسن ملتمس خدمت ناظرین ہے کہ صورت مسئولہ میں گاؤ کا ذبح بند کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ علاوہ مخالفت شعار دین کے اُخلاق مامور بہا کے بھی خلاف ہے جس کا آج کل کے مہذبین نے بڑے زور سے دعویٰ کیا ہے کیونکہ یہ ایک سخت بے شرمی ہے اور غیرت اسلامی اس خوشامد کی ہرگز اجازت نہیں دیتی اور حیاء سے ہاتھ اُٹھالینا گوارا ہو تو اختیار ہے، جو دل چاہے کیا جاوے، "فقد قال صلی اللّٰہ علیہ وسلّم ان مما ادرک الناس من کلام النبوۃ الاولیٰ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت رواہ البخاری"

اور نیز یہ جو خوشامد غایت پست ہمتی ہے، اور پست ہمتی حق تعالیٰ نیز مخلوق کو ناپسند ہے "فقد روی الطبرانی فی الکبیر عن السید الحسن بن علی رضی اللّٰہ عنہ مرفوعًا و رجالہ ثقات کما فی العزیزی ان اللّٰہ تعالیٰ یحب معالی الامور و اشرافہا و یکرہ سمسافہا اھ" نیز یہ امر مخلوق سے طمع بھی ہے اور طامع محبوب عندالناس نہیں ہوسکتا "فقد روی ابن ماجہ وغیرہ و سندہ حسن کما فی بلوغ المرام عن سہل بن سعد رضی اللّٰہ عنہ قال جاء رجل الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم فقال یارسول اللّٰہ! دلنی علی عمل اذا علمتہ احبنی اللّٰہ واحبنی الناس فقال ازہد فی الدنیا یحبک اللّٰہ وازہد فیما عند الناس یحبک الناس اھ" حاصل یہ ہے کہ بے شرمی اور پست ہمتی اور افعال ناپسندیدہ عندالخالق والخلوق کا ارتکاب کر کے مقصود پورا ہونے کی ہرگز اُمید نہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان کو اتباع شریعت بطریق کمال اختیار کر کے حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور شیطانی وساوس کے اتباع کو ترک کرنا چاہیے۔

کتبہ: احمد حسن (تتمہ خلاصہ ص ۱۲۷)

الجعل المسمّٰی علیٰ حلّ المعنیٰ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

اخبارات و رسائل میں حل طلب معمے شائع ہوتے ہیں جن کے حل کرنے پر انعام دیا جاتا ہے اور ہر حل کے ہمراہ کچھ فیس بھی داخل کرنی پڑتی ہے۔ حضرت رحمہ اللہ نے اس رسالہ میں اس کا تفصیلی جواب تحریر فرمایا ہے

الجعل المسمّٰی علیٰ حلّ المعنیٰ

سوال: اخبارات و رسالہ جات ماہانہ میں "معمّٰی" حل طلب شائع ہوتے رہتے ہیں جن کی مندرجہ ذیل مختلف صورتیں ہوتی ہیں:

(الف) جو اشخاص اس معمہ کا حل روانہ کریں گے، اگر ایک ہی حل صحیح ہوگا تو اسی ایک کو اور متعدد صحیح ہوئے تو بذریعہ قرعہ اندازی ایک کو فلاں انعام دیا جائے گا۔

(ب) اس معمہ کے صحیح حل بھیجنے والے کو اس قدر انعام دیا جاوے گا اور متعدد صحیح حل بھیجنے والوں میں مساویانہ تقسیم کردی جائے گی۔

موجودہ رقوم انعام فلاں بینک یا فلاں شخص کی تحویل میں دے دی گئی ہے مگر ہر معمہ حل شدہ کے ساتھ فیس داخلہ مثلاً ایک روپیہ آنا چاہیے۔

(ج) معمہ حل کرنے والوں میں (اگر وہ حل صحیح ہوئے) تو ایک بھی غلطی نہ کرنے والے کو اتنی اور ایک غلطی کرنے والے کو اتنی وغیرہ وغیرہ رقوم بطور انعام دی جاویں گی اور ہر درجہ میں متعدد اشخاص کو مساویانہ اس درجہ کا انعام تقسیم ہوگا لیکن ہر حل کے ہمراہ اتنی رقم مثلاً ۸/ (جس کو فیس داخلہ سے تعبیر کیا جاتا ہے) آنا ضروری ہے۔ اگر فیس داخلہ کم جمع ہوئی تو رقوم انعام کم اور زیادہ جمع ہوئی تو رقوم انعام زیادہ کردی جائے۔

تشریح نمبر ا: صورت الف و ب و ج میں یہ فرق ہے کہ اول الذکر میں کوئی رقم حل کے ساتھ طلب نہیں کی جاتی اور دونوں موخر الذکر میں رقم طلب کی جاتی ہے، پھر ب و ج میں یہ فرق ہے کہ ب میں تو طالب حل موجودہ رقوم انعامات کو پہلے علیحدہ جمع کردیتا ہے اور فیس داخلہ کی کمی بیشی سے ان موجودہ رقوم پر کوئی اثر نہیں اور ج میں ایسا نہیں ہے بلکہ فیس کی زیادتی کمی رقوم موجودہ پر اثر انداز بھی ہوگی اور پہلے سے علیحدہ جمع بھی نہیں ہیں۔ یعنی معمہ شائع کنندہ فیس داخلہ جمع شدہ میں سے جس قدر چاہے گا

رکھ لے گا اور جس قدر چاہے گا بانٹ دے گا، اس لیے رقوم انعام جو مشتہر کی جاتی ہیں وہ صرف جذب نظر کے لیے ہیں۔

تشریح نمبر۲: ب وج میں ناکام حل کنندوں کی فیس داخلہ کا نہ واپس کرنا مشترک ہے۔

تشریح نمبر۳: بعض معمے مختلف اشکال میں یکساں طور پر قطعی صحیح ہو سکتے ہیں اور کیے جاتے ہیں لیکن معمہ شائع کنندہ نے صحت کی جو شکل متعین کر لی ہوگی جب تک اس کے مطابق حل نہ ہوگا قابل انعام نہ ہوگا، اس طرح بہت واقعی صحیح حل کنندے انعام سے محروم ہو جاتے ہیں اور فیس داخلہ بھی ضبط، مثلاً نو خانوں میں پندرہ کا عدد بھر دینے کا معمہ شائع کیا گیا اور شائع کنندہ نے اس کے حل کی یہ شکل

۸	۱	۶
۳	۵	۷
۷	۹	۲

متعین کر لی ہے تو اب

۶	۱	۸
۷	۵	۳
۲	۹	۴

و

۲	۹	۴
۷	۵	۳
۶	۱	۸

و

۴	۹	۲
۳	۵	۷
۸	۱	۶

۲	۷	۶
۹	۵	۱
۴	۳	۸

و

۴	۳	۸
۹	۵	۱
۲	۷	۶

و

۶	۷	۲
۱	۵	۹
۸	۳	۴

۸	۳	۴	
۱	۵	۹	و
۶	۷	۲	

ناکام ہوجاویں گے اور یہ قصہ الف وب وج تینوں صورتوں میں ہوا کرتا ہے۔

تشریح نمبر۴: صورت جیم میں عموماً حد سے زیادہ آسان معمہ ہوا کرتا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مقصود معمہ حل کرا کے اذہان میں ترقی کا معاون بننا نہیں ہے بلکہ محض روپیہ بٹور کر ایک قسم کا نفع حاصل کرنا ہے اور الف وب میں اکثر نہایت سخت معمے ہوتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ان صورتوں میں سے کون سی صورت جائز اور کون سی ناجائز اور کس کو حل کر کے انعام حاصل کرنے کی کوشش کرنا داخل قمار اور کس میں قمار نہیں ہے یا شرعاً دیگر اور کیا کیا قبائح اس میں ہیں۔

الجواب: ب وج میں چونکہ فیس داخلہ کا واپس نہ کرنا محض حرام ہے، اس لیے ان کے ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں، یہ محذور تو طالبان حل کی طرف عائد ہے پھر حل کرنے والے کو جو ملتا ہے اگر اس کو فیس کا عوض کہا جاوے تو قمار ربوا سے مرکب ہونے کے سبب حرام ہے اور اگر اس کا عوض نہ کہا جاوے بلکہ مشقت کا عوض کہا جاوے تو غالباً بلکہ یقیناً وہ فیس ہی کے ذخیرہ سے دیا جاتا ہے۔ اس لیے حرام ہے کہ مال مغصوب سے لیتا ہے اور اوّل کا جواب اس پر موقوف ہے کہ وہ انعام کی رقم کہاں سے آئی۔ (النور، ص:۸، ربیع الثانی ۵۶ھ)

الحمدللہ! مقالات حکیم الامت کی جلد 79 اختتام کو پہنچی۔